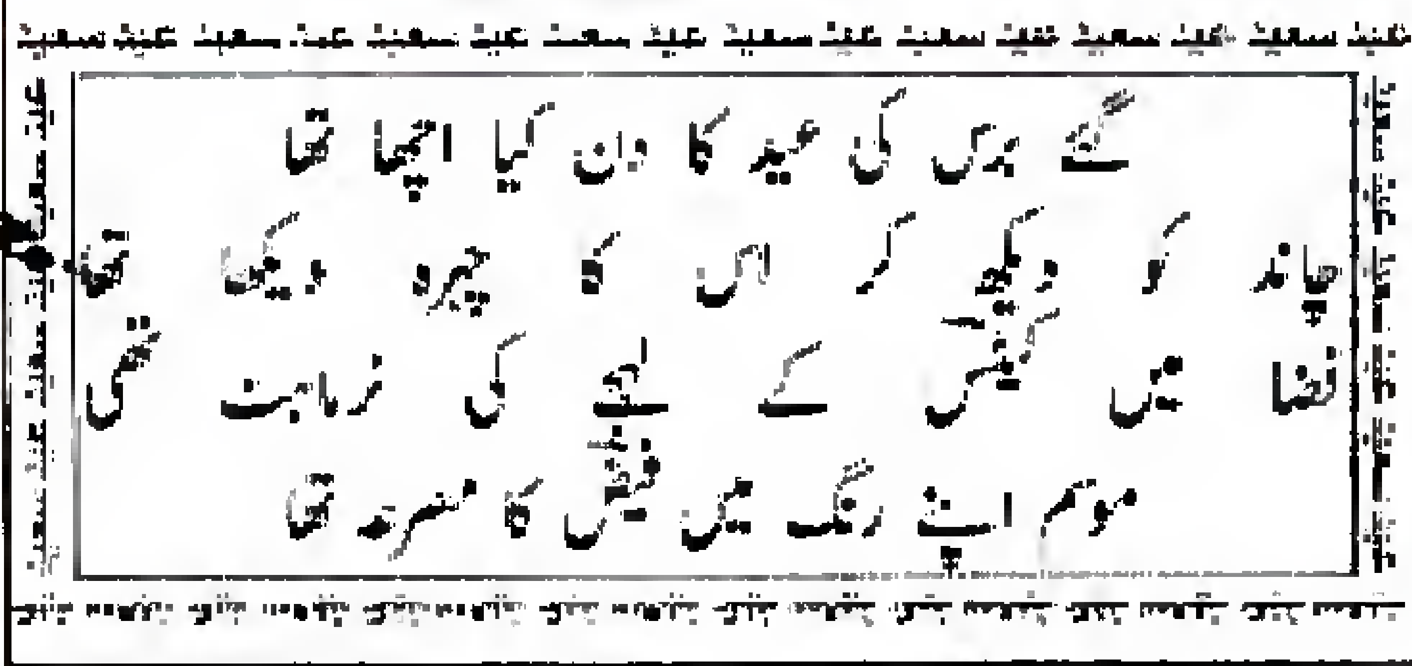

ٹوٹا ہوا تارا
Digest.pk

قسط نمبر 21



(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

عادلہ کی بے قراری اور بچے کے لیے اس کی تڑپ دیکھ کر رابعہ عجیب کشمکش میں مبتلا ہوجاتی ہے۔ دونوں فریقین میں سے کسی ایک پر اعتبار کرنا اسے بے حد مشکل لگتا ہے جب ہی وہ ہادیہ سے مدد مانگتی ہے لیکن ہادیہ ابوبکر نامی لڑکے کو لے کر پہلے ہی ٹینشن کا شکار ہوتی ہے اس کا دل آج بھی اس شخص کے لوٹ آنے کی دعائیں کرتا ہے۔ دوسری طرف شہوار بابا صاحب کے ہمراہ گاؤں چلی جاتی ہے اس کا ارادہ تابندہ بوا سے بات کرکے رخصتی رکوانے کا ہوتا ہے لیکن تابندہ بوا اس معاملے میں اس کی مدد کرنے سے صاف انکار کردیتی ہیں۔ بابا صاحب کے کمرے میں ایک پرانی تصویر شہوار کو چونکا دیتی ہے تصویر میں موجود بچہ اسے جانا پہچانا معلوم ہوتا ہے جبکہ بابا صاحب تصویر اس کے ہاتھ سے لیتے لاعلمی کا اظہار کرتے ہیں۔ مصطفیٰ شہوار کے اس اقدام پر خائف ہوتا اسے لینے گاؤں پہنچ جاتا ہے جس پر وہ ناچار مصطفیٰ کے ہمراہ لوٹ آتی ہے۔ وہ مصطفیٰ سے اپنی رخصتی کو فی الحال موخر کرنے کی بات کرتی ہے لیکن مصطفیٰ اس کی بات پر برہم ہوتا اس کی ایک نہیں سنتا۔ احسن اور روشی کے ہنی مون پر جانے کے بعد گھر میں بالکل سناٹا ہوجاتا ہے ایسے میں ولید انا کو ڈنر کرانے باہر لاتا ہے وہیں کاشفہ ولید کو دیکھ کر بنا کسی تکلف کے ان کی ٹیبل پر آجاتی ہے ضیاء صاحب بھی ولید کی اس نئی دوست کو دیکھ کر خاموش ہوجاتے ہیں جبکہ انا کا موڈ خراب ہوجاتا ہے۔ وہ فوراً ہی واپسی کا تقاضا کرکے اٹھ جاتی ہے گھر آکر بھی اس کا موڈ برہم ہی رہتا ہے کاشفہ کا یوں آنے پر ولید کا پراسرار انداز اسے مزید تپا دیتا ہے ولید کاشفہ کی برتھ ڈے پارٹی میں انا کو اپنے ساتھ چلنے کی درخواست کرتا ہے دل کے ہاتھوں مجبور انا آتو جاتی ہے لیکن مکس گیدرنگ اور کاشفہ کا انداز اسے مشتعل کیے دیتا ہے۔ پچھلی ملاقاتوں میں عادلہ کا اصل چہرہ اس وقت رابعہ کے سامنے آجاتا ہے جب وہ کچھ پیپرز پر عباس کے سائن لینے پر رابعہ کو مجبور کرتی ہے رابعہ کے انکار پر وہ دھمکی آمیز رویہ اپناتے ویڈیو کے ذریعے رابعہ کو رسوا کرنے کی دھمکی دیتی ہے جبکہ رابعہ اس کا یہ روپ دیکھ کر بھونچکا رہ جاتی ہے۔ رابعہ کا واضح انکار عادلہ کو مشتعل کردیتا ہے دونوں میں اچھی خاصی تلخ کلامی ہوجاتی ہے۔ ادھر جمیل کے کسی دوست ابوبکر کا رشتہ رابعہ کے لیے آتا ہے جبکہ رابعہ فی الحال اپنی ہی الجھنوں میں گرفتار کوئی فیصلہ نہیں کرپاتی۔ ادھر عائشہ زبردستی شہوار کو شاپنگ کی غرض سے مارکیٹ لاتی ہے جبکہ شہوار یہاں عدم تحفظ کا شکار رہتی ہے اس کا خوف اس وقت اس کے سامنے آتا ہے جب لیاز اسے تنہا پاکر اچانک اس کے روبرو ہوتا ہے اور خوف کے مارے شہوار کا رنگ زرد پڑ جاتا ہے۔

(اب آگے پڑھیے)



"حرام زادی۔" عادلہ بہت غصے میں آ گئی۔

"دیکھنا میں تمہارا حشر نشر کردوں گی۔" وہ بہت طیش کے عالم میں رابعہ کی طرف بڑھی۔

"کیا ہو رہا ہے یہ؟" سائیڈ سے نکل کر ایک دم وہ شخص سامنے آیا تھا۔ عادلہ وہیں رک گئی تھی رابعہ نے دیکھا وہ کوئی اور نہیں اس کے سامنے ابوبکر کھڑا تھا۔

"کیا ہوا ہے..... کون ہیں یہ خاتون؟" وہ شاید ساری کارروائی دیکھ چکا تھا اس لیے رابعہ سے پوچھا۔

"یہ ایک پاگل گھمنڈی عورت جسے اپنی بے پناہ دولت اور حسن پر حد سے زیادہ غرور ہے، مگر بھول گئی ہے کہ جب نمرود جیسے لوگوں کے سروں میں نمرود کا کیڑا آ سما تا ہے تو اس کا علاج اللہ مچھر جیسے حقیر سے کیڑے سے کرتا ہے۔ عادلہ بیگم اس بھول میں مت رہنا کہ میں تم سے ڈر گئی کبھی کبھی پاؤں کی جوتی بھی سر پر لگ جاتی ہے۔" رابعہ بہت غصے اور تنفر سے کہہ کر وہاں سے پلٹ جاتی ہے۔

"او کے..... ایسا ہے تو ایسا ہی سہی تم بھی اب اس حرکت کے نتیجے کے لیے تیار رہنا۔" عادلہ پھنکارتی گاڑی میں بیٹھ کر یہ جا وہ جا ہوئی۔

"کون تھیں یہ محترمہ؟" ابوبکر نے پوچھا تو اس نے ایک گہرا سانس خارج کرتے اسے دیکھا۔

"کیا کریں گے جان کر بس سمجھ لیں ایک پاگل عورت تھی۔" ابوبکر نے اسے بغور دیکھا اور پھر ایک رکشے کو ہاتھ دے دیا۔

"آپ بیٹھیں مجھے یہاں اسٹیٹ ایجنسی میں کام تھا باہر نکلا تو آپ لوگوں کو الجھتے دیکھا تو چونک گیا اب واپسی پر مجھے بھی گھر ہی جانا ہے۔" رابعہ سر ہلا کر رکشے میں بیٹھ گئی جبکہ ابوبکر رکشے والے کے ساتھ ٹک گیا تھا۔

❁ ❁ ❁

"تم کیا سمجھتی تھی کہ میں تا عمر مصطفیٰ کے ڈر سے باہر نہیں نکلوں گا۔ میں تو اس دن سے تمہارے پیچھے لگا ہوا تھا اور آج مجھے تم سے براہ راست بات کرنے کا آخر کار موقع مل ہی گیا۔" ایاز اس کے سامنے کھڑا ہوا تھا آنکھوں میں وحشیانہ سی چمک تھی، شہوار ساکت سی ہوگئی تھی۔

"آج دیکھتا ہوں مجھ سے تمہیں کون بچاتا ہے، مصطفیٰ اور اس کا وہ خبیث ریٹائرڈ باپ ہاتھ ملتے نہ رہ گئے تو کہنا۔" وہ خباثت سے مسکراتے ہوئے اس کے قریب ہوا تھا۔ شہوار نے سختی سے چادر تھام لی تھی۔

"انکل تمہیں چھوڑیں گے نہیں اور نہ ہی مصطفیٰ، اگر تم نے میرے ساتھ کوئی بدتمیزی کی تو.....!" خود کو سنبھالتے اس نے کہا، ارد گرد لوگ شاپنگ میں مصروف تھے اس کا جی چاہا کہ چیخ چیخ کر لوگوں کو مدد کے لیے پکارے مگر وہ ایسا نہیں کرسکتی تھی۔

"ہاہاہا۔" ایاز نے قہقہہ لگایا۔

"جب تک تمہارا وہ نام نہاد شوہر اور اس کا باپ ایکشن میں آئیں گے تم اپنے انجام کو پہنچ چکی ہوں گی خبردار اب کوئی حرکت کی تو آرام سے سیدھی چلتی جاؤ۔" ایک دم پینترا بدلتے اس نے جیب سے پسٹل نکال کر شہوار کے بازو پر رکھ دیا تھا۔ پسٹل دیکھ کر شہوار بالکل نڈھال سی ہوگئی۔

"تم نے جو کرنا ہے کرلو، میں کہیں نہیں جاؤں گی، میں اکیلی نہیں ہوں میں چیخ چیخ کر لوگوں کو اکٹھا کرلوں گی۔"

"بڑی خوش فہمی ہے تمہیں، تمہارے وہ دونوں باڈی گارڈز اس وقت یہاں موجود نہیں اور یہ پسٹل دیکھ کر لوگوں کی ہمت نہیں ہوگی کہ تمہاری مدد کرسکیں اسی لیے اب خاموشی سے چلتی رہو۔" اس نے پسٹل اس کے بازو میں گھسا کر کہا۔

شہوار نے دیکھا ٹریگر پر اس کی انگلی نہیں تھی اس نے دونوں ہاتھوں سے پسٹل تھام رکھا تھا اردگرد لوگ حیران ہوکر دونوں کو دیکھ رہے تھے پسٹل دیکھ کر کسی کے اندر ہمت نہیں ہورہی تھی کہ آگے بڑھ سکے۔ شہوار نے ہاتھ میں تھاما شاپنگ بیگ کھینچ کر اس کے ہاتھ پر مارا تو وہ لڑکھڑا گیا۔

پسٹل اس کے بازو سے ہٹ گیا تھا اس نے دوبارہ شاپنگ بیگ اس کے منہ پر مارا اور اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتا وہ شاپنگ بیگ پکڑ کر بھاگی تھی ایاز کے ہاتھ سے پسٹل گر گیا تھا وہ کچھ نہیں سمجھ پایا تھا اس نے فوراً پسٹل اٹھایا اور سنبھل کر فائر کردیا۔ ہوائی فائر تھا وہ اندھا دھند سیڑھیوں کی طرف بھاگی تھی چادر اس کے چہرے اور سر سے اتر چکی تھی، بیگ کندھے پر تھا اور ہاتھ میں شاپنگ بیگ۔ ایاز نے ایک اور اسٹیٹ فائر کیا اور بلٹ اس کے بہت قریب سے گزرا جبکہ وہ سیڑھیاں پھلانگتے جو پہلی دکان نظر آئی اس میں گھس گئی۔

یہاں لوگوں کا رش تھا ایاز اب فائر نہیں کررہا تھا وہ شاید پیچھے رہ گیا تھا۔ وہ لوگوں کو چیرتے ایک آنٹی کے پیچھے چھپ گئی تھی۔ اسے یہ بھی علم نہیں تھا کہ ایاز نے اسے اس دکان سے گھستے دیکھا بھی ہے یا نہیں دکاندار حیران تھے مگر خاموش تھے۔ اسی طرح پانچ منٹ گزر گئے تھے وہ کچھ دیر بعد وہاں سے اٹھی تو دروازے کی طرف لپکی۔

''ایک منٹ بیٹا' آپ ادھر سے نکل جاؤ یہ دوسرا باہر روڈ کی طرف کھلتا ہے ابھی باہر گولی چلی ہے شاید کوئی ڈکیتی کی واردات ہوئی ہے۔ آپ کو اس طرف خطرہ ہوگا۔'' باریش دکاندار نے کہا تو وہ سر ہلاتے دوسرے دروازے کی طرف لپکی تھی۔

وہ چادر خود پر درست کرتے بیگ کو مضبوطی سے تھامے سڑک کے دوسری طرف کھڑی اپنی گاڑی کی طرف جانے کو جیسے ہی سڑک کی طرف بڑھی تھی مخالف سمت سے آتے رکشے سے بری طرح ٹکرا کر بیچ سڑک پر گر پڑی تھی۔ وہ جو پہلے ہی نڈھال اور خوف سے بے حال تھی اس ٹکر نے اور اب سر پر لگی چوٹ نے اسے پوری طرح مفلوج کردیا تھا۔

''آپ ٹھیک تو ہیں۔'' مکمل طور پر بے ہوش ہونے سے پہلے اس نے رکشے سے ایک مرد اور عورت کو تیزی سے نکل کر اپنی طرف آتے دیکھا تھا۔

❋.....◉.....❋

وہ آفس میں مصروف تھا جب اس کا موبائل بج اٹھا۔ اس نے اسکرین دیکھی عائشہ کا نمبر تھا۔

''السلام علیکم!''

''وعلیکم السلام مصطفیٰ بھائی میں عائشہ بول رہی ہوں میں، دریہ اور شہوار کو لے کر آج شاپنگ کے لیے آئی تھیں نا......'' عائشہ تیزی سے بتا رہی تھی۔

''ہاں تو پھر؟''

''یہاں ایک ایمرجنسی ہوگئی ہے یہاں کچھ لوگوں نے فائرنگ کی ہے جس کی وجہ سے بہت افراتفری پھیل گئی ہے اصل صورتحال کیا ہے پتا نہیں چل رہا ہم سے شہوار بچھڑ گئی ہے ہم تب ہی دیر سے تلاش کررہے ہیں مگر کچھ سمجھ نہیں آرہا۔''

''کیا؟'' وہ ایک دم سے سیٹ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

''شاید کوئی چور تھے لوگ بتا رہے تھے کہ کسی عورت سے کچھ چھیننے کی کوشش کررہے تھے۔ مگر وہ عورت بھاگ نکلی تو ان لوگوں نے فائرنگ شروع کردی۔''

''شہوار کے نمبر پر کال کرکے پتا کرو وہ کہاں ہے۔''

''میں کال کررہی ہوں مگر وہ ریسیو ہی نہیں کررہی، دریہ بھی کوشش کررہی ہے مگر نو رسپانس۔''

"او کے ڈونٹ وری میں پتا کرتا ہوں ٹریسر چپ لوکیشن تو بتا دے گی کہ وہ اس وقت کہاں ہے میں پتا کرتا ہوں۔" مصطفیٰ نے اسے تسلی دی اور پھر اگلے پانچ منٹ میں لوکیشن کا علم ہو چکا تھا وہ اس کے نمبر پر کال کر رہا تھا مگر کال ریسیو نہیں ہو رہی تھی وہ فوراً آفس سے اپنی گاڑی لے کر نکلا پڑا۔



شہوار کو ہوش آیا تو اس نے خود کو ایک کلینک میں موجود پایا اور ایک مہربان خاتون کا چہرہ اس پر جھکا ہوا تھا اس نے جھٹ آنکھیں کھول دیں۔

"میں کہاں ہوں۔" وہ جو ایاز کے خوف سے بھاگی تھی ان اجنبی خاتون کو دیکھ کر سب یاد آیا تو بے اختیار اٹھ بیٹھی۔ اس کی آنکھوں میں ایک بار پھر خوف سمٹ آیا تھا۔

"یہ کلینک ہے تم ہمارے رکشے سے ٹکرا گئی تھی چوٹ کوئی نہیں آئی بس تم بے ہوش ہو گئی تھی اور کچھ معمولی سی خراشیں ہیں بس۔"

"اب کیسا محسوس کر رہی ہو؟" اس عورت نے پوچھا تو اس نے سر ہلا دیا۔

عورت کی بات سن کر وہ قدرے پرسکون ہوئی کہ وہ غلط ہاتھوں میں نہیں پڑی ہے۔

"میرا بیگ کہاں ہے؟" اس نے پوچھا کمرے میں ایک ڈاکٹر اور نرس بھی تھی۔

"یہ رکھا۔" خاتون نے ایک طرف رکھا بیگ اٹھا کر اسے تھما دیا۔ اس نے جلدی سے کھول کر موبائل نکالا۔

کالج میں عائشہ کی کال سننے کے بعد اس نے موبائل سائلنٹ پر لگا دیا تھا اور اس وقت عائشہ، دریہ بھابی، مصطفیٰ اور انکل سب کے نمبرز سے بے شمار مسڈ کالز تھیں۔

وہ محسوس کر سکتی تھی کہ اس کو وہاں شاپنگ مال میں موجود نہ پا کر عائشہ پر کیا گزری ہوگی اور پھر عائشہ نے سب کو اطلاع کر دی ہوگی ابھی وہ مسڈ کالز دیکھ رہی تھی کہ مصطفیٰ کی کال آنے لگی۔ اس نے فوراً ریسیو کی۔

"ہیلو۔"

"کال پک کیوں نہیں کر رہی تھیں؟" اس کی آواز پہچان کر مصطفیٰ نے تیزی سے پوچھا۔

"موبائل سائلنٹ پر تھا اور میں....." وہ بتاتے بتاتے ایک دم رک گئی اس کے ذہن میں ایک دم مصطفیٰ کا وہ جنون تازہ ہو گیا جب ایاز نے ہوٹل میں اس کو مارا تھا اور اب.....!

"تمہارے گھر سے کال ہے؟" خاتون پوچھ رہی تھی اس نے سر ہلا دیا۔

"شہوار بول کیوں نہیں رہیں کدھر ہیں آپ؟" مصطفیٰ نے پوچھا۔

"آپ پلیز بتا دیں کہ یہ کون سی جگہ ہے۔" اس نے موبائل خاتون کو تھما دیا۔

وہ خاتون مصطفیٰ سے بات کرنے لگیں تھیں۔ جبکہ ڈاکٹر کمرے سے باہر نکل گیا تھا ابھی کال بند ہی ہوئی تھی کہ مصطفیٰ کلینک میں داخل ہوا تھا وہ بستر پر بیٹھی ہوئی تھی۔

"کیا ہوا؟" مصطفیٰ فوراً بے اختیار اس کی طرف لپکا۔

شہوار جو پچھلے تھوڑے سے وقت میں اتنا کچھ دیکھ اور محسوس کر چکی تھی نجانے اللہ نے کس کی نیکی کے عوض اسے اس شیطان کے ہاتھوں میں جانے سے بچا لیا تھا۔ مصطفیٰ کو دیکھتے ہی وہ بے اختیاری سے بستر سے اتر کر اس کی طرف بڑھی اور اگلا لمحہ مصطفیٰ کو بھی اپنی جگہ ساکت کر دینے والا تھا۔

شہوار اس کے ہاتھ مضبوطی سے تھام کر بے اختیار رو پڑی تھی۔ مصطفیٰ پہلے تو حیرت سے گنگ رہ گیا اور پھر ایک دم

اس کے گرد اپنے بازو کا حصار مضبوط کردیا۔

"ایم سوری۔" آنسور کے تو اپنی جذباتیت کا احساس ہوا تو وہ ندامت سے ہاتھ چھوڑتے بستر کے کنارے پر بیٹھ گئی تھی دوپٹا آہستگی سے سر پر ڈالتے وہ چہرہ جھکا گئی تھی۔ مصطفی نے اسے بغور دیکھا سرخ چہرہ لیے ہونٹ کچلتی وہ سر جھکا گئی تھی۔

مصطفی نے اطراف میں دیکھا یہ تین چار کمروں والا اسٹیبلش سا کلینک تھا کمرے میں ایک درمیانی عمر کی خاتون کے علاوہ ایک نرس بھی تھی۔

"آپ تو عائشہ کے ساتھ شاپنگ پر نکلی تھیں پھر یہاں کیسے پہنچیں؟" مصطفی نے دوبارہ شہوار کو دیکھا جس کی گھبراہٹ میں کچھ کمی واقع ہوگئی تھی۔

"میری طبیعت خراب تھی سر چکرا رہا تھا میں گاڑی میں جاکر بیٹھنے کے لیے شاپنگ مال سے نکل ہی تھی کہ رکشے سے ٹکرا گئی اس کے بعد مجھے نہیں پتہ۔" وہ لاپروائی حرکت کو گول کرتے سر جھکائے بتا رہی تھی۔

"یہ ہمارے رکشے سے ٹکرائی تھیں میرے ساتھ میرا بھائی بھی تھا ہم ان کو یہاں لے آئے تھے بھائی کو کام تھا تو وہ باہر سے ہی چلے گئے تھے میں بچی کے پاس رک گئی تھی زیادہ چوٹ نہیں آئی بس بچی بے ہوش ہوگئی تھی ڈاکٹر نے انجکشن لگایا تو فوراً ہوش آ گیا۔" خاتون نے بتایا تو مصطفی نے ایک پرسکون سانس لیا ورنہ پچھلے چند منٹس سے وہ بے انتہا پریشان ہوچکا تھا عائشہ کے بتانے کے فوراً بعد اسے ایاز کا خیال آیا تھا مگر پھر لوکیشن چیک کرنے پر جو لوکیشن ٹریس ہورہی تھی وہ کچھ اور ہی شو کررہی تھی وہ فوراً آفس سے نکلا تھا راستے میں بار بار نمبر بھی ملا رہا تھا اور شکر ہے کہ مطلوبہ جگہ پہنچنے سے پہلے ہی شہوار نے کال پک کرلی تھی۔

"موبائل کی ٹون تو بند واپس رکھتا ہے اللہ تعالیٰ سب کس قدر پریشان ہیں عائشہ نے مجھی کو کال کردی تھی آپ کو وہاں مال میں نہ پاکر۔" شہوار خاموش رہی۔

"اور ہاں وہاں جو فائرنگ ہوئی تھی وہ کیا سلسلہ تھا؟" شہوار نے چونک کر دیکھا۔

"تو کیا عائشہ لوگوں کو پتا چل گیا ہے؟" اس کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔

"فائرنگ؟"

"ہاں عائشہ بتارہی تھی شاید کوئی ڈکیتی ہونے والی تھی جو ناکام ہوگئی۔" مصطفی کے الفاظ پر وہ پرسکون ہوئی۔

"مجھے نہیں علم میں باہر نکل آئی تھی۔ میرے بعد میں کچھ ہوا ہو تو کنفرم نہیں۔"

"آپ کی تو ابھی کال آئی تھی آپ پہلے سے ادھر موجود تھے جو فوراً یہاں پہنچ گئے تھے۔" اس نے ناٹتے ہوئے بات بدلی تھی۔

"ہوں..... آپ کے موبائل میں موجود چپ کی مدد سے لوکیشن ٹریس کی تھی۔" شہوار نے سر ہلا دیا۔

"آپ کا نام کیا ہے؟" مصطفی نے خاموش کھڑی خاتون سے پوچھا۔

"ثریا بیگم۔" خاتون نے مسکرا کر بتایا۔

"اور جو آپ کے ساتھ صاحب تھے۔"

"فیضان۔"

"آپ اسی علاقے کی ہیں؟"

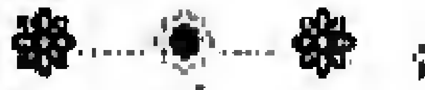
"نہیں ہم یہاں کسی کام سے آرہے تھے کہ رستے میں بچی سے رکشہ ٹکرا گیا میں تو اس کے پاس کلینک میں رک گئی

فیضان کو کام تھا وہ چلا گیا۔"

"آپ کا بہت بہت شکریہ کہ آپ نے ان کا اتنا خیال رکھا اور ساتھ دیا۔"

"شکریہ کی کیا بات ہے بیٹا یہ میری بچی کی طرح ہے ہمارے رکشے سے ٹکرائی تھی اسے بیچ سڑک پر تو نہیں چھوڑ سکتی تھی نا۔" خاتون محبت سے کہہ رہی تھیں۔

"میں ڈاکٹر سے مل لوں پھر چلتے ہیں اور آپ کو میں خود ڈراپ کروں گا جہاں بھی آپ نے جانا ہوگا۔" وہ کہہ کر روم سے نکل گیا۔



"وہ عورت کیا کہہ رہی تھی؟" وہ ابوبکر کو چائے دینے آئی تو اس نے پوچھا' سارا رستہ دونوں میں کوئی بات نہ ہوئی تھی اور اب وہ پوچھ رہا تھا۔

"کچھ خاص نہیں بس ویسے ہی۔"

"وہ آپ کو دھمکیاں دے رہی تھی۔" چائے کے سپ لیتے ابوبکر نے بغور دیکھا وہ کچھ پریشان سی لگ رہی تھی مگر ظاہر نہیں ہونے دے رہی تھی۔

"اگر مناسب سمجھیں تو مجھ پر اعتماد کر سکتی ہیں شاید وہ عورت آپ کو ہراساں کر رہی ہے اور شاید بلیک میل بھی۔" رابعہ ابوبکر کے اتنے درست اندازے پر حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

"حیران مت ہوں مجھے فیس ریڈنگ آتی ہے میرے والد پولیس میں تھے ان کے ساتھ رہتے مختلف جگہوں پر ٹرانسفر ہوتے ان سے میں نے بہت کچھ سیکھا تھا۔" ابوبکر نے اسے بتایا تو وہ چونکی۔

"آپ کے والد؟ آپ نے کبھی اپنی فیملی کے بارے میں کچھ نہیں بتایا میں سمجھتی رہی کہ شاید آپ کا اس دنیا میں کوئی بھی نہیں۔"

"نہیں رشتے تو سبھی موجود ہیں ماں باپ بھی بہن بھائی بھی اور گھر بھی۔" ابوبکر شاید اچھے موڈ میں تھا سو بتا رہا تھا وہ حیران ہو کر دیکھنے لگی۔

"تو پھر آپ یہاں کیوں رہ رہے ہیں؟"

"میرے اپنی فیملی کے ساتھ کچھ ایشوز ہیں ایک عرصہ ہوا ان کو اللہ حافظ کہا ہوا ہے کم عمری اور جذباتیت کی پیداوار وہ ایشوز اب دوبارہ لوٹنے نہیں دیتے اس لیے سب سے کٹ کر خود کو سزا دے رہا ہوں۔" ابوبکر کے الفاظ پر وہ سر ہلا گئی۔

"مجھے چھوڑیں آپ بتائیں کیا مسئلہ ہے آپ کے اور اس عورت کے درمیان اور وہ تھی کون؟"

"وہ میرے باس کی وائف ہے دونوں میں علیحدگی ہو چکی ہے مگر ابھی باقاعدہ ڈائی ورس نہیں ہوئی میں ان کے آفس میں کمپیوٹر ڈیپارٹمنٹ میں کام کرتی ہوں اور یہ خاتون چاہتی ہیں میں اپنے باس سے بلینک پیپر پر کچھ دستخط لے کر ان کو دوں وہ ان کا کیا کریں گی مجھے نہیں علم جس کی پے منٹ وہ منہ مانگی کرنے کو تیار ہیں جبکہ میں نے انکار کر دیا ہے تو وہ اب دھمکیاں دے رہی ہے۔" رابعہ نے آرام سے ساری بات بتا دی۔

"اوہ...... کس قسم کی دھمکیاں دے رہی ہیں وہ خاتون؟" ابوبکر نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"ان کے ساتھ گاڑی میں بیٹھنے کی ایک بار غلطی کر چکی ہوں اور چند بار ان کی فون کالز ریسیو کر چکی ہوں اس کے علاوہ وہ ہمارے گھر میں آئی تھیں تو میں ملی تھی شاید وہ میری واکس کنورسیشن اور گاڑی میں بیٹھنے کی حماقت کو مس یوز کرنا چاہ رہی ہیں۔ گاڑی میں اس عورت نے کوئی کیم سیٹ کیا ہوا تھا اب میری ویڈیو اس کے پاس ہے جو وہ مس یوز کر رہی

ہے۔" رابعہ نے تفصیل سے بتایا تو ابوبکر حیرت سے دیکھے گیا۔

"اوہ..... پھر تو یہ عورت واقعی کافی خطرناک ہے۔"

"مگر اس کی دھمکیوں کے باوجود میں اس سے خوفزدہ نہیں ہوں میرے ہاتھ بالکل صاف ہیں میں نہیں پھنس سکوں گی مگر اس کی دھمکیوں کے بعد سمجھ نہیں آتی کہ اس پرابلم سے کیسے نکلوں گھر میں کسی سے ذکر نہیں کرسکتی کہ امی اور بھائی کو پریشان نہیں کرنا چاہتی اور مامون وہ ان کرمنلو مائنڈڈ لوگوں سے اکیلے نہیں نبٹ سکتے اور تیسرا کوئی آپشن دکھائی نہیں دے رہا سوائے اس کہ میں یہ جاب چھوڑ دوں۔" ابوبکر اس کی ساری بات سن کر کچھ دیر خاموشی سے کچھ سوچتا رہا۔

"اچھا اگر آپ کو میں اچھا سا مشورہ دوں تو کیا اس کو قبول کریں گی؟" رابعہ اس کے انداز پر مسکرا دی۔

"جی بالکل بشرطیکہ وہ اچھا مشورہ ہوا تو؟"

"آپ کے باس کیسے انسان ہیں؟" رابعہ کو آفس کے اولین دنوں سے لے کر اب تک کی ہر بات یاد آنے لگی۔

"انفرادی اختلافات ایک طرف مگر کرداری لحاظ سے وہ ایک اچھے انسان ہیں۔" اس نے صاف گوئی سے کہا تو ابوبکر نے سر ہلا دیا۔

"او کے تو پھر آپ ایسا کریں کہ ان سے پہلی فرصت میں یہ سب ڈسکس کریں اور ان کو کہیں کہ اپنی وائف کو جیسے مرضی ہینڈل کریں مگر آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔" ابوبکر نے [illegible] تو وہ [illegible] پڑی۔

"اور اگر اس سلسلے میں میری کوئی بھی مدد درکار ہو تو میں حاضر ہوں۔" ابوبکر نے خلوص دل سے کہا تھا وہ بس مسکرا دی اور پھر کمرے سے نکل آئی۔

❁ ❁ ❁

مصطفیٰ نے پہلے ان خاتون کو گھر ڈراپ کیا اور ان خاتون کے اصرار کے باوجود وہ دونوں گھر کے اندر نہیں گئے تھے۔

دونوں جب گھر پہنچے تو بھی متفکر ان دونوں کے منتظر تھے گو مصطفیٰ نے فون کرکے اطلاع تو دے دی تھی کہ وہ لوگ پریشان نہ ہوں مگر اس کے باوجود جب گھر پہنچی اور اس کی ہلکی پھلکی بینڈیج دیکھ کر الجھ گئے تھے۔

وہ سب کو ہی سب تفصیل بتا [illegible] مصطفیٰ [illegible] چکی تھی ماں جی اسے اس کے کمرے میں لے آئی تھیں۔

"جب ہم نے تمہیں کہا تھا کہ [illegible] تو تم ہمیں کم از کم میسج ہی کردیتی اور جب فائرنگ کی آواز سن کر اور لوگوں کی بھگدڑ دیکھ کر ہم وہاں پہنچیں تجھے نہیں نہ پا کر میرے تو پاؤں سے زمین ہی نکل گئی تھی اوپر سے ہم کال پر کال ملا رہی تھیں اور تم ریسیو ہی نہیں کر رہی تھیں۔" عائشہ نے فکرمندی سے کہا تو وہ ذرا سا مسکرائی مرد حضرات اپنے اپنے روم میں چلے گئے تھے۔

"مجھے وہاں کھڑے کھڑے چکر سے آنے لگے تو میں باہر نکل آئی تھی کہ گاڑی میں بیٹھتی ہوں مگر رکشے سے ٹکرا گئی اور پھر پتا ہی نہ چلا ہوش آیا تو کلینک میں تھی۔" نظریں چراتے اس نے یہ سب کہا تو ماں جی پرسکون ہوئیں۔

"اللہ بھلا کرے ان لوگوں کا، میرا تو دل ہول رہا تھا کہ پتا نہیں کہاں ہو تم۔ دل ایسا خوفزدہ تھا کہ بے ساختہ دھیان ہی ایاز کی طرف گیا تھا۔" ماں جی نے بھی کہا تو وہ لب بھینچ گئی وہ اس وقت اپنے بیڈ روم میں بستر پر بیٹھی ہوئی تھی۔

"یہ ایاز کون ہے اور یہ کیا معاملہ ہے؟" ودیعہ نے پوچھا تھا وہ ایاز والے معاملے سے یکسر بے خبر تھی اب یہ نام سن کر فوراً پوچھنے لگی۔

"کچھ بھی نہیں ہے ایک شخص.....!" لائبہ نے فوراً ٹالا۔

"ویسے تمہاری طبیعت خراب تھی تو تمہاری خواہ مخواہ ہمارا پروگرام خراب کر دیا۔" دریہ نے نخوت سے کہا۔

"پروگرام خراب ہونے کی کیا بات ہے شاپنگ ہی تو ہے پھر کسی دن ہو جائے گی۔" لائبہ کو اس کی بات بے حد چبھی تھی فوراً کہا۔

"مجھی یہاں آ کر میں بہت بور ہو رہی ہوں کوئی بھی ایکٹی ویٹی نہیں۔ سب اپنی اپنی لائف میں بزی ہیں میرے لیے کسی کے پاس ٹائم ہی نہیں۔" دریہ نے کہا۔

"ہمارے ہاں تفریح بھی موقع محل دیکھ کر کی جاتی ہے بلاوجہ منہ اٹھا کر کوئی بھی کہیں نہیں چل دیتا۔ ویسے بھی مصطفیٰ کی شادی ہو رہی ہے اس کی تیاریاں چل رہی ہیں اگر تمہیں گھومنے جانا ہے تو گاؤں چلی جاؤ۔" لائبہ نے جل کر کہا۔

"مائی گاڈ، بابا صاحب سے میں مل چکی ہوں اگر گاؤں جاؤں گی تو صرف انہی سے ملنے کیوں جاؤں وہاں کون ہے ہمارا سوائے بابا صاحب کے اور گاؤں میں کوئی تفریحی جگہ تھوڑی ہے۔" دریہ نے طنزیہ انداز میں کہا تھا ماں جی اور عائشہ کے سامنے یہ گفتگو لائبہ کا پارہ بڑھا رہی تھی۔

"وہاں بابا صاحب کے علاوہ بوا جی بھی ہیں ان سے مل آ تیں وہ کئی بار تمہارا پوچھ چکی ہیں ان سے مل کر تم بہت خوش ہوتیں۔" عائشہ نے سنجیدگی سے کہا۔

"بوا جی سے کون سا کوئی خونی رشتہ ہے ہمارا جو میں اتنا سفر کرتی۔" اس بات پر شہوار کا چہرہ زرد ہوا تھا باقی تینوں خواتین کو بھی دریہ کی بات اچھی نہ لگی تھی۔

"ضروری نہیں رشتے خون کے ہوں بعض رشتے خلوص، محبت اور وفا کے بھی ہوتے ہیں جو خون کے رشتوں سے بڑھ کر ثابت ہوتے ہیں۔" ماں جی نے دھیمے سے ٹوکا تو دریہ [illegible]

"میں کہوں گی کسی کو تمہیں کہیں گھمانے لے جائے۔ [illegible] ہمیں بھی خیال نہ آیا کہ تمہیں یہاں کی سیر کرا دی جائے خیر اب تو مصطفیٰ کی شادی کا سلسلہ چل رہا ہے [illegible] یا درمیان میں وقت نکلا تو ہم کوئی پروگرام رکھ لیں گے۔" ماں جی تحمل سے کہتے وہاں سے اٹھ گئی تھیں۔

"اوکے۔" دریہ بھی اپنے روم میں چلی گئی تھی۔

"دیکھا تم نے دریہ کا رویہ۔" لائبہ نے عائشہ کو مخاطب کیا۔

"ہاں۔"

"بالکل عادلہ بھابی والا انداز ہے۔" لائبہ نے مزید کہا شہوار خاموشی سے آنکھیں بند کر گئی۔

پلکوں کے دوسری طرف آج شام ہونے والا واقعہ یاد آیا تو اس نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔

"مجھے خود حیرت ہو رہی ہے دریہ کا ایٹی ٹیوڈ دیکھ کر ماں جی کا بھی ذرا لحاظ نہیں کیا۔" عائشہ حیران تھی۔

"اچھا بس کریں میرے سر میں درد ہو رہا ہے۔" دریہ کے ٹاپک کو لمبا ہوتے دیکھ کر شہوار نے ناگواری سے ٹوک دیا۔

"کیوں بس کریں عائشہ یہ دریہ کی نیت مجھے ٹھیک نہیں لگتی کئی بار میں اپنے کانوں سے مصطفیٰ کو شہوار کے خلاف زہر اگلتے سن چکی ہوں۔" لائبہ نے کہا عائشہ نے حیرت سے دیکھا شہوار لب بھینچ گئی۔

"واقعی۔"

"تو اور کیا اور اسے کوئی پروا نہیں شادی ہو رہی ہے اور اس کے کان پر جوں تک نہیں رینگ رہی سمجھا ڈاے مصطفیٰ اس کا شوہر ضرور ہے مگر اب اتنی بھی بے پرواہ ہو جائے کہ کسی دن دریہ ہی لے اڑے۔" لائبہ کا تبصرہ دل دہلا دینے والا

تھا شہوار نے ایک گہرا سانس لیا۔

"اللہ نہ کرے مصطفیٰ بھائی کو انسانوں کی پہچان ہے اگر ایسی ویسی ہی پسند ہوتی تو باہر سے ساتھ لے کر آتے یہاں ہماری چوائس پر ہاں نہ کرتے۔"

"بھابی...... دریہ اگر زہر لگتی ہے تو کچھ غلط نہیں کہتی وہ حقیقت بیان کرتی ہے میرے متعلق اور میرے بیک گراؤنڈ کے متعلق۔" شہوار نے سنجیدگی سے کہا۔

"میں ہوتی تو منہ توڑ دیتی خواہ مخواہ دوسری عادلہ بھابی سر پہ آ کر بیٹھ گئی ہے۔" لائبہ تو سر سے پاؤں تک بھری بیٹھی تھی۔

"میں ماں جی سے بات کروں؟" عائشہ نے دونوں کو دیکھا۔

"نہیں۔" شہوار نے فوراً ٹوک دیا۔

"میں نہیں چاہتی کہ میری وجہ سے کوئی بات بڑھے۔" اس نے سنجیدگی سے کہا تو اتنے میں دروازے پر دستک دیتا مصطفیٰ اندر داخل ہوا تھا مگر کمرے میں عائشہ اور لائبہ کو دیکھ کر رک گیا۔

"یہ میڈیسن گاڑی میں ہی رہ گئی تھیں۔" مصطفیٰ نے ہاتھ میں پکڑے شاپر کی طرف اشارہ کیا تو عائشہ نے اٹھ کر شاپر لے لیا۔

"زخم کیسے ہیں۔"

"ٹھیک ہوں سامنے گہرے زخم نہیں ہیں بس ہلکی پھلکی خراشیں ہیں ایک دو دن میں کور ہو جائیں گی وہ تو بس ریلنگ سے ٹکرا کر بے ہوش ہوگئی تھی ورنہ چوٹ تو کوئی خاص نہیں آئی۔" مصطفیٰ نے اسے بغور دیکھا اور پھر سر ہلا کر پلٹا تھا جبھی دریہ بھی سنوری فریش موڈ میں دروازے کے پار آ رہی تھی۔

"چلیں مصطفیٰ۔" اس نے کہا تو تینوں نے چونک کر اسے دیکھا۔

"کہاں کا ارادہ ہے؟" لائبہ نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"میں بور ہو رہی تھی کی آنٹی سے لانگ ڈرائیو کی پرمیشن لی ہے۔" دریہ چہک کر کہہ رہی تھی لائبہ نے گھور کر دیکھا۔

"ابھی تو تم شاپنگ سے لوٹی ہو پھر بور ہو رہی ہو۔"

"شاپنگ تو بورنگ کام ہے بس فریش ہونے کے لیے ڈرائیو پر ہی جا رہی ہوں مصطفیٰ فارغ ہی تھا ویسے بھی سوچا مصطفیٰ کو ہی ساتھ لے جاؤں۔" شہوار نے ایک گہرا سانس لے کر پلکیں موند لی تھیں وہ سمجھ گئی تھی کہ دریہ محض اسے چڑانے آئی ہے۔

"چلیں مصطفیٰ۔" شہوار کو دریہ کی چہکتی آواز اپنے دل و دماغ پر ہتھوڑے کی طرح محسوس ہوئی تھی۔ دونوں چلے گئے تھے لائبہ اور عائشہ دونوں نے شہوار کو دیکھا وہ آنکھیں بند کیے ہوئے تھی پلکیں لرز رہی تھیں۔

"دیکھا کیسی چالباز لڑکی ہے۔" لائبہ ایک دم پھر شدید غصہ آ گیا تھا اور عائشہ نے منہ پر انگلی رکھ کر چپ رہنے کا اشارہ کرتے شہوار کی طرف دیکھا تو لائبہ چپ ہوگئی تھی۔

"شہوار کھانا کھاؤ گی بھوک تو لگی ہوگی نا۔" عائشہ نے محبت سے پوچھا تو شہوار نے آنکھیں بند کیے ہی اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

"میں کھانا لے کر آتی ہوں تم شہوار کے پاس ہی رکو۔" عائشہ لائبہ کو اشارہ کرتے باہر نکل گئی۔

❁......❁......❁

"مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے۔" وہ عباس کے آفس فائل لے کر آئی تھی عباس نے چونک کر دیکھا اسے

چند دن سے رابعہ بہت الجھی الجھی لگ رہی تھی اور آج کچھ عجیب سی تھی۔

"جی فرمائیے۔"

"مجھے آپ سے آپ کی وائف کے بارے میں بات کرنی ہے۔" عباس نے حیرت سے رابعہ کو دیکھا وہ سر جھکائے ہوئے تھی عباس نے فائل بند کردی۔

"کیا بات کرنی ہے؟" اس کا انداز ایک دم سنجیدہ ہوگیا تھا۔

رابعہ نے سر اٹھا کر دیکھا اور پھر اس نے ابوبکر کی ہدایت کے مطابق شروع سے لے کر آخر تک سب کہہ سنایا اور عباس حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

"مائی گاڈ... آپ یہ سب کچھ برداشت کرتی رہیں اور مجھ سے کیوں نہ کہا۔" رابعہ خاموش رہی تھی۔

"اس عورت سے اسی قسم کے گھٹیا پن کی امید کی جاسکتی ہے۔" عباس کھڑا ہوگیا تھا۔

"وہ مجھے مسلسل دھمکا رہی ہیں اور اس آخری ملاقات کے بعد تو واضح طور پر دھمکی بھی دی گئی ہے مجھے اس سے کسی بھلائی کی کوئی امید نہیں۔" رابعہ نے تلخی سے کہا تو عباس نے لب بھینچ لیے۔

"مجھے بہت افسوس ہے کہ ہماری وجہ سے وہ عورت آپ کے ساتھ اس طرح پیش آرہی ہے آپ نے بہت اچھا کیا جو سب کچھ مجھ سے کہہ دیا اب اس پرابلم کو حل کرنا ہمارا کام ہے آپ بے فکر رہیں۔" عباس نے اسے بیٹھنے کو کہا۔

"اور وہ جو دھمکیاں دے رہی ہیں۔"

"میں ہینڈل کرلوں گا کہا نا آپ پریشان نہ ہوں۔" عباس نے نرمی سے کہا وہ سر ہلا گئی۔

"آپ نے ذکر کیا کہ وہ آپ کے گھر آچکی ہے تو کیا آپ کی فیملی یہ سب جانتی ہے؟" رابعہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"اوکے اس کرپٹ عورت کو ہینڈل کرنا اب میری ذمہ داری ہے۔" عباس نے تسلی دی تو رابعہ نے سر ہلا دیا۔

وہ اٹھ کر کمرے سے نکل گئی تو عباس کچھ دیر سوچتا رہا پھر اٹھ کر نیچلے فلور پر آیا جہاں شاہزیب صاحب کا آفس تھا اس نے ان سے تمام بات ڈسکس کی تو ان کا بھی عباس جیسا ہی ری ایکشن تھا۔

"اوہ تو یہ عبدالقیوم کی فیملی اخلاقی طور پر اس حد تک دیوالیہ ہوچکی ہے کہ بیٹا تو ایک طرف اب بیٹی بھی ہر حد عبور کرچکی ہے افسوس وہ ہمارے خاندان کا حصہ رہی۔" شاہزیب صاحب نے بہت افسوس سے کہا۔

"اس نے جو کرنا تھا کرچکی ہے اب سوال یہ ہے کہ مس رابعہ کو وہ جس طرح مس یوز کرنے کی دھمکیاں دے رہی ہے ان دھمکیوں کو کیسے ہینڈل کیا جائے بہرحال رابعہ یہ سب کچھ ہماری وجہ سے ہی سہہ رہی ہے۔"

"ہاں سب سے پہلے تو مس رابعہ کو اس پریشانی سے نکالنا ہی اصل ٹاسک ہے۔ میں وکیل صاحب کو بلواتا ہوں اور کوئی حل ڈھونڈتا ہوں تم ایسا کرو عادلہ کو کال کرو، اس سے اس کے ارادوں کو جاننے کی کوشش کرو تاکہ علم ہوسکے وہ ہمیں ٹارگٹ پر رکھتے رابعہ کے معاملے میں کس حد تک جاسکتی ہے۔ وہ اس سلسلے میں کوئی عملی قدم بھی اٹھائے گی یا محض رابعہ کو ڈرا دھمکا کر اپنا مقصد حاصل کرنا ہے۔" شاہزیب صاحب نے رائے دی تو عباس نے سر ہلا دیا۔

چند مزید باتوں کے بعد وہ اپنے آفس میں واپس آ گیا تھا۔ بہت سوچ بچار کے بعد اس نے عادلہ کے نمبر پر کال ملائی۔

"ہیلو۔" عادلہ نے کال ریسیو کی۔

"عباس بول رہا ہوں۔" عباس نے تلخی سے کہا۔ دوسری طرف عادلہ حیران ہوئی تھی۔

"تم؟"
"کیوں کال کی ہے؟" وہ پوچھ رہی تھی۔
"کال تو تمہیں بہت کچھ سنانے کے لیے کی تھی مگر اس وقت سب سے اہم سوال کروں گا تم رابعہ کو کس مقصد کے لیے استعمال کررہی ہو؟" دوسری طرف عادلہ ایک دم چونک اٹھی تھی۔
"کیا مطلب؟"
"اب یہ مت کہنا کہ کون رابعہ؟ تم اسے میرے آفس میں آ کر بہت سنا کر ہمارے سامنے دھمکا کر گئی تھی رابعہ کو تو اچھی طرح جانتی ہوگی۔" عباس نے تختی سے کہا۔
"رابعہ کے گھر جانا اسے میرے خلاف بھڑکانا فون کالز کرنا بلیک میل پیپرز پر دستخط او بھی میرے لینے کا کہنا دھمکانا ہراساں کرنا اور اب اسے بلیک میل اس سب کی تفصیل میں بتاؤں کہ تم بتاؤ گی۔"
"میں کسی رابعہ کو نہیں جانتی۔" عادلہ نے تیزی سے کہا۔
"تم اسے اچھی طرح جانتی ہو یہ وہی رابعہ ہے جس کی تم بابا کے آفس جا کر انسلٹ کر کے گئی تھی اور فون کالز بھی کرتی رہی تھی۔" عباس کا لہجہ سپاٹ تھا۔ دوسری طرف بالکل خاموشی چھا گئی تھی۔
"عادلہ بیگم ایک بات اچھی طرح ذہن نشین کرلو تم اور تمہارے باپ کے پاس چاہے جتنا بھی اختیار اور پیسہ ہو وہ کبھی بھی میری مالی حیثیت یا میری فیملی کے اسٹیٹس کو چیلنج نہیں کرسکتے اور نہ ہی اس کے اس طرح کے اوچھے ہتھکنڈے ہمیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔" عباس نے تختی سے کہا۔
"اور تم جو بھی کرنا چاہتی ہو الٹا تمہیں ہی نقصان پہنچے گا ہمارے ساتھ میں نے جتنا بھی عرصہ گزارا ہے اس نے مجھے یہی سکھایا ہے کہ تم کبھی بھی قابل اعتبار نہیں ہو تمہاری رگ رگ سے واقف ہو چکا ہوں میں یاد رکھنا رابعہ صرف ہماری ورکر نہیں بلکہ وہ ہماری عزت کی ساکھ ہے اگر اسے کچھ ہوا تو تمہارا حشر بھی بہت برا ہوگا۔"
عباس نے سرد انداز میں کہا۔
"تم مجھے دھمکیاں دے رہے ہو ایک معمولی لڑکی کی وجہ سے ڈرانا چاہتے ہو؟" وہ بھڑک اٹھی تھی۔
"نہیں آسان زبان میں سمجھانے کی کوشش کررہا ہوں سمجھ جاتی ہو تو تمہارا فائدہ ہے نہ سمجھو گی تو نقصان اٹھاؤ گی۔ رابعہ کو ہماری وجہ سے کوئی نقصان پہنچتا ہے یا پھر اس کے کریکٹر پر کوئی حرف بھی آتا ہے تو پھر سب سے پہلے تمہیں انجام تک پہنچانے میں آؤں گا ایک ایسا انجام جہاں سے تمہارا بچ نکلنا ناممکن ہے۔" عباس نے غصے سے کہا۔
"میں تمہاری دھمکیوں سے نہیں ڈرنے والی تم سے کہہ کر وہ مڈل کلاس لڑکی سمجھتی ہوگی کہ وہ تمہیں ڈھال بنا کر بچ جائے گی تو غلط فہمی ہے میں بھی اب اسے مزہ چکھا کر رہوں گی۔" عادلہ نے تنفر سے کہا۔
"تو پھر تم بھی سنگین نتائج کے لیے تیار رہنا یہ بھی مت بھولنا کہ اس مڈل کلاس لڑکی کی بیک پر ہم ہوں گے۔" عباس کا لہجہ برف کی طرح سرد ہوگیا تھا۔
"تمہاری لڑائی یا بگاڑ ہم سے ہے تو ڈائریکٹ ہم پر حملہ کرو کسی اور کو مس یوز کرو گی تو ہم بھی اچھی طرح نبٹ لیں گے۔"
"مائی فٹ..... کیا کرلو گے تم۔" دوسری طرف وہ چیخی تھی۔
"تم اچھی طرح جانتی ہو کہ ہم کیا کرسکتے ہیں کسی غلط فہمی میں مت رہنا۔" عباس نے کہہ کر فون بند کردیا تھا۔



وہ دو دوستوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا ہاتھ میں ڈرنک کا گلاس تھا۔

"تم اب اسے بھول کیوں نہیں جاتے وہ لڑکی آخری لڑکی تو نہیں تھی دیکھو وہ لیلیٰ زبیری اتنی بار تمہارا پوچھ چکی ہے تم اس کی کال بھی ریسیو نہیں کرتے نہ ہی اس سے مل رہے ہو۔" اس کے دوست شہزاد نے کہا۔

"میں نہیں بھول سکتا وہ لڑکی اب میری ضد بن گئی ہے جب تک اسے اس کے انجام تک نہیں پہنچا دیتا اب کسی اور لڑکی کی طرف نہیں دیکھوں گا۔" ایاز نے طیش میں گلاس ٹیبل پر پٹختے ہوئے کہا۔ تینوں دوستوں نے تاسف سے اسے دیکھا تھا۔

"تم نقصان اٹھاؤ گے یاد رکھنا ہم تمہارے دوست ہیں تمہیں مشورہ دے رہے ہیں ابھی صرف ضمانت پر رہا ہوئے ہو کیس ختم نہیں ہوا تمہارا جو لوگ تم پر کار واردات کا کیس ڈال سکتے ہیں وہ کل کو تم پر قتل کیس ڈال کر ساری عمر کے لیے جیل کی سلاخوں میں بھی قید کر سکتے ہیں۔" احسن نے سمجھانا چاہا۔

"بل شٹ۔" ایاز نے ہاتھ مار کر گلاس زمین پر پٹخ دیا۔

"میں اس مصطفیٰ کو زندہ نہیں چھوڑوں گا تم لوگ دیکھنا حشر نشر کر دوں گا اس کا اور وہ اگر سخت سیکیورٹی میں نہ ہوتی تو کب کا اس کا حشر بگاڑ چکا ہوتا۔" سب نے کندھے اچکائے جیسے اسے سمجھانا بے سود ہو۔

"اور شاپنگ سینٹر میں تو وہ تنہا تھی تمہارے پاس پسٹل بھی تھا مگر تم پھر بھی کچھ نہ کر سکے وہ تمہارے ہاتھوں سے بچ نکلی۔" احسن نے تمسخر سے کہا تو ایاز نے سرخ نگاہوں سے اسے گھورا تھا۔

"آخر کب تک بچ سکے گی میں اس کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا ایسا ذلیل کروں گا کہ ساری عمر یاد رکھے گی کہ کس سے پالا پڑا ہے۔"

"ہونہہ تم کچھ نہیں کرنے والے بلکہ اپنی خیر مناؤ جب تمہارا مصطفیٰ کرمانی جو کرے گا اس کو یاد کرو۔" اس نے سنک کر کہا تو کامران نے اسے گھورا۔

"تم میرے دوست ہو یا اس مصطفیٰ کے؟" ایاز نے کھا جانے والی نظروں سے گھورا۔

"دوست تو تمہارا ہی ہوں مگر مشورہ تمہیں ایمانداری سے دے رہا ہوں مان لو گے تو فائدہ نہ مانو گے تو نقصان اٹھاؤ گے۔" احسن نے سنجیدگی سے کہا پر ایاز اسے گھورتا رہا تھا۔

"تم اس کو گھورنا بند کرو اس کا ہی نہیں ہم سب کا یہی مشورہ ہے کہ اس لڑکی کو بھول جاؤ جس طرح وہ لڑکی مضبوط پناہ گاہ میں ہے تم کچھ نہیں کر سکتے۔ تم اس وقت انتقام میں اندھے ہو رہے ہو مگر عقلمندی کا تقاضا ہے کہ ابھی کچھ مت کرو اور جب موقع ملے تو وار کر دینا۔" کامران نے بھی مشورہ دیا۔

"کامران ٹھیک کہہ رہا ہے بلکہ جو بھی پلان بناؤ ہمیں بتا کر بناؤ ہم سب تمہارے ساتھ ہیں مگر اس وقت بالکل کول ہو جاؤ یقیناً مصطفیٰ تم سے بے خبر نہیں ہوگا وہ تو اس لڑکی کی خوش قسمتی کہ وہ بچ نکلی ورنہ اسے کچھ ہو جاتا تو تم مارے جاتے۔" شہزاد نے بھی سمجھایا۔

"یقیناً اب تک وہ لڑکی اپنے گھر میں بتا چکی ہوگی اور مصطفیٰ نے اس کی بربادی کی تیاریاں بھی کر رکھی ہوں گی جب تک یہ ہمارے پاس ہے تو سیدھے باہر نکل آ گیا۔" اس نے بھی کہا تو وہ لب بھینچ گیا۔

وہ واقعی بے بس تھا اس دن تو خوش قسمتی سے شہوار نظر آ گئی تھی اور اس نے فوراً پسٹل نکال لیا تھا بلکہ شاپنگ سینٹر میں اس کا پیچھا کرتا رہا تھا اور جیسے ہی تنہا ملی اس نے حملہ کر دیا تھا مگر اس کے پاس پسٹل ہونے کے باوجود وہ ذرے بغیر بچ نکلی تھی اور وہ ابھی تک اس بات کا ماتم کر رہا تھا جان بوجھ کر اس نے ہوائی فائر کیے تھے خیال تھا کہ لوگ اس سے ڈر کر اس کو

پکڑنے کی کوشش نہ کریں گے اور پھر شہوار کا تعاقب کرنے کے بجائے وہ بھاگ آیا تھا اور اب مسلسل ایسے منصوبے بنا رہا تھا جس سے شہوار کو نقصان پہنچایا جاسکے۔

"بلکہ میرا تو مشورہ ہے اس وقت کسی بھی ایکٹیویٹی میں ملوث مت ہوں اپنے فادر کو کہو جیسے بھی ممکن ہو تمہیں ایسی جگہ بھیج دیں جہاں مصطفیٰ یا اس کے ساتھیوں کی تم پر نگاہ نہ ہو کچھ عرصہ پرسکون رہو تب تک تمہارا کیس بھی ختم ہو جائے گا پھر کوئی حملہ کرنا۔" کامران نے مشورہ دیا تو اس کے انتقام کے لیے مچلتے دل پر کچھ سکون کے چھینٹے پڑے اور اس کا دماغ کچھ اور سوچنے کے قابل ہوا تھا۔ اس نے پرسوچ نظروں سے ان سب کو دیکھا اور پھر ایک گہرا سانس خارج کیا تھا۔



مصطفیٰ آفس میں تھا جب اسے اس کے ایک ماتحت نے آ کر کچھ اطلاعات دی تھیں وہ سنتے ہی ایک دم چونکا تھا۔

"تمہیں یقین ہے کہ کل ایاز شاپنگ سینٹر میں تھا۔" اس نے دہرایا۔

"یس سر میں نے اس کے تعاقب میں جو لوگ چھوڑے ہیں ان کی یہی اطلاع تھی۔"

"ٹائمنگ کیا تھی؟" مصطفیٰ نے اپنا شک رفع کرنا چاہا۔

"شام کے بعد کی۔"

"مائی گاڈ۔" مصطفیٰ کو ایک دم عائشہ کی کال اور شہوار کی گمشدگی کی اطلاع یاد آئے [illegible] اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو شہوار ذکر تو کرتی۔ اس نے ماتحت کو گھورا تھا۔

"خبر بالکل سچ ہے؟"

"یس سر۔" ماتحت پر یقین تھا مصطفیٰ کا رنگ ہی بدل گیا۔

"مجھے ابھی ڈیٹیل چاہیے فوراً۔" اگلے ہی پل مصطفیٰ کا لہجہ زہریلا ہوگیا تھا۔ "تو پھر اتنی لیٹ کیوں اطلاع ملی ہے مجھے۔"

"یس سر میں ابھی ان دونوں آدمیوں کو بلالیتا ہوں انہوں نے جیسے ہی اطلاع دی میں نے آپ کو بتادیا۔" وہ چلا گیا اور مصطفیٰ نے بہت اضطراب سے ہاتھ [illegible] تفصیل پر کتاب وہ شدت سے ماتحت کی واپسی کا منتظر تھا۔

کچھ دیر بعد مصطفیٰ کو شاپنگ سینٹر میں ہونے والی تمام کارروائی کی تفصیل مل چکی تھی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ ابھی کے ابھی ایاز کا حشر بگاڑ دے اس نے امجد خان کو کال کر کے کچھ ہدایات جاری کی تھیں اور پھر آفس سے اٹھ آیا۔

کل والے حادثے کے بعد شہوار اپنے کمرے میں ہی بند تھی صبح وہ کالج بھی نہیں گئی تھی۔ وہ گھر آ کر سیدھا شہوار کے روم میں ہی چلا آیا۔

وہ کوئی بک پڑھ رہی تھی اردگرد سلیبس کی بکس موجود تھیں اسے دیکھ کر چونکی۔

"آپ......؟" وہ فوراً سیدھی ہوئی تھی۔

مصطفیٰ نے دروازہ بند کیا اور شہوار اس کے انداز پر ٹھٹک گئی تھی۔

"خیریت؟"

"کل شاپنگ سینٹر میں کیا ہوا تھا؟" وہ شہوار کو بغور دیکھتے پوچھ رہا تھا شہوار کا دل ایک لمحے کو ساکت ہوا تھا یعنی اسے خبر ہوگئی تھی۔ وہ فوراً نظریں چرا گئی تھی۔

"میں تفصیل بتا چکی ہوں۔" دھیمے سے کہہ کر وہ بستر سے اتر آئی تھی۔

"میں اس وقت صرف سچ سننا چاہتا ہوں جھوٹ نہیں۔" مصطفیٰ نے سختی سے کہا تو شہوار کا رنگ بدلا۔

"کیسا ثبوت؟"

"میں نے ایاز کے تعاقب میں کچھ آدمی چھوڑ رکھے تھے اس کے پل پل کی رپورٹ مجھے مل رہی ہے مجھے افسوس ہے کہ یہ اطلاع مجھے لیٹ ملی میں نے امجد خان کو کہہ دیا ہے وہ کچھ دیر میں اریسٹ ہوجائے گا اور اس بار اس کی ضمانت بھی نہیں ہوگی۔" مصطفیٰ نے کہا تو شہوار لب بھینچ کر واپس بستر پر بیٹھ گئی۔

"کیوں چھپایا یہ سب؟" مصطفیٰ نے قریب آ کر سنجیدگی سے پوچھا شہوار خاموش ہی رہی تھی۔

"میں کچھ پوچھ رہا ہوں شہوار؟" مصطفیٰ نے سنجیدگی و تختی سے کہا۔ شہوار نے ایک گہرا سانس لیا۔

"میں اپنی وجہ سے کوئی خون خراب نہیں چاہتی۔" اس نے دھیمے سے کہا۔

"اور اگر تمہیں کچھ ہوجاتا تو پھر؟" مصطفیٰ اس کے سامنے بیٹھا تھا۔ شہوار نے سر اٹھا کر دیکھا اس کی آنکھوں میں نمی سی تھی۔

"میں نہیں چاہتی کہ میری وجہ سے آپ لوگ اس سے الجھیں کوئی مسئلہ ہو، میں نہیں چاہتی وہ شخص مزید کسی خوفناک ری ایکشن پر اتر آئے۔" اپنی نمی کو اندر ہی اندر اتارتے شہوار نے سنجیدگی سے کہا۔

مصطفیٰ نے چند پل بغور شہوار کی آنکھوں میں دیکھا تو وہ نظریں جھکا گئی تھی۔

"مجھے تمام ڈیٹیل سننی ہے۔" مصطفیٰ نے کہا تو اس نے اسے تمام باتیں تفصیل سے بتادیں مصطفیٰ سنجیدگی سے سن رہا تھا۔

"ہم سے چھپا کر بہت برا کیا اس بار وہ شخص تقطعی نہیں بچ سکتا جان سے مار ڈالوں گا اسے یہ دوسری بار ہوا ہے اس نے ایسی حرکت کی ہے۔" مصطفیٰ تو غصے سے ایک دم اٹھا تھا۔ شہوار اس کا غصہ دیکھ کر ایک دم گھبرا گئی تھی وہ اسی لیے اسے کچھ بتانا نہیں چاہ رہی تھی۔

"میں بچ گئی ہوں کچھ نہیں ہوا مجھے پلیز اس بات کو بند کردیں۔" اس نے گھبرا کر کہا تو مصطفیٰ نے اسے گھورا۔

"اسے جانے دوں تاکہ کل کو پھر وہ کوئی حرکت کرے اب کی بار تو اسے ایسی جگہ ڈالوں گا کہ اس کا باپ بھی اس کی شکل نہیں دیکھ سکے گا۔" مصطفیٰ غصے سے کہہ کر پلٹا تھا۔ شہوار گھبرا کر اس کے سامنے آگئی تھی۔

"پلیز اس طرح دشمنی کی بنیاد پڑ جائے گی میں نہیں چاہتی کہ میری وجہ سے اس خاندان کو کوئی نقصان پہنچے۔" اس نے لجاجت سے کہا تھا۔

"اول تو اب اس کے اندر اتنی ہمت نہیں رہنے دوں گا کہ وہ ہمارے خاندان کے سامنے آسکے۔ دوسرا شہوار آپ ہمارے خاندان کا حصہ ہیں ہماری عزت ہیں اور ہم اپنی عزت کی حفاظت کرنا خوب جانتے ہیں۔" مصطفیٰ نے تختی سے کہا تو وہ مٹھیاں بھینچ گئی۔

"میں بار بار سب کے سامنے تماشا بننے کی ذلت نہیں سہہ سکتی۔ ٹھیک ہے میں نے چھپایا مگر میرا مقصد صرف یہ تھا کہ کسی کا میری وجہ سے کوئی نقصان نہ ہو، آپ پلیز کسی سے ذکر نہیں کریں گے یہاں سب جانتے ہیں مگر دریہ نہیں جانتی، وہ پہلے ہی مجھے بہت کچھ سناتی رہتی ہے میں اب کسی اور کی زبان سے ذلت بھرے الفاظ نہیں سن سکتی۔" شہوار نے سنجیدگی سے کہا تو مصطفیٰ نے خاموشی سے اسے دیکھا۔

"میں آپ کے خاندان کا کبھی بھی حصہ نہیں رہی ہاں آپ لوگوں کو مجھ جیسی لڑکی کو ایک اعلیٰ مقام نوازنے کا حوصلہ ہے مگر میں اپنی حیثیت اچھی طرح جانتی ہوں میں ایاز والے معاملے کو نظر انداز کررہی ہوں تو وہ صرف اس لیے کہ یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔" سنجیدگی سے کہہ کر وہ بغیر مصطفیٰ کی طرف دیکھے کمرے سے نکل گئی تھی۔ مصطفیٰ بھی بہت غصے سے

اس کے پیچھے باہر آیا تھا۔
"شہوار بات سنیں۔" مصطفیٰ نے پکارا تو وہ ان سنی کرتے لاؤنج میں داخل ہونے لگی تھی جب مصطفیٰ نے ایک دم طیش میں آتے اس کا بازو پکڑا۔
"اسٹاپ اٹ شہوار۔" شہوار رک گئی تھی۔
"تمہاری شادی طے ہے اور میرا خیال ہے کہ یہ احساس کمتری اب تک دماغ سے نکل جانا چاہیے۔" مصطفیٰ نے سختی سے کہا۔
"ایک مجبور کو بے بس کرکے کہا جائے کہ وہ زندگی کی خواہش کرے اور آپ کی خواہش کے مطابق زندہ رہے اگر اس کو احساس کمتری کہتے ہیں تو ٹھیک ہے میں اسی کمپلیکس میں رہنا چاہتی ہوں تو رہنے دیں آپ لوگوں نے چاہا شادی ہو تو ہو رہی ہے میں کب انکار کررہی ہوں۔" بہت تلخی سے اس نے مصطفیٰ کے ہاتھ سے اپنا بازو چھڑایا۔
"کیا ہو رہا ہے تم دونوں لڑ رہے ہو؟" اس سے پہلے کہ مصطفیٰ اس کے جواب میں کچھ کہتا دریہ ایک دم سامنے آئی تھی حیرانی سے دیکھ کر پوچھا۔ شہوار نے ناگواری سے اسے دیکھا۔
"تم ہر وقت ہماری مخبری کرنے کے بجائے اپنی خیر خبر رکھو تو زیادہ بہتر ہوگا۔" مصطفیٰ کی پروا کیے بغیر بہت غصے سے اس نے دریہ کو سنایا تو دریہ حیرت سے گنگ رہ گئی تھی۔
اسے جیسے شہوار سے ایسی بدتمیزی کی امید نہ تھی۔
"کیا مطلب ہے تمہارا میں تمہاری انویسٹی گیشن کررہی ہوں کیا؟" ایک دم بھڑک کر اس نے کہا۔
"یہ تو تمہیں ہی علم ہوگا کہ تم کیا کررہی ہو ہم لوگ کھڑے ہوں، بیٹھے ہوں تمہیں کیا پرابلم ہے جو تم ہر وقت بیچ میں گھس آتی ہوں۔" اپنے اندر کا سارا ابال اس نے ایک دم دریہ پر نکالا تھا۔
"کیا ہوا شہوار؟" تائبہ بھابی بھی ادھر آ گئی تھی۔
شہوار کو ایک دم احساس ہوا کہ وہ اس وقت کیا کر رہی ہے۔
"کچھ نہیں۔" اس نے دیکھا مصطفیٰ ... تھے۔
شہوار ایک تیز نگاہ دریہ پر ڈال کر کچن کی طرف چلی گئی مصطفیٰ نے اسے جاتے دیکھا تھا تبھی مصطفیٰ کا موبائل بجنے لگا تو وہ پاکٹ سے موبائل نکال کر وہاں سے ہٹ گیا تھا۔
"ہاں امجد خان بولو کیا رہی پروگریس۔" امجد خان کا نام دیکھ کر مصطفیٰ فوراً اٹینشن ہوا تھا۔
"سوری سر! ایاز اپنے تمام ٹھکانوں پر موجود نہیں اس کے گھر میں بھی چکر لگایا ہے وہ وہاں سے بھی کل سے غائب ہے۔ شاپنگ سینٹر سے نکلنے کے بعد سے وہ غائب ہے۔" امجد خان مزید بتا رہا تھا۔
"کیسے غائب ہوسکتا ہے وہ مجھے ہر حال میں چاہیے۔ کہیں سے بھی پتا کرو اس کے دوستوں کے ٹھکانوں پر ریڈ کرواؤ۔"
"سر مجھے لگتا ہے اسے ہماری ریڈ کا اندازہ تھا وہ کہیں چھپ گیا ہے اس کا موبائل بھی بند ہے ہم نے ہر جگہ دیکھ لیا ہے جہاں پایا جاسکتا تھا۔" امجد خان بتا رہا تھا مصطفیٰ نے بہت غصے سے دیوار پر ہاتھ مارا۔
"امجد خان کہیں سے بھی اسے دریافت کرو وہ مجھے ہر حال میں چاہیے۔" مصطفیٰ نے سختی سے کہہ کر موبائل بند کردیا۔



تابندہ بی کب سے شہوار کا نمبر ملا رہی تھیں مگر ہر بار موبائل بند مل رہا تھا۔ انہوں نے آخری بار کوشش کی اور اس بار کال مل گئی تھی، جب سے شہوار ان کے گھر گئی تھی وہ ان سے بات نہیں کر رہی تھی انہوں نے شادی کی تاریخ بھی طے کر دی تھی مگر تب بھی شہوار نے کوئی ری ایکشن شو نہیں کیا تھا۔ وہ اچھی طرح جانتی تھیں کہ شہوار ان سے بہت خفا ہے ان کا دل اس کی خفگی جان کر دکھ رہا تھا۔

"السلام علیکم۔" ان کی توقع کے برعکس آج کال ریسیو کر لی تھی بھیگی سی آواز ان کا دل کٹنے لگا۔

"وعلیکم السلام کیسی ہو؟" اس کی آواز سن کر وہ ایک دم خوش ہو گئی تھیں۔

"آپ کی توقع کے برعکس بہت خوش ہوں۔" تلخی سے کہا تابندہ بی کی ساری خوشی ماند پڑ گئی تھی۔

"اللہ تمہیں ہمیشہ خوش و خرم اور شاد و آباد رکھے میں روز کال کرتی تھی مگر تم اٹینڈ ہی نہ کرتی تھیں۔" انہوں نے شکوہ کیا۔

"بات ان سے کی جاتی ہے جن سے کوئی تعلق ہو آپ نے تو مجھ سے ہر تعلق ختم کر ڈالا ہے اب بار بار ان دروازوں پر کیوں دستک دے رہی ہیں، جن کو آپ نے خود اپنے ہاتھوں سے بند کیا تھا۔" اس کی تلخی ہنوز تھی۔

"میرے دل سے نہ کھیلو میں مجبور ہوں۔" انہوں نے نم لہجے میں کہا۔

"میں نے ہر بار پوچھا لیکن اس بار نہیں پوچھوں گی کہ مجھے ایسی کیا مجبوری آن پڑی ہیں۔" دوسری طرف کی تلخی و سرد پن اسی طرح تھا۔

"شادی کی تیاریاں کر رہی ہو؟" انہوں نے پوچھا۔

"اتنے حسب نسب والے امیر جاگیردار لوگوں میں بیاہ رہی ہیں آپ نے ان کے لیے پیسہ عام سی بات ہے کر رہے ہوں گے تیاریاں بھی۔" شہوار کی تلخی اسی طرح تھی اس نے اپنی آنکھوں کی نمی صاف کی۔

"بہت زیادہ ناراض ہو؟ لیکن مجھے یقین ہے تم بہت جلد اس حقیقت کو قبول کر لو گی۔ تم بہت خوش رہو گی ایک عمر لگا کر میں نے ان لوگوں کو پرکھا ہے۔ ان کا انتخاب کیا ہے۔ بس چند دن اور پھر تمہیں سب کچھ بتا دوں گی۔" انہوں نے ایک عزم سے کہا تو دوسری طرف شہوار خاموشی سی چھا گئی تھی۔

"میں کچھ تم بھیجوں گی چیزیں اپنی پسند کی۔" انہوں نے مزید کہا۔

"مجھے کچھ نہیں چاہیے جو چاہیے تھا وہ آپ نے نہیں دیا اب دل میں کسی اور چیز کی طلب نہیں رہی۔" انہوں نے لب بھینچ لیے شہوار کی انتہا پر تھی۔

"اب جو بھی ہے قبول تو تمہیں کرنا ہی ہوگا جو طے کر دی ہے میں نے زبان دے کر زبان پھرنے والے لوگ نہیں۔ خوش رہنے کی کوشش کرو مجھے یقین ہے یہ لوگ تمہارے حق میں بہت اچھے ثابت ہوں گے۔ رخصتی تو حویلی سے ہی ہوگی یہ بابا صاحب کی خواہش ہے۔" انہوں نے مزید کہا تو دوسری طرف سے کال کاٹ دی گئی تھی انہوں نے ریسیور کو دیکھا آنکھوں کی نمی رخساروں پر آ ٹھہری۔

"کیا واقعی میں نے یہ گھاٹے کا سودا کیا تھا؟" ان کے اندر لاتعداد سوالات اٹھنے لگے تھے ہاتھ اضطراب سے کانپنے لگے تھے۔

"اگر میں حقیقت بتاؤں تو کون یقین کرے گا اور بابا صاحب......" انہوں نے دکھ سے سوچا اور اٹھ کھڑی ہوئیں۔

بے حد اضطراب اور گھبراہٹ میں وہ بابا صاحب کے کمرے کی طرف آ گئی تھیں دروازہ کھلا ہوا تھا۔

بابا صاحب کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے گود میں کتاب دھری ہوئی تھی اور وہ خود آنکھیں بند کیے کسی گہری سوچ میں گم تھے۔

"مجھے کسی ایک کو تو سب کچھ بتا دینا چاہیے تھا شاید بابا صاحب کو ہی......" مغفور بابا صاحب کو دیکھتے ان کا ذہن الجھ رہا تھا۔ "نہیں...... شاید پھر یہ لوگ مجھے حویلی میں بھی رہنے نہ دیتے اور شہوار......" وہ لب دانت تلے دبا کر بڑے خستہ حال قدموں سے واپس لوٹ آئی تھیں۔



"میں نے آج عباس صاحب کو سب بتا دیا۔" ابوبکر صحن میں بیٹھا ہوا تھا تو وہ بھی ادھر آ گئی تھی۔ ابوبکر نے چونک کر اسے دیکھا وہ بھی دوسری طرف بیٹھ گئی تھی۔

"پھر کیا کہا اس نے؟"

"بہت اعتماد دلایا ہے انہوں نے کہہ رہے تھے اب یہ ہمارا پرابلم ہے میں ٹینشن فری ہو جاؤں۔ سچی بات یہ ہے میں ان سے بات کر کے بہت مطمئن ہو گئی ہوں اب جیسے بھی وہ ہینڈل کرتے ہیں ان کا مسئلہ ہے۔"

"یہ بہت اچھی بات ہوئی پھر تو......"

"میں خود بہت دن بعد ریلیکس فیل کر رہی ہوں ورنہ وہ عورت ایک خوف کی طرح میرے اعصاب پر سوار تھی۔"

"کیا بات ہو رہی ہے۔" بھابی بھی ادھر ہی آ رکی تھیں۔ دونوں نے پلٹ کر دیکھا وہ ان کے پاس ہی بیٹھ گئی تھیں۔

"کچھ نہیں بس آفس کی بات ہو رہی تھی۔" رابعہ نے فوراً کہا مبادا ابوبکر کچھ نہ کہہ دے۔

"آپ جو جگہ دیکھ رہے تھے پسند آئی۔" وہ اب ابوبکر سے مخاطب تھیں جو رہنے کے لیے اپنا گھر دیکھ رہا تھا۔

"ہاں ایجنٹ نے ایک دو جگہ دکھائی تو ہیں ایک گھر پسند بھی آیا ہے کوشش کر رہا ہوں بس سودا میری مرضی کا ہو جائے۔" ابوبکر نے بتایا تو وہ شعوری طور پر اسے دیکھنے لگی۔ ابھی [illegible] پڑھا لکھا سلجھا ہوا مہذب نوجوان تھا۔ ماموں اس سے مسلسل اس کے متعلق رائے مانگ رہے تھے۔ ابوبکر سے بات کرتے اس نے سوچا کہ وہ آج ماموں کے پوچھنے پر ضرور اپنی رائے دے دے گی۔ حالانکہ ابوبکر کے متعلق اس کے کوئی خاص نظریات نہ تھے بس اچھا اور سلجھا ہوا ہو۔

وہ ان کے گھر رہ رہا تھا مہذبانہ انداز تھا [illegible] عزت سے بات کرتا تھا اور ان جیسے گھروں میں کسی مرد کے انتخاب میں شرافت اور کردار کی پختگی ہی تو دیکھی جاتی ہے۔ ابوبکر کو دیکھتے وہ ایک حتمی فیصلے پر پہنچ چکی تھی۔

"آپ لوگ بات کریں میں چائے بنا کر لاتی ہوں۔" ماموں بھی ان کے ساتھ آ بیٹھے تو اس نے کہا اور پھر اٹھ کر کچن میں آ گئی۔ آج بہت دنوں بعد وہ خود کو فریش محسوس کر رہی تھی۔



ایاز روپوش تھا وہ کہیں بھی نہیں مل رہا تھا۔ مصطفی نے اس واقعے کا ذکر شاہزیب سے نہیں کیا تھا مگر وہ مسلسل ایاز کی تلاش میں سرگرداں تھا۔ شاید اسے بھی خبر ہو گئی تھی جو وہ کہیں چھپ گیا تھا اس کے گھر والے بھی اس کی طرف سے لاعلم تھے۔

جیسے ہی چند دن گزرے مصطفی کی ٹینشن بڑھنے لگی شہوار کالج جا رہی تھی مگر اس نے اس کے اردگرد سیکورٹی مزید سخت کروا دی تھی۔ گھر میں شادی کی تیاریاں زوروں پر تھیں اس دن کے بعد شہوار دوبارہ شاپنگ پر نہیں گئی تھی۔ صبا بھی شادی کے سلسلے میں یہیں آ گئی تھی۔

شہوار کا انداز اسی طرح برقرار تھا مصطفی نے ولید کی فیملی روشانے اور احسن کو ڈنر پر بلایا تھا۔ وہ ان کو ان کی شادی کی دعوت دینا چاہتا تھا پہلے وہ لوگ ہنی مون پر چلے گئے تھے بعد میں ولید فارغ نہیں ہو رہا تھا۔ اتنے دنوں بعد ولید نے

ہاں کیوں تو مصطفی نے گھر والوں کو بھی بتا دیا تھا۔
اگلی صبح شہوار کالج جانے کے لیے کمرے سے باہر نکلی تو ماں جی نے اطلاع دی تو وہ حیران ہوئی وہ بے خبر تھی۔ مصطفی آفس جا چکا تھا اس وقت صرف خواتین تھیں یا شاہ زیب انکل۔
"تم کالج مت جاؤ کھانے پینے کا اچھا سا مینیو ل کر بنا لیں گے ویسے مصطفی نے باہر سے منگوانے کی آفر کی تھی مگر جب گھر میں ہم پانچ چھ خواتین موجود ہیں تو پھر باہر سے منگوانے کی بھلا کیا ضرورت؟" ماں جی نے مزید بتایا تو وہ خاموشی سے سر ہلا گئی۔
وہ خاموشی سے کمرے میں آئی اور انا کو اپنے نہ جانے کا بتانے کو وہ اسے کال ملانے لگی تھی سلام دعا کے فوراً بعد اس نے اصل بات کی۔
"تم لوگ آج ہمارے ہاں ڈنر پر آ رہے ہو؟"
"اچھا مگر مجھے تو علم نہیں تمہیں کس نے کہا؟"
"آنٹی بتا رہی تھیں کہ مصطفی نے ولید روشی اور احسن بھائی کو شادی کی دعوت پر بلوایا ہے آج رات۔"
"مجھے تو نہیں بتایا کسی نے۔" وہ حیران ہو رہی تھی۔
"ہو سکتا ہے ان دونوں دوستوں میں اچانک پروگرام بنا ہو۔"
"اچھا کون کون انوائٹڈ ہے۔" انا نے پوچھا۔
"آنٹی تو ساری فیملی کا ہی ذکر کر رہی تھیں اسی لیے تو میں ... ہوں کالج سے آف کر رہی ہوں۔"
"اوہ..... مگر میں تو بس نکلنے لگی تھی۔"
"تم چلی جانا میری وجہ سے اپنا حرج مت کرو ... ویسے ہی چھٹیاں کرنا پڑیں۔" شہوار کے منہ سے نکلا تھا۔
"کیوں خیریت؟" انا اس کی شادی کی ... ہو جانے والی بات سے بے خبر تھی شہوار خاموش رہی تھی۔
وہ اب اسے کیا بتاتی جس طرح کے حالات تھے لیاز کی اس حرکت کے بعد تو وہ اب کالج جاتے ہوئے بھی بہت خوفزدہ ہوتی تھی۔ وہ انکل ... پک اینڈ ڈراپ کرتے تھے مگر کالج کی چار دیواری میں داخل ہوتے ہسپتال کی طرف جاتے اسے ایسے لگتا ... سے سرچ کر رہا ہے وہ اندر ہی اندر خوفزدہ ہو چکی تھی۔
کبھی دل چاہتا تھا کہ ... چھوڑ چھاڑ کر گاؤں چلی جائے کم از کم وہ اس خوف کی زندگی سے تو باہر نکلے گی۔
اس نے انا سے مزید چند اور باتوں کے بعد کال ڈراپ کی اور پھر کمرے سے باہر نکل آئی تھی۔



وہ شہوار کی کال بند ہونے پر باہر نکلی ولید کو دیکھ کر فوراً اس کی طرف آئی۔
"مجھے آج ڈراپ کر دیں گے؟" ولید آفس جانے کے لیے بس نکل ہی رہا تھا اس کے کہنے پر مسکرا کر دیکھا۔
"آج ڈرائیور کے ساتھ جانے کا پروگرام نہیں ہے کیا؟"
"میں نے سوچا آج کے دن آپ کو ہی ڈرائیور بنا لوں کیا آپ کو کوئی اعتراض ہے مجھے اپنے ساتھ لے جاتے ہوئے۔" ولید کی مسکراہٹ پر اس نے جوابی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔
"اتنا ہینڈسم بندہ تمہیں ڈرائیور لگ رہا ہے۔" ولید نے گھورا تو وہ ہنس دی۔
"بڑے خود پسند ہیں آپ ہر وقت اپنی تعریفوں میں رطب اللسان رہتے ہیں۔" ولید کے ساتھ اس کی گاڑی میں آ کر بیٹھ گئی۔

"اس کو خود پسندی نہیں خود شناسی کہتے ہیں میڈم!" ولید نے گاڑی ڈرائیو کرتے مزید کہا۔

"میں نہیں جانتی۔" اس نے ناک سکیڑی' انا کا موڈ بہت فریش تھا' ولید مسکرا دیا۔

"آج صبح صبح موڈ بہت فریش ہے خیریت ورنہ اکثر تمہارا موڈ آف ہوتا ہے۔" ولید نے اسے بغور دیکھا تھا' کالج جانے والے مخصوص حلیے میں بھی بلکہ اب کچھ دنوں سے وہ اچھی خاصی زندہ دل لگنے لگی تھی اس کے موڈ میں یہ خوشگوار تبدیلی ولید کو بڑی اچھی لگ رہی تھی۔

"ابھی شہوار کی کال آئی تھی وہ بتا رہی تھی آپ روشی اور احسن بھائی' مصطفی بھائی کے ہاں آج رات ڈنر پر انوائٹڈ ہیں۔" ولید نے مسکرا کر دیکھا۔

"ہاں تمہیں بتانا یاد نہیں رہا تھا' کل ہی مصطفی نے انوائٹ کیا تھا اس نے تو پوری فیملی کو انوائٹ کیا ہے مگر بابا' انکل اور پھوپو نے چلنے سے انکار کر دیا ہے اب تم بتاؤ تم ہمارے ساتھ چل رہی ہو؟" ولید نے سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا۔

"شہوار کے ہاں جانے میں مجھے تو کوئی حرج نہیں' دیکھیں مناسب رہے گا اتنے سارے افراد کا جانا؟ انہوں نے پوری فیملی کہا تو ضروری نہیں ہم بھی چل دیں۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"ہم چاروں ہی تو جا رہے ہیں' کون سا سب لوگ ہیں۔"

"اوکے جیسے آپ کی مرضی۔" انا نے کندھے اچکا دیئے۔

"مغرب سے پہلے وہاں پہنچنا ہے میں اور احسن وقت پر گھر آ جائیں گے تم اور روشی وقت پر تیار رہنا۔" سگنل پر گاڑی روکتے ولید نے کہا تھا' انا نے گاڑی سے باہر دیکھا تو چونکی۔

کاشفہ ڈرائیونگ سیٹ پر موجود تھی اور اس کے ساتھ کوئی اور لڑکا فرنٹ سیٹ پر موجود تھا' دونوں کسی بات پر مسکرا رہے تھے۔ کاشفہ کی نظر انا پر پڑی تو اس کی مسکراہٹ ختم ہو گئی۔ انا سے بعد ولید کو دیکھ رہی تھی جو سامنے سگنل کو دیکھ رہا تھا۔

"یہ کاشفہ کے ساتھ کون ہے؟" انا نے کہا تو ولید نے بھی اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا۔ کاشفہ نے مسکراہٹ پاس کی تھی اور ہاتھ ہلایا تھا۔

"میں نہیں جانتا۔" ولید نے کہا' تبھی کاشفہ کی آواز ابھری۔

"ہیلو کیسے ہو تم دونوں؟"

"فائن آپ سنائیں؟" انا خاموش رہی تھی ولید نے ہی جواب دیا۔

"کہاں کی تیاری ہے؟" وہ پوچھ رہی تھی انا کو صبح صبح اس کا مخاطب ہونا ذرا بھی اچھا نہیں لگا تھا۔

"آفس..... اینڈ یو؟" ولید نے بھی سرد سا کہا۔

"ہاں میں ایک کام سے جا رہی ہوں' اوکے بائے پھر بات ہوگی۔ میں کال کروں گی۔" فوراً سگنل کھل گیا تھا کاشفہ نے تیزی سے کہا تھا۔ ان کی گاڑی آگے بڑھ گئی تھی ولید نے بھی گاڑی ٹرن کر لی تھی۔ انا اب خاموش تھی ولید نے اسے دیکھا۔

"اب کیا ہوا؟"

"مجھے یہ لڑکی بالکل اچھی نہیں لگتی آپ اس سے رابطہ ختم کیوں نہیں کر لیتے۔" بہت الجھ کر اس نے کہا تھا۔

"ہیں..... تمہیں اچھی کیوں نہیں لگتی۔"

"بہت بے باک انداز ہوتا ہے اس کا پتا نہیں مجھے یہ لڑکی باقی لڑکیوں جیسی نہیں لگتی کچھ بگڑی ہوئی' کچھ کریکٹرلیس

وغیرہ ہو جیسے.....'' اس نے صاف کہہ دیا تھا۔

''اُف اچھی خاصی لڑکی ہے خوامخواہ تم اسے مشکوک کریکٹر بنا رہی ہو۔''

''میں مشکوک نہیں بنا رہی آپ کی اس کے ساتھ دوستی مجھے مشکوک بناتی ہے۔'' وہ ابھی تک کاشفہ کی برتھ ڈے پارٹی کو نہیں بھولی تھی وہاں بے باک انداز میں لوگوں سے ملنا ہاتھ ملانا..... اسے قطعی اچھی نہ لگی تھی اور پھر سب سے بڑھ کر ولید کو حد سے زیادہ امپورٹنس دینا۔ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اس لڑکی کی طرف سے بدظن ہو چکی تھی۔

''وہ صرف میری دوست ہے یار! خوامخواہ پریشان مت ہو۔'' اسے یوں الجھتے دیکھ کر ولید نے مسکرا کر کہا تو وہ ایک دم کنفیوژ ہو گئی۔ وہ ولید کے سامنے کاشفہ کے متعلق اس واضح ناگواری کا اظہار کر کے اپنے جذبات دکھا رہی تھی۔ نجانے ولید کیا سوچ رہا تھا وہ فوراً سیدھی ہوئی تھی۔

''میں کیوں پریشان ہوں گی بس جو محسوس کیا کہہ دیا۔'' اس نے خود کو بے پروا ظاہر کرنا چاہا۔

''لیکن مجھے کچھ جلنے کی بو آ رہی ہے۔'' ولید نے ہنس کر کہا۔

''اونہیں..... خوامخواہ.....'' اس نے گھورا تو ولید ہنس دیا تبھی اس کا کالج آ گیا تھا انا نے شکر کا سانس لیا ورنہ نجانے ولید مزید کیا کچھ کہتا۔

''کالج سے جلدی آف کر لینا اور گھر جا کر روشی کو بھی ریڈی کروا دینا ہم مغرب سے پہلے جائیں گے۔'' ولید نے کالج کے گیٹ کے سامنے گاڑی روکی تھی۔ ولید نے کہا تو وہ سر ہلا کر اللہ حافظ کہہ کر گاڑی سے اتر گئی اور ولید نے چند پل اسے مسکراتی نگاہوں سے گیٹ سے اندر داخل ہوتے دیکھا اور پھر گاڑی آگے بڑھا دی۔

❁......❁......❁

تین بجے تک سب کچھ ریڈی تھا مصطفیٰ کی فون کال آ چکی تھی پوچھ چکا تھا انا سے بھی شہوار ایک دوبار بات کر چکی تھی ان لوگوں نے مغرب سے پہلے پہنچنا تھا روشی بھی چونکہ انا آ رہی تھی سو وہ دل سے خوش تھی آج سارا دن موڈ بہت خوشگوار رہا تھا عصر کی نماز پڑھ کر وہ لیٹی تھی چونکہ سارا دن بزی رہی تھی سو جلدی آنکھ لگ گئی وہ پتا نہیں کب تک سوئی رہتی اگر عائشہ آ کر اسے اٹھا نہ دیتی۔

''تو یہ مہمان گھر سے نکل چکے ہیں اور تم سو رہی ہو مصطفیٰ گھر آ چکا ہے۔'' عائشہ نے کہا تو وہ مسکرا کر اٹھ گئی۔

''آپ چلیں میں بس ابھی آ کر آپ ہیلپ کرواتی ہوں۔''

''صرف ڈریس اپ ہی نہیں ہونا ہلکا پھلکا میک اپ بھی کر لینا اگر ہم کچھ اچھے اور خوب صورت دکھائی دے جائیں تو ذرا فیل نہیں لگتا۔'' عائشہ نے جاتے جاتے کہا تو وہ ہنس دی۔

وہ فوراً کپڑے لے کر واش روم میں گھس گئی اور نہا کر لباس بدل کر وہ باہر آئی تو وہ فوراً بال سلجھانے تبھی گیٹ پر ہارن بجنے لگا تھا یقیناً وہ لوگ آ چکے تھے۔

وہ فوراً دوپٹہ ٹھیک کرتی کمرے سے باہر نکل آئی راہداری میں آئی تو دوسری طرف لاؤنج سے مصطفیٰ بھی نکل رہا تھا وہ اپنے دھیان میں تھی اچانک مصطفیٰ سے ٹکرا گئی تھی۔

''اُف.....'' اس نے غصے سے مصطفیٰ کو دیکھا تھا۔ ''دیکھ کر نہیں چلا جاتا۔'' مصطفیٰ کو دیکھ کر اس نے کہا اور اپنے بازو سے مصطفیٰ کا ہاتھ جھٹک کر پیچھے ہوئی تھی جبکہ مصطفیٰ ساکت میں اسے دیکھ رہا تھا۔

موتیوں سے سجا بلیک لباس اور اس پر شہوار کا جگمگاتا حسین دوپٹہ گلے میں تھا۔ لمبے گھنے بالوں کا آبشار آگے پیچھے پھیلا ہوا تھا ورنہ تو اس کے سامنے بھی بغیر دوپٹہ کے نہیں آتی تھی بڑا ترتیب والا حلیہ ہوتا تھا۔

شہوار ایک دم اس کی محویت ٹوٹ کر گئی تھی۔ کچھ بھی تھا ان کے درمیان ایک بڑا خوب صورت سا رشتہ تھا' وہ فوراً سر جھکا گئی تھی' چہرہ شرم و حیا سے سرخ ہو گیا تھا۔ وہ وہاں سے فوراً باہر نکل گئی مصطفیٰ بھی ایک گہرا سانس لیتا پیچھے آیا تھا۔ وہاں مہمانوں کے استقبال کے لیے آنٹی' عائشہ صبا سبھی لوگ تھے۔ وہ بھی آنٹی کے ساتھ جا کھڑی ہوئی تھی۔

گاڑی گیٹ کے اندر جا کر گیراج میں رکی تھی تو مصطفیٰ آگے بڑھ گیا تھا۔ وہ لوگ باہر آئے تو مصطفیٰ آگے بڑھ کر گلے ملا تھا۔ انا اور روشی سے حال چال پوچھا تھا' وہ ان کو لے کر آگے آیا جہاں وہ سب سیڑھیوں پر کھڑی تھیں شہوار بے اختیار آگے بڑھ کر انا کے گلے لگ گئی۔

"ریلی تمہیں یہاں دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہو رہی ہے۔" انا کے کان میں کہا تھا' وہ روشانے سے بھی ملی تھی۔

سبھی خواتین نے ان کا ویلکم کیا تھا' مصطفیٰ ولید اور احسن کو لے کر ڈرائنگ روم میں چلا گیا تھا جبکہ وہ دونوں ان سب کے ساتھ لاؤنج میں آ بیٹھی تھیں۔ روشانے نئی دلہن کی طرح کچھ سنوری بہت پیاری لگ رہی تھی جبکہ انا بھی ہلکے پھلکے لباس اور میک اپ میں دل کو چھو رہی تھی۔

"میں تو کئی بار مصطفیٰ کو کہہ چکی تھی کہ تم لوگوں کو انوائٹ کرے مگر پہلے تم لوگ ہی یہاں نہ تھے پھر بعد میں ولید فارغ نہ تھا۔ ہم نے تو ساری فیملی کو کہا تھا مگر مجھے گلہ ہے کہ ہم شادی میں سب آئے تھے انا اور آپ میں سے صرف آپ لوگ ہی آئے ہو۔ انا بیٹا آپ کی امی کو تو ضرور آنا چاہیے تھا۔" ماں جی نے خصوصاً روشانے اور انا دونوں سے کہا تھا' روشانے تو مسکرا دی۔

"ماما پاپا اور ماموں کو چھوڑ کر نہیں آ سکتی تھیں پھر وہ بوتیک سے مغرب کے بعد فارغ ہوتی ہیں جبکہ پاپا کسی میٹنگ میں مصروف تھے ماموں کم ہی کہیں آتے جاتے ہیں۔" انا نے وضاحت سے کہا۔

پہلے وریا اپنے کمرے میں تھی اب وہ بھی وہیں چلی آئی تھی۔ روشانے کے ساتھ باتوں میں لگ گئی تھی جبکہ شہوار اور صبا نے مل کر کولڈ ڈرنک سرو کی تھی۔

"شہوار کے نکاح والے دن ملاقات ہوئی تھی اور اب ہو رہی ہے مجھے تو بہت اچھا لگ رہا ہے۔" انا صبا سے بات کر رہی تھی جب کہ اس نے مسکرا کر کہا۔

"اب اس کی شادی کے سلسلے میں آتی رہنا یہاں۔ امی کی تو طبیعت ایسی ہے شادی کی تیاری ہم لوگ ہی کر رہی ہیں۔" عائشہ نے بھی کہا تو انا چونکی۔

"اس کی شادی.....؟"

"شہوار کی اور کس کی؟" انا نے حیران ہو کر شہوار کو دیکھا وہ سر جھکا گئی تھی۔

"مائی گاڈ..... شہوار کی شادی ہو رہی ہے اور مجھے بتایا بھی نہیں۔" اس نے شہوار کو فوراً آڑے ہاتھوں لیا۔

"بس دو ہفتے بعد کی تاریخ ہے جناب تو کارڈز بھی پرنٹ ہو کر آنے والے ہیں۔" انا نے سخت غصے سے شہوار کو دیکھا۔

"مجھے یاد نہیں رہا ورنہ ضرور بتاتی۔" اس نے سنجیدگی سے کہا تو انا سب کی موجودگی کی وجہ سے خاموش ہو گئی تھی۔

"شادی ادھر ہی ہو گی یا گاؤں میں؟" روشانے نے بھی پوچھا۔

"گاؤں میں ہی ہو گی سارا انتظام وہیں ہو گا ہاں ولیمہ ادھر شہر میں ہی ہو گا۔" ماں جی نے بتایا۔ وہ لوگ پھر باتوں میں لگ گئی تھیں' مصطفیٰ کے دونوں بھائی اور والد صاحب بھی آ گئے تھے وہ ڈرائنگ روم میں ہی چلے گئے تھے۔

انا کو ان کے گھر کا یہ ماحول بہت اچھا لگا تھا اور نبی سا ماحول اور انداز رکھ رکھاؤ سلیقہ' خواتین نے ڈنر علیحدہ کیا تھا جبکہ مرد حضرات نے ڈرائنگ روم میں کیا تھا۔

کھانا بہت پرتکلف تھا بڑے خوشگوار موڈ میں کھایا گیا تھا۔

کھانے کے بعد عائشہ اور صباماں جی کے کہنے پر شادی کے سلسلے میں کی گئی تیاری دکھانے لگیں تھیں۔ بری کے ملبوسات زیورات اور دیگر چیزیں۔ ہر چیز اس قدر پیاری اور خوب صورت تھی اور سب سے بڑھ کر جس قدر محبت سے تیار کی گئی تھی اُنا اور روشانے دل سے متاثر ہوئی تھیں جبکہ شہوار کا رویہ انداز خاموش اور سنجیدہ تھا۔

اس کی خاموشی انا کے اندر مختلف سوالات اٹھانے لگی مگر وہ یہ سوال پھر کسی وقت کے لیے اٹھا کر خاموش رہی۔

"چلو آؤ ذرا کچھ دیر لان میں بیٹھتے ہیں۔" شہوار انا کی خاموشی اور ناراضگی محسوس کررہی تھی سو خود ہی اسے آفر کی۔ انا بھی اٹھ کر اس کے ساتھ باہر آ گئی تھی جبکہ باقی سبھی اندر ہی تھیں۔

"مجھے تم سے بہت گلہ ہے۔" اس کے ساتھ چلتے انا نے خفگی سے کہا تو شہوار نے ایک گہرا سانس لیا۔

"میں جانتی ہوں مگر میرے اندر اتنی ہمت نہیں ہورہی کہ میں اس ٹاپک پر تم سے ڈسکس کرلی۔" انا نے رک کر دیکھا بلیک موتیوں سے سجے سوٹ کے ہمرنگ دوپٹہ لیے وہ خاصی پیاری لگ رہی تھی۔ انا نے اس کا ہاتھ چوم لیا۔

"تم ایسا کیوں سوچتی ہو بی پازیٹو یار! اس قدر محبت کرتے ہیں یہ لوگ تم سے اس قدر خلوص اور محبت سے یہ سب کررہے ہیں اور پھر مصطفیٰ بھائی جیسا قدردان تمہیں تو مطمئن ہوجانا چاہیے۔" وہ دونوں چلتے ہوئے لان میں رکھے ہوئے تخت پر آ بیٹھی تھیں لکڑی سے بنا منقش تخت بہت پیارا تھا۔

"دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے۔" شہوار مسکرائی تو انداز طنزیہ تھا۔

"میں اب بہت ماروں گی تمہیں کیوں تمہارا کوئی حق نہیں ان خوشیوں پہ دل سے ہر بات نکال کر ان لمحوں کو انجوائے کرو زندگی میں یہ پل صرف ایک بار ہی آئیں گے۔" انا نے ڈپٹا۔

"انا میں بہت ڈسٹرب ہوں ہوسکتا ہے اب آ... دل میں تمہاری بات نا آ سکوں یا شاید میں اسٹڈی چھوڑ دوں۔ میں امی کی وجہ سے مجبور ہوئی ہوں اور سب سے بڑھ کر پاپا کے خوف سے ورنہ میں کبھی بھی اس تعلق کو قبول نہ کرتی۔" اس کی آواز رندھ گئی تھی۔

"میں بہت خوش قسمت ہوں جو مجھے تم جیسی دوست ملی ان لوگوں جیسا گھرانہ ملا خیر ایک بات تو طے ہے کہ میں کسی بھی طرح سے ان لوگوں کے قابل نہیں۔ یہ لوگ مجھے عزت دیتے ہیں محبت جتاتے ہیں مجھے مان دیتے ہیں اور میں ان کی محبتوں کے سامنے خود کو بے بس پاتی ہوں۔ امی کے سامنے جا کر تڑپتی ہوں مصطفیٰ کے سامنے غصہ نکال سکتی ہوں مگر ان لوگوں کے سامنے آ کر میری زبان سل جاتی ہے۔ کاش تم اندازہ لگا سکو میں اس وقت کس اذیت سے گزر رہی ہوں۔" اس کی آنکھوں میں نمی آ ٹھہری تو انا نے بہت محبت سے اس کے گرد بازو پھیلا لیا۔

"میں جانتی ہوں میں مصطفیٰ کے ساتھ غلط کررہی ہوں مگر میں کیا کروں وہ سامنے آتا ہے تو میرے اندر کی ساری کشمکش غصے کی صورت نکلنے لگتی ہے ہر بار میں سوچتی ہوں کہ اس کے ساتھ بدتمیزی نہیں کروں گی مگر میں ہر بار خود کو بے بس پاتی ہوں۔" وہ اتنے دنوں سے خود اندر ہی اندر گھل رہی تھی اب اسے کوئی کندھا ملا تو وہ دل کا سارا بوجھ اتارتی چلی گئی تھی۔

"پلیز ٹینشن نہ لو بس جو ہو رہا ہے ہونے دو ذہن کو نارمل کرو ورنہ یہ رشتہ خراب ہوجائے گا۔" انا نے ہاتھ تھام کر محبت سے کہا تو وہ سر ہلا گئی۔

"ہاں میں بہت کوشش کرتی ہوں مگر ہر بار ناکام ہوجاتی ہوں مجھے اپنے جذبات واحساسات پر کوئی اختیار نہیں رہتا اب لے دے کے ایک مصطفیٰ ہی بچتا ہے یا امی ان دونوں کے سامنے دل کی بھڑاس نکال دیتی ہوں۔ امی میرے

غزل

پھیلی ہوئی تھی رات چاندنی کی
ہر طرف تھی بات چاندنی کی
تھی ٹھنڈی ہوا رقص میں مگن
بھا رہی تھی دل کو ذات چاندنی کی

جانے کتنے ہوئے اس رات میں پاگل
دیکھ کے برسات چاندنی کی
اس رات توڑا کسی نے دل میرا
پھر مسکرا رہی ہے مجھ پہ بارات چاندنی کی

ارم خان۔ ڈیرہ غازی خان

رویوں پر دکھی ہوتی ہیں اور بعد میں پچھتاتی ہوں۔ ان کا میرے علاوہ اور کون ہے میں جانتی ہوں مگر پھر غلطی کر جاتی ہوں۔" شہوار نے کہا تو انا مسکرائی۔

"تم ان دونوں سے اپنے رویوں کی معافی مانگ لو یہ دونوں تم سے محبت کرتے ہیں' تمہیں نظر انداز نہیں کریں گے بس اپنے ذہن کو مختلف سوچوں کی آماجگاہ بننے سے بچالو پھر سب نارمل ہونے لگے گا۔" انا نے رسانیت سے کہا۔

"تمہیں بتاؤں جب سے یہ ہدیہ پاکستان آئی ہوئی ہے اس کی باتیں اس کے طنز بہت تکلیف دیتے ہیں۔ میں جب بھی سب کچھ بھول کر آگے بڑھنے کا سوچتی ہوں یہ کوئی ایسی بات کر جاتی ہے کہ میں اپنی جگہ فریز ہو جاتی ہوں۔" شہوار نے مزید بتایا تو انا حیران ہوئی۔

"مطلب......؟"

"عادلہ بھابی والا سیم ایٹی ٹیوڈ ہے اس کا بھی اور آج کل مصطفیٰ کی طرف دلچسپی رکھتی ہے۔" اس نے آہستگی سے کہا۔

"بٹ گاڈ...... شکل سے تو اچھی خاصی اور مہذب لگتی ہے مگر ایسی حرکتیں کیوں کر رہی ہے۔"

"وہ میری نیچر کا اندازہ لگا چکی ہے شاید وہ چاہتی ہے میں پیچھے ہٹ جاؤں' ویسے بھی وہ پاکستان اسی لیے آئی ہے کہ کوئی اچھا سا رشتہ دیکھ کر بات چلائی جائے۔"

"اوہ...... تو اس نے مصطفیٰ بھائی کو ہی اپنا آسان ہدف سمجھ کر کوششیں شروع کر دی ہیں۔" شہوار محض سر ہلا کر رہ گئی۔

"تو تم کیوں خاموش رہتی ہو جب بھی وہ کوئی ایسی چیپ حرکت کرے' تم بھی جواب دیا کرو اور مصطفیٰ بھائی سے جائز رشتہ ہے آگے بڑھ کر احساس دلاؤ کہ تم ان کی زندگی میں کتنی اہم ہو؟"

"کاش میں دلا سکتی' بس اسی پوائنٹ پر آ کر میری ہمتیں دم توڑ دیتی ہیں جب وہ مجھے میرے خاندان یا بے نام و نشان ہونے کا طعنہ دیتی ہے۔"

"اوہ......" انا کو شدید دکھ ہوا۔ وہ سمجھ سکتی تھی کہ ایسی صورت حال میں شہوار کا ری ایکشن کیا ہوتا ہوگا۔

"میں اپنی وجہ سے کوئی لڑائی نہیں چاہتی' کوئی جھگڑا نہیں چاہتی ہاں بس ذہنی سکون چاہتی ہوں۔" شہوار نے کہا تو انا نے بہت محبت سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"کیا بات ہے تم دونوں تو ادھر آ کر جم ہی گئی ہو۔" وہ دونوں باتوں میں مصروف تھیں جب صبا چلی آئی دونوں کھڑی ہوئی تھیں۔

"ہم آنے لگی تھیں بس۔" وہ دونوں صبا کے ساتھ اندر چلی آئی تھیں۔

ولید اور احسن واپسی کا کہہ رہے تھے وہ اندر آئیں تو ماں جی منتظر تھیں' انہوں نے کچھ تحائف اس کے اور رداشا نے

کے حوالے کیے تھے۔

"ارے آنٹی جی بھلا ان کا کیا تکلف.....“ انا نے فوراً انکار کیا۔

"تم لوگ ہمارے گھر دعوت پرآئے تھے اور یہ ہماری رسم ہے ہم نو بیاہتا جوڑے کو تحفے دے کر رخصت کرتے ہیں چونکہ تمہاری منگنی بھی ہوئی ہے تو اس کا بھی تحفہ بنتا ہے ہم پر اور تحفوں سے انکار نہیں کرتے۔"

"مگر آنٹی جی....." روشانے نے بھی کچھ کہنا چاہا۔

"بس.....یہ تم لوگوں نے لے کر جانے ہیں انکار نہیں سنوں گی۔" انہوں نے محبت سے کہتے منع کیا تو دونوں ایک دوسرے کی شکل دیکھ کر رہ گئی تھیں۔

"اچھا آپ احسن یا ولید بھائی سے پوچھ لیں اگر وہ مان گئے تو ہم لے لیں گے۔" روشانے نے جھجکتے کہا۔

"ٹھیک ہے ہم ان سے بھی بات کرلیں گے۔" وہ کہہ کر ڈرائنگ روم کی طرف چلی گئی۔ مہرالنساء نے ان دونوں سے خود بات کی تھی نجانے انہوں نے کیا کہا تھا ولید کو انکار کے باوجود ان سے تحائف قبول کرنے پڑے تھے۔ ان لوگوں کو رخصت ہوتے ہوئے رات کے بارہ بج گئے تھے۔

"آپ سب کے آنے کا میں شکر گزار ہوں مگر انکل اور باقی لوگوں کے آنے پر مزید خوشی ہوگی۔" وقتِ رخصت مصطفیٰ نے روشانے اور انا کو دیکھ کر کہا تو وہ لوگ بھی واپسی کے لیے باہر نکلی تھیں۔

"ہم لوگ آنٹی جی کو تھینکس کر چکے ہیں۔" انا نے مسکرا کر کہا تھا شہوار ان کو رخصت کرنے باہر آئی تھی۔ باقی لوگوں نے اندر سے ہی اللہ حافظ کہہ دیا تھا۔

"ویسے آپ سے گلہ ہے آپ کی شادی کی ڈیٹ فائنل ہوگئی ہے اور ہمیں خبر تک نہیں۔" انا نے کہا تو مصطفیٰ چونکا۔

"تو پھر یہ غلطی آپ کی دوست کی ہے میری نہیں وہ بتا سکتی تھیں۔" مصطفیٰ نے کہا تو انا نے ولید کو دیکھا وہ مسکرا رہا تھا۔

"مگر انہوں نے بھی مجھ سے ذکر نہیں کیا۔"

"مجھے یہ لگا کہ شاید تمہیں علم ہو شہوار.....تم سے ناراض ہوں۔" شہوار شرمندہ ہوگئی تھی انا ہنس دی۔

"اس سے تو پتا نہیں کون کون خفا ہے آج کل یہ سب کے گھر سے گردش میں ہیں۔"

"زندگی سے خفگی اچھی خواہش نہیں ہے اور وقت یہ ہمیں اپنوں سے بہت دور بھی کردیتے ہیں۔ گلے شکوے کرنا فطرت انسانی ہے اور اس سے آگے لوگ موت کی طرف قدم بڑھانا کہلاتا ہے۔" مصطفیٰ نے سنجیدگی سے کہا تھا شہوار کو بغور دیکھا تھا تو وہ نظر چرا گئی تھی۔ شہوار خاموش رہی وہ سمجھ رہی تھی مصطفیٰ اسے کیا سمجھانا چاہ رہا ہے۔

"او کے آپ کی شادی کے لیے نیک دعائیں رات کافی ہوگئی ہے اب چلنا چاہیے۔" روشانے نے کہا۔

مصطفیٰ نے سر ہلا دیا تھا انا اور روشی دونوں شہوار سے گلے ملیں اور محبت و خلوص کا مظاہرہ کرتے وہ لوگ رخصت ہوئے تھے ان کی گاڑی گیٹ سے نکلتے ہی شہوار اندر کی طرف بڑھ گئی تھی مصطفیٰ نے بہت سنجیدگی سے اسے جاتے دیکھا تھا۔



وہ آفس میں تھی جب اسے ایک کوریئر سے پیکٹ موصول ہوا تھا آفس کے ایڈریس پر اس نے بہت تعجب سے اپنے نام آنے والے اس پیکٹ کو دیکھا تھا جو آفس بوائے اسے پکڑا گیا تھا۔ اس نے اسے الٹ پلٹ کر دیکھا بھیجنے والے کا نام درج نہیں تھا۔ اس نے پیکٹ چاک کیا تو اندر سے نکلنے والی چیز نے اس کے اوسان خطا کر ڈالے تھے وہ حیرت و اضطراب سے اپنے ہاتھوں میں موجود تصاویر کو دیکھ رہی تھی۔

کچھ سوال

میرے پیارے وطن!
تجھے کس کی لگی ہے نظر؟
تیرے کھیتوں کو کس نے برباد کیا؟
تیرے شہروں کو کس نے مسمار کیا؟
تیرے لوگوں کو کس نے لاچار کیا؟
میرے وطن محبت
کس نے تیرے یہ
پھول بکھیرے ہیں؟
کیوں یہ نغمے
درد کے بکھیرے ہیں!
کس نے اس ملک کو کھایا ہے؟
کس نے پھر آگ لگائی اس میں؟
کس نے پھر لوٹ لی مائیں اس کی؟
کس نے بیٹوں کو غلط راہ پر لگایا ہے؟
اے وطن عزیز
اب تیری بنیادیں
سلامت رکھے

ثوبیہ نواز اعوان... کنڈان

چہرہ بلاشبہ اس کا تھا مگر تصاویر اس کی نہ تھیں اور ان تصاویر میں اس کے ساتھ موجود جو انسان تھا وہ اس کا تصور بھی نہیں کرسکتی تھی۔ رابعہ کو لگا اس کے وجود پر ایک قیامت سی ٹوٹ پڑی ہے۔ تصاویر کے ساتھ ایک کاغذ کا ٹکڑا بھی تھا۔ اس نے لرزتے ہاتھوں سے اس کاغذ کو کھولا تھا۔

”یہ تصاویر جسٹ ایک ٹریلر ہے تاکہ اپنے انجام کی فکر کرو [illegible] ہے۔ میرے اگلے اسٹیپ کے لیے ریڈی رہو۔ مجھ سے بگاڑ کر بہت برا کیا تم نے اب بھگتو بھی۔“ رابعہ [illegible] گئی۔

نا قابل اعتراض حد تک لی گئیں تصاویر پر [illegible] اندازہ تھا نہ اب اس عورت کا اگلا قدم کیا ہوگا۔

وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ یہ تصاویر [illegible] تھیں۔ آنسو بہاتے تصاویر کو دیکھ رہی تھی جب ایک دم فون کی گھنٹی بجی تھی اس نے دزدیدہ نظروں سے فون کو دیکھا تھا۔

”ہیلو.....“ خود کو سنبھالتے اس نے ریسیور اٹھایا تھا۔

”مل گئیں تصاویر؟“ دوسری طرف وہی عورت تھی۔

”یو چیٹر..... جھوٹ ہے سب بکواس ہے۔“ وہ ایک دم چیخ اٹھی تھی۔

”یہ تم جانتی ہو یا ان تصاویر میں تمہارے ساتھ موجود شخص۔“ دوسری طرف وہ ہنسی تھی، رابعہ نے لب دانت تلے دبا لیے۔

”بتا دینا اس شخص کو میں ان تصاویر کو سوشل میڈیا پر چڑھا رہی ہوں وہ بدنام ہوگا اور اس کے ساتھ ساتھ تم بھی..... تم اس کو بتا کر سمجھ رہی تھیں کہ جیسے تم کسی پناہ میں آ گئی ہو یہ تمہاری خام خیالی ہے۔“ وہ کہہ کر کال بند کرگئی تھی، رابعہ اپنی جگہ ساکت بیٹھی رہ گئی تھی اس کے آنسو تک ٹھہر گئے تھے۔

”کیا بات ہے کیا ہوا؟“ ہادیہ کسی کام سے اس طرف آئی تھی اسے اپنے کیبن میں یوں ساکت دیکھ کر ٹھٹک گئی تھی، بہت پریشانی سے پوچھا تھا۔ رابعہ نے اسے دیکھا کچھ سمجھ نہ آئی کہ کیا کہے۔ اس نے ٹیبل پر بکھری تصاویر کو دیکھا تو ہادیہ نے بھی دیکھا تھا اس کی رسوائی کا ثبوت سب کے سامنے کھلا پڑا تھا۔

”یہ کیا ہے؟“ ہادیہ نے دو تین تصاویر ایک ساتھ اٹھائی تھیں۔

”مائی گاڈ.....“ وہ بھی ساکت سی رہ گئی تھی۔ رابعہ سر جھکا کر پھر شدت سے رو دی۔

"یہ…… یہ…… کیا ہے…… یہ تمہاری اور سر عباس کی تصاویر؟" وہ ششدر کھڑی پوچھ رہی تھی۔ رابعہ نے ٹیبل پر اپنا چکراتا سر رکھ دیا تھا۔

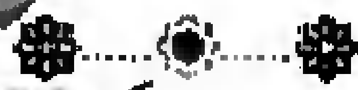
وہ عادل کی طرف سے کسی سنگین کارروائی کی ہی منتظر تھی مگر وہ ایسا وار کرے گا اس کے ذہن کے کسی بھی گوشے میں نہ تھا اسے اپنے حواس جاتے محسوس ہو رہے تھے۔

"رابعہ…… رابعہ……" بادیہ اسے پکار رہی تھی۔

رابعہ کی آنکھیں خود بخود بند ہوتی چلی گئی تھیں اس کے ذہن کے لیے یہ جھٹکا بہت بڑا تھا وہ جو ہمیشہ سوچ سوچ کر قدم اٹھانے کی قائل تھی کو ایجوکیشن میں پڑھنے کے باوجود وہ اعلیٰ کردار اخلاق کی مالک رہی تھی اب اس کی ذات پر یہ حملہ اس کے حواس پر ایک کاری ضرب لگا گیا تھا۔

"رابعہ……" بادیہ کچھ بھی نہ سمجھ پا رہی تھی اس نے رابعہ کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو ایک دم گھبرا گئی۔ رابعہ بے ہوش ہو چکی تھی۔

بادیہ کے ایک دم ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے اس نے فوراً رابعہ کو چیئر پر سیدھا کیا اور ٹیبل پر بکھری تمام تصاویر اس نے جلدی سے رابعہ کے بیگ میں ڈالی اور خود انٹرکام پر آفس بوائے کو جلدی سے پانی لانے کا کہہ کر رابعہ کے ہاتھ مسلنے لگی تھی۔



"اسے زمین کھا گئی ہے یا آسمان نگل گیا ہے حد ہے اس کا کہیں بھی کوئی سراغ نہیں مل پا رہا۔" امجد خان مصطفیٰ کے سامنے تھا اور وہ برہم ہو رہا تھا۔

"اسے اطلاع مل چکی ہے کہ ہم اسے تلاش کر رہے ہیں وہ روپوش ہو چکا ہے آخری اطلاع کے مطابق وہ شاپنگ سینٹر میں دیکھا گیا تھا اور اس کے بعد وہ جب وہاں سے باہر ہوا تو کہیں بھی دکھائی نہیں دیا۔ اس کی مخبری پر مامور افراد بھی بے خبر ہیں۔" مصطفیٰ نے بہت برہمی سے امجد خان کو دیکھا تھا۔

"تو پھر اب ایک ہی حل ہے اس کے گھر والوں کو گرفتار کیا جائے۔" مصطفیٰ نے کہا تھا۔

"ہم ان پر بغیر کسی ثبوت و شواہد کے ہاتھ نہیں ڈال سکتے۔"

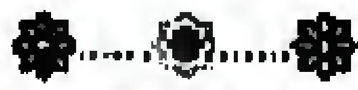
"اور وہ الرخ والا کیس وہ کب کام آئے گا۔" مصطفیٰ نے کہا۔

"وہ ثبوت ناکافی ہیں بہت کچھ ابھی مخفی ہے میں ایک عرصے سے اس کیس پر کام کر رہا ہوں محض اپنے مفروضوں کی بنیاد پر اسے گرفتار نہیں کر سکتا۔" مصطفیٰ نے چند پل امجد خان کو دیکھا تھا۔

"او کے میں خود اب اس کیس کو ہینڈل کرنا چاہتا ہوں مجھے اس کے متعلق تمام تفصیلات اور میٹریل درکار ہے آپ تمام فائلز کی ایک ایک کاپی مجھے دے دیں میں اب ان لوگوں کو آزاد نہیں چھوڑ سکتا' عبدالقیوم اگر مجرم ہے تو اس کا سارا خاندان اس کے نقش قدم پر چل رہا ہے یقیناً وہ بھی اسی کی لائن پر ہوں گے اب ان کو معاف نہیں کرنے والا۔"

"او کے پھر میں تمام فائلز ریڈی کروا دیتا ہوں۔" امجد خان نے فوراً سر ہلا دیا۔

"اور ایاز کو تلاش کرنے کا کام بند کر دیں چند دن گزرنے دیں وہ اگر باخبر ہے تو اسے اطمینان حاصل کرنے دیں کہ ہم اسے بھول چکے ہیں اور پھر جیسے ہی وہ اپنے بل سے باہر نکلے اس پر حملہ کر دیں وہ ہر صورت میں مجھے زندہ گرفتار حالت میں چاہیے۔" مصطفیٰ نے بہت سرد لہجے میں کہا تھا امجد نے اثبات میں سر ہلایا۔



ہادیہ رابعہ کو ہوش لائی اور رابعہ اپنے اردگرد آفس کے اسٹاف کو دیکھ کر چونکی تھی شاہ زیب صاحب اور عباس صاحب دونوں اس کی کیبن میں موجود تھے وہ صدمے کی وجہ سے کچھ دیر کے لیے بے حواس ہوئی تھی اور ہادیہ نے اس کی حالت سے پریشان ہوکر فوراً عباس کو بتایا تھا اور پھر شاہ زیب صاحب بھی آ گئے تھے۔

وہ تو شکر ہے کہ اسے چند منٹ بعد ہوش آ گیا تھا مگر ہوش میں آتے ہی اسے پھر وہ تصاویر اور عادلہ کی کال یاد آئی تو اس کا رنگ زرد پڑ گیا تھا۔

"رابعہ بیٹا آپ ٹھیک ہیں؟" شاہ زیب صاحب پوچھ رہے تھے۔ رابعہ نے ان کو خالی نگاہوں سے دیکھا۔

"میرے خیال میں ان کی حالت ابھی بھی بہتر نہیں ہادیہ آپ ان کو میرے آفس میں لے چلیں وہاں آرام سے لٹائیں میں ڈاکٹر کو کال کرتا ہوں۔" عباس نے کہا تو رابعہ کی آنکھوں میں پھریری آنے لگی اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"میں ٹھیک ہوں سر! میں بس گھر جانا چاہتی ہوں۔" اس پر جو بیتی تھی وہ کسی سے کہنے سننے والی بات نہ تھی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے وہ سخت ہراساں ہوگئی تھی عباس نے اسے بغور دیکھا تھا۔

ہادیہ بھی ابھی ہوئی تھی تاہم اس وقت اس کی حالت کے بارے میں فکر مند تھی۔

"اوکے میں ڈرائیور کو کہتا ہوں ہادیہ! آپ ان کو گھر لے جائیں۔" شاہ زیب صاحب نے کہا تو ہادیہ نے فوراً سر ہلا دیا۔

کچھ دیر بعد وہ ہادیہ کے ساتھ شاہ زیب صاحب کی گاڑی میں موجود تھی۔ وہ بالکل گم صم تھی ہادیہ نے بھی ڈرائیور کی موجودگی کی وجہ سے کچھ بھی کہنے سننے سے گریز کیا تھا۔

گھر پہنچنے پر گھر میں رابعہ کی والدہ اور بھابی ہی تھیں دونوں پریشان ہوگئی تھیں تاہم رابعہ نے ان کو اطمینان دلایا تھا گھر آ کر اس کے حواس قدرے سنبھل چکے تھے وہ اپنی ماں سے اپنا پردہ خود کو نارمل کرچکی تھی۔

"یہ سب کیا ہے یار! میں بہت پریشان ہوں۔" ہادیہ نے ساتھ اس کے کمرے میں آ گئی تھی رابعہ نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

"یہ تصاویر...... یہ سب کیا ہے؟" وہ بہت الجھی ہوئی تھی۔

"یہ تصویر عادلہ نے بھیجی ہیں۔" رابعہ نے کہا تو وہ حیران ہوئی۔

"تمہارا مطلب ہے...... سر عباس کی وائف عادلہ نے؟" رابعہ نے سر ہلایا۔

"پر کیوں؟" وہ حیرت زدہ تھی رابعہ نے لب بھینچے۔

"تم بیٹھو میں تمہیں ساری بات بتاتی ہوں۔" رابعہ نے آہستگی سے اسے سب کچھ کہہ ڈالا تھا۔

"او نو...... " تمام صورت حال سن کر وہ سخت ہراساں ہوچکی تھی۔ "سر عباس اور ان کی وائف کے جھگڑے میں تم تو خوامخواہ ہی پھنس گئی ہو تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا یہ عورت تو ایک نمبر کی فراڈ ہے۔ مائی گاڈ...... " رابعہ خاموش رہی تھی وہ اٹھ کر ٹہلنے لگی تھی۔

"وہ تصاویر بھیج چکی ہے اس کا مطلب ہے وہ ان تصاویر کو استعمال ضرور کرے گی وہ صاف کہہ بھی چکی ہے اب کیا کرو گی؟"

"میں کیا کروں گی یار میں تو کسی کے سامنے سر نہیں اٹھا سکوں گی۔ ابا جی کو پتا چل گیا تو میں مر جاؤں گی میری اماں بہت مذہبی خاتون ہیں انہوں نے بڑی مشکل سے اس جاب کی اجازت دی تھی۔" وہ خود پریشان تھی۔

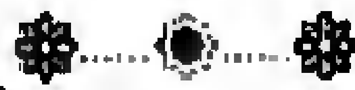
"تم سر عباس سے بات کرو یہ تصاویر ان کو دکھاؤ اور کہو وہ تمہارا یہ پرابلم حل کریں آخر انہی کی وجہ سے تو وہ عورت

تمہارے پیچھے پڑی ہے ان کی بیوی ہے جیسے مرضی ہینڈل کریں۔"

"یہ اتنی واہیات تصاویر یہ ان کو دکھانے کے قابل ہیں بھلا میں تو شرم سے ڈوب مرنے والی ہوں۔ بھلا ان کے سامنے جا کیسے سکتی ہوں اور وہ عورت اس نے مجھے سمجھ کیا لیا ہے کس کے ساتھ؟ سر عباس کا تو میں نام بھی نہیں سوچ سکتی میں اب ان کے سامنے بھی نہیں جا سکتی۔" وہ سخت ہزیمت میں بھی رونے لگی تو ہادیہ نے ساتھ لگا کر تسلی دی۔

"اوکے تم مت کرنا بات میں آفس واپس جاتی ہوں تو جاتے ہی یہ تصاویر سر کے سامنے رکھتی ہوں یہ شو کروں گی کہ مجھے علم نہیں ہے بس جا کر پیکٹ ان کو تھما دوں گی کہ یہ تم نے دیا تھا پھر وہ خود ہی معاملہ سمجھ جائیں گے نہ بھی سمجھیں تو بھی تصاویر کے سلسلے میں فوراً رابطہ تو کریں گے سامنے ہو کر بات کرنے کی بجائے موبائل پر بات کر لینا زیادہ مناسب رہے گا۔ تم اپنا موبائل آن رکھنا اوکے۔"

رابعہ نے سر ہلا دیا اسے ہادیہ کا مشورہ پسند آیا کم از کم اس طرح وہ عباس صاحب کی سامنے کی جانے والی ذلت سے تو بچ جائے گی نا۔



ہادیہ واپس آفس آ گئی تھی آتے ہی وہ عباس صاحب کے روم میں چلی آئی۔

"اب کیسی ہیں مس رابعہ؟" عباس صاحب نے پوچھا۔

"وہ بہتر ہے لیکن کچھ پریشان تھی۔ اس نے مجھے لفافہ دیا تھا کہ آپ کو دے دوں۔" سنجیدگی سے کہتے عباس صاحب کو لفافہ بڑھایا تھا۔

"یہ کیا ہے؟" عباس نے تعجب سے پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم بس اس نے کہا تھا کہ آپ کو دے دوں۔" عباس نے تعجب سے لفافہ تھام لیا وہ لفافہ دیکھنے لگے تو وہ فوراً کھسکی ہوئی تھی۔

"میں جاؤں سر۔" عباس نے سر ہلا دیا وہ باہر نکل گئی تھی عباس نے لفافے کے منہ پر اسٹیپلر سے لگی پنوں کو اتارا اور لفافے کا منہ پہلے کسی نے چاک کیا ہوا تھا پھر دوبارہ ٹیپ سے پن اپ کیا ہوا تھا۔ عباس نے لفافے کو ٹیبل پر الٹ دیا۔ اس میں سے نکلنے والی تصاویر عباس کو ساکت کر گئی تھیں رابعہ اور عباس کی تصاویر وہ بھی اس قدر غیر اخلاقی۔ عباس کو اپنے خون کھولتا محسوس ہوا تھا۔

"یہ کیا بکواس ہے؟" عباس نے تصاویر پھینک دی تھیں۔ "مائی گاڈ۔" وہ غصب بھری نگاہوں سے تصاویر کو دیکھ رہا تھا اس نے فوراً انٹر کام اٹھایا تھا۔

"مس رابعہ کے موبائل پر کال کریں اور مجھ سے ابھی بات کروائیں۔" غصے سے کہہ کر ریسیور پٹخ دیا تھا وہ اٹھ کر کمرے میں ٹہلنے لگا تھا جب انٹر کام بجا تھا اس نے فوراً ریسیور اٹھا لیا تھا۔

"مس رابعہ لائن پر ہیں بات کریں۔" عباس نے لب بھینچ لیے تھے۔

"ہیلو....." رابعہ کی آواز سنائی دی تو غصے کا گراف بڑھنے لگا۔

"یہ تصاویر کس مقصد کے تحت بھجوائی گئی ہیں؟"

"یہ میں نے نہیں آپ کی وائف نے بھجوائی ہے آج صبح جب میں آفس میں تھی۔ اس لفافے کے اندر ایک صفحہ بھی ہوگا وہ دیکھیں پتہ چل جائے گا کہ کیا مقصد تھا۔" رابعہ کی آواز رندھی ہوئی تھی یوں جیسے وہ کافی دیر تک روتی رہی ہو۔ عباس کا سارا غصہ اڑنچھو ہوا تھا۔ وہ بڑے بے بس انداز میں کرسی پر گرا تھا۔

پاکستان

وقار محبت

اک نیا تو سنا رہا ہے
کہ تیرے شہر کے لوگوں میں
کیسی بے حسی پھیلی ہوئی ہے
ہر شخص کو اپنی فکر پڑی ہے
کہنے کو تو ہو تم شاعرہ
وطن پیارے تو
تم نے کوئی نظم نہیں لکھی ہے
سنو! یہ کوئی نئی بات تو نہیں
لکھنے والوں سے تو
یہ دنیا بھری پڑی ہے
کر ہمت اٹھا اپنا قلم، مہ قدر چمن

اور دیکھا پیارا وطن
ہر طرف بے بسی
بو بارود کی پھیلی ہے
دیکھو ذرا اپنی تہذیب کو
ہوئی دنیا میں جو کھوئی ہوئی ہے
بٹے ہوئے ہیں لوگ تیری قوم کے
فرقوں میں قبیلوں میں
ذات رنگ اور نسلوں میں
انہیں بتا ذرا
پہچان سب کی انسان ہوتی ہے
پاؤں تلے ماں کے جنت
عزت عورتوں کی ہوتی ہے
فاطمہ خالق خانی ... فیصل آباد

"اوہ تو وہ عورت اس حد تک چلی گئی ہے۔" وہ بڑبڑایا تھا۔

"سر میں بدنام ہو جاؤں گی عاقلہ کی کال آئی تھی وہ کہتی ہے وہ مجھے بدنام کردے گی وہ ان تصاویر کو سوشل میڈیا پر لگا دے گی سر پلیز ان سے بات کریں میرا آپ دونوں کی لڑائی میں بھلا کیا قصور ہے جو وہ مجھے بے گناہ اپنے جرم میں شریک کر رہی ہیں۔" وہ پھر رونا شروع ہو گئی تھی عباس پہلی بار شرمندہ ہوا تھا۔ عاقلہ ایسی غیر اخلاقی حرکت کرسکتی تھی وہ خود بھی حیرت زدہ تھا۔

"ایم سوری...... ایم سوری۔" عباس نے شرمندگی سے لہجے میں کہا۔ دوسری طرف وہ روتی رہی تھی۔

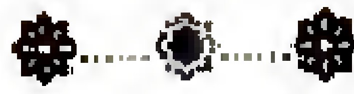
"سر میں ایک مذہبی گھرانے سے تعلق رکھتی ہوں ہمارے جیسے گھروں میں عزت و کردار ہی سب کچھ ہوتا ہے اس پر کبھی سمجھوتہ نہیں کیا جاتا۔ سر میں بدنام ہو جاؤں گی۔"

"او کے..... آپ پلیز حوصلہ رکھیں اور پریشان نہ ہوں۔ میں عاقلہ سے رابطہ کرتا ہوں خود بات کرتا ہوں۔ ہم دونوں جانتے ہیں یہ تصاویر فیک ہیں۔ میں ابھی کچھ کرتا ہوں پلیز ٹیک اٹ ایزی۔" اس کے آنسوؤں اور الفاظ نے شاید اضطراب کا شکار کیا تھا۔

ایک لڑکی اس کی وجہ سے رسوا ہو رہی تھی اگر یہ تصاویر واقعی سوشل میڈیا پر چڑھا دی جاتیں تو کس حد تک رسوائی ہوسکتی تھی۔ دوسری طرف رابعہ نے کال بند کردی تھی عباس نے ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا تھا۔ کچھ دیر تو وہ بے حس و حرکت کرسی پر بیٹھا سوچتا رہا تھا اور پھر ایک دم ایک حتمی فیصلہ کرتے وہ اپنی کرسی سے کھڑا ہو گیا تھا۔

تمام تصاویر واپس لفافے میں ڈالی اور اس میں سے پیپر نکال کر پڑھا تو رگوں میں خون کی جگہ شرارے دوڑنے لگے تھے۔

"عاقلہ بی بی! بہت لحاظ کرلیا میں نے تمہارا اب تم بھی اپنے انجام کے لیے تیار رہو۔" عباس بہت نفرت سے سوچتے کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔



وہ آج کالج سے جلدی نکل آئی تھی اسے کچھ چیزیں اور اسٹڈی سے ایک کتاب کی تلاش تھی وہ اردو بازار کی طرف آ گئی تھی آج ڈرائیور ساتھ نہیں تھا اسے کتاب تلاش کرنے کے لیے دو تین دکانوں پر جانا پڑ گیا تھا۔ ایک دکان پر وہ مطلوبہ کتاب کی چٹ دکاندار کو تھما کر اپنے سبجیکٹ سے متعلقہ کچھ اور کتابیں دیکھنے لگ گئی تھی۔ کتابیں دیکھتے وہ دوسری رو میں آ گئی تھی ابھی وہاں کچھ ہی ڈیز چیک کرتے وجود کو دیکھ کر انا کا موڈ ایک دم خراب ہوا تھا' کاشفہ اسی چند دن پہلے والے لڑکے کے ساتھ کھڑی تھی۔ وہ بھی انا کو دیکھ کر رکی تھی۔

"ہائے' تم بھی ادھر؟" وہ پوچھ رہی تھی۔

"بس' مجھے ایک کتاب چاہیے تھی تو آنا پڑا۔" انا کو مروتاً بات کرنا پڑی۔

"آج ولید تمہارے ساتھ نہیں؟" ارد گرد دیکھتے اس نے پوچھا۔

"نہیں' وہ اس وقت اپنے آفس میں بزی ہوتا ہے۔"

"اوہ..... وہ اکثر تمہارے ساتھ ہوتا ہے تو میں نے پوچھ لیا۔" کاشفہ کا انداز کچھ عجیب سا تھا انا کو چبھنے لگا۔

"ویسے تمہاری اپنے کزن سے خاصی بے تکلفی لگتی ہے؟" وہ جیسے تمام کام چھوڑ کر بالکل فارغ ہو کر اس سے بات کر رہی تھی انا کو اس کی بات سے تپ چڑھ رہی تھی۔

"ہاں بالکل بہت بے تکلفی ہے' تمہیں شاید ولید نے بتایا نہیں ہم صرف کزنز ہی نہیں فیانسی بھی ہیں۔" اس نے جھینپتے ہوئے کہا تھا۔

"کیا.... ؟" وہ اپنی جگہ یکدم ساکت ہو گئی تھی۔

"تم ولید کی فیانسی ہو؟" وہ بے یقین تھی۔

انا نے اپنا بایاں ہاتھ اس کے سامنے کیا اور تیسری انگلی میں موجود رنگ اس کی آنکھوں کے سامنے کی تھی' کاشفہ کے چہرے کا رنگ بدلا تھا۔

"یہ رنگ ہماری منگنی کی ہے' ہم ایک دوسرے کو بہت چاہتے ہیں۔ یہ رشتہ ہماری پسند سے طے پایا ہے۔" کاشفہ کے رنگ بدلتے چہرے نے انا کو بہت لطف دیا تھا' اس لیے جلانے کو اس نے مزید بڑھا چڑھا کر کہا تھا۔

"لیکن ولید نے تو مجھ سے کوئی ذکر نہیں کیا۔" اس کی آواز میں بے یقینی تھی۔

"ہو سکتا ہے خیال نہ رہا ہو ویسے ہماری شادی پر ضرور آنا۔ ماموں کا تو بہت جلد موڈ بن رہا ہے ہماری شادی کروانے کا۔" انا نے آج دل کھول کر اس لڑکی کے ارادوں کو ملیا میٹ کرنے کا ارادہ باندھ لیا تھا۔

اس کے الفاظ پر وہ ہونٹ کچلنے لگی تھی' وہ آنکھوں میں ایک نفرت لیے دیکھنے لگی تھی۔

"اوکے میں چلتی ہوں' بائی۔" انا اسے کہہ کر کاؤنٹر کی طرف آ گئی تھی۔ اس کی مطلوبہ کتاب دکاندار نے نکال رکھی تھی اس نے پے منٹ کی تھی اور جانے سے پہلے پلٹ کر کاشفہ کو دیکھا تھا۔

وہ اسی طرح کھڑی تھی انا کے ہونٹوں پر یکدم مسکراہٹ پھیلی تھی۔

"ہنہ کم جہاں پاک..... تھینکس اب کم از کم ولی کی جان تو چھوڑے گی۔" وہ اپنے کارنامے پر بہت خوش اور مطمئن تھی۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)



قسط نمبر 22

کسی کے دل میں کیا چھپا ہے یہ تو رب ہی جانتا ہے
دل اگر بے نقاب ہوتے' تو سوچو کتنے فساد ہوتے
تھی خاموشی ہماری فطرت' جو چند برسوں بھی نبھ گئی ہے
جو ہمارے منہ میں جواب ہوتے' تو سوچو کتنے فساد ہوتے

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

رابعہ کے انکار پر عادلہ اشتعال میں آجاتی ہے اور اسے سخت نتائج کی دھمکیاں دیتا ہے جب ہی ابوبکر وہاں پہنچ کر عادلہ کو فرار اختیار کرنے پر مجبور کردیتا ہے۔ وہ رابعہ سے عادلہ کے متعلق پوچھتا ہے جس پر رابعہ تمام معاملہ اس کے گوش گزار کرتی ہے جواب میں وہ سر عباس کو بتانے کا مشورہ دیتا ہے جس پر رابعہ عمل کرتے انہیں عادلہ کی دھمکیوں سے آگاہ کرتی ہے۔ دوسری طرف عباس' عادلہ کی اس جرأت پر حیران رہ جاتا ہے۔ ادھر ایاز پسٹل کے زور پر شہوار کو ہراساں کرنے کی کوشش میں ناکام رہتا ہے وہاں موجود بھیڑ کا فائدہ اٹھاتے شہوار اس کے ہاتھوں سے بچ نکلتی ہے لیکن جب ہی اس کا ایکسیڈنٹ ہوجاتا ہے اور وہ ثریا بیگم سے ٹکراؤ کی صورت میں اسپتال پہنچ جاتی ہے اس دوران وہ اس کا خیال رکھتی ہیں جب ہی مصطفیٰ انتہائی پریشان حالت میں اس تک پہنچتا ہے لیکن وہ ایاز والے معاملے کو اس سے شیئر نہیں کرتی لیکن یہ بات امجد خان کی زبانی مصطفیٰ تک پہنچ جاتی ہے جس پر شہوار بھی جاتی بھڑکتی ہے وہ صرف اپنی بدنامی اور دشمنی کی بڑھنے کے پیش نظر اس بات کو چھپاتی ہے لیکن مصطفیٰ اس کے خدشات کو نظر انداز کرتے ایاز کی تلاش میں سرگرداں رہتا ہے۔ دوسری طرف ایاز کو بھی بھنک مل جاتی ہے اور وہ روپوش ہوجاتا ہے۔ رابعہ عباس صاحب کو بتا کر قدرے مطمئن ہوجاتی ہے لیکن عادلہ عباس اور رابعہ کی قابل اعتراض تصاویر بنا کر اس کے نمبر پر سینڈ کر دیتا ہے ساتھ ہی دھمکی بھی دیتی ہے کہ یہ تصاویر سوشل میڈیا تک فراہم کردے گی اس پر رابعہ نہایت خوفزدہ ہوجاتی ہے جب ہی وہ ہادیہ کے کہنے پر تمام تصاویر عباس صاحب کے حوالے کردیتی ہے اور خود کو اس رسوائی سے بچانے کے لیے ان سے التجا کرتی ہے جواب میں عباس عادلہ کو سخت سزا دینے کا فیصلہ کرلیتا ہے۔ دوسری شہوار پر طنز کرنے سے ہرگز باز نہیں آتی' وہ ہر صورت عادلہ کا کردار ادا کرتی ہے جس پر لائبہ بھابی اور عائشہ بھی عجیب شرمندگی محسوس کرتی ہیں' دریہ اور شہوار کے درمیان تلخ کلامی بھی ہوجاتی ہے جبکہ مصطفیٰ کرولی کوئی مداخلت کیے بغیر خاموش رہتا ہے۔ احسن اور دوشی ہنی مون سے لوٹتے ہیں تو مصطفیٰ ان سب کو اپنے گھر دعوت پر بلاتا ہے یہیں آکر اانا کو شہوار کی رخصتی کا علم ہوتا ہے جس پر وہ سخت خفا ہوتی ہے لیکن شہوار اپنے جذبات و احساسات اس پر ظاہر کرکے اس کے سامنے ٹوٹ جاتی ہے جس پر ااا اسے تمام خدشات کو دور کرنے اور نئی زندگی کو اچھے طریقے سے شروع کرنے کا مشورہ دیتی ہے لیکن شہوار کے احساس کمتری کے خدشات اسے ہلکان کیے رکھتے ہیں' تاہم دوا سے بھی اس کی ناراضگی بدستور قائم رہتی ہے۔ ااا کاشفہ اور ولید کی دوستی سے متعلق بدگمانی کا شکار رہتی ہے وہ ولید سے کاشفہ جیسی لڑکی سے دوستی ختم کرنے کا کہتی ہے مگر ولید اسے جذبہ رقابت کا نام دے کر مذاق میں ٹال دیتا ہے جب ہی بک شاپ پر ااا کا سامنا کاشفہ سے ہوجاتا ہے اور ولید کے متعلق استفسار کرتی ہے جس پر ااا باتوں کے دوران اسے ولید

اور اپنی منگنی دونوں کی پسندیدگی سے طے ہونے اور بہت جلد شادی ہو جانے کا ذکر کر کے کاشفہ کو مایوس کر دیتی ہے جبکہ کاشفہ یہ سب جان کر عجیب بے یقینی کے عالم میں گھر جاتی ہے۔

(اب آگے پڑھیے)



عباس کو بہت زیادہ ویٹ نہیں کرنا پڑا تھا۔

کچھ دیر بعد عادلہ کی گاڑی گیٹ سے باہر نکلی تھی عباس نے اس کے پیچھے اپنی گاڑی لگا دی تھی۔ کچھ دور جا کر عباس نے اوور ٹیک کر کے اس کی گاڑی روک لی تھی۔ عادلہ کو بروقت بریک لگا کر خود کو حادثے سے بچانا پڑا تھا۔

"واٹ نان سینس۔" عادلہ بہت غصے سے گاڑی سے نکلی مگر سامنے عباس کو دیکھ کر ٹھٹک گئی تھی۔ عباس کی گاڑی کی پچھلی سیٹ پر ڈرائیور تھا عادلہ ساکت ہو گئی۔

اس نے اسے کچھ کہا تھا اور پھر وہ ڈرائیور گاڑی کی اگلی سیٹ پر بیٹھ کر گاڑی لے گیا تھا جبکہ عباس کار کے پاس آ رکا تھا۔

دونوں نے ایک دوسرے کو بڑی نفرت سے دیکھا تھا۔

"مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔" عباس نے سرد لہجے میں کہا۔

"میرے پاس تمہاری کسی بھی فضول گوئی کے لیے وقت نہیں ہے۔" وہ غصے سے کہہ رہی تھی جب عباس نے ایک دم اس کا بازو پکڑ کر جھٹکے سے اسے روک لیا تھا۔

"میں تم سے تمہاری اجازت نہیں مانگ رہا آرام سے گاڑی میں بیٹھو۔" آگے بڑھ کر اس نے اسے دوسری طرف لا کر فرنٹ سیٹ پر دھکیل دیا تھا عادلہ حیرت زدہ رہ گئی تھی۔

"یہ تم کیا کر رہے ہو؟" وہ چلائی مگر عباس پروا کیے بغیر خود ڈرائیونگ سیٹ پر آ بیٹھا اور دروازہ بند کرتے اس نے عادلہ کو دیکھا تھا جو اسے گھور رہی تھی۔ اور پھر گاڑی اسٹارٹ کر کے بڑھا دی۔

"تم میری گاڑی لے کر کہاں جا رہے ہو؟" وہ چیخی تھی عباس نے سرد نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"میں پاپا کو بتاتی ہوں تمہاری یہ جرأت کیسے ہوئی؟" اس نے ڈیش بورڈ پر رکھا اپنا موبائل اٹھانا چاہا تھا جب عباس نے اس کے ہاتھ سے موبائل چھین کر اپنی جیب میں ڈال لیا۔

"تم نے اب اگر ایک لفظ بھی مزید کہا تو میں تمہیں بیچ سڑک پر دھکیل دوں گا یا پھر یہ گاڑی کسی چیز سے دے ماروں گا۔ سمجھیں تم۔" عادلہ ایک دم ساکت ہو گئی۔

عباس کے تیور انتہائی جارحانہ اور سفاکانہ تھے جس میں کسی بھی قسم کی غلطی کی گنجائش نہ تھی۔

"تم ہوتے کون ہو مجھ پر رعب ڈالنے والے چیخ چیخ کر لوگوں کو اکٹھا کر لوں گی۔"

"تم ایسا کرو گی تو خود کو ہی مصیبت میں ڈالو گی اس وقت میری جیب میں نکاح نامہ کے علاوہ شادی کی تصاویر بھی موجود ہیں۔" عادلہ کو پہلی بار صورت حال کی سنگینی کا احساس ہوا تھا اس کے چہرے پر پریشانی کی کیفیت پیدا ہونے لگی تھی۔

"تم کیا چاہتے ہو؟" غصے کو دبا کر پوچھا۔

عباس نے سنجیدگی سے اسے دیکھا اور ساری توجہ ڈرائیونگ کی طرف مبذول کر دی گاڑی انجان راستوں پر رواں دواں تھی۔ عادلہ تب ہی سے عباس کو دیکھ رہی تھی۔

"تم کدھر لے کر جا رہے ہو مجھے؟" عادلہ پھر بے صبری سے پوچھا۔

"تم نے اب ایک لفظ بھی مزید کہا تو میں بہت برا پیش آؤں گا۔ میں اب وہ عباس نہیں جو اپنی عزت کی خاطر ہر جائز و ناجائز سہنے پر مجبور تھا میں سب کچھ تہس نہس کردوں گا اگر اب تم خاموش نہ ہوئی تو۔" عباس کا انداز اس قدر وحشیانہ تھا کہ عادلہ یک دم چپ ہوگئی تھی۔

کوئی ایک گھنٹے کی ڈرائیو کے بعد عباس نے ایک بہت ہی خوب صورت گھر کے سامنے گاڑی روکی تھی۔

"یہ کہاں لے آئے ہو تم مجھے۔" عادلہ مزید چپ نہ رہ سکی۔

عباس نے ایک سرد نگاہ اس پر ڈال کر خود گاڑی سے اتر کر جیب سے چابی نکال کر گیٹ کھولا تو عادلہ ہراساں سی اسے دیکھ رہی تھی بالکل نئی آبادی تھی جو ابھی زیر تعمیر تھی صرف ایک ہی گھر مکمل تیار اور پینٹ شدہ تھا۔ عباس دوبارہ گاڑی میں بیٹھ کر گاڑی اندر لے گیا اور گاڑی کا انجن بند کرنے اس نے چابی کھینچ لی تھی۔

"اترو۔" عباس نے کہا تو عادلہ مزید پریشان ہوگئی۔

"کیوں اتروں...... تم مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟"

"تم سے کچھ مذاکرات کرنے ہیں اگر تم تعاون کرلی ہو تو ٹھیک ورنہ میں اندر جارہا ہوں پھر خود آجانا۔" عباس کے سرد الفاظ میں کہہ کر گاڑی سے اتر گیا پھر اس نے پہلے گیٹ بند کر کے لاک لگایا اور عادلہ کو دیکھے بغیر اندر کی طرف بڑھ گیا تھا۔

عادلہ کو پہلی دفعہ سنسان جگہ پر خوف آنے لگا تھا۔ وہ کچھ دیر جبھی رہی مگر پھر اعصاب جھٹکتے ہوئے تو غصے سے اپنا بیگ لے کر باہر نکل آئی وہ اندر آئی تو عباس بڑے آرام سے لاؤنج میں ٹی وی دیکھ رہا تھا گھر نیا ضرور تھا مگر ڈیکوریٹڈ اور فرنشڈ تھا عادلہ نے بڑی بے بسی سے اندر قدم رکھا تو عباس نے سرسری نگاہ اس پر ڈالی تھی۔

"تم کیا چاہتے ہو۔" وہ غصے سے پھنکاری تو عباس نے نفرت سے دیکھا اور ٹی وی بند کر کے اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

"رابعہ کے ساتھ تم نے جو کیا ہے اس کی تفصیل جاننا چاہتا ہوں۔" عباس اٹھ کر دروازے کے پاس چلا گیا۔ اس نے لاؤنج کا دروازہ بھی لاک کردیا تھا۔

"تمہارے ارادوں کو جاننا چاہتا ہوں اور تم رابعہ کے ساتھ ایسا کیوں کررہی ہو وجہ تو علم میں ہے مگر مقصد کیا ہے اس کے بارے میں تم سے پوچھوں گا چونکہ تمہیں تمہاری حرکت پر سبق سکھانا مقصود تھا سو تمہیں یہاں لانے کے علاوہ کوئی اور جگہ مناسب نہ لگی تھی۔" واپس اس کے سامنے آ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا تو وہ نفرت سے دیکھنے لگی۔

"تمہارا کیا خیال تھا کہ تم یہ کروگی اور بچ جاؤ گی؟"

"میں تم کو اس وقت تک اس جگہ بند کردوں گا جب تک تم رابعہ سے متعلق کی گئی اس حرکت کی تفصیل نہیں بتاؤ گی اور مزید کیا ارادے ہیں جان نہ لوں۔"

"میں تمہاری ان دھمکیوں سے ڈرتی نہیں ہوں میں ابھی ایک کال کروں گی اور میرے پاپا یہاں پہنچ سکتے ہیں۔" عادلہ نے نفرت سے کہا تو وہ مسکرا دیا۔

"تم بھول رہی ہو کہ تمہارا موبائل میرے پاس ہے اور اب یہ بیگ بھی۔" عباس نے اس کے ہاتھ سے بیگ بھی چھین لیا تھا۔

"یو چیٹر تم مجھے یہاں قید کرو گے۔" وہ ایک دم آپے سے باہر ہوگئی تھی۔

"تم یہاں قید ہو چکی ہو۔" عباس نے مسکرا کر کہا۔

"یہاں سب کمرے لاک ہیں باہر جانے والے دروازے کی چابی میرے پاس ہے اور جب تک تمہاری عقل ٹھکانے نہیں آجاتی تب تک تم یہاں بند رہو گی۔ مجھے یہ سب بہت پہلے کر لینا چاہیے تھا مگر مجھے میری خاندانی شرافت نے ہمیشہ مغلوب رکھا لیکن اب نہیں اب تم سے ایک ایک غلطی کا بدلہ لوں گا۔" عباس نے سرد لہجے میں کہا۔

"یو بلڈی باسٹرڈ، میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔" وہ ایک دم غصے سے عباس کی طرف بڑھی اور اس نے عباس کا گریبان پکڑ لیا۔

"شٹ اپ۔" عباس نے ایک زوردار تھپڑ مارا تو وہ لہرا کر فرش پر گری اور اونچی آواز میں چیختے عباس کو برا بھلا کہہ رہی تھی عباس نے اس پر ایک نفرت بھری نگاہ ڈالی تھی۔

"میں جا رہا ہوں یہاں فرار ہونے کا کوئی راستہ نہیں ہاں اگر کوئی ایسی حماقت کرو گی تو نقصان اٹھاؤ گی کیونکہ میں جاتے ہوئے یہاں کے محافظ کتے کھول کر جاؤں گا تمام کمرے بند ہیں کچن کھلا ہوا ہے اس میں اتنا سامان ضرور ہے جو تمہاری خاطر تواضع کے لیے کافی ہوگا۔" سخت لہجے میں کہتے عادلہ کو بیگ پکڑے وہ دروازے کی طرف بڑھا تو عادلہ ایک دم حواس میں آئی پہلی بار وہ پریشان ہوئی تھی۔ انجانا گھر سنسان علاقہ اور وہ تنہا۔

"تم ایسا نہیں کر سکتے میں ادھر نہیں رکوں گی۔" فوراً بھاگ کر عباس کے سامنے آئی تھی۔

"سوری میم آپ کی فرمائش پوری نہیں کر سکتا۔ اب مجبوری ہی سہی اور ناگوار بھی گزرے گا مگر کرنا تو ہوگا جب تک آپ محترمہ کا دماغ ٹھکانے نہیں آجاتا۔" عباس طنز سے کہتے دروازے کو ان لاک کرنے لگا تھا۔

"پلیز مجھے یہاں چھوڑ کر مت جاؤ۔" اس نے عباس کا بازو تھام لیا تھا عباس نے نفرت سے اسے پیچھے دھکیلا وہ پھر ایک بار گری تھی۔

"تمہیں اور تمہارے سارے خاندان کو یہ سبق سکھانا اب بہت ضروری ہو گیا ہے میں اپنے ساتھ کی گئی ہر زیادتی برداشت کرتا رہا ہوں مگر اب بات میری اسپلائی کی ہے میری عزت اور میرے کردار کی ہے۔" وہ اسے غصے سے کہہ کر کمرے سے نکل گیا تھا۔ عباس نے دروازے کو باہر سے لاک کر دیا تھا۔ عادلہ حیرت سے گنگ و بکتی رہ گئی تھی۔

وہ عباس شاہ زیب کی قید میں تھی وہ ایک دم اونچی اونچی آواز میں چیخنے لگی تھی دروازے کو زور زور سے پیٹنے لگی تھی مگر بے سود تھا کچھ دیر بعد گیٹ کھلنے اور گاڑی کی آواز سنائی دی تو وہ اپنی جگہ ساکت سی ہو گئی تھی۔



وہ اپنے کمرے میں لیٹی ہوئی تھی جب بھابی کمرے میں داخل ہوئیں۔

"رابعہ۔" رابعہ نے آنکھوں سے بازو ہٹا کر انہیں دیکھا۔

"جی۔"

"تمہارے آفس سے کوئی آیا ہے؟" بھابی نے بتایا تو وہ اٹھ بیٹھی۔

"کون ہے؟"

"پتا نہیں ماموں نے ہی دروازہ کھولا تھا اور اندر لے گئے تھے بس مجھے ابوبکر نے بتایا کہ تمہیں بھیج دوں۔"

"کون ہو سکتا ہے؟" وہ الجھنے لگی۔

"میں چائے تیار کرنے جا رہی ہوں تم ماموں کے روم میں ہی چلی جاؤ۔" وہ بستر سے نکل آئی تھی۔ وہ سادہ گھریلو حلیے میں تھی اس نے ہاتھ سے بال سنوارتے دوپٹا اچھی طرح اوڑھا اور ماموں کے کمرے میں آگئی۔

"السلام علیکم۔" وہ دستک دے کر اندر آئی تو عباس کو دیکھ کر چونکی۔

"وعلیکم السلام۔" عباس کھڑا ہو گیا تھا۔ ماموں اور ابوبکر بھی وہیں موجود تھے۔

"کیسی ہیں آپ؟"

"اللہ کا شکر ہے.... آپ پلیز بیٹھیں نا۔" وہ بہت حیران تھی۔

سر عباس اور ان کے گھر میں، عباس بیٹھ گیا تو وہ بھی ماموں کے ساتھ آ بیٹھی۔

"آفس میں اچانک آپ کی طبیعت خراب ہوئی تھی بابا نے ایمپلائز کے بارے میں بہت پختی ہیں وہ خود بھی عیادت کو آنا چاہ رہے تھے مگر ضروری کام تھا نہ آ سکے سو مجھے آنا پڑا۔" عباس اپنے آنے کی وجہ بتا رہا تھا، وہ مسکرا دی۔

"تھینک یو سر آپ نے خوامخواہ زحمت کی ورنہ میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

"مگر آفس میں تو آپ ٹھیک نہیں تھیں سو آپ کی عیادت ہمارا فرض بنتا ہے۔" عباس نے سنجیدگی سے کہا تو اس نے ماموں اور ابوبکر کو دیکھا۔

"یہ سر عباس صاحب ہیں میں انہی کے انڈر کام کرتی ہوں یہ ہماری فرم کے اونر شاہزیب صاحب کے بیٹے ہیں۔"

اس نے ابوبکر اور ماموں کو بتایا تو دونوں نے بغور عباس کو دیکھا۔

"اور سر یہ میرے ماموں ہیں اور یہ ابوبکر۔" رابعہ نے تعارف کروایا تو عباس نے سر ہلایا عباس ماموں سے بات کرنے لگ گیا تھا بھابی نے چائے بھجوا دی تھی۔

"آپ نے جو فائل بھجوائی تھی مجھے اس سلسلے میں آپ سے ڈسکشن کرنا تھا کیا ہم کچھ دیر تنہا بیٹھ سکتے ہیں دراصل میں ضروری فائل تھی تو سوچا آپ سے تفصیلی بات کرلوں۔" عباس نے چائے ختم کرتے ہی کہا تو رابعہ نے چونک کر دیکھا۔

ماموں اور ابوبکر عباس کی بات کا مطلب نہیں جانتے تھے مگر رابعہ کے چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا تھا وہ عباس کے سامنے اس لمحے ڈر گئی تھی۔

"کیوں نہیں آپ بیٹھیں ہم باہر چلتے ہیں۔" ماموں نے عباس سے کہا اور ساتھ ہی اٹھ کر ابوبکر کے ہمراہ باہر نکل گئے تھے رابعہ ہاتھ مسلتے دونوں کو باہر جاتا دیکھتی رہی۔

"مجھے اندازہ ہے آپ کس حد تک پریشان ہوں گی اس لیے میں نے کال کرنے کے بجائے خود آنے کی زحمت کی۔"

رابعہ سر جھکائے لب بھینچے خاموش رہی۔

"مجھے آپ کو تسلی دینا تھی۔ عادلہ کی طرف سے آپ بے فکر رہیں اب وہ کچھ بھی نہیں کر سکے گی جو کچھ وہ کر چکی ہے صرف اس کا خمیازہ بھگت لے تو کافی ہے۔" رابعہ نے سر اٹھا کر دیکھا عباس سر جھکائے کہہ رہا تھا۔

"میں بہت شرمندہ ہوں آپ ہمارے ہاں کام کرتی ہیں مگر ہماری وجہ سے آپ کو یہ سب سہنا پڑا آپ کی حفاظت ہماری ذمہ داری ہے جو کچھ ہوا میں اس کی معافی مانگتا ہوں ہماری آپس کی چپقلش آپ کے لیے نقصان کا باعث بن گئی۔"

رابعہ حیرت سے دیکھتی رہی۔ اسے عباس سے ہونے والی اپنی پہلی ملاقات یاد آ گئی وہ اس شخص کی طرف سے کئی دن تک بدگمان رہی تھی اور اب...... اس نے سر جھٹکا۔

"جو ہونا تھا ہو گیا سر...... اس میں بھلا آپ کا کیا قصور؟" عباس نے اسے دیکھا اور گہرا سانس لیا۔

"ایکس وائف ہے آئی ایم رئیلی سوری عادلہ میری بیوی ہے بلکہ تھی ہمارے درمیان اب کوئی ریلیشن نہیں رہا مگر جو بھی ہوا میری وجہ سے ہوا۔"

"آپ نے عادلہ سے بات کی؟" اس نے عباس کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہوں...... اس سے بات کرنے اور تمام انتظامات کرنے کے بعد ہی آپ کے سامنے آیا ہوں آپ بے فکر رہیں

اب خاور کوئی غلط حرکت نہیں کرے گی وہ کتنی ہی تضاد برو بھی معاملہ ٹھیک ہو جائے گا میں سوشل میڈیا تک معاملہ نہیں پہنچنے دوں گا۔" عباس کے الفاظ پر رابعہ کو تسلی ہوگئی تھی۔

"اور ہاں یہ بات ہمارے یعنی میرے اور آپ کے درمیان ہے ہمارے درمیان ہی رہے گی۔"

"جی سر۔" اس نے سنجیدگی سے سر ہلایا۔ عباس نے پہلی بار اسے بغور دیکھا۔

گھریلو حلیے میں سادہ سے لباس اور سر پر دوپٹہ جمائے ہوئے وہ کافی زیادہ اٹریکٹو لڑکی لگ رہی تھی خوب صورت بھی تھی اور رکھ رکھاؤ کی مالک بھی تھی۔

"آپ کل سے آفس آ رہی ہیں؟" رابعہ عباس کی نگاہیں محسوس کرتے ادھر ادھر دیکھنے لگی تو عباس نے پوچھا۔

"نہیں سر میں اب جاب نہیں کرسکتی میں کوئی رسک نہیں لے سکتی۔ میں ریزائن کرنے کا سوچ رہی ہوں۔" اس نے سادگی سے کہا عباس چونک اٹھا۔

"کیا...... نو...... آپ ایسا نہیں کریں گی میں آپ کو آپ کی تمام سکیورٹی کی ضمانت دیتا ہوں وہ عورت اب آپ پر کوئی حملہ نہیں کرے گی۔"

"بات سکیورٹی کی نہیں سر بلکہ کردار کی ہے میں اپنے کردار پر کوئی الزام نہیں سہہ سکتی۔ ابھی میری فیملی بے خبر ہے مگر بعد میں کوئی ایشو کھڑا ہو جائے تو میں کس کس کو مطمئن کرتی پھروں گی؟" اس نے سنجیدگی اور دوٹوک انداز میں کہا تو عباس نے چند پل اسے دیکھا۔

"کیا آپ کا فائنل فیصلہ ہے؟" رابعہ نے سر ہلا دیا تھا۔

"اوکے...... میں بابا کو کہہ دوں گا آپ کو اپائنٹ بھی انہوں نے کیا تھا آپ ریزائن بھیج دیجیے گا وہی فیصلہ کریں گے۔" عباس سنجیدگی سے کہتے اٹھ کھڑا ہوا تو رابعہ بھی کھڑی ہوگئی تھی۔

"بہر حال آپ نے ہمارے ساتھ بہت اچھا کام کیا ہے آپ ریزائن کریں گی تو ہمیں افسوس ہوگا۔ مگر آپ کو مجبور بھی کیا نہیں جاسکتا۔ آپ ہماری کمپنی کے ساتھ ایگریمنٹ کرچکی ہیں اور ایگریمنٹ کے مطابق 6 ماہ سے پہلے آپ ریزائن نہیں کرسکتیں یہاں کمپنی نکال دے تو اور بات ہے۔" عباس نے مزید کہا تو وہ چونکی۔

وہ بھول ہی گئی تھی اس کے چہرے پر گھبراہٹ کی کیفیت پیدا ہونے لگی تھی۔

"لیکن میں جان بوجھ کر تو نہیں ریزائن کر رہی میری پرابلم آپ کے سامنے ہے اس کے باوجود آپ لوگ ایگریمنٹ کو اہمیت دیں گے۔" اس نے جلدی سے کہا۔

"اب بابا ہی کچھ کہہ سکتے ہیں اوکے کوئی بھی مسئلہ ہو آپ مجھے ان نمبرز پر کال کرسکتی ہیں۔" عباس نے سنجیدگی سے کہتے پاکٹ سے ایک کارڈ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔ رابعہ نے خاموشی سے تھام لیا تھا۔ وہ بیرونی دروازے تک سر عباس کو سی آف کرنے آئی تھی سر عباس کو رخصت کرکے واپس آئی تو ماموں صحن میں مل گئے تھے۔

"چلے گئے تمہارے باس؟"

"جی۔"

"خیریت سے آئے تھے نا؟"

"جی بالکل آفس کا کام تھا۔" اس نے اعتماد سے کہا۔

"اچھا اندر چلو مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔" وہ اسے اپنے روم میں لے آئے تھے۔

"تم نے ابوبکر کے بارے میں کیا سوچا؟" بستر پر بیٹھتے انہوں نے پوچھا تو رابعہ چند پل کے لیے خاموش رہ گئی تھی۔

"اتنے دنوں میں جو بھی رائے قائم کرسکی ہوں اس کے مطابق ان میں کوئی برائی دکھائی نہیں دی مزید جو آپ کو مناسب لگے۔" سنجیدگی سے اس نے اپنی رائے دی۔

"تو میں تمہاری امی سے بات کرلوں؟" رابعہ نے سر ہلایا نا ماموں مسکرا دیے۔

"خوش رہو میں کل سہیل کو فون کردوں گا وہ خود ہی اب ابوبکر سے بات کرے گا۔" رابعہ نے سر ہلا دیا تھا اس کے علاوہ بھی انہوں نے اس سے چند اور باتیں کی تھیں رابعہ خوش دلی سے ان کے ساتھ محو گفتگو رہی تھی۔



ولید آفس کے کام میں مصروف تھا تب ہی اس کے سیل پر کاشفہ کی کال آئی تھی۔ ہیلو ہائے کے فوراً بعد کاشفہ نے سوال کیا۔

"ولید تم نے کبھی ذکر ہی نہیں کیا کہ تم انگیجڈ ہو۔" کافی تیزی سے کہا تھا ولید نے ایک گہرا سانس لیا۔

"ہوسکتا ہے یاد نہ رہا ہو مگر تمہیں کیسے علم ہوا؟"

"بک شاپ پر تمہاری فیانسی ملی تھی اس سے باتوں کے دوران علم ہوا میں ابھی تک شاکڈ ہوں تم انگیجڈ ہو؟"

"اوہ..... انا نے بتایا ہے۔" ولید مسکرایا۔

"یہ تو خوشی کی خبر ہے تم کیوں شاکڈ ہو گئیں؟"

"ولید تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں تمہیں لائک کرتی ہوں اس کے باوجود تم نے مجھ سے یہ سب چھپایا تم نے مجھے چیٹ کیا۔" وہ کافی غصے میں تھی ولید نے سنجیدگی سے موبائل کو گھورا تھا۔

"میں نے کسی کو کوئی چیٹ نہیں کیا اور تم نے کبھی ذکر بھی نہیں کیا کہ تم مجھے لائک کرتی ہو۔ تم میری اچھی دوست ہو اور میں نے ہمیشہ اچھے دوستوں کی ہی طرح تمہیں ٹریٹ کیا ہے۔"

"میں جو تمہیں کالز کرتی تھی تم سے ملنے کو بے تاب رہتی تھی تمہیں اپنی برتھ ڈے پرائیویٹ کیا ہر ایک سے ملوایا جب بھی ملی خصوصی سلوک کیا اور تم کہہ رہے ہو کہ تمہیں علم ہی نہیں تم سب فیل کرتے رہے ہو مجھے یقین تھا۔"

"پلیز کاشفہ وہ جو بھی تھا وہ سب دل سائیڈ تھا انا از مائی کزن اینڈ ناؤ شی از مائی فیانسی ہمارا ریلیشن ہمارے والدین کی خواہش تھی تم میری بہت اچھی دوست ہو اور میں ہمیشہ اس ہی ریلیشن سے تم سے ملا ہوں۔"

"اب تمہیں علم ہوگیا ہے نا اب سوچ لو، میں تم سے محبت کرتی ہوں آئی لو یو سو مچ۔" بے باکی سے اظہار محبت کرتی کاشفہ ولید کو ایک دم بہت بری لگی تھی۔

"پلیز کاشفہ، ڈونٹ ریپیٹ اگین دس تھنک، یو آر جسٹ مائی فرینڈ اینڈ نتھنگ مور۔" اس نے سختی سے ٹوکا۔

"تمہاری جو بھی فیلنگ ہیں میرا ان سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی میں نے تمہیں چیٹ کیا ہے ڈونٹ بلیم می اگین۔" اس بار ولید سختی سے تنبیہی لہجہ اختیار کیا۔

"بٹ ولید آئی لو یو سو مچ۔" دوسری طرف وہ پریشان ہو کر کہہ رہی تھی۔

"ڈس از ناٹ مائی ہیڈک۔" ولید نے غصے سے کہا۔

"ولید تم یہ کس لہجے میں بات کر رہے ہو۔" دوسری طرف وہ حیران ہوئی تھی۔

"یہ تمہیں خود سمجھنا چاہیے میں ایک انگیجڈ پرسن ہوں تمہیں چاہیے تھا کہ تم شروع میں ہی میرے متعلق تمام معلومات حاصل کرلیتی۔" ولید کا انداز دو ٹوک تھا۔

دوسری طرف بالکل خاموشی چھا گئی تھی۔

"تم اتنا اسے محبت کرتے ہو؟" کچھ دیر بعد اس نے پوچھا۔

"شاید......" ولید نے اسی سنجیدگی سے کہا۔

"اور تمہاری وہ فیانسی۔"

"یقیناً وہ بھی کرتی ہے۔"

دوسری طرف چند پل خاموشی طاری رہی اور پھر ایک دم کال کٹ گئی تھی۔ ولید نے لب بھینچے موبائل ٹیبل پر رکھ دیا۔



موبائل ٹیبل پر رکھتے وہ لب بھینچے خود پر ضبط کر رہی تھی جب اس کے ساتھ بیٹھی دوست نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا تھا۔

"کیا ہوا؟"

"اس نے مجھے ریجیکٹ کر دیا ہے۔" دوست اسے دیکھتی رہی۔

"چھوڑو تم میں کون سی کمی ہے ایک سے بڑھ کر ایک لڑکا تمہیں مل سکتا ہے۔"

نہیں ڈیئر وہ ایسا نہیں ہے کہ اسے بھول جاؤں پہلی بار کسی مرد کی طرف میرا دل انوالو ہوا ہے میں تو ابھی تک اسی شاک میں ہوں کہ وہ انگیجڈ ہے اور وہ بھی اس عام سی لڑکی سے جو میرے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔ میں چاہوں تو ایک پل میں اسے برباد کر کے رکھ دوں۔" اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

"میں اس سے محبت کرنے لگی ہوں دیوانوں کی حد تک میں نے پہلی بار اسے دیکھا تھا تو لگا تھا کہ پہلی بار زندگی میں لوٹی ہوں میں نے رفتہ رفتہ اسی سے تعلق بڑھایا تھا کہ کہیں اسے شک نہ ہو جائے اور اب جبکہ مجھے یقین تھا کہ میں جیت جاؤں گی وہ کسی اور کے نام منسوب نکلا۔" وہ شدت سے روتے خفگی سے اسے دیکھتی رہی۔

"تو اس میں رونے والی کیا بات ہے؟ تمہیں پہلے ہی چاہیے تھا کہ اس سے شروع میں ہی سب پوچھ لیتی یہ دھچکا تو نہ لگتا اب وہ شاید تم سے ملنا بھی بند کر دے۔"

"نہیں اگر اس نے مجھ سے رابطہ ختم کیا تو میں پاگل ہو جاؤں گی تم یقین کرو مجھے اس سے شدید محبت ہو گئی ہے۔ میں اس کے ساتھ کسی کا نام بھی برداشت نہیں کر سکتی۔" ایک دم آنسو صاف کرتے اٹل لہجے میں کہا۔

"مجھ میں کیا کمی ہے خوب صورت ہوں جوان ہوں اچھی فیملی سے ہوں اسے تو مجھ پر مرنا چاہیے تھا؟"

"مگر وہ مرنے کو تیار نہیں ہوا تمہاری تمام تر کوششوں کے باوجود۔"

"ہاں وہ ابھی جانتا نہیں کہ وہ کس کو انکار کر رہا ہے۔ میں کاشفہ ہوں میں ہار نہیں مانوں گی پہلی بار میں خود سے کسی مرد کی طرف بڑھی ہوں اس کی خواہش میرے دل میں جاگی ہے اب کیسے اسے کھو دوں، امپاسبل۔" لہجے میں ایک دم نخوت اور سرد پن آ گیا تھا۔

"میں اسے اس حد تک مجبور کر دوں گی کہ اسے مجھے قبول کرنا ہی ہوگا میں اب پیچھے نہیں ہٹوں گی۔" پتھریلے لہجے میں کہتے ہوئے اس نے دوست اس کی آنکھوں میں دیکھا تھا۔

"چھوڑو یار مجھے نہیں لگتا یہ لڑکا تمہارے پیچھے آنے والے باقی تمام پاگلوں جیسا ہوگا ہی اتنا چیلنج مین۔"

"اسی لیے تو وہ مجھے دل و جان سے بھا گیا تھا اس میں کسی کو بھی مسحور کر لینے والی بات ہے میں ابھی بھی ناامید نہیں ہوئی میں کوشش کرتی رہوں گی جب تک وہ مجھے قبول نہیں کرے گا دیکھنا اسے مجھے قبول کرنا ہی ہوگا ایسا کبھی ہوا ہی نہیں کہ کاشفہ کو کوئی چیز پسند آ جائے اور وہ اسے نہ مل سکے امپاسبل۔" لہجے میں اٹل پن تھا اس کی دوست

تاسف سے اسے دیکھتی رہی تھی۔
"کہاں تھیں تم؟" وہ جیسے ہی چابی گھماتے گھر میں داخل ہوئی عبدالقیوم کی آواز نے روک لیا اس نے دیکھا اس کی مام اور ڈیڈی دونوں موجود تھے۔
"دوستوں کے ساتھ تھی مام کو بتا کر گئی تھی۔"
"کل سے تم غائب ہو کچھ ہوش بھی ہے۔" عبدالقیوم نے گھورا۔
"اوہ ڈیڈ آپ مڈل کلاس لوگوں کی طرح بی ہیو مت کیا کریں رات کسی شو میں جانا تھا اب ہر بات آپ کو بتا کر کرنے سے تو رہی۔"
"ادھر تم غائب ہو ادھر کل سے عادلہ کا کوئی اتا پتا نہیں نہ اس کا موبائل لگ رہا ہے اور نہ ہی گاڑی کا کہیں نام ونشان ہے ہم رات بھر پریشان ہوتے رہے تمہیں بار بار کال ملاتے رہے تمہارا نمبر بند تھا۔" مام نے غصے سے کہا تو وہ چونک اٹھی۔
"اس کی دوستوں کو کال کریں۔" اس نے مشورہ دیا۔
"سب کر چکی ہوں بلکہ بہانے سے اس کے سسرال بھی کال کری تھی۔ ملازمہ نے بات کی کہیں بھی کوئی خبر نہیں ملی۔"
"تو اتنا پریشان ہونے کی کون سی بات ہے وہ کوئی چھوٹی بچی ہے اس کا دوستوں کے ساتھ کہیں پروگرام بن گیا ہوگا آجائے گی شام تک۔"
"وہ تمہاری طرح ابھی اتنی آزاد خیال نہیں ہوئی کہ مجھے بتائے بغیر کہیں نکل جائے۔ کل شام سے پہلے شاپنگ کا کہہ کر نکلی تھی۔ اس کے بعد اس کا کوئی پتا نہیں۔" مام کے جواب پر کاشفہ کا منہ بنا گیا۔
"اوکے اب میں کیا کرسکتی ہوں۔" غصے سے چہرہ سرخ ہوگیا تھا۔
"میں تم تینوں کی وجہ سے بہت پریشان ہوں ایاز نے علیحدہ میرے لیے پرابلم کری ایٹ کر رکھی ہیں تمہاری اپنی سرگرمیاں ہیں ایک عادلہ میرے کہنے میں تھی اب وہ بھی شروع ہوگئی ہے۔" عبدالقیوم نے ایک دم غصے سے کہا۔ کاشفہ خاموش ہی رہی۔
"وہ مصطفیٰ پاگل کتے کی طرح اس کی بو سونگھتا پھر رہا ہے ان کے ساتھی ہر جگہ اسے تلاش کر رہے ہیں وہ تو شکر ہے اس کے دوستوں نے بروقت اس کی کارروائی کا بتا دیا تھا جو میں اسے ان کے پاس سے نکال لایا مگر اس نے خود کو اور مجھے مروانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی اور اب عادلہ اس کا کوئی اتا پتا نہیں۔"
"اوہ ڈیڈ ڈونٹ بی وری وہ آجائے گی وہ کوئی نان سینس بچی نہیں ہے جو آپ یوں بی ہیو کر رہے ہیں۔" نخوت سے کہہ کر نک چڑھی کرتی وہ اپنے کمرے کی طرف چلی دی۔
"دیکھ لیا تم نے اپنی اولاد کی حرکتوں کو میں ادھر کچھ کہہ رہا ہوں اور وہ کچھ سنے بغیر نکل گئی۔" غصے سے بیوی کو دیکھتے ہوئے کہا۔
"مجھے کیوں ڈانٹ رہے ہیں شروع سے ہی لفٹ میں رکھا ہوتا تو آج یہ دن کیوں دیکھنا پڑتا۔ مجھے تو عادلہ کی فکر ہورہی ہے۔ نجانے کہاں رہ گئی وہ بغیر کچھ کہے سنے کبھی گئی تو نہیں۔" عبدالقیوم نے بیگم کو گھورا اور موبائل پر نمبر ڈائل کرتے باہر چلے گئے۔



وہ ایک مریض کی کیس ہسٹری پر ڈاکٹر سے ڈسکس کر رہی تھی جب مصطفیٰ کی کال آگئی۔
"السلام علیکم۔" اس نے ڈاکٹر سے معذرت کرتے کال پک کی۔

"وعلیکم السلام کہاں ہیں؟" مصطفیٰ نے پوچھا۔

"میں اسپتال میں ہوں۔"

"میں پانچ منٹ میں آکر آپ کو پک کروں گا۔"

"مگر میں تو اس وقت بزی ہوں۔" اس نے انا اور باقی گروپ فیلو کو دیکھا وہ سب ڈاکٹر کی بات بڑے دھیان سے سن رہی تھیں آج ان کا اسپتال کا وزٹ تھا ایک مریض کی فائل ان کو ملی تھی۔

اوکے..... جلدی فارغ ہولیں میں ویٹ کرلوں گا۔" مصطفیٰ نے کہہ کر کال بند کردی۔

شہوار نے غصے سے موبائل بیگ میں ڈالا تھا۔

وہ غصہ نہیں کرنا چاہتی تھی ان سب حالات میں نارمل انداز میں نبٹنا چاہتی تھی مگر پھر ایک دم غصہ آنے لگا۔ اسے فارغ ہونے میں آدھا گھنٹہ لگا تھا مصطفیٰ کے میسج کے مطابق وہ گیٹ کے باہر ویٹ کررہا تھا۔

وہ انا اور باقی سب کو اللہ حافظ کہہ کر جلدی سے باہر آگئی تھی مصطفیٰ گاڑی میں موجود تھا اسے آتے دیکھ کر فرنٹ ڈور کھول دیا وہ گاڑی میں بیٹھ گئی۔ مصطفیٰ نے مسکرا کر دیکھا تو وہ نظریں چرا گئی۔

"آج کا دن کیسا گزرا؟"

"اچھا تھا بزی اور تھکن سے بھرپور۔" وہ اپنے آپ کو ان سب حالات کا سامنا کرنے کے لیے تیار کرچکی تھی مگر وہ پرانے رویے اب ایک دم بدلنے سے تو رہی تھی۔

"عائشہ کو شاپنگ کے لیے جانا تھا مجھے کال کی تھی کہ تمہیں بھی ساتھ چلنا ہے سو مجھے لینے آنا پڑا اس دن والی ایاز کی حرکت کے بعد اب تنہا بھیجنے کا تو سوچا بھی نہیں جاسکتا تھا سو مجھے خود لینے آنا پڑا۔" شہوار خاموش ہی رہی تھی۔ مصطفیٰ نے ایک دوبار اسے دیکھا۔

"ہم گھر نہیں جارہے کیا؟" گاڑی نے جیسے ہی یوٹرن لیا شہوار چونکی۔

"بتایا تو ہے شاپنگ کے لیے جانا ہے پہلے؟" مصطفیٰ نے کہا تو وہ ٹھٹکی۔

"میں سمجھی تھی کہ شاید پہلے گھر جانا ہے۔" اس نے کہا۔

"مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے آج کا دن بہت بزی گزرا تھا تو دوپہر میں کچھ کھانے کا وقت ہی نہ مل سکا۔" اس نے جھجکتے کہا تو مصطفیٰ چونکا۔

"کسی ریسٹورنٹ میں چلتے ہیں۔" مصطفیٰ نے کہا۔

"نہیں..... نہیں۔" اس نے فوراً انکار کردیا۔

دوسرے معنوں میں وہ مصطفیٰ کے سامنے یوں بھوک کا کہہ کر شرمندہ ہورہی تھی۔

"یہیں کہیں سے اگر کچھ کھانے کو مل جاتا ہے تو ٹھیک ہے میں کسی ریسٹورنٹ میں نہیں جاؤں گی۔"

"اوکے۔" مصطفیٰ نے اسے بغور دیکھتے سر ہلایا۔

کچھ دیر بعد مصطفیٰ نے کے ایف سی کے سامنے گاڑی روکی تھی۔

"یہیں بیٹھیں گی یا پھر اندر چلیں گی۔" مصطفیٰ نے اس سے پوچھا۔

"یہیں منگوالیں۔" اوکے گاڑی کا دروازہ لاک کرلیں میں آتا ہوں۔" باہر نکلتے مصطفیٰ نے کہا۔

وہ خاموشی سے دروازہ لاک کیے بیٹھی رہی کچھ دیر بعد مصطفیٰ شاپر لیے واپس آیا اور شیشے کو ناک کیا تو اس نے لاک کھولا۔ مصطفیٰ نے اسے شاپر تھمادیا تھا۔

شہوار نے شاپر کے اندر دیکھا ڈرنکس کے علاوہ تین جمبو سائز برگر ساتھ میں چپس اور سلاد بھی۔

"آپ لیں گے؟" اپنے لیے برگر اور بوتل نکال کر باقی شاپر مصطفیٰ کی طرف بڑھاتے ہوئے پوچھا۔

"ضرور لنچ تو میں نے بھی نہیں کیا۔" مصطفیٰ نے شاپر تھام لیا۔

"ویسے کہیں باہر اکیلے ساتھ مل کر کچھ کھانے پینے کا ہمارا یہ پہلا اتفاق ہے نا۔" برگر کھاتے مصطفیٰ نے کہا تو شہوار چونکی۔

"ہوسکتا ہے۔" مصطفیٰ اسے ہی مسکرا کر دیکھ رہا تھا اس کی مسکراہٹ میں بڑی عجیب سی ازیکشن تھی اس نے فوراً گھبرا کر سر جھکا لیا تھا۔

"ہوسکتا ہے نہیں بلکہ یقیناً یہ پہلا اتفاق ہے۔" مصطفیٰ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی شہوار خاموش ہی رہی۔ وہ بھلا اس سے کیا کہتی۔

مصطفیٰ کا موڈ نارمل اور خوشگوار تھا اور وہ کوئی ایسی ویسی بات کہہ کر اس کا موڈ خراب کرنا نہیں چاہتی تھی۔

وہ اب سب کچھ نارمل روٹین میں لینے اور سب نبھانے کی کوشش کررہی تھی۔ وہ خاموشی سے کولڈ ڈرنک پی رہی تھی جب ہی مصطفیٰ نے اس کے ہاتھ سے گلاس لے لیا اس نے حیرت سے مصطفیٰ کو دیکھا۔

"میں ایک ہی گلاس لایا ہوں۔" مصطفیٰ مسکرا کر کہتے کولڈ ڈرنک پینے لگا۔ جبکہ شہوار ایک دم کنفیوز ہوگئی۔

"بھئی یہ بھی لو نا یہ سب میں کھانے کے لیے لایا ہوں دیکھنے کے لیے نہیں۔" باقی کھانے کی اشیا کی طرف اشارہ کرکے مصطفیٰ نے کہا تو وہ سر ہلا گئی۔

"ویسے آج موڈ کچھ بہتر ہے خیریت ہے نا؟" مصطفیٰ نے اسے آرام وسکون سے اپنی بات مانتے دیکھ کر شرارت سے پوچھا۔

شہوار خاموشی سے فنگر چپس کھاتی رہی۔

"ویسے آج ہوا کیا ہے؟ اتنی بڑی تبدیلی بلا وجہ تو نہیں ہوسکتی کوئی جھگڑا نہیں کوئی ایشو نہیں سب خیریت ہے نا۔" مصطفیٰ اپنا برگر ختم کرچکا تھا اس نے شہوار کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا اس نے اپنا ہاتھ چھڑانا چاہا تو اس نے گرفت سخت کردی۔

"کیا خیال ہے آج سورج مشرق سے ہی نکلا تھا نا؟" اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا تو وہ ایک دم پلکیں گرا گئی۔

"آپ مجھے کنفیوز کررہے ہیں پلیز ہاتھ چھوڑیں میرا۔" اس نے لرزتی آواز میں کہا تو مصطفیٰ کھل کر ہنس دیا۔

"ارے ابھی تو میں نے کچھ کیا بھی نہیں۔" شرارت سے بولا۔

شہوار کی بھوک پیاس سب ایک دم مٹ گئی تھی اس کی آنکھوں میں نمی سی آٹھہری تھی۔ مصطفیٰ نے اسے بغیر دیکھے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا تھا۔ وہ خاموشی سے کھڑکی کے باہر دیکھنے لگی۔

اس نے سوچا تھا کہ وہ اب ایک لفظ بھی نہیں کہے گی اور سب کچھ خاموشی سے جھیلنے کی کوشش کرے گی مگر اب یہ سب خاموشی سے جھیلنا بڑا مشکل لگ رہا تھا۔

اسے مصطفیٰ کی محبت اور خلوص سے انکار نہیں تھا مگر وہ خود کو اس کا اہل نہیں سمجھتی تھی۔ اس نے آہستگی سے آنکھوں کی نمی کو صاف کیا اور آہستگی سے باقی کا برگر کھانے لگی مصطفیٰ کے نمبر پر کال آنے لگی تو اس نے پلٹ کر دیکھا۔

"ہاں عائشہ...... نہیں ہم راستے میں ہیں بس پہنچ رہے ہیں...... تم کدھر...... اوکے...... ہم آرہے ہیں۔" مصطفیٰ نے کال بند کردی تو اس نے برگر ختم کرتے تمام چیزیں واپس شاپر میں ڈال دی تھیں۔



''کہاں تھے تم دونوں میں اتنی دیر سے کال کررہی تھی۔'' وہ دونوں جیسے ہی عائشہ کے پاس پہنچے اس نے پوچھا۔

''ہم لنچ کرنے لگ گئے تھے۔''

''یعنی ہوٹلنگ کرکے آئے ہو تم دونوں۔'' وریسہ نے تیکھے تیوروں سے شہوار کو دیکھتے طنزیہ پوچھا تھا۔

''میں نے تو آفر کی تھی مگر یہ محترمہ مانی ہی نہیں مجبوراً ہمیں کے ایف سی سروس سے گزرنا پڑا۔'' مصطفیٰ نے مسکرا کر کہتے شہوار کو دیکھا شہوار سب کو نظر انداز کرتے ماں جی کے پاس جا رکی تھی۔

''ہم نے عروسی لباس اور کچھ اور اشیا خریدنا تھیں سوچا کہ شہوار کو بھی بلا لیں۔'' ماں جی نے محبت سے کہا تو شہوار ہلکا سا مسکرا دی۔

کچھ دیر بعد وہ مارکیٹ کی کئی شاپس دیکھ چکے تھے مگر مصطفیٰ کو کوئی لباس پسند ہی نہیں آ رہا تھا بعض سوٹ تو اچھے خاصے تھے شہوار کو اچھے بھی لگے تھے مگر مصطفیٰ نے کوئی نہ کوئی نقص نکال کر رد کردیے تھے۔

''توبہ کتنے مشکل پسند ہو تم ابھی ہم نے اور بھی بہت کچھ لینا ہے اور تمہیں کوئی سوٹ پسند ہی نہیں آ رہا ہر ایک میں کیڑے نکال رہے ہو۔''

ایک اچھے خاصے سوٹ کو ریجیکٹ کرنے پر عائشہ نے ٹوکا تو مصطفیٰ ہنس دیا۔

''تم ایسا کرو شہوار کو لے جاؤ اور سوٹ پسند کرلو ہم تینوں اتنی دیر میں کچھ اور خرید لیتی ہیں جوں جوں دن کم ہو رہے ہیں کام بڑھتا جا رہا ہے۔ بس ایک دو دن میں یہ بازاروں کے چکر ختم کرنا چاہتی ہوں۔'' ایک دو اور جگہوں سے بھی ناکام اٹھنے پر ماں جی نے کہا تو شہوار ایک دم پریشان ہوگئی تھی۔

''میں نہیں جا رہی، جو بھی لینا ہے خود ہی لے لیں۔'' اس نے فوراً کہا مصطفیٰ نے گھورا تو عائشہ ہنس دی۔

''گھور کیوں رہے ہو، جتنی دیر سے تم خوار کروا رہے ہو ہم سب کو یہ بے چاری کیا ہم سب کی ہمت بھی جواب دے چکی ہے ویسے سچ سچ بتاؤ اب تک کتنی خواتین کو شاپنگ کرا چکے ہو۔ بڑی اب ٹو ڈیٹ معلومات ہیں خواتین کی خریداری سے متعلق اللہ معاف کرے سائنے تو ہم بھی باخبر نہیں ہیں۔'' عائشہ نے کہا تو مصطفیٰ ہنس دیا۔

''سیدھا سادھا مجھ پر اٹیک کررہی ہو، بس یہ ہے کہ مجھے ان میں سے کوئی بھی لباس پسند نہیں آیا۔''

''ہائے اتنے پیارے سوٹ تو تھے۔'' عائشہ نے آنکھیں دکھائیں۔

''اچھا اب بحث بند کرو ادھر کھڑے ہونا فضول ہے جو بھی پروگرام ہے جلدی بتاؤ۔'' ماں جی نے ٹوکا۔

''ادھر ایک بوتیک ہے وہاں دیکھ لیتے ہیں اگر مصطفیٰ کو پھر بھی پسند نہیں آیا تو یہ خود ہی کچھ کرے گا۔'' عائشہ نے کہا تو مصطفیٰ نے فوراً سر تسلیم خم کردیا تھا۔

''او کے۔''

''تم تینوں چلے جاؤ، میں اور وریسہ باقی چیزیں دیکھ لیتے ہیں اتنی دیر میں۔'' ماں جی نے کہا تو وریسہ کے چہرے کے زاویے ایک دم بگڑے تھے جو وہاں سب کے سامنے خاموش ہی رہی تھی۔ عائشہ کے بتانے کے مطابق بوتیک میں ورائٹی اور ڈیزائن بھی اور کلرز بھی یونیک تھے ایک سے بڑھ کر ایک ڈریس تھا۔

''اب بتاؤ کون سا پسند آیا ہے؟'' مختلف ڈریس چیک کرنے کے بعد عائشہ نے مصطفیٰ کو دیکھا۔

''یہ دونوں کلرز کیسے ہیں؟'' اور ڈریس کی طرف اشارہ کیا... یہ دونوں ڈریس... مصطفیٰ نے ایک ڈیپ ریڈ کلر اور دوسرا ... [illegible]

عائشہ نے فوراً سر ہلایا تھا دونوں سوٹ ایک سے بڑھ کر ایک تھے اور کام اس قدر زبردست تھا کہ چند پل کے لیے آنکھیں چندھیا جائیں۔

"شکر ہے تمہیں پسند تو آیا میرا خیال ہے دونوں پیک کرا لیتے ہیں کی جیٹی بعد میں بھی کرا سکتے ہیں۔ بارات اور ولیمہ دونوں کے لیے کلرز اچھے ہیں۔" عائشہ کو بھی یہی کلرز بہت پسند آئے تھے وہ ایک دم مطمئن ہوئی تھی۔

"تمہیں کیسے لگے اچھے ہیں نا؟" عائشہ نے شہوار سے پوچھا جو مسلسل خاموش تھی۔

"اچھے ہیں بٹ۔" اس کے سامنے پرائس ٹیگ تھے دونوں ڈریس بہت زیادہ مہنگے تھے۔

"اس کی قیمت دیکھو۔" اس نے آہستگی سے عائشہ سے کہا۔

"دیکھ چکے ہیں مصطفیٰ کو پہنا آئے ہیں تو پھر قیمت کیوں دیکھیں ویسے بھی تم کسی سے کم ہو گیا تم سے زیادہ ایکسپینسو نہیں ہیں۔" عائشہ نے بھی آہستگی سے کہا تو وہ پھر خاموش ہو گئی تھی۔ سب خوش تھے مطمئن پرسکون جبکہ وہ خود ایک عجیب سی کشمکش میں مبتلا تھی۔

مصطفیٰ نے پے منٹ کی اور وہ لوگ گاڑی میں آ بیٹھے۔

"شکر ہے یہ بڑا مسئلہ تو حل ہوا ویسے بھی چند دن بعد شہوار نے گاؤں چلے جانا ہے، باقی کی تیاریاں تو ہوتی رہیں گی۔" عائشہ نے کہا تو شہوار نے سنجیدگی سے دونوں کو دیکھا مصطفیٰ کا موڈ سارا وقت خوشگوار رہا تھا اس وقت بھی عائشہ کی بات پر مسکرا دیا تھا۔

"کارڈز پرنٹ ہو کر آ گئے ہیں شہوار تم نے جس جس کو بھی انوائٹ کرنا ہے بتا دو اپنی دوستوں وغیرہ کو۔" عائشہ اب اس سے مخاطب تھی وہ عائشہ کے ساتھ پچھلی سیٹ پر ہی بیٹھی تھی۔

"اماں کے علاوہ میری کوئی ایسی خاص دوست نہیں کہ اسے انوائٹ کروں۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"مگر پھر بھی کالج فیلوز تو ہوں گی؟"

"نہیں...... کسی کو بھی نہیں بلانا بس ان کو کارڈ دینا ہے۔" آہستگی سے کہہ کر وہ کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی تھی۔

"اب کہاں جانا ہے ماں جی کے پاس یا گھر؟" مصطفیٰ نے گاڑی ڈرائیو کرتے پوچھا۔

"میں تو ماں جی کے پاس جاؤں گی تم البتہ شہوار کو گھر ڈراپ کر دو، کالج سے آئی ہے تھکی ہوئی ہو گی ہم آرام سے اپنی شاپنگ مکمل کر کے آئیں گی۔" عائشہ کے جواب پر مصطفیٰ نے سر ہلا دیا۔

عائشہ نے فون کر کے دریے سے پوچھا تھا کہ وہ لوگ کہاں ہیں پھر مصطفیٰ نے اسے مطلوبہ جگہ ڈراپ کر دیا۔

گھر کی طرف جاتے ہوئے مصطفیٰ نے شہوار کو دیکھا وہ گردن موڑے کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی۔ شہوار کا آج کا رویہ عجیب تھا وہ اگر خوش دکھائی نہیں دے رہی تھی تو ناخوش بھی نہیں لگ رہی تھی اس کے رویے نے مصطفیٰ کے اندر خوشگوار تاثرات پیدا کر دیے تھے۔

"کیا سوچا جا رہا ہے۔" اسے اس طرح گم صم انداز میں دیکھ کر مصطفیٰ نے پوچھا تو اس نے چہرہ موڑ کر مصطفیٰ کو دیکھا۔

"کچھ نہیں۔" کہہ کر وہ شولڈر بیگ کی اسٹریپ سے کھیلنے لگی تھی۔

"ایاز کا کیا بنا؟" کچھ توقف کے بعد اس نے اسی طرح سر جھکائے پوچھا۔

"تلاش جاری ہے وہ کہیں روپوش ہو چکا ہے میرا خیال ہے اس کی فیملی اس کے ٹھکانے سے باخبر ہے مگر بغیر کسی سولڈ ریزن کے اس کے والد پر ہاتھ نہیں ڈالا جا سکتا اور نہ اب تک وہ لاک اپ میں بند ہوتا۔" مصطفیٰ نے تفصیل بتایا۔

"ایک اور خبر ہے؟" ڈرائیو کرتے مصطفیٰ کو اچانک یاد آیا تو چونکا شہوار نے سوالیہ اسے دیکھا۔

"عادلہ بھابی کا بھی کہیں اتا پتا نہیں مل رہا۔ عبدالقیوم کے گھر کا فون ٹریس کیا جا رہا ہے۔ جس کے مطابق اطلاع ملی ہے کہ عادلہ چند دن سے کہیں غائب ہیں کہاں، کوئی خبر نہیں۔ فون کنورسیشن کے مطابق تو گھر والے بھی بے خبر ہیں مگر میرا اندازہ ہے کہ یہ بھی ان لوگوں کی کوئی چال ہے ان کو علم ہے کہ ہم ایاز کو تلاش کر رہے ہیں ہو سکتا ہے ہماری توجہ ہٹانے کو عادل اور ایاز دونوں کو کہیں اور منتقل کر دیا گیا ہے۔ فی الحال عادلہ بھابی سے ابھی بھی ہمارا رابطہ برقرار ہے شاید ان کو ڈر ہو کہ ہم عادلہ کو نشانہ بنا کر کوئی ایکشن نہ لے لیں بہر حال یہ ہمارا تجزیہ ہے جو غلط ثابت بھی ہو سکتا ہے۔" مصطفیٰ نے بتایا تو وہ حیرت سے بھینچ گئی۔

"اوہ..... ان لوگوں نے عادل بھائی کو تلاش کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی؟"

"فی الحال تو نہیں کر رہے اور یہی بات ہمیں مشکوک کر رہی ہے۔ کسی کا بیٹی غائب ہو اور چند دن گزر جائیں اور وہ پھر بھی نارمل زندگی گزار رہے ہوں، اسپاسبل ہے۔"

"اور ان کے باقی گھر والے؟" شہوار کے لیے یہ بڑی حیران کن خبر تھی۔

"اندرونی حالات کا تو ہمیں بھی نہیں علم بہر حال مجھے ان سب میں بھی ان لوگوں کی کوئی چال لگ رہی ہے۔ عادلہ بھابی ہمارا ہیڈک نہیں ہیں۔ فرض کریں اگر وہ واقعی غائب ہیں یا کہیں روپوش ہیں تو یقیناً ان کی فیملی بے خبر نہیں ہوگی ورنہ کہیں نہ کہیں یہ لوگ کوئی ایف آئی آر درج کراتے تلاش کرتے سرچ کرتے مگر یہ لوگ نارمل روٹین کی طرح زندگی گزار رہے ہیں جیسے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس سے تو ایک بات تو ظاہر ہوتی ہے یا تو عادلہ اپنی فیملی کو بتا کر کہیں غائب ہے یا پھر فیملی نے خود کہیں روپوش کر دیا ہے۔" شہوار حیرت سے سب سن رہی تھی۔

"کیا گھر میں کسی اور کو بھی ان کی گمشدگی کا علم ہے میرا مطلب ہے عباس بھائی یا انکل وغیرہ.....؟" کچھ توقف کے بعد اس نے مزید پوچھا۔

"نہیں اگر علم ہوتا تو میرا خیال ہے مجھ سے ذکر تو ضرور کرتے۔" اس نے آہستگی سے سر ہلایا۔ مصطفیٰ نے اسے دیکھا وہ پھر سابقہ کیفیت میں چلی گئی تھی یعنی گم صم اور سنجیدہ۔

"سوٹ پسند آئے؟" مصطفیٰ نے مسکرا کر پوچھا۔

"میری پسند کا کیا عمل دخل اتنا کچھ ہو رہا ہے مجھ سے پوچھ کر تو نہیں ہو رہا۔" وہ ایک دم تلخی سے کہہ گئی تھی مصطفیٰ نے گہرا سانس لیا۔ یعنی ابھی تک اسی مقام پر تھی وہ۔

"اب ان اعتراضات کا کیا فائدہ ہماری شادی ہو رہی ہے۔" مصطفیٰ نے بھی سنجیدگی سے کہا۔

"میں اعتراض کر بھی نہیں رہی۔ آپ نے ایک سوال پوچھا تھا اور میں نے جواب دے دیا سو سمپل۔" سابقہ تلخی سے کہہ کر وہ باہر دیکھنے لگی۔

"ویسے بھی میرے اعتراضات کو کون سا کسی نے مان لینا ہے۔" وہ اگلے ہی پل خود ترسی کی کیفیت کا شکار ہونے لگی تھی۔

"جب علم ہے تو پھر بحث کا فائدہ؟" مصطفیٰ نے بھی سنجیدگی سے کہا تو شہوار نے پلٹ کر دیکھا آنکھوں میں تلخی برقرار تھی۔

"زبردستی کے ریلیشن میں ہمیشہ بحث ہی جنم لیتی ہے۔ اعتراضات تنقید وغیرہ کے ایشوز اٹھتے ہیں یار بات ہے کہ آپ اس کو ایکسپٹ نہیں کر پا رہے۔"

"لڑنے کا موڈ ہو رہا ہے؟" مصطفیٰ نے سنجیدگی سے اس کی آنکھوں میں دیکھا تو وہ لب بھینچ کر چہرہ موڑ گئی۔

"اچھا! وانم نے میری غلطی فہمی دور کر دی ہے ورنہ تمہارے بدلے رو یہ کو دیکھ کر میں خوامخواہ ہی خوش فہم ہونے لگا تھا۔" مصطفیٰ کا انداز طنزیہ ہوا تو وہ ایک دم خاموش ہو گئی۔ بہر حال اپنے اندر کی اکھاڑ پچھاڑ کے سامنے وہ خود کو بے بس محسوس کر رہی تھی۔ وہ لب بھینچے باہر دیکھتی رہی گاڑی کچھ دیر بعد گھر کے گیٹ کے سامنے رکی تو چوکیدار نے گیٹ کھول دیا۔



اسے یہاں بند ہوئے آٹھ دن گزر گئے تھے اس دن کے بعد سے عباس نے پلٹ کر خبر تک نہ لی تھی۔ شروع کے دو دن وہ بغیر کچھ کھائے پیے پڑی رہی تھی مگر اس کے بعد بھوک و پیاس کے سامنے ہمت ہار گئی تو کمرے سے نکل کر کچن میں آ گئی کچن میں کھانے کا تمام سامان موجود تھا مگر وہاں کا کوئی راستہ نہ تھا کھا پی کر وہ نئے سرے سے گھر سے نکلنے کا رستہ تلاش کرنے لگی تھی مگر اس لاؤنج نما کمرے اور کچن کے علاوہ کوئی اور رستہ نہ تھا باہر سے ہر وقت کتوں کے بھونکنے کی آوازیں اسے خوفزدہ کرتی رہتی تھیں۔ نہ ہی اس کے پاس کوئی موبائل تھا اور نہ ہی کوئی اور ذریعہ ان گزرے آٹھ دنوں نے اس کے اندر کی ساری اکڑ ختم کر دی تھی۔

نجانے اس کے گھر والے کیا سوچتے ہوں گے۔ اس کو تلاش بھی کرتے ہوں گے یا پھر خاموشی اختیار کر لی ہو گی۔ وہ عجیب سے خدشوں میں مبتلا تھی۔ وہ چیخ چلا کر توڑ پھوڑ کر کے بھی دیکھ چکی تھی مگر یہاں کوئی بھی نہ تھا جو اس کی مدد کو آتا اور سب سے بڑھ کر اس تنہائی کا خوف اور اذیت اسے لگ رہا تھا کہ اگر وہ چند دن مزید اس قید خانے میں رہی تو ضرور اس کا دماغ پھٹ جائے گا۔

یہاں ایک ٹی وی کے علاوہ اور کچھ بھی نہ تھا اور وہ ٹی وی دیکھ دیکھ کر بھی اب پاگل ہو چکی تھی۔ وہ روز عباس کی آمد کی منتظر رہتی تھی اور روز رات کو مایوس ہو کر رہ جاتی تھی یہاں مضبوط دیواروں اور کھڑکیوں کی فصیل تھی جس کے پار اس کا بھاگ کر نکل جانا ناممکن تھا۔

"اگر ایک بار میں یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو گئی تو رابعہ اور عباس تم دونوں دیکھنا میں کیسے گنوں گی تم دونوں سے وہ تصاویر تو محض ایک دھمکی تھی اصل بدلہ تو اب لوں گی۔" نفرت سے سوچتے سوچتے وہ ایک دم لب بھینچ گئی تھی۔



ماموں نے سہیل سے بات کی اور سہیل نے ابوبکر سے ابوبکر رابعہ کے پرپوزل کا سن کر کئی لمحے تک گم صم رہا تھا۔
رابعہ ایک اچھی اور سلجھی ہوئی لڑکی تھی مگر وہ ایک عجیب سی کشمکش و رنج میں گرفتار ہو چکا تھا۔ اس نے زندگی میں بہت سی مشکلات دیکھی تھیں۔ اب اس کا بھی دل چاہنے لگا تھا کہ وہ ایک گھر ایک چھت اور مخلص اپنے حقیقی رشتوں کا سکھ دیکھے اور اس کی خواہش اس گھر میں رہتے ہوئے مزید بڑھنے لگی تھی مگر رابعہ کا پرپوزل سننے کے بعد وہ عجب دوراہے پر آ کھڑا ہوا تھا۔ ایک طرف اس کا ماضی تھا اور ایک طرف یہ گھر اور ان لوگوں کی محبتیں اور [illegible]۔ وہ زیادہ تر گھر سے باہر رہتا تھا وہ اپنے لیے گھر بنانے کے لیے جگہ تلاش کر رہا تھا اس کا ارادہ [illegible] لے کر گھر بنانے کا تھا وہ اس وقت بھی مختلف سائٹس دیکھ کر گھر آیا تھا [illegible] موجود تھے [illegible] کے پاس [illegible] بیٹھ گیا تھا۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

یہ حصار ہے میری ذات کا
یہ جو خاموشی میرے لب کی ہے
میرے دل کی آئینہ دار ہے
یہ ہنسی ہے جو بجھی بجھی
کسی درد کی یہ پکار ہے
میری تلخیوں میں چھپا ہوا
میری ذات کا کہیں راز ہے
میری سنگدلی پر نہ جا
کہ میرے پیار کا انداز ہے
جسے نفرتوں کا نام ملا
وہ محبتوں کی یاد ہے
میری آنکھ کا خمار سب
میری روح کا قرار ہے
میری خامشی کا جو راز ہے
میری سوچ کا فرار ہے
کئی نفرتوں کے وجود میں
اک زندگی کا جواز ہے
یہ حصار ہے میری ذات کا
اسے توڑنے کی نہ بات کر

جازبہ ضیافت عباسی..... (دیول) مری

ابھی اپنا بزنس بھی اسٹارٹ کرتا ہے ابھی لمبا چوڑا کوئی پلان نہیں مگر چھوٹا موٹا کوئی کاروبار تو ہو۔" ابوبکر نے کہا تو ماموں نے سر ہلایا۔

"تم کوئی بنا بنایا فلیٹ دیکھ لو گھر بعد میں بھی بن سکتا ہے۔ رہ گئی کاروبار شروع کرنے کی بات تو تم ابھی اپنا بزنس شروع کرنے کے بجائے کسی کے ساتھ مل کر کام کرلو تو بہتر ہے تم یہاں کے لیے نئے ہو کسی کو بھی نہیں جانتے تو کسی کے ساتھ کام کرنا زیادہ مناسب ہوگا۔" ماموں کے مشورے پر اس نے انہیں دیکھا۔

"مگر میرے ساتھ شراکت داری کرے گا کون، میں تو کسی کو بھی نہیں جانتا۔"

"میرے چند اسٹوڈنٹس ہیں جنہوں نے تھوڑے بہت سرمایہ سے اپنا اپنا کام شروع کیا تھا اب کافی ترقی کر چکے ہیں تم کہتے ہو تو تمہیں ان سے ملوا دیتا ہوں۔" فیضان صاحب کے مشورے پر اس نے چند پل بغور سوچا تھا۔

"ٹھیک ہے مل لیتا ہوں اگر میری دلچسپی اور فائدے کا معاملہ ہوا تو مزید تعلقات بنانے میں کوئی حرج نہیں۔" اس نے ان کی بات مان لی تھی۔ فیضان صاحب ایک دم خوش ہوگئے تھے۔

"جیتے رہو، ہم کل ہی مل لیں گے۔"

"او کے۔" وہ سر ہلا کر اٹھنے لگا تو انہوں نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"ابھی بیٹھو مجھے تم سے کچھ اور بھی کہنا ہے۔" ابوبکر رک گیا تھا۔

"سہیل نے تم سے رابعہ کے رشتے کے سلسلے میں بات کی ہوگی۔" انہوں نے بلاتمہید بات شروع کی تو ابوبکر سر جھکا گیا۔

"جی۔"

"تو پھر کیا سوچا تم نے؟"

"بظاہر تو کوئی اعتراض نہیں مگر آپ لوگ میرے بارے میں کچھ نہیں جانتے بہتر ہے آپ لوگ میرے بارے میں اچھی طرح جان لیں۔ پھر کوئی حتمی فیصلہ کریں۔" ابوبکر نے کہا تو وہ مسکرا دیے۔

"ہم نے تمہارا اخلاق اور کردار دیکھا ہے اس سے بڑھ کر تمہاری ذات کی اور کیا گواہی ہوسکتی ہے کہ ان چند دنوں میں ہمیں تم میں کوئی خامی نظر نہیں آئی اور یہ فیصلہ سہیل کا تھا اور وہ تمہیں سالوں سے جانتا ہے پھر مزید جاننے کی گنجائش ہی

نہیں رہتی۔"

"مگر میرا ماضی۔" ابوبکر نے کچھ کہنا چاہا تو انہوں نے روک دیا۔

"یہاں ہر انسان کا کوئی نہ کوئی ماضی ہے۔ ہم حال میں زندہ ہیں اور تمہاری ذات کو حال کے آئینے میں دیکھ رہے ہیں ماضی سے ہمیں کوئی سروکار نہیں اس گھر کے لوگوں کے دل بہت وسیع ہیں۔" انہوں نے مسکرا کر کہا تو ابوبکر خاموش ہوگیا۔

"آپ بڑے ہیں اور یقیناً تجربہ کار بھی میں نے برسوں بعد ایک گھر اور گھر جیسی محبتیں دیکھی ہیں مجھے کوئی اعتراض نہیں مگر آپ لوگ پھر بھی کوئی فائنل فیصلہ کرنے سے پہلے سوچ لیں۔" ابوبکر کے الفاظ نے فیضان کو ایک دم خوش کر دیا تھا۔ انہوں نے بے اختیار اس کا کندھا تھپکا تھا۔

"جیتے رہو، یقیناً ہم سبھی باتیں سوچ کر ہی کوئی فیصلہ کریں گے میں سہیل کو تمہارے خیالات بتا دیتا ہوں پھر وہ اور اس کی ماں جو فیصلہ کریں گے وہی حتمی ہوگا۔" ابوبکر نے مسکرا کر سر ہلا دیا تھا وہ اس سے مزید ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگے۔



ولید کو آفس کے کام کے سلسلے میں آؤٹ آف سٹی جانا پڑ گیا تھا وہاں اسے دس بارہ دن لگ گئے تھے آج مغرب سے پہلے واپسی ہوئی تھی گھر پر روشی اور ملازمہ کے علاوہ کوئی نظر نہ آیا تو حیران ہوا۔

"ہاں بھئی کہاں ہیں یہ تمہاری نخریلی نند صاحبہ اور باقی لوگ۔" کچھ دیر سب کا انتظار کرنے کے بعد ولید نے پوچھا تو روشی ہنس دی۔

"پھپھو بوتیک، انکل اور احسن آفس بابا ویسے ہی واک کے لیے باہر نکلے تھے کہہ رہے تھے نماز پڑھ کر ہی لوٹیں گے اور انا کالج سے آنے کے بعد سو رہی ہے۔ آپ سنائیں کیسا رہا یہ وزٹ اور باقی بزنس؟"

"اے ون آفس کا کام تھا کچھ دن لگ گئے میں ذرا چینج کر لوں بہت تھکن ہو رہی ہے کچھ چائے وغیرہ کا بندوبست کر دو۔" وہ کہہ کر اپنے کمرے کی طرف آ گیا تھا وہ ابھی الماری سے لباس نکال رہا تھا کہ اس کا موبائل بجنے لگا اس نے موبائل دیکھا تو نمبر دیکھ کر ایک گہرا سانس لیا ان دس بارہ دنوں میں وہ کوئی سو کے قریب اس نمبر سے کالز اگنور کر چکا تھا۔

"ہیلو۔" اس نے کال پک کی۔

"کیسے ہو؟"

"فائن۔" ولید نے سنجیدگی سے کہا۔

"گھر پہنچ گئے؟"

"آف کورس۔"

"کب مل رہے ہو پھر؟" اگلا سوال ہوا تھا انداز ہمیشہ کی طرح بے تکلف تھا۔ ولید نے گہرا سانس لیا۔

"ایم سوری ابھی تو فیملی کے پاس آیا ہوں کچھ دن بزی رہوں گا اگر کچھ فارغ وقت ملا تو بتا دوں گا۔"

"ولید جس دن سے میں نے تم سے اپنی پسندیدگی کی بات کی ہے تم مجھے مسلسل نظر انداز کر رہے ہو میں تم سے ملنے کو جتنی بے چین ہوں تم مجھے اتنا ہی نظر انداز کر رہے ہو۔" دوسری طرف سے خاصی خفگی سے کہا گیا تھا لہجے میں تندی و تیزی تھی۔

"کاشفہ پلیز میں مسلسل بزی رہا ہوں اس دن سے آج ہی گھر لوٹا ہوں رہ گئی پسندیدگی کی بات بعد میں ہوگی۔ ابھی تو میں فارغ نہیں ہوں پلیز ڈونٹ مائنڈ اٹ۔" اس نے سنجیدگی سے کہہ کر کال بند کر دی۔

کال بند کر کے وہ چند پل کچھ دیر سوچتا رہا اور پھر موبائل بستر پر ڈالتے ہوئے لباس لے کر واش روم میں گھس گیا۔ وہ فریش

ہو کر باہر آیا تو روشی چائے اور دیگر لوازمات لیے لاؤنج میں موجود تھی۔

وہ دونوں چائے پی رہے تھے جب انا اپنے کمرے سے نکل کر ادھر ہی آ گئی۔ ولید کو دیکھ کر رکی۔ اس کے چہرے پر خفگی کے تاثرات پیدا ہوئے تھے ولید نے بھی دیکھا تھا سو اب سلام دعا کرنا لازم ہو گیا۔

''السلام علیکم۔''

''وعلیکم السلام کیسی ہو؟'' ولید نے پوچھا تو وہ بغیر جواب دیے وہاں سے نکل گئی۔

''اسے کیا ہوا؟'' ولید بڑا حیران ہوا۔

''مجھے کیا پتا؟ کچھ کہا ہوگا آپ نے ہی۔'' روشی نے ہنس کر کہا تو وہ اسے گھورتے چائے کا کپ خالی کرتے کھڑا ہوا تھا۔

''یہ بھی تو لیں۔'' روشی نے باقی چیزوں کی طرف اشارہ کیا۔

''آتا ہوں ابھی تمہاری نند کو دیکھ لوں اچھا بھلا چھوڑ کر گیا تھا ہوا کیا ہے؟'' وہ کہہ کر وہاں سے نکلا تو روشی مسکرا دی۔

انا کچن میں تھی وہ سیدھا ادھر ہی چلا آیا۔

''کیا بات ہے موڈ بڑا خراب ہے؟'' وہ فریج میں سے کھانے پینے کو کچھ کھوج رہی تھی ولید سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔

''اتنی فارغ نہیں ہوں جو بے کار لوگوں کے لیے اپنا موڈ خراب کرتی پھروں۔'' غصے سے کہہ کر وہ جوس کا پیک نکال کر پلٹی تھی۔

''میں وہاں سے بار بار کال کرتا رہا ہوں اپنا موبائل چیک کرو کوئی سو سے اوپر کالز تو ہوں گی۔'' ولید نے بھی غصے سے کہا۔

''میں نے نہیں کالز کرنے کو کہا تھا۔'' تنکی سے کہہ کر وہ کچن سے باہر نکل آئی تھی ولید نے اسے گھورا۔

''بتاؤ تو سہی ہوا کیا ہے، اچھا بھلا چھوڑ کر گیا تھا۔ وہاں سے کالز بھی کرتا رہا ہوں وہ اور بات ہے کہ تم نے اٹینڈ نہیں کیں۔ اب کس بات کا غصہ ہے کچھ بتاؤ تو سہی؟'' وہ اس کے ساتھ چلتا لان میں آ گیا تھا۔

''میں نے آپ کو دو تین کالز کی تھیں تب تو آپ نے اٹینڈ نہیں کی تھیں پھر میں کیوں اٹینڈ کرتی۔'' غصے سے اس نے دل کی بھڑاس نکالی تھی۔ ولید کو ایک دم یاد آیا جس دن کاشفہ کی کال آئی تھی۔

چہرے پر خفگی اور ناراضی کا تاثر تھا ولید نے ایک گہرا سانس لیا۔

''اوہ...... سوسوری یار اس دن میں بہت بزی تھا کسی کی بھی کال اٹینڈ نہیں کر سکا تھا۔'' انا خاموش رہی تھی۔

''اوکے...... وعدہ رہا اب کہیں بھی گیا کتنا بھی بزی رہا کسی اور کی کال اٹینڈ کروں یا نہ کروں تمہاری ضرور کروں گا اوکے اب خوش۔'' ولید نے مسکرا کر کہا تو انا نے سنجیدگی سے دیکھا۔

''آپ کو اندازہ نہیں میں کتنا ہرٹ ہوئی تھی۔'' انا کے الفاظ پر ولید ہنس دیا۔

''اندازہ ہے تو اس وقت تمہارے سامنے بصد احترام سے معافیاں مانگ رہا ہوں نا۔''

''تو مت مانگیں میں نے کہا تو نہیں نا۔''

''چلو آج کا سارا دن تمہارے نام۔'' ولید نے مسکرا کر کہا کہ انا کے چہرے کی سنجیدگی میں ذرا فرق پڑا۔

''دن تو گزر چکا ہے شام ہو رہی ہے اب رات ہونے والی ہے۔'' انا نے کہا تو ولید ہنس دیا۔

''آج بڑی ہنسی آ رہی ہے بات بے بات، خیر ہے نا۔'' انا نے مشکوک نظروں سے گھورا ابھی ولید کا موبائل بجنے لگا۔

ولید نے پاکٹ سے موبائل نکال کر دیکھا کاشفہ کی کال تھی اس کے چہرے کے زاویے بدلے تھے۔

''کس کی کال ہے؟'' انا نے پوچھا۔

نظم

ڈائری اور قلم ہاتھ میں تھامے
سوچ رہی ہوں جانے کب سے
اپنی ساری سوچوں کو میں
لفظوں کا پیراہن دے ڈالوں
لیکن پھر اک خدشے نے
دل میں خوف بیٹھا ڈالا ہے
میرے یہ الفاظ کہیں

درد کا درماں بنتے بنتے
میرے لیے درد کا ساماں نہ بن جائیں
اس سوچ کے ذہن میں آتے ہی
کپکپاتے ہاتھوں نے
پھڑپھڑاتے کاغذ پہ
قلم کا بوجھ ڈال دیا ہے
میں نے اپنا ارادہ ٹال دیا ہے

سمیہ سحر ناز ...... ملتان

"کسی کی نہیں۔" اس نے کال کاٹ دی تھی انا مشکوک نظروں سے موبائل اور اسے دیکھ رہی تھی۔

"تمہاری دوست کی شادی کہاں تک پہنچی؟" ولید نے اس کی مشکوک نظروں کو صاف نظر انداز کیا۔

"آپ کے دوست کی بھی شادی ہے آپ کو بھی علم ہوگا کہ کہاں تک پہنچی ہوگی۔" ولید کے ٹالنے پر اس کا موڈ ایک دم پھر بدلا۔

"بہت بزی ہے وہ ان دنوں کسی سے بھی ملنے نہیں آ رہا۔"

"کاشف میڈم سے بھی نہیں رہا گیا؟" انا نے سنجیدگی سے پوچھا تو ولید چونکا تھا۔ اس سے پہلے وہ کوئی جواب دیتا اس کا موبائل پھر بجنے لگا۔

"سن لیں کال۔ ہوسکتا ہے یہ کال میرے ساتھ ٹائم ویسٹ کرنے سے زیادہ امپورٹنٹ ہو۔" تلخی و طنز سے کہہ کر وہ اٹھ کر جانے لگی تھی جب ولید نے ایک دم اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

دوسرے ہاتھ سے کال کاٹتے موبائل آف کر کے جیب میں ڈالا تھا۔

"آج ٹمپریچر بہت زیادہ ہائی نہیں ہو رہا ہے میڈیکل کی اسٹوڈنٹ ہو اپنے لیے بھی کوئی میڈیسن تجویز کرلو۔" اسے دوبارہ اپنے مقابل بٹھاتے ہوئے ولید نے کہا تو وہ خاموش رہی۔

ولید نے اس کا ہاتھ سامنے کیا تیسری انگلی میں جگمگاتی انگوٹھی ساری توجہ کھینچ گئی تھی۔ وہ انگوٹھی دیکھ رہا تھا جب اس نے ہاتھ کھینچ لیا تھا۔

"بعض اوقات اپنی تجویز کردہ میڈیسنز خود پہ اپلائی کریں تو فائدہ مند نہیں ہوتیں۔" ولید کے ہاتھ پکڑنے سے اسے لگا کہ جیسے ابھی ساری ناراضی ختم ہو جائے گی مگر وہ ابھی ختم کرنے کے موڈ میں نہ تھی۔

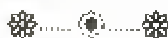
وہ ولید کے لیے اپنے آپ کو مزید کمزور کرنے کو تیار نہ تھی۔ تبھی مغرب کی اذان ہونے لگی تو دونوں خاموش ہوگئے۔

"میں نماز پڑھ لوں۔" اذان ختم ہوئی تو وہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"نماز پڑھ کر ریڈی ہو جانا آج میرے پاس تمہارے لیے بہت سارا ٹائم ہوگا۔ کہیں باہر چلیں گے اگر موڈ ہوا تو ڈنر بھی کرلیں گے کیا خیال ہے؟" ولید نے کہا تو اس نے چند پل ولید کو دیکھا۔

"ماما سے پرمیشن لے لیں روشی بھی جائے گی ساتھ؟"

"تم روشی کو بھی لے جانا چاہو تو تمہاری مرضی ہے ورنہ ہم دونوں تو ہوں گے امی پھپو سے میں بات کرلوں گا بس تم ریڈی رہنا۔" ولید بھی کہہ کر چلا گیا تھا انا نے اسے چند پل جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ کچھ سوچتی رہی اور پھر اپنے کمرے کی طرف چلی آئی۔



وہ مغرب کی نماز ادا کر کے پلٹی تو اس کا موبائل بج رہا تھا۔ انجان نمبر تھا اس نے کال ریسیو کر لی تھی۔

"ہیلو۔"

"السلام علیکم مس رابعہ بول رہی ہیں؟"

"وعلیکم السلام آپ کون؟"

"عباس بول رہا ہوں آپ کے آفس سے۔" دوسری طرف سے کہا گیا تھا رابعہ ایک پل کو پرسکون ہوئی تھی۔

"جی سر خیریت؟"

"آپ کافی چھٹیاں کر چکی ہیں بہت حرج ہو رہا ہے ہمارا آفس کب سے آ رہی ہیں آپ؟" بڑا تحکمانہ انداز تھا۔

"مگر سر! میں کہہ چکی ہوں میں نہیں آ سکتی۔"

"میں نے بابا سے بات کی تھی وہ آپ کے جاب چھوڑنے کے حق میں نہیں ہیں دوسرا آپ جو ایگریمنٹ کر چکی ہیں اس کے مطابق بھی ابھی جاب چھوڑنا آپ کے لیے ناممکن ہے۔" عباس نے سنجیدگی سے کہا تو رابعہ گم صم ہو گئی تھی۔

"لیکن سر! آپ کی بیگم؟"

"رابعہ وہ عورت اب کچھ نہیں کر سکتی اس چیز کی میں آپ کو گارنٹی دیتا ہوں۔"

"اور اگر ایسا کچھ ہوا تو......؟"

"تو پھر آپ کے ہر نقصان کا ذمہ دار میں ہوں گا میں ہر طرح کا تعاون کروں گا۔ مس رابعہ میں نے اپنے اسپلائی کو کبھی اتنی اہمیت نہیں دی مگر آپ کو دے رہا ہوں تو اس لیے کہ آپ کو پہنچنے والی اذیت میری ذات تھی وہ عورت ابھی بھی میری ذات سے منسلک ہے اور میں آپ سے ہر طرح کا تعاون کرنے کو تیار ہوں بشرطیکہ آپ دوبارہ جاب پر آنے پر راضی ہوں تو۔" عباس کے الفاظ پر رابعہ بے حد شرمندہ ہو گئی تھی۔

"نہیں سر اب ایسی بھی بات نہیں میں کل سے دوبارہ جوائن کر لوں گی۔" اس نے اعتماد سے کہا۔

"دیٹس آ گڈ گرل...... آئی لائک اٹ...... تو پھر میں کل آپ کی آمد کا منتظر رہوں گا...... ٹھیک......!"

"جی سر......!"

"او کے پھر اللہ حافظ۔" عباس نے کال ڈراپ کی کال بند ہونے پر رابعہ نے موبائل ایک طرف رکھا۔

وہ کمرے سے نکلی تو ابوبکر اوپر سے آتا دکھائی دیا اسے دیکھ کر رک گیا۔ چند دن سے دونوں کا سامنا نہیں ہو رہا تھا ابوبکر صبح کا نکلا رات گئے واپس لوٹتا تھا بعض اوقات کھانا بھی باہر سے کھا کر آتا تھا۔

"السلام علیکم!" ابوبکر نے پہل کی۔

"وعلیکم السلام۔" رابعہ نے بھی مسکرا کر کہا۔

"کیسی ہیں آپ؟" ابوبکر نے پوچھا۔

"میں ٹھیک ہوں۔"

"مجھے آپ سے ایک بات کرنی تھی اگر آپ کے پاس کچھ وقت ہے تو ہم بات کر لیتے ہیں۔" ابوبکر نے سنجیدگی سے کہا تو وہ چونکی۔

"جی کہیے۔" وہ صحن میں رکھی پلاسٹک کی کرسی پر آ بیٹھی تھی۔ ابوبکر اس کے سامنے کرسی پر آ بیٹھا۔

"آپ کی اس پرابلم کا کیا بنا اپنے باس سے بات کی آپ نے؟" ابوبکر نے پوچھا تو اس نے سر ہلا دیا۔

زندگی

چھت پر بیٹھی تنہا لڑکی
سوچ رہی تھی
زندگی کہنے کو قوس قزح
بکھرے ہوئے ساتوں رنگ
گزرنے کو بجھے جگنو کی طرح
سوچنے کو خوابوں سے بھری
کبھی یہاں، کبھی وہاں
ٹہلتی ہوئی سوچ رہی تھی
زندگی......
آخر کیا ہے یہ زندگی؟
دکھوں سے بھری تو......
کبھی رنگوں سے سجی
اس میں سکھ بھی ہے
چین بھی ہے
خوشی بھی ہے تو غم بھی ہے
آخر مایوس ہو کر چل دی
یہ کہہ کر......کہ
صرف
بے بسی
ہے یہ زندگی......!

ثناء..... ٹوبہ ٹیک سنگھ

"جی میرے اطمینان دلایا ہے کہہ رہے تھے اپنی بیٹیم کو وہ خود ہینڈل کر لیں گے۔"

"چلیں یہ تو بہت اچھا ہوا یقیناً وہ اپنے ایسپلائی کو بہتر انوائرمنٹ دے سکتے ہیں۔" رابعہ مسکرا دی تھی۔

"شاید آپ کو بھی علم ہو کہ آپ کی فیملی کی طرف سے آپ کا پروپوزل میرے لیے دیا گیا ہے۔" ابوبکر اصل بات کی طرف آیا تھا رابعہ سر جھکا گئی اس کے وہم و گمان میں نہ تھا کہ ابوبکر یہ سوال بھی کر سکتا ہے۔

"جی۔"

"دیکھیں میری آپ کے ماموں سے بھی بات ہوئی ہے میں ان کو اپنے ماضی سے متعلق بتانا چاہتا تھا مگر انہوں نے منع کر دیا یہ کہہ کر کہ انہیں میرے ماضی سے زیادہ حال سے لگاؤ ہے۔ یہ ان کا بڑا پن ہے مگر آپ کے سامنے میں اپنی ذات کو ڈکلیئر کرنا چاہتا ہوں۔" ابوبکر نے مزید کہا تو وہ سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

"مطلب؟"

"آپ کو میں نے بتایا تھا ناں کہ میرے اپنی فیملی سے کچھ ایشوز چل رہے ہیں جس کی وجہ سے میں اپنی فیملی سے علیحدہ رہ رہا ہوں۔"

"جی مگر یہ سب باتیں تو آپ ماموں یا امی سے کریں دیکھیں میری فیملی آپ کے متعلق یا کسی کے بھی متعلق کوئی فیصلہ کرتی ہے تو وہ شخص میرے لیے بہت معتبر ہوگا کیونکہ وہ میری فیملی کا فیصلہ ہوگا اگر ماموں نے آپ کو ماضی کو جاننا نہیں چاہا تو مجھے بھی کوئی انٹرسٹ نہیں میں بھی انسان کے ماضی سے زیادہ اس کے حال کو دیکھتی ہوں۔"

"یعنی آپ میں سے کوئی بھی یہ جاننے کا متمنی نہیں ہے کہ میں کون ہوں، کہاں سے آیا ہوں کہاں سے تعلق رکھتا ہوں، وغیرہ وغیرہ۔" رابعہ مسکرا کر کھڑی ہوگئی۔

"کہا ناں یہ سب جاننا بڑوں کا کام ہے آپ اگر کچھ بتانا ہی چاہ رہے ہیں تو ان سے ذکر کریں۔" مسکرا کر کہتی رابعہ کو ابوبکر نے چند پل بغور دیکھا۔

"کوئی اور کام ہے تو میں حاضر ہوں۔" رابعہ نے کہا تو ابوبکر نے نفی میں سر ہلا دیا تھا وہ وہاں سے کچن میں چلی گئی تھی ابوبکر کچھ دیر تک کرسی پر بیٹھا رہا تھا یہاں تک کہ باہر سے فیضان صاحب اور تسبیح ختم کر کے ثریا رزنوں اس کے پاس آ بیٹھے

تھوڑا اپنے ذہن میں موجود تمام سوچوں کو جھٹکتے ان سے بات چیت میں مصروف ہوگیا۔



وہ چاروں پارک میں آئے تھے احسن اور روشنی باتیں کرتے آگے چلے گئے تھے۔ وہ دونوں خاموشی سے چہل قدمی کررہے تھے۔

''تم نے کاشفہ سے کیا کہا تھا؟'' چلتے چلتے ولید نے رک کر پوچھا تو ادا چونک کر رک گئی تھی۔

''کب؟''

''جس دن میں آؤٹ آف سٹی گیا تھا اس دن۔'' ولید نے اسے بغور دیکھا۔ ولید نے کہا تو وہ سوچنے لگی اور پھر ایک دم یاد آیا تھا۔

''اوہ..... آپ کو کس نے کہا کہ میں نے اسے کچھ کہا ہے؟''

''اس کی کال آئی تھی۔''

''یہ کچھ زیادہ ہی بے تکلف نہیں ہوگئی آپ سے..... میں نے تو اسے کچھ خاص نہیں کہا تھا وہ اس دن بک شاپ پر ملی تھی سرسری سی سلام دعا ہوئی تھی۔ آپ سے متعلق طنزیہ لہجے میں پوچھا تھا کہ آپ میرے ساتھ کیوں ہر وقت ساتھ ہوتے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔''

''تم نے اسے ہماری انگیجمنٹ کا بتایا تھا؟'' ولید نے بغور دیکھا تو وہ تلخ ہوگئی۔

''اس کا طنزیہ انداز مجھے اچھا نہیں لگا تھا میں نے جسٹ آپ کے اور اپنے ریلیشن کو واضح کرنا چاہا تھا کیا میں نے غلط کیا؟'' ایک دم سنجیدگی سے ولید کی آنکھوں میں دیکھتے پوچھا تھا ولید مسکرا دیا۔

''میں نے کب کہا کہ تم نے غلط کیا؟''

''تو پھر اس انویسٹی گیشن کا مطلب؟'' وہ چڑ گئی۔

''میں بس اصل صورت حال جاننا چاہ رہا تھا۔'' ولید نے مسکرا کر کہا تو وہ الجھ کر اسے دیکھنے لگی۔

''ایک بات تو بتائیں؟'' اس نے کہا تو ولید نے سوالیہ انداز میں دیکھا۔

''کاشفہ میڈم چاہتی کیا ہیں؟''

''یہ تو تم اس سے ہی پوچھ لیتی۔'' ہنس کر چڑایا تھا وہ واقعی چڑ گئی تھی۔

''جس طرح کی چھچھوری حرکتیں ہیں اس سے تو واضح پتا چل رہا ہے کہ محترمہ کے ارادے کیا ہیں مگر آپ بتادیں تو مہربانی ہوگی۔'' ولید کھل کر ہنسا۔

''جیلسی کی بو آرہی ہے؟''

''میں اور جیلس ہوں گی اس فیشن کی پڑیا سے مائی فٹ۔'' وہ حقیقتاً برا مان گئی۔

''مجھے وہ لڑکی انتہائی بری لگتی ہے خوب صورتی اور دولت کے علاوہ اس کا کوئی بھی پلس پوائنٹ نہیں کہ جس کو بنیاد بنا کر میں اس سے جیلس ہوں گی۔'' اس نے نخوت سے کہا۔

''ویسے باے دا وے آپ بتانا پسند کریں گے کہ آپ اس کو اتنی امپورٹنس کیوں دے رہے ہیں وہ کہیں سے بھی تو آپ کے اسٹینڈرڈ کی نہیں لگتی۔'' ولید کے مسکرانے پر وہ اور چڑ گئی تھی طنزیہ انداز میں پوچھا۔

''خیر میں تو اسے اتنی امپورٹنس نہیں دے رہا تھا تمہارے رویے سے لگ رہا ہے کہ تم نے خوامخواہ ہی اسے سر پر سوار کرلیا ہے۔'' ولید کے الفاظ پر اس نے اسے گھورا۔

بہادر علی شاہ کے نام
نظم

جانے کب سے بیٹھی سوچ رہی ہوں
تیرے سنگ یہ عید ہے پہلی
اور اس پہلی عید کا
پہلا تحفہ
کیا دوں تجھے
سوچا کہ کچھ تازہ پھول ہی دے دوں
خیال آیا پھول تو مرجھا جاتے ہیں
پھر سوچا کہ پرفیوم ہی دے دوں
پرفیوم تو ختم بھی ہو جاتے ہیں
رل مِلا اور رکھل کے ارادا
کیوں نہ اپنی رفا اپنا پیار تجھ کو سونپوں
سوچا نا، پیار بھرے دل سے
پیار بھری عید مبارک

سیدہ حیا عباس.....تلہ گنگ

"میں نے اسے اعصاب پر سوار نہیں کیا مگر جس طرح آپ نے سوال کیا تھا تو مجھے برا لگا۔"

"ہاں یہ میری غلطی ہے میں نے پوچھ لیا، چلو سوری کرتا ہوں بلیز تم اپنا موڈ خراب مت کرو۔" ولید کی بات پر وہ خاموش رہی تھی رہ پھر سے چلنا شروع ہوئی تھی۔ ولید بھی اس کے ساتھ قدم سے قدم ملا رہا تھا۔

"کچھ کھاؤ گی۔" ولید نے پوچھا تو وہ نفی میں سر ہلا گئی۔

"ناراض ہو؟" اس نے پھر نفی میں سر ہلایا۔

"تو پھر بول کیوں نہیں رہی؟"

"کوئی فائدہ ہی نہیں۔"

"کیوں؟"

اناء نے خفا نظروں سے دیکھا تو ولید نے مسکرا کر اس کا ہاتھ تھام لیا اور انا خاموشی سے سر جھکا گئی۔ ہر بار کی طرح وہ اس بار بھی ولید کے سامنے خود کو بے بس محسوس کر رہی تھی وہ ہزار چاہنے کے باوجود بھی ولید سے ناراض نہیں ہو پائی تھی۔

"دیکھو انا بعض اوقات ہمیں جو نظر آ رہا ہوتا ہے وہ ایسا نہیں ہوتا کاشفہ جسٹ ایک فرینڈ ہے تم اپنے دل و دماغ کو مت الجھاؤ..... اوکے۔" ولید نے مسکرا کر کہا تو انا نے اسے دیکھا۔

یہی بات تو اسے الجھاتی تھی کہ اگر کاشفہ جسٹ فرینڈ تھی تو بھی ولید سے اتنی اہمیت کیوں دے رہا تھا۔

"تم بتاؤ تمہاری دوست کیسی ہے؟" ولید نے ٹاپک چینج کیا تو غیر محسوس انداز میں اس نے ولید کی گرفت سے اپنا ہاتھ نکال کر دونوں بازو سینے پر باندھ لیے۔

"ٹھیک ہے وہ۔" سنجیدگی سے کہا۔

"کالج آ رہی ہے؟" اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"آئس کریم کھاؤ گی؟" ولید نے پوچھا تو اس نے انکار نہیں کیا۔

"چلو آؤ پھر؟" انا نے ولید کے ساتھ قدم بڑھا دیے۔



وہ آج اپنے آفس آئی تھی جبھی رد گزرا سے دیکھ کر حال احوال دریافت کر رہے تھے جبھی کا خیال تھا کہ اس دن آفس میں طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے وہ چھٹیوں پر گئی ہاو یہ کو بھی اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئی تھی۔ دس بجے کے قریب عباس اپنے روم کی طرف جاتے اسے کیبن میں دیکھ کر چونکا تھا۔

"السلام علیکم۔ سرپرائزنگ۔ یعنی میری بات اثر کرگئی۔ کیسی ہیں آپ؟" رابعہ مسکرادی۔

"او کے فائن یو رسیٹ۔" عباس کہہ کر آگے چلا گیا تھا رابعہ اپنی سیٹ پر بیٹھ گئی تھی۔

کچھ دیر بعد شاہ زیب صاحب نے بھی بلوایا تھا انہوں نے حال احوال دریافت کرنے کے ساتھ ساتھ عادلہ کے حوالے سے بات کی تھی اور اسے بے خوف ہو کر آفس آنے کا کہا تھا اور یہ بھی یقین دلایا تھا کہ اول تو عادلہ ایسی ویسی کوئی حرکت نہیں کرے گی اگر کی بھی تو وہ اس کو نقصان نہیں پہنچنے دیں گے وہ ان کی باتوں سے کافی پُراعتماد ہوئی تھی اور پھر اپنی سیٹ پر واپس آئی تو عباس صاحب نے کمرے میں طلب کرلیا تھا۔

"ویلکم بیک۔" وہ ان کے کمرے میں آئی تو انہوں نے مسکرا کر کہتے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

"تھینکس۔" وہ سیٹ پر بیٹھ گئی تھی۔

"بابا نے بلایا تھا؟" رابعہ نے سر ہلادیا۔

"کیا کہہ رہے تھے؟"

"اطمینان دلا رہے تھے کہ بے فکر ہو کر کام کروں عادلہ کچھ نہیں کرے گی وغیرہ وغیرہ۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"تو پھر کچھ اثر ہوا؟" عباس کا موڈ آج بہت فریش تھا مسکرا کر پوچھا تو وہ بھی مسکرادی۔

"جی۔"

"گڈ۔" عباس نے کرسی کی پشت سے کمر ٹکادی۔

"ایک بہت ذاتی سا سوال ہے؟" عباس نے کہا تو اس نے سوالیہ دیکھا۔

"آر یو انگیجڈ؟" اس کے چہرے پر ایک دم سرخی پیدا ہوئی تھی۔

"فی الحال تو نہیں۔" اس نے آہستگی سے کہا۔

"یعنی امکان ہے؟" عباس نے مسکرا کر کہا تو وہ پزل سی ہوگئی تھی۔ ایک مرد کی زبان سے اس حوالے سے گفتگو اس کو پہلی بار ایسا اتفاق ہوا تھا وہ خاموش رہی۔

"آپ کی فیملی کافی اچھی لگی ہے مجھے آپ کے ماموں بہت ہی نائس انسان ہیں اور وہ ابوبکر بھی کافی ذہین انسان لگے ہیں۔" وہ خاموش رہی۔

"کافی لیں گی۔" عباس نے پوچھا تو وہ چونکی۔

"سوری سر میں کافی نہیں پیتی۔" اس نے انکار کیا۔

"چائے تو پیتی ہوں گی۔" وہ سر ہلا گئی تو عباس نے انٹرکام پر دو کپ چائے بھجوانے کا آرڈر کیا۔

"میں ذاتی طور پر اس سارے مسئلے پر بہت اپ سیٹ ہوا ہوں۔ یقین جانیے میرے لیے اس کمپنی کی ہر خاتون اسی طرح قابل عزت ہے جس طرح میرے لیے گھر کی خواتین ہیں۔" عباس نے کہنا شروع کیا تو وہ خاموشی سے سننے لگی۔

"شروع میں آپ کے ساتھ مجھے کچھ کلیش رہا تھا آپ مکمل طور پر بابا کی مرضی سے یہاں اپائنٹ ہوئی تھیں اور بابا کی وجہ سے میں آپ کو اتنے ماہ سے برداشت کررہا تھا مگر اس پرابلم پیریڈ کے بعد میں آپ کو بہت اچھی طرح جاننے اور سمجھنے کا موقع ملا ہے۔" عباس کے الفاظ پر وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

"میں آپ سے پرسنلی اپنے پرانے رویوں کے لیے معذرت کرنا چاہ رہا تھا۔" عباس نے مسکرا کر اسے دیکھا تو اس کی حیرت آمیز نگاہوں کو دیکھ کر مسکرا دیا۔

"میرا خیال ہے آپ بھی میرے بارے میں شروع میں ایسے ہی جذبات رکھتی تھیں میں فیس ریڈنگ میں ایکسپرٹ

غزل

کاش کوئی سننے والا ہوتا' دل اس کو اپنے درد سناتا
کاش میں مظلوم نہ ہوتی' مجھ پہ کوئی ظلم نہ ڈھاتا
پہلی بار پلٹ جاتی' کٹ جاتی یا مٹ جاتی
رستے تو پامال نہ ہوتے' منزل کا یہ حال نہ ہوتا
ہمدرد فریبی سادے لوگ گر نہ سکیں گے سنجوگ
کیا تھا گر کوئی اپنا ہوتا' کوئی مجھ کو بھی تو چاہتا
میرا درد میرا ہی درد میرے غم بھی میرے ہیں
درد دل یوں نہ بڑھتا' گر کوئی بانٹا جاتا
بٹ جاتا سو حصوں میں' تقسیم بھی ہوتا سو بار
جیسے بانٹا تم نے لوگو غم میرا بس یوں نہ بٹتا
سب کو اپنی انا سے پیار سب کو اپنا آپ عزیز
میری بھی دستار جو ہوتی' سر میرا بھی نہ کٹتا
سہارا کس کو چاہیے اب سہارے کون دیتا ہے؟
گھٹ جاتے لوگ مگر میرا سایہ تو نہ گھٹتا
طوفاں پھر سے اٹھ نہ پڑتے بادباں گر نہ سکتے
دل گر لہروں کی نہ سنتا' دل گر ساحل پہ ہی رکتا
دکھوں کے سائے میں کمبخت جوانی ڈھل جاتی
جگ ہنستا ہے ہنسنا رہنا' میرا شہر نہ مجھ پہ ہنستا
اجاڑ بچی ہوں میں تم نے کب بسایا ہے؟
دل نہ بستا میں نہ بستی' وہ تو بستا گھر تو بستا

چندہ چوہدری..... جوطیان

نہیں ہوں مگر آپ کے چہرے کے تاثرات اتنے واضح ہوتے تھے کہ کوئی بھی عام ذہانت والا انسان بھی ان کو باآسانی پڑھ سکتا تھا۔" وہ ایک دم شرمندہ ہوگئی۔

"ایم سوری سر۔"

"ارے سوری والی کوئی بات نہیں جب شروع میں ہم ایک دوسرے کو جانتے نہیں تھے تو مختلف غلط فہمیوں کا شکار تھے اب دل سے وہ تمام گلے شکوے ختم کرتے ہیں۔" عباس نے مسکراتے ہوئے کہا جبھی آفس بوائے چائے کی ٹرے لے آیا تھا۔

عباس نے اسے ٹرے رکھ کر جانے کا اشارہ کیا اور خود ہی ٹرے اپنے سامنے کرتے چائے بنا کر اسے دیکھا۔

"چینی کتنی لیں گی؟"

"ایک چمچ۔" اس نے آہستگی سے کہا وہ ابھی تک سر عباس کے ان رویوں پر حیران تھی۔

"ویسے آپ فرسٹ خاتون ہیں جنہیں میں اپنے ہاتھوں سے چائے بنا کر پلا رہا ہوں۔" وہ ہنس دی تھی عباس صاحب کا بے تکلف انداز اس کے اندر بے اختیار بہت سارا اعتماد بڑھا گیا۔

عباس کا یہ انداز گفتگو اور بے تکلفی رابعہ کے لیے کافی حیران کن چیز تھی۔ وہ مسکرا کر چائے پیتی رہی اور مسز عباس کی گفتگو سنتی رہی۔



بڑی تیز رفتاری سے شادی کے دن قریب آتے جارہے تھے کارڈز بانٹ دیے گئے تھے حویلی میں بابا صاحب نے پھوپو زہرہ کو بلوالیا تھا۔ پھوپو زہرہ اور ان کی ساری فیملی حویلی میں آچکی تھی اور روز شہر فون کر کے یہاں کے حالات اور تیاریوں کی تفصیل دریافت کی جارہی تھی۔ طے شدہ پروگرام کے مطابق شہوار کو حویلی چلے جانا تھا۔ گھر میں ہر وقت تیاریوں کا سلسلہ برقرار تھا۔

شہوار آج شادی سے پہلے لاسٹ ڈے کالج گئی تھی اس نے پچھلی بار کی طرح اس بار بھی کسی سے شادی کا ذکر نہیں کیا تھا ہاں کارڈ صرف انا کو دیا تھا۔ صبا اور مصطفیٰ خود ولید کے ہاں جاکر کارڈ دے کرآئے تھے۔

سبھی کچھ نارمل روٹین میں چل رہا تھا مگر ایک شہوار تھی جس کے اندر ہر گزرتے دن کے ساتھ عجیب سی سراسیمگی اور دہشت بھرتی جارہی تھی۔ وہ سب کچھ خاموشی سے دیکھ اور سہہ رہی تھی وہ کالج سے لوٹی ہی کمرے میں گھس گئی۔

کل اسے حویلی کے لیے روانہ ہوجانا تھا نجانے اس کے ساتھ یہاں سے کون کون جارہا تھا وہ چینج کر کے کمرے سے باہر نکلی تو وہاں لاؤنج میں ہر طرف کپڑوں کا مینا بازار سجا ہوا تھا ایک طرف زیور، کاسمیٹک کی چیزیں، جوتے اور بھی نجانے کیا کچھ کام والی خواتین کے ساتھ عائشہ اور صبا ل کر پیکنگ کروارہی تھیں۔

”دیکھو یہ سب کچھ کیسا اچھا لگ رہا ہے۔“ ہر چیز ایک سے بڑھ کر ایک اور لاجواب تھی۔ شہوار خاموشی سے دیکھ رہی تھی جب لائبہ بھابی اسے دیکھ کر کہنے لگیں۔

”ادھر آؤ یہ دیکھو یہ زیور آج ہی جیولرز دے کر گیا ہے پہن کر دکھاؤ کیسا لگ رہا ہے۔“ ماں جی نے بھی اسے دیکھ کر کہا۔

انہوں نے قریب بیٹھنے کا کہا تو وہ خاموشی سے ان کے پاس ٹک گئی تھی۔

”صبا ذرا یہ پہنا کر تو دیکھو۔“ ماں جی نے ڈبے میں سے زیور نکال کر صبا کو تھمائے تو وہ اٹھ کر شہوار کے پاس آرکی تھی شہوار خاموشی سے بیٹھی رہی۔

صبا نے اس کے گلے ہاتھوں، کانوں سب میں ایک ایک کر کے تمام زیور سجایا اور پھر ماتھے پر بندیا اور جھومر۔

”ماشاء اللہ...... ہماری دلہن تو بغیر کسی مزید سولہ سنگھار کر کے ایسے ہی سج گئی ہے۔“ عائشہ نے بھی شرارت سے کہا تو شہوار ان کے ریمارکس پر کنفیوز ہونے لگی تھی۔

”لو یہ دوپٹا بھی ذرا اوڑھاؤ تو لگے کیسا لگتا ہے۔“ لائبہ بھابی نے بھی برائیڈل جوڑے کا دوپٹا اٹھا کر عائشہ کو تھمایا تھا۔

صبا اور عائشہ نے فوراً اس کے سر پر دوپٹا ڈال دیا تھا اس قدر بھاری زیور اور دوپٹے کے بوجھ سے شہوار کی گردن جھکنے لگی۔

”ٹھہرو میں کچھ تصویریں لے لوں۔“ شہوار نے کنفیوز ہوتے دوپٹہ ہٹانا چاہا تو عائشہ نے ٹوک دیا۔

دوسرے صوفے پر بیٹھی ودیعہ ساری صورت حال دیکھ کر اندر ہی اندر جل بھن گئی۔ اسے مہرالنساء، صبا، عائشہ اور لائبہ کا یہ بار بار دکھاوے کی لاوارث لڑکی کے لیے ایک آنکھ نہیں بھا رہا تھا۔

”دلہا کی کمی ہے اسے بھی لاکر پہلو میں بٹھالیں۔“ اچانک طرف سے ودیعہ نے بہت طنزیہ انداز میں کہا تھا۔

”ہاں تو مصطفیٰ ابھی کچھ دیر پہلے ہی گھر آیا ہے اپنے کمرے میں ہے اسے بھی بلالیتے ہیں۔“ لائبہ کو اس کا طنزیہ انداز بہت چبھا تھا جسے کہا تو ودیعہ نے ناک چڑھا کر چہرے کا رخ بدل لیا۔

”ہاں مصطفیٰ سے بات کر بلواؤ تو سہی اسے پتا تو چلے کہ اس کی اپنی تیاری کہاں تک پہنچی ہے جب بھی دیکھو آفس میں

نئی بڑی ہے۔آج کل بھو وات کے اوقات میں بھی گھر نہیں آتا آج نجانے کیسے گھر کا رخ کرلیا ہے۔ بلاؤ تو سہی پوچھوں تو ذرا آخر اپنی خریداری کب کرنی ہے جاسے۔" ماں جی نے فوراً صبا کو کہا تھا۔

"میں ابھی بلاتی ہوں۔" وہ تو خود موقع کی تلاش میں تھی فوراً باہر بھاگ گئی تھی۔ شہوار مصطفیٰ کا نام سن کر سر سے دوپٹا اتار کر باقی لوازمات بھی اتارنے لگی تھی۔

"رکو تو سہی، کچھ تصویریں تو لینے دو۔" لائبہ نے فوراً اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"مجھے الجھن ہو رہی ہے اس سب سے۔" اسے مصطفیٰ کی آمد کا خوف تھا۔ تلخی سے کہا تھا لائبہ ہنس دی۔

"ہاں تو اچھی بات ہے نا ابھی سے پریکٹس کرو شادی والے دن تک ان سب چیزوں کی عادی ہو جاؤ گی۔" اس کے سر پر دوبارہ دوپٹہ درست کرتے اس نے باقی زیور بھی درست کیا تھا۔ شہوار نے اس کے جواب پر لب بھینچ لیے تھے۔ وہ انگلیاں چٹخانے لگی وہ لائبہ کی پلاننگ سب سمجھ رہی تھی۔

"آپ نے بلایا ماں جی۔" مصطفیٰ صبا کے ساتھ ہی چلا آیا تھا سادہ لباس میں ملبوس گویا نیند سے اٹھا کر لایا گیا تھا تین چار دن سے مسلسل رات دن گھر سے غائب تھا اور آج دکھائی دے رہا تھا۔

مصطفیٰ جیسے ہی ماں جی کے پاس آ کر رکا تھا ان کے ساتھ بیٹھی شہوار کو دیکھ کر ٹھٹک گیا تھا۔

پہلی نظر بے اختیار ہی کی تھی اور وہ کو ... گیا تھا۔

پھر جب ... [illegible] ... ہوا تھا۔

"ہاں کیا بنا تمہاری اپنی شاپنگ کا یہاں سبھی فارغ ہو چکے ہیں اور دلہا صاحب ابھی تک بے فکر پھر رہے ہیں۔" ماں جی نے پوچھا تو وہ مسکرا دیا۔

"ہاں بس ایک دو دن میں لے لیتا ہوں آپ کے سامنے ہی تو ہے کتنے بزی دن گزر رہے ہیں۔" مصطفیٰ نے مسکرا کر کہا تھا شہوار نے آہستگی سے دوپٹا اتار کر پیچھے ہٹاتے اپنے سر پر سوٹ کے ہمرنگ دوپٹہ درست کیا تھا۔ اس نے بغیر کسی کی طرف دیکھے سر سے جھومر اور بندیا وغیرہ بھی اتار دی تھی بیٹھے بیٹھے ہی اس نے ہاتھ اور بازوؤں کو بھی آزاد کیا تھا اب صرف گلے میں موجود زیور باقی تھے۔ وہ سب سمجھ رہی تھی کہ لائبہ وغیرہ نے جان بوجھ کر یہ حرکت کی تھی۔

"ارے تم نے تو سب کچھ اتار دیا ہے ابھی رہنے دیتی اتنی پیاری تو لگ رہی تھی۔" عائشہ نے شرارت سے کہا تو اس نے اسے خفگی سے گھورا۔ سارا زیور اٹھا کر اس نے ماں جی کی جھولی میں ڈال دیا۔

"پسند آیا سب اچھا بنا ہے نا؟" ماں جی نے محبت سے پوچھا تو اس نے محض سر ہلا دیا تھا۔

"چلو شکر ہے ویسے تو ہر چیز مکمل ہے پھر بھی لڑکیوں کوئی کمی رہ گئی ہے تو ابھی سے دیکھ لو بعد میں نہ کہتی پھرنا کہ فلاں چیز نہیں ہے فلاں چیز نہیں ہے۔" ماں جی نے عائشہ اور صبا کو دیکھا تھا۔ ساری شاپنگ انہی لوگوں نے کی تھی۔

"آپ لوگوں نے یہ کیا پھیلاوہ پھیلا رکھا ہے؟" ارد گرد دیکھتے مصطفیٰ نے پوچھا۔

"شادی والے گھروں میں یہ سب پھیلاوہ ہی بکھرا ہوتا ہے تم نے کون سا پاکستان کی شادیاں اٹینڈ کی ہیں۔" عائشہ نے ہنس کر کہا۔

"مگر میں نے پاکستان میں اپنے گھر کی ساری شادیاں تو اٹینڈ کی ہیں۔ وہ بھی صرف عین وقت پر آتے تھے۔ کتنا فنکشن خوار ہونا پڑتا ہے مردوں کو کیا پتا اتنے دن سے لگے ہوئے ہیں مگر ابھی بھی لگ رہا ہے کہ نجانے کیا کچھ رہ گیا ہے۔" ماں جی نے بھی بولیں۔

شہوار نے یونہی بیٹھے بیٹھے گلے میں موجود زیور اتار کر بھی ماں جی کی گود میں رکھ دیا تھا۔

وہ اٹھ کر کچن میں آ گئی تھی دوپہر میں کھانا تازہ بنا تھا فریج میں ہر چیز موجود تھی اس نے اوون میں کھانا گرم کیا اور تمام چیزیں ٹیبل پر رکھ کر پانی بھی لے کر بیٹھی تو دریہ بھی کچن میں چلی آئی۔

"ایک بات تو بتاؤ۔" شہوار نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"جب تم اس شادی پر خوش نہیں ہو تو پھر یہ شادی ہی کیوں کر رہی ہو؟" شہوار کے حلق میں لقمہ پھنسنے لگا۔

وہ دریہ سے بڑے ریلیکس انداز میں رہتی تھی صرف اس لیے کہ وہ اس کو براہ راست مخاطب نہ کرے مگر آج وہ اس سے براہ راست مخاطب تھی ورنہ اب تک ان ڈائریکٹ ہی حملے کرتی رہتی تھی۔

"تمہیں کس نے کہا ہے کہ میں اس شادی سے ناخوش ہوں۔" اس نے تیکھے چتونوں سے دریہ کو دیکھا۔

"تمہارے ہر انداز سے لگ رہا ہے کہ تم ناخوش ہو۔"

"مثلاً......" شہوار نے سرد نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"جو خوش ہوتے ہیں ان کے چہروں پر ہر وقت بارہ نہیں بجے رہتے۔" دریہ نے طنزیہ مسکراہٹ سے کہا۔

"تم نے ساری عمر باہر کے ملک میں گزاری ہے تمہیں کیا پتا یہاں پاکستان میں لڑکیاں اپنی شادی پر کس طرح رہتی ہیں۔" اس نے بھی سرد انداز میں کہا۔

"مجھے بڑی حیرت ہوتی ہے نہ تمہارا کوئی خاندان نہ باپ کا علم نہ کوئی معاشی معیار اس کے باوجود اس گھر میں باعزت زندگی گزار رہی ہو، یہ جادو کیا ہے تم نے ان پر کہ یہ تمہارے خلاف کچھ سننے پر آمادہ ہی نہیں۔" دریہ کا سوال ایسا تھا کہ اسے لگا وہ اندر تک ادھڑ گئی ہے اس نے اذیت سے لب بھینچ لیے۔

"میں جو بھی ہوں اپنی ذات سے اچھی طرح باخبر ہوں اخلاقی لحاظ سے کسی گراوٹ کا شکار نہیں ہوں اور نہ ہی اپنے مطلب کے لیے کسی کی ذات کو کھلونا بنا رہی ہوں یہ سب محبت سے مجھے اپنا رہے ہیں تو تمہیں کیا تکلیف ہے۔" اس نے دوبدو دریہ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"تم مجھ پر طنز کر رہی ہو؟" وہ ایک دم غصے سے بولی۔

"نہیں...... میں تمہیں آئینہ دکھا رہی ہوں، میرے ساتھ اعلیٰ حسب و نسب کا کوئی ٹیگ نہیں لگا مگر تمہارے ساتھ تو لگا ہوا ہے نا تو پھر تم کیوں اخلاقی پستی کا شکار ہو رہی ہو اعلیٰ خاندان اور حسب و نسب سے ہو پھر کیوں دوسروں کی ذات کے بخیے ادھیڑنے پر لگی ہوئی ہو۔" اس نے دو ٹوک انداز میں دریہ کے سامنے کھڑے ہو کر کہا۔

"شٹ اپ......" وہ ایک دم ٹمپرامنٹ لوز کر کے چیخی تھی شہوار استہزائیہ ہنسی تھی۔

"تم اتنے دن سے ہر وقت مجھ پر طنز کر رہی تھیں آتے جاتے استہزائیہ فقرے میں نے تو کبھی بھی تمہیں شٹ اپ نہیں کہا انسان جب کسی کی ذات پر اٹیک کرتا ہے تو پھر اسے جوابی کارروائی کے لیے بھی تیار رہنا چاہیے۔"

"تم ہو کیا، میں چاہوں تو تمہیں دھکے دے کر یہاں سے نکلوا دوں تمہیں اتنا غرور کس چیز کا ہے۔" وہ اونچی آواز میں چیخنے کے انداز میں کہہ رہی تھی۔

"اول تو مجھے کسی بھی چیز پر کوئی غرور نہیں، رہ گئی دھکے دے کر نکالنے کی بات تو وہ بھی کر کے دیکھ لو پتا چل جائے گا کہ یہاں سے کون نکلے گا میں یا تم؟" وہ یہ سب برداشت کرتے کرتے اب تھک گئی تھی اس کے چیخنے انداز پر وہ بھی ایک دم غصے سے بولی۔

"او یو...... تم مجھے نکلواؤ گی...... میں تمہیں......؟" وہ غصے سے آگے بڑھی تھی۔

"کیا ہو رہا ہے یہ؟" ایک دم مصطفیٰ دریہ اور شہوار کے رستے میں آیا تھا۔ دریہ جو بہت غصے سے شہوار کی طرف لپکی تھی

اپنی جگہ ساکت ہوگئی۔ شہوار نے بہت برہم نظروں سے مصطفیٰ کو دیکھا تھا۔

"تم دونوں کس بات پر الجھ رہی ہو، کیا بات ہو رہی تھی؟" اس نے سنا تو کچھ بھی نہ تھا بس کچن کی طرف آتے دریہ کو تیزی سے شہوار کی طرف لپکتے دیکھ کر فوراً سامنے آیا تھا۔

سوالیہ اور استہزائیہ نگاہوں سے شہوار کو دیکھا تو شہوار نے ضبط سے لب بھینچ لیے۔

دریہ کے انداز و تیوروں سے لگا تو وہ بھی تھا مگر شہوار کے تیور دیکھ کر بھی الجھ گیا تھا۔

"کیا ہوا ہے؟" اس نے دریہ کو چھوڑ کر شہوار سے پوچھا۔

"مجھے تو کچھ نہیں ہوا ہے اس کے پیٹ میں ہر وقت مروڑ اٹھتی رہتی ہے اسی سے پوچھیں؟" بہت غصے سے کہہ کر وہ ٹیبل پر رکھے برتن سمیٹنے لگی تھی مصطفیٰ نے ناسمجھی سے دونوں کو دیکھا۔

"کوئی اصل بات تو بتائے؟" شہوار دونوں کو نظرانداز کرنے برتن اٹھا کر سنک اور فریج میں رکھتے باہر نکل آئی تھی مصطفیٰ بھی پیچھے آیا تھا۔

"شہوار ہوا کیا ہے؟" وہ فوراً اس کے رستے میں آ کھڑا ہوا تھا۔

شہوار جو دریہ کے سامنے بڑے ضبط سے کھڑی تھی اب مصطفیٰ کو دیکھ کر ضبط کھو گئی تھی آنکھوں میں بے اختیاری سی آ ٹھہری تھی۔

"میں کچھ کہوں تو سب کو لگتا ہے کہ میں احساس کمتری کا شکار ہوں میں جو بھی کہوں اعتراض کے ہزار پہلو نکلتے ہیں اور جب دوسرے لوگ وہی حقیقت بیان کرتے ہیں تو پھر آپ لوگ نظرانداز کرتے ہیں۔ ہر کوئی جس طرح مرضی میری ذات پر کیچڑ اچھالتا پھرے آپ لوگوں کا کیا جاتا ہے اپنی نظروں سے تو میں دن بدن گرتی جارہی ہوں آپ لوگوں کا گراف تو لوگوں کی نظروں میں دن بدن بڑھتا ہی جارہا ہے ایک بے سہارا لاوارث لڑکی کو سہارا دے کر اب اتنا اونچا مقام ال رہے ہیں ہر طرف واہ واہ تو ہو رہی ہے آپ لوگوں کی۔" وہ ایک دم پھٹ پڑی تھی۔

مصطفیٰ نے بغور اسے دیکھا تھا وہ دونوں اس وقت راہداری میں کھڑے تھے کوئی بھی ادھر آ سکتا تھا۔ مصطفیٰ نے آہستگی سے اس کا بازو تھاما تھا۔

"ادھر آئیں ادھر چل کر بات کرتے ہیں۔" مصطفیٰ نے آگے بڑھنا چاہا تھا شہوار نے سختی سے اس کی گرفت سے اپنا بازو نکال لیا۔

"مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی میں نے خود دیکھا تھا دریہ آپ کے کمرے میں کھڑی آپ کے سامنے میرے خلاف بول رہی تھی اور آپ خاموش تھے۔ وہ کئی بار آپ کے سامنے میرے خلاف زہر اگل چکی ہے آپ تب بھی خاموش رہے میں نے کبھی بھی نہیں چاہا تھا کہ میں اس سے الجھوں مگر مجھے اس رویے پر آپ نے مجبور کیا ہے میں اب تک خاموش رہی ہوں سب حالات دیکھتی رہی ہوں مگر اب نہیں دیکھوں گی عادل بھائی کے بعد دریہ میں اب کسی کی حقارت آمیز باتوں پر خاموش نہیں رہوں گی۔" بہت زیادہ غصے سے کہہ کر وہ وہاں سے بھاگ کر اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔

مصطفیٰ نہایت حیرانی سے اسے جاتے دیکھتا رہا۔ شہوار کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے ان آنسوؤں نے اس پر بڑے عجیب انداز سے اثر کیا تھا۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)



ٹوٹا ہوا تارا

سمیرا شریف طور

جب تصور میرا چپکے سے تجھے چھو آئے
اپنی ہر سانس سے مجھ کو تیری خوشبو آئے
پیار میں ہم نے کوئی فرق نہ چھوڑا باقی
جھیل میں عکس تو میرا ہو نظر تو آئے

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

ولید اور انا کی منگنی کا سن کر کاشفہ شدید اشتعال کا مظاہرہ کرتی نہایت جارحانہ انداز میں ولید سے استفسار کرتی ہے جس پر ولید بھی حامی بھر لیتا ہے کہ وہ انا کو پسند کرتا ہے اور کاشفہ کی حیثیت صرف ایک دوست کی تھی۔ ولید کے منہ سے یہ حقیقت جان کر کاشفہ اپنی ذات کی توہین برداشت نہ کرتے ہر صورت ولید کو حاصل کرنے کے درپے ہو جاتی ہے جبکہ ولید کاشفہ کے اصل ارادوں کو جان کر صدمے سے دوچار ہوتا ہے۔ رابعہ کو عادلہ کی دھمکیوں اور بدترین نتائج سے بچانے کی خاطر عباس عادلہ کو زبردستی ایک کمرے میں بند کر دیتا ہے اور رابعہ سے تمام معلومات حاصل کرنا چاہتا ہے لیکن عادلہ صاف انکار کرتے ہوئے عباس کو بھی دھمکیاں دیتی ہے جس پر عباس کا ہاتھ اس پر اٹھ جاتا ہے۔ وہ عادلہ کو تاریک کمرے میں بند کر کے رابعہ کو ہر طرح کے تحفظ کا یقین دلاتا ہے لیکن رابعہ استعفیٰ دینے کی بات کرتے آئندہ آفس نہ آنے کا کہتی ہے جس پر عباس اسے چھ ماہ سے پہلے جاب نہ چھوڑنے کا ایگریمنٹ یاد دلاتا ہے اور گزشتہ تمام رویوں کی معافی مانگتا ہے جس پر رابعہ آفس آنے کی حامی بھر لیتی ہے۔ ابوبکر رابعہ کے پروپوزل کو لے کر حیرت کا شکار ہوتا ہے وہ ان لوگوں کو اپنے ماضی اور زندگی کے اصل حقائق سے آگاہ کرنا چاہتا ہے لیکن وہ سب اس کے عمدہ اخلاق کے قائل ہوتے ان باتوں سے عدم دلچسپی کا اظہار کرتے ہیں۔ شہوار، مصطفیٰ اور دیگر گھر والوں کے ہمراہ شاپنگ پر جاتی ہے اور کافی دیر بعد انہیں شادی کے ڈریسز پسند آتے ہیں گھر آ کر وہ زبردستی شہوار کو ڈریسز اور زیور ٹرائی کرنے کا کہتے ہیں جس پر شہوار خاموشی کا مظاہرہ کرتے ان کی بات مان لیتی ہے دریہ کے لیے یہ سب برداشت کرنا مشکل ہو جاتا ہے موقع ملتے ہی وہ شہوار کی ذات کو تحقیر کا نشانہ بناتی ہے جواباً شہوار بھی دوبدو جواب دیتی دریہ کو حیران کر دیتی ہے جب ہی وہ کڑے تیور لیے شہوار کی جانب لپکتی ہے لیکن عین وقت پر مصطفیٰ وہاں پہنچ کر دریہ کے ارادے کو ناکام بنا دیتا ہے مصطفیٰ کو دیکھ کر شہوار کی آنکھیں نم ہو جاتی ہیں اور وہ اپنا تمام غصہ مصطفیٰ پر نکالتے کمرے میں آ جاتی ہے جبکہ مصطفیٰ کچھ بھی سمجھنے سے قاصر رہتا ہے۔

(اب آگے پڑھیے)



مصطفیٰ سیدھا دریہ کے پاس اوپر ٹیرس پر چلا آیا تھا۔

"کیا کہا ہے تم نے شہوار سے۔" مصطفیٰ نے آتے ہی پوچھا تو دریہ چونک کر پلٹی۔

"کیا کہہ سکتی ہوں میں اس سے۔" انداز استہزائیہ تھا۔

"دیکھو دریہ میں اب تک تمہارے رویوں پر خاموش رہا تھا تو صرف اس لیے کہ تم ہماری تایازاد ہو، ایک عرصے بعد ہم سے مل رہا تھا مگر اس کا یہ مطلب قطعی نہیں کہ میں اب ہر جائز و ناجائز خاموشی سے برداشت کروں گا۔" مصطفیٰ کا انداز قطعی تھا۔

"مجھے اندازہ ہے تم نے شہوار سے کیا کہا ہوگا مگر ایک بات میں بہت اچھی طرح واضح کر دوں میں ذرا اولڈ ٹائپ کا بندہ ہوں زندگی کا ایک طویل حصہ امریکیوں کے ساتھ گزارا ہے اگر مجھے بے باکی اور بے حجابی اٹریکٹ کرتی تو میں کبھی سنگل پاکستان نہ آتا اور تمہارے دل و دماغ میں کوئی غلط فہمی ہے تو وہ نکال باہر کرو، تمہارے یہ انداز میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اب تک خاموش تھا تو صرف تمہاری عزت کی خاطر کہ تم انسلٹ فیل نہ کرو۔" مصطفیٰ کا سرد تلخ انداز تھا دریہ یکدم چیخ گئی۔

"مصطفیٰ تم میری توہین کر رہے ہو۔"

"نہیں میں حقیقت بیان کر رہا ہوں اور حقیقت یہ ہے کہ شہوار میری بیوی ہے اور اس کی عزت میری عزت ہے جو کوئی اسے کچھ کہے گا میں اس سے پھر کوئی مروت نہیں رکھوں گا میں حسن اور دولت سے زیادہ اخلاق اور کردار کو ترجیح دیتا ہوں اور اپنے مائنڈ میں اچھی طرح فٹ کر لو کہ آئندہ تم شہوار سے کچھ نہیں کہو گی، سنا تم نے......!" مصطفیٰ نے بہت غصے سے انگلی اٹھا کر اسے وارن کیا۔

"شہوار...... مائی فٹ...... تم اس دو ٹکے کی لڑکی کا مجھ سے مقابلہ مت کرو، میں ایک ویل آف فیملی سے تعلق رکھتی ہوں اور وہ خود کیا ہے جس کا ایک ماں کے علاوہ کوئی نام و نشان ہی نہیں۔" دریہ استہزائیہ انداز اور طنز سے کہہ رہی تھی۔

"شٹ اپ۔" مصطفیٰ نے یک دم اسے ٹوکا۔

"تمہارے انہی الفاظ اور ایٹی ٹیوڈ نے اسے یقیناً ہرٹ کیا ہے دیکھو دریہ تم میری کزن ہو اگلی بار تم نے شہوار کے ساتھ کوئی مس بی ہیو کیا تو میں لحاظ نہیں کروں گا۔ رہ گئی شہوار اس کی ذات کا حوالہ میں ہوں۔ مجھے وہ ہر لحاظ سے قبول ہے۔ مجھے فرق نہیں پڑتا کہ اس کا خاندان کون تھا اور وہ کہاں سے تھی۔ وہ میری فیملی کی چوائس اور میری پسند ہے۔" بہت سخت انداز میں مصطفیٰ نے اسے گھورا تو دریہ لب بھینچ گئی۔

"تم جس کام کے لیے پاکستان آئی ہو آرام و سکون سے وہ کام کرو، نہ کہ دوسروں کی ذات کے بخیے ادھیڑو تم میری تایازاد اور ہماری مہمان نہ ہوتیں تو میں اچھی طرح سمجھاتا کہ دوسروں کی ذات پر کیچڑ اچھالنا کسے کہتے ہیں۔ شہوار میری بیوی ہے یہ بات تم کبھی مت بھولنا۔" تلخی سے کہتے وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے چلا گیا۔ دریہ مٹھیاں بھینچے بڑے ضبط سے اسے وہاں سے جاتا دیکھتی رہی تھی۔



عبدالقیوم لیاز کے پاس آئے تھے لیاز اس جبری قید سے مکمل طور پر اکتا چکا تھا باپ کو دیکھتے ہی وہ کنٹرول سے باہر ہو گیا۔

"اوڈیڈ مجھے کیوں آپ نے یہاں قید کر دیا ہے۔ میں فیڈ اپ ہو چکا ہوں اس ساری روٹین سے موبائل فون کوئی بھی چیز نہیں میرے پاس۔ مجھے آخر کب تک اس طرح ایک جگہ قید ہو کر رہنا پڑے گا۔" عبدالقیوم نے بیٹے کو گھورا۔

"یہ سب تمہارا اپنا ہی کیا دھرا ہے۔ تم ہر بار ایک ہی تقاضا کر کے میری مشکلات میں مزید اضافہ کر دیتے ہو، ایک طرف عادلہ کی گمشدگی نے سوچنے سمجھنے کی ساری صلاحیتیں ختم کر دی ہیں اور اوپر سے تمہاری یہ ضد۔"

"کیا ابھی تک عادلہ کا علم نہیں ہوا؟" بہن کا سن کر لیاز قدرے دھیما ہوا۔ عبدالقیوم نفی میں سر ہلاتے صوفے پر بیٹھ گئے۔ بڑا تھکا تھکا سا انداز تھا۔

"نہیں...... سمجھ نہیں آتا اسے زمین کھا گئی یا آسمان نگل گیا۔ میں نے ہر جگہ اسے تلاش کر کے دیکھ لیا مگر کوئی سراغ نہیں مل رہا۔"

"تو پھر کہیں کوئی حادثہ تو نہیں ہو گیا اس کے ساتھ۔" لیاز نے پوچھا۔

"کتنے دن ہو چکے ہیں اگر ایسا ہوتا تو کوئی اطلاع تو ملتی، کوئی خیر خبر، میں نے تو اس شہر کے ہر اسپتال، ہر تھانے ہر جگہ

تلاش کروا دیکھا ہے سوائے مصطفیٰ کے آفس کے۔"

"آپ نے ایف آئی آر درج کرائی؟" عبدالقیوم نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں...... میں اگر ایف آئی آر درج کراتا تو بات بہت پھیل جاتی تھی اور مصطفیٰ کے گھر تک بھی یہ بات پہنچتے تو نجانے وہ لوگ کیا کریں، میں پہلے ہی بہت پریشان ہوں جو بھی ہے عادلہ اب بھی ان کی بہو ہے اور میں ان کے مزید ری ایکشن کو افورڈ نہیں کرسکتا۔" پریشانی سے کہا تھا۔

"مگر میں اس طرح کب تک قید رہ سکتا ہوں، موبائل فون تک نہیں ہے کسی دوست سے کوئی رابطہ نہیں، مجھے لگتا ہے کہ میں کسی جیل میں بند ہوں۔" اس کا انداز اکتایا ہوا تھا۔

"تم شہوار پر حملہ کرنے سے پہلے سوچتے تو یہ دن دیکھنے نہ پڑتے۔ مصطفیٰ کے ساتھی ہر وقت ہماری تلاش میں ہیں تمہیں اندازہ نہیں کہ میں کس طرح تمہارے پاس آتا ہوں تمہاری ماں کو بھی کہہ رکھا ہے کہ تمہیں ملک سے باہر بھجوادیا ہے مگر دن رات مصطفیٰ کا گھیرا بہت سخت ہوتا جارہا ہے۔ مجھے نہیں لگتا کہ میں بہت دن تک تمہیں یہاں بھی چھپا کر رکھ سکوں گا۔" لیاز ایک دم خاموش ہوگیا۔

"مصطفیٰ پچھلی تمام فائلز کھلوا چکا ہے اور بھی بہت سے کیسز اوپن ہورہے ہیں میں بس اسی کوشش میں ہوں کہ کسی نہ کسی طرح تمام اثاثے بیرون ملک منتقل کردوں۔ جو تھوڑا بہت رہ گیا وہ بعد میں دیکھیں گے فی الحال تو جان بچانا مقصد ہے۔"

"اوہ نو...... کیا واقعی صورتحال بہت زیادہ گمبھیر ہو چکی ہے۔"

"ہاں، ہوسکتا ہے اب میں ایک ماہ تک یہاں نہ آسکوں۔ یہ بظاہر ہر لحاظ سے محفوظ جگہ ہے مگر پھر بھی اگر میں نہ آسکوں اور کوئی خطرہ محسوس کروں گا تو تم تیار رہنا کہیں اور منتقل کرادوں گا پھر۔" لیاز نے سر ہلا دیا تھا۔

وہ ایک بار مصطفیٰ کی مار کھا چکا تھا دل میں لاکھ انتقام کا جذبہ تھا مگر فی الحال وہ اپنی پوزیشن مضبوط کرنا چاہتا تھا۔ اپنی جان بچانا چاہتا تھا اور اس کے بعد ہی وہ کسی اور طرف دیکھنے کی ہمت کرسکتا تھا۔

"او کے میں چلتا ہوں کوئی حماقت مت کرنا، میں حالات دیکھ کر ہی کوئی حتمی قدم اٹھاؤں گا۔ بس دعا کرنا تمہاری بہن مل جائے یا کوئی خیر خبر ہی آجائے پھر ہی میں باقی معاملات کو آسانی سے دیکھ سکتا ہوں ورنہ بہت پرابلم ہوجائے گی۔" وہ اٹھ کھڑے ہوئے تھے لیاز نے خاموشی سے سر ہلایا۔

انہوں نے وہاں سے نکلنے سے پہلے اپنا حلیہ بدلا اس وقت وہ ایک عام گھریلو ملازم کے حلیے میں تھے گھر سے نکلتے ہی عبدالقیوم آدھی رات کی گہری تاریکی میں گم ہوگئے تھے۔



اگلے دن وہ حویلی کے لیے روانہ ہوگئی تھی سجاد بھائی چھوڑنے آئے تھے۔ طے شدہ پروگرام کے مطابق ان سب نے محض شادی سے دو دن پہلے گاؤں پہنچنا تھا اور پھر وہیں سے دلہن کو رخصت کروا کر واپس شہر والے گھر میں لانا تھا اور ولیمہ دن میں میرج ہال میں تھا۔

زہرہ پھپھو وہاں پہلے سے ہی فیملی سمیت موجود تھیں۔ زاہد بھائی، زبیر بھائی، شائستہ بھابی، رمشا بھابی کے علاوہ عاصمہ بھی موجود تھے۔ البتہ پھپھو زینب کی فیملی کا ارادہ (کچھ لوگوں کا) شہر روانہ ہونے کا تھا اور کچھ کا یہاں گاؤں آنے کا حسن انکل اور ان کی فیملی کا بھی عین وقت پر آنے کا پروگرام تھا۔

جسمانی تھکن کے ساتھ ساتھ ذہنی تھکن زیادہ ہوتی ہے وہ سارا راستہ خود سے لڑتی الجھتی رہی تھی اور گاؤں آنے کے بعد وہ سب سے مل کر کمرے میں چلی آئی۔ وہ کچھ دیر کے لیے لیٹی تو یونہی لیٹے لیٹے آنکھ لگ گئی تھی کہ موبائل کی ٹون سے نیند ٹوٹ

تھی۔ اس نے لیٹے لیٹے ہی موبائل دیکھا اور پھر نام دیکھ کر اس نے ایک گہرا سانس لیا تھا۔ اسے دریہ کی وجہ سے مصطفیٰ کے ساتھ اپنا رویہ یاد آنے لگا تو دل میں ندامت کا بوجھ بڑھنے لگا۔ وہ مصطفیٰ کے ساتھ کبھی بھی بدتمیزی نہیں کرنا چاہتی تھی مگر نجانے کیوں ہمیشہ ایک جیسی ہی غلطی کر جاتی تھی۔ اس کے بعد تو وہ مصطفیٰ کے سامنے بھی نہیں گئی تھی ویسے بھی آج کل اس سے سامنا کم ہی ہو رہا تھا صبح وہ آفس چلا گیا تھا اور دوپہر میں وہ لوگ نکل آئے تھے اور اب اس کی کال آ گئی تھی۔

اس نے خاموشی سے کال پک کی تھی۔

"السلام علیکم۔" اس نے لیٹے لیٹے ہی کہا نیند کی وجہ سے آواز بوجھل سی ہو رہی تھی۔

"وعلیکم السلام، خیریت طبیعت ٹھیک ہے۔" دوسری طرف مصطفیٰ آواز کی تبدیلی فوراً محسوس کر گیا تھا۔

"جی......" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"مگر آواز سے لگ تو نہیں رہا۔" مصطفیٰ کی آواز میں تشویش تھی شہوار نے ایک گہرا سانس لیا۔

"میں ٹھیک ہوں سوئی ہوئی تھی اس وجہ سے آواز بھاری ہو رہی ہے۔"

"او کے...... سفر کیسا گزرا؟"

"ٹھیک گزر گیا، سجاد بھائی سے رابطہ تو رکھا ہوا تھا آپ نے کیا انہوں نے نہیں بتایا۔" اس نے سنجیدگی سے کہا تھا دوسری طرف مصطفیٰ ہنس دیا۔

"بتایا تو تھا مگر جس طرح لیاز غائب ہے تو بس مجھے ہر وقت ہی خدشہ لگا رہتا ہے کہ کہیں وہ کوئی کارروائی نہ کر ڈالے۔ بس سارا وقت دھیان ادھر ہی رہا تھا۔" مصطفیٰ نے مسکرا کر بتایا تو شہوار کے اندر ایک عجیب سا دکھ سرائیت کر گیا۔ مصطفیٰ کے اس قدر محتاط اور کیئرنگ انداز سے اس کے ہونٹ منجمد ہوگئے تھے وہ جو کوئی نہ کوئی اعتراض کا پہلو نکال کر اس سے الجھنے لگی تھی ایاز کی اس حرکت کے بعد وہ گم صم ہوگئی تھی۔

"اچھا خیر چھوڑیں یہ بتائیں باقی لوگ کیسے ہیں علم ہوا تھا زہرہ پھپھو و فیملی آ چکی ہیں۔" مصطفیٰ نے مزید پوچھا۔

"جی، سبھی موجود ہیں۔"

"سجاد بھائی بتا رہے تھے کہ خوب رونق لگا رکھی ہے سبھی نے۔"

"ہوسکتا ہے، میں آتے ہی کمرے میں آ کر سو گئی تھی کسی سے بھی ابھی تفصیلی بات چیت نہیں ہوئی۔" اس نے کہا تو مصطفیٰ ہنس دیا۔

وہ لوگ حویلی عصر کے وقت پہنچے تھے وہ نماز پڑھ کر لیٹی تھی اور اب مغرب ہو رہی تھی۔

"او کے مغرب کی اذان شروع ہوگئی ہے، پھر بات ہوگی۔" اس نے کہا۔

"تیرے وعدے پر جیے ہم تو یہ جان جھوٹ جاناں
کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا"

مصطفیٰ کے انداز پر سٹپٹا کر اس نے خاموشی سے موبائل بند کر دیا۔

وہ ہمیشہ اس رشتے سے انکار کرتی آئی تھی اور اب یہ سب خاموشی سے سہنا بھی بڑا تکلیف دہ امر لگ رہا تھا۔

شہوار نماز پڑھ کر باہر آ گئی۔

"دلہن صاحبہ تو آتے ہی غائب ہوگئی تھیں میں نے ایک دو بار تمہارے کمرے میں آنا بھی چاہا مگر امی نے منع کر دیا کہ سفر کی وجہ سے تھکی ہوئی ہوگی آرام کرنے دو۔" وہ باہر آئی تو عاصمہ نے کہا تھا وہ مسکرا کر اس کے پاس ہی بیٹھ گئی۔

"اور سناؤ، وہاں شادی کی تیاریاں کیسی چل رہی ہیں؟"

"یہ تو تم ان لوگوں سے ہی پوچھنا، میں کیا کہہ سکتی ہوں۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیوں تمہارے سامنے تیاریاں نہیں کرتے تھے یا تم سے کوئی پردہ تھا۔" رمشا بھابی بھی وہیں موجود تھیں انہوں نے شرارت سے پوچھا۔

"میں اپنی اسٹڈی میں زیادہ تر بزی رہی ہوں، شاپنگ وغیرہ پر بھی کبھی نہیں گئی صرف ایک دوبار کے علاوہ، سو مجھے اندازہ نہیں کہ کیا کیا تیاریاں کی ہوں گی۔" اس نے آرام سے کہا تو عاصمہ نے منہ بنایا۔

"ہاں جس طرح تم آدم بےزار رہتی ہو تم سے کسی ایسے ہی ردعمل کی توقع کی جاسکتی ہے۔ تمہاری جگہ میں ہوتی تو ہر جگہ پیش پیش ہوتی۔"

"بس اپنا اپنا مزاج ہے، کیا کرسکتے ہیں۔" اس نے جواباً مسکرا کر کہا۔

"امی کدھر ہیں؟" یہاں آنے کے بعد اس نے تابندہ بوا سے صرف سلام دعا کی تھی اب ان کی غیر موجودگی محسوس کی تو رمشا اور عاصمہ کو دیکھا۔

"بوا جی امی اور بھابی کے ہمراہ نزدیکی بازار گئی ہیں۔ اب تو آنے والی ہیں کہہ تو رہی تھیں مغرب سے پہلے آجائیں گی۔" عاصمہ نے ہی جواب دیا۔

وہ اٹھ کر کچن میں آگئی یہاں ملازمائیں کھانا تیار کررہی تھیں۔

"کچھ چاہیے شہوار بی بی۔" تاج اسے کچن میں دیکھ کر فوراً قریب آئی۔ بالکل مالکوں کی طرح عزت دی جاتی تھی۔ شہوار کے اندر ایک پھانس سی چبھی تھی۔

"نہیں پانی پینا تھا بس۔" اس نے دھیمے سے کہا۔

تاج نے فوراً گلاس میں پانی بھر کر اسے تھمایا اور وہ خاموشی سے کرسی گھسیٹ کر بیٹھ کر پانی پینے لگی۔

"حویلی میں تو بڑی رونق ہے آج کل شہوار بی بی اور عاصمہ بی بی ڈھولک لے کر بیٹھ جاتی ہیں گاؤں کی خواتین اور لڑکیاں بھی آجاتی ہیں۔ پھر خوب رونق لگتی ہے ہم تو روزانہ آپ کے آنے کا انتظار کررہے تھے۔ اب آپ آگئی ہیں تو دیکھیے گا کیسا مزا آتا ہے۔" تاج اسے دیکھ کر بےتکلفی سے کہہ رہی تھی۔ اس نے گہرا سانس لیا۔

ہر جگہ بس یہی ایک ٹاپک چل رہا تھا شادی کی تیاریاں، مصروفیات منصوبے، وہ خاموشی سے گلاس رکھ کر اٹھ گئی۔

"ویسے شاہزیب صاحب اور باقی لوگ کب آئیں گے۔" تاج نے اس سے مزید پوچھا۔

"پتا نہیں، اگر زیادہ جاننے کی جستجو ہے تو امی سے پوچھ لیں شاید ان کے علم میں باقی تفصیل ہو۔" سنجیدگی سے کہہ کر وہ کچن سے نکل آئی اور کمرے میں آکر اس نے موبائل لے کر کال ملائی تھی دوسری طرف انا تھی۔

"کیسی ہو؟" سلام دعا کے بعد پوچھا۔

"ٹھیک ہوں تم خیریت سے پہنچ گئیں؟" انا نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"تم کب تک آؤ گی؟"

"جب سب آئیں گے میرا مطلب ہے ولیمہ وغیرہ کا جب پروگرام بنے گا۔"

"تم جانتی ہو کہ میں آج کل کس اذیت سے گزر رہی ہوں میں بہت تنہائی اور اکیلا پن محسوس کرنے لگی ہوں پلیز تم جلدی آجاؤ میں آ یہاں اگر اسی طرح اذیت کا شکار رہی تو شاید پاگل ہوجاؤں۔" شہوار نے بہت تکلیف سے کہا۔

"کیا ہوا، خیریت؟" دوسری طرف انا پریشان ہوئی۔

"پتا نہیں، جوں جوں دن گزر رہے ہیں میں بہت پریشان ہورہی ہوں میں بہت کوشش کررہی ہوں کہ کسی نہ کسی طرح نارمل ری ایکٹ کروں لیکن نہیں کرپارہی۔" شہوار کے انداز میں بےبسی تھی۔

"کسی نے کچھ کہا ہے؟"

"میں نے ہمیشہ مصطفیٰ کے سامنے اس رشتے سے بےزاری، اکتاہٹ کا اظہار کیا ہے اور اب اس کو اگر مان لیتی ہوں تو نجانے وہ کیا سوچے؟ میں بہت گلٹی فیل کررہی ہوں اپنی بہت سی باتوں کے لیے۔"

"دیکھو شہوار ڈونٹ بی ایموشنل یار، تم یہ بھی تو سوچو کہ مصطفیٰ بھائی نے کبھی بھی تمہیں تمہارے رویے کی وجہ سے نظر انداز نہیں کیا وہ ایک میچورڈ شخص ہیں وہ تمہاری فیلنگز کو جسٹی فائی کرتے ہیں تم ان کے بارے میں اچھا اچھا سوچو باقی سب بھول جاؤ۔" انا نے رسانیت سے سمجھایا تو اس نے ایک گہرا سانس لیا۔

"یہی تو پرابلم ہے کہ میں کچھ بھی اچھا نہیں سوچ پارہی۔ دنیا جہاں کی منفی سوچوں نے میرے دل و دماغ میں ادھم مچا رکھا ہے اور میں کسی سے کچھ شیئر بھی نہیں کرسکتی پلیز جلدی سے آنے کی کوشش کرو میں بہت تمہیں بہت مس کررہی ہوں۔" اس کے لہجے میں یاسیت تھی۔

"اوکے ڈونٹ وری میں ماما اور رولی سے بات کروں گی اگر ابھی آنا ممکن ہوا تو ضرور آؤں گی۔" انا نے فوراً حامی بھرلی۔

"تھینکس، تم آنٹی سے آج ہی بات کرلینا میں ویٹ کروں گی، اگر آنے جانے کا پرابلم ہے تو اس بات کی تم فکر مت کرو میں کسی کو کہہ دوں گی تمہیں گاؤں لے آئیں گے یا پھر میں گھر میں فون کردوں گی کوئی نہ کوئی معقول ارینج ہوجائے گا۔" شہوار نے فوراً کہا تو انا ہنس دی۔

"اوکے میں ماما سے بات کرکے بتادوں گی، تم پریشان مت ہو۔" انا نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا تو شہوار کے دل کو کچھ تسلی سی حاصل ہوئی۔

"تھینکس ڈیئر۔"

"میرے پاس ایک اور بھی سلوشن ہے کہو تو بتادیتی ہوں۔" انا نے مسکراتے ہوئے کہا اور شہوار چونکی۔

"کیسا سلوشن؟"

"جتنے دن شادی کے باقی ہیں ان میں تم دن رات مصطفیٰ بھائی سے بات کیا کرو، کچھ انہیں تمہارے اوہام وخدشات کا علم ہوگا اور کچھ تمہیں ان کی طرف سے ملنے والی محبت اور پیار سے اعتماد حاصل ہوگا۔ پھر تمہیں میری ضرورت بھی باقی نہیں رہے گی۔" انا کا انداز شرارتی تھا وہ جھینپ گئی۔

"بکومت تم جانتی ہو کہ اگر ہمارے درمیان یہ سب ایشوز نہ ہوتے تو بھی میں ان سے بات کبھی بھی نہ کرتی۔"

"توبہ..... وہ تمہارے شوہر ہیں مضائقہ کیا ہے؟"

"ابھی صرف نکاح ہوا ہے مجھ پر ان کے حقوق و فرائض کی ابھی کوئی شق واجب العمل نہیں ہے۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"بس اسی پوائنٹ پر آکر تم مار کھا جاتی ہو۔ ابھی تم ان سے متعلق اپنے رویوں پر نادم ہورہی تھی اور ابھی ایک دم سخت پتھریلا بےلچک انداز اپنا لیا ہے۔ اٹ از ناٹ فیئر یار، نکاح ہوا ہے یا رخصتی بہرحال حقیقت تو یہ ہے کہ وہ تمہارے قانونی اور شرعی شوہر ہیں اور رہی حقوق و فرائض کی بات تو تم ان کی پابند ہو۔" انا نے حقیقت بیان کی تھی وہ ایک گہرا سانس لے کر رہ گئی۔

"پتا نہیں، بس میں کوشش تو کررہی ہوں تاکہ پرانے رویوں کو بھول کر نئے انداز اپناؤں کچھ وقت تو لگے گا نا اب ایک دم بدلنے سے تو رہی۔"

"دل کو مت بدلو، بس دل میں ان سے متعلق اچھے اچھے جذبات پیدا کرلو اور شادی کے اچھے خواب دیکھو۔" انا نے ہنس کر کہا تو وہ جھینپ گئی۔

"ایک بات تو بتاؤ؟" انا نے پوچھا۔

"کیا؟"

"اتنے ماہ نکاح رہا ہے تمہارا، یہ درمیانی ایشوز نکال کر ایک طرف رکھ کر سچ سچ بتاؤ محبت کرتی ہو مصطفیٰ بھائی سے؟" انداز میں شرارت تھی۔

"نکاح کے بول، نکاح کا احساس کسی بھی ایسے دل کو متوجہ کرلیتا ہے جس دل میں پہلے سے کوئی مکین آباد نہ ہو، میں نے ایک صاف ستھری زندگی گزاری ہے شاید ایک نارمل انسان کی طرح زندگی میں لیاز، عادلہ بھابی اپنا فیملی بیک گراؤنڈ جیسے واقعات و کمپلیکسز نہ ہوتے تو میں مصطفیٰ کی پروقار شخصیت سے متاثر ہو کر دل کو کوئی روگ لگا لیتی۔ میں ان کی عزت کرتی ہوں مصطفیٰ کے لیے نیک جذبات رکھتی ہوں مگر محبت وحبت کے بارے میں میں نے کبھی نہیں سوچا۔" شہوار نے آہستگی سے سوچ سوچ کر جواب دیا۔

"توبہ، اچھی لڑکیاں اسی طرح کی محبت کرتی ہیں فلمی و ڈرامائی محبت ان کے بس کا روگ نہیں ہوتا لڑکی۔ محبت ان کے اندر جنم لیتی ہے اور ان کی حیا و کردار کی چادر میں ہی چھپی رہتی ہے وہ اپنی زبان کے اظہار تک اس محبت کو نہیں لاتیں محبوب کی عزت کرلی اس کی ہر بات مان لی اور اس کے لیے نیک جذبات رکھ لیے۔ اس سے زیادہ نیک اور اچھی لڑکیاں کچھ نہیں کر پاتیں۔" انا نے ہنس کر کہا تھا تو شہوار بھی ہنس دی۔

"تم محبت کی بہت اچھی تشریح کرلیتی ہو۔"

"ذرہ نوازی ہے تمہاری۔" انا نے ہنستے ہوئے کہا تو شہوار بھی ہنس دی۔ اس کا موڈ انا سے بات کرکے کافی حد تک فریش ہوگیا تھا۔

"اب تم مصطفیٰ بھائی کے دن رات اچھے اچھے خواب دیکھو میں بھی اگر ماما نے اجازت دے دی تو فوراً آنے کی کوشش کرتی ہوں ٹھیک ہے۔"

"اوکے...... میں ویٹ کروں گی۔" اس نے بھی حامی بھرلی تھی۔

"اور ہاں میرے دوسرے مشورے پر بھی عمل کرسکتی ہو ساری بے زاریت فرسٹریشن اور قنوطیت سر پر پاؤں رکھ کر دم دبا کر بھاگ جائے گی۔"

"کون سا مشورہ۔"

"یار یہی جو ابھی بتایا ہے مصطفیٰ بھائی سے دن رات فون پر بات کرنے والا طبیعت میں افاقہ ہوگا پیار بھری باتیں اور مستقبل کے سہانے خواب تمہیں تو میں پھر یاد ہی نہیں ہوں گی۔" انا نے ہنستے ہوئے کہا تو شہوار کانوں تک سرخ ہوگئی تھی۔

"بدتمیز، بہت فضول بولتی ہو تم، اب بات نہیں کرنا مجھ سے۔" اس نے خفگی سے کہتے کال ڈراپ کردی مگر چہرہ ابھی بھی سرخ ہو رہا تھا۔

"کتنی فضول لڑکی ہے یہ انا بھی۔" موبائل بستر پر ڈالتے وہ انا کی باتوں کو یاد کرتے ایک بار پھر پزل سی ہونے لگی تھی۔

❁......❁......❁

مصطفیٰ نے ولید کو فون کیا کہ وہ اس کے ساتھ شاپنگ کرنا چاہتا تھا ولید اپنے تمام کام پس پشت ڈال کر اس کے ساتھ آ گیا تھا۔

ولید اور مصطفیٰ شادی کے لیے مختلف چیزیں خرید رہے تھے تین چار دن بعد ان سب کو حویلی روانہ ہونا تھا اور مصطفیٰ کو اپنی جاب سے ہی فرصت نہیں مل رہی تھی۔ سو آج خصوصی طور پر وقت نکال کر وہ ولید کے ہمراہ آیا تھا۔ ولید اپنے لیے مختلف شرٹس دیکھ رہا تھا جب ایک طرف سے نکل کر کاشفہ ولید کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

"ہیلو۔" ولید نے چونک کر دیکھا کاشفہ کو دیکھ کر حیران ہوا۔

"ہیلو تم ادھر؟"

"مجھے اپنے بھائی کے لیے کچھ شاپنگ کرنی تھی بس اسی سلسلے میں یہاں آئی تھی۔ تم سناؤ کیسے ہو، میری کال کیوں نہیں پک کررہے؟"

وہ فوراً سوال و جواب پر اتر آئی تو ولید نے ایک گہرا سانس لیتے اطراف میں دیکھا مصطفیٰ دوسری طرف جینٹس واچ کی شاپ میں کچھ واچز دیکھ رہا تھا۔

"بس بہت بزی تھا سوچا تھا کہ فرصت ملتے ہی تم سے خود ہی رابطہ کروں گا۔" مسکرا کر کہا تو کاشفہ نے بغور دیکھا۔ ولید کی مسکراہٹ بڑی اٹریکٹو تھی۔

"تم مجھ سے اس دن کی کال کے بعد ناراض ہوناں؟" کاشفہ نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"نہیں، وہ تمہارے ذاتی سوال و جواب تھے میں ناراض نہیں ہوں۔"

"تو پھر تم مجھ سے مسلسل اوائیڈ کیوں کررہے ہو، اول تو کال ہی پک نہیں کررہے اور اگر کربھی لو تو ٹال جاتے ہو۔" اس نے خفگی سے کہا۔

"بتایا تو تھا کہ بزی تھا۔" اس نے اسے جواب دے کر اس جانب دیکھا جہاں مصطفیٰ تھا۔ وہ وہاں سے نکل کر اسی طرف آ رہا تھا۔ کاشفہ کی مصطفیٰ کی طرف پشت تھی۔

"تو پھر کب ملو گے، دیکھو مجھے تم سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔ اگر آج پاسبل ہے تو ہم کہیں باہر ملتے ہیں۔" کاشفہ کہہ رہی تھی۔

"دیکھیں میں اس وقت کسی دوست کے ساتھ ہوں میں آپ کو فارغ ہوتے ہی کال کروں گا۔ اس وقت چلتا ہوں۔" مصطفیٰ نزدیک آ رہا تھا ولید نے مسکرا کر کہا تو کاشفہ نے سر ہلا دیا۔

"اوکے، میں ویٹ کروں گی۔ سی یو۔" وہ کہہ کر دوسری طرف بڑھ گئی تھی۔ ولید بھی مصطفیٰ کی طرف چلا آیا۔

"کون تھی وہ! کس کے ساتھ کھڑے تھے؟" مصطفیٰ لڑکی کو دیکھ چکا تھا مگر صرف پشت سو مشکوک نظروں سے ولید کو دیکھا۔

"بس ایک جاننے والی تھی۔ مجھے یہاں دیکھا تو سلام دعا کرنے لگی۔" مصطفیٰ نے مشکوک نظروں سے ولید کو چند پل دیکھا۔

"ایسے کیوں گھور رہے ہو؟" ولید نے ٹوکا تو وہ ہنس دیا۔

"دیکھ رہا ہوں پاکستان آ کر بھی تمہاری متاثرین کی تعداد برقرار ہے۔"

"شٹ اپ، ایسی کوئی بات نہیں۔" مصطفیٰ کی بات پر جھینپ کر ولید نے ٹوکا تو مصطفیٰ ہنس دیا۔

"مجھے تو لگ رہا ہے خیر تم سناؤ انا کیسی ہیں؟"

"وہ ٹھیک ہے۔" ولید نے مسکرا کر کہا۔

"اور شادی کا کب تک ارادہ ہے۔" مصطفیٰ نے چلتے چلتے پوچھا۔

"مجھے ابھی کوئی جلدی نہیں، انا کی ایجوکیشن کمپلیٹ ہوجائے پھر دیکھیں گے۔" وہ دونوں کاؤنٹر کی طرف آ گئے تھے۔

شاپنگ تقریباً ساری کرچکے تھے۔ دونوں نے پےمنٹ کی تھی۔

"آؤ تمہیں اچھا سا لنچ کراتا ہوں۔" مصطفیٰ نے باہر آ کر کہا۔

"مگر اس گاڑی کا کیا ہوگا؟" ولید نے اپنی گاڑی کی طرف اشارہ کیا۔

"اسے کسی سائیڈ پر پارک کردو واپسی پر دیکھ لیں گے۔" ولید نے سر ہلا کر ایک جگہ پر گاڑی پارک کی تھی اور خود مصطفیٰ کے ساتھ آ گیا۔

"میں نے اس لڑکی کا سائیڈ پوز دیکھا تھا یوں لگا کہ جیسے کہیں دیکھا ہوا ہے، سائیڈ پوز اور فاصلہ تھا پہچان نہیں پایا کون تھی وہ۔" مصطفیٰ نے ڈرائیو کرتے پھر پوچھا۔

"بتا تو رہا ہوں ایک جاننے والی تھی۔"

"اس جاننے والی کا حدود اربعہ کیا تھا یہ بھی بتادو، میرا نہیں خیال کہ ہمارے درمیان کبھی کسی بھی معاملے میں پردہ داری رہی ہے۔" مصطفیٰ نے مسکرا کر کہا تو ولید بھی مسکرا دیا۔

"تمہیں یاد ہے کچھ عرصہ قبل میری گاڑی سے ایک لڑکی کی گاڑی ٹکرا گئی تھی اور پھر میں اسے اسپتال لے گیا تھا۔"

"ہاں تم نے یہ بھی بتایا تھا کہ وہ کافی خوب صورت اور ویل آف فیملی سے تھی۔" مصطفیٰ نے مزید اضافہ کیا تو ولید ہنس دیا۔

"ہاں بس وہی لڑکی تھی۔" ولید نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا۔ مصطفیٰ نے گھورا۔

"حیرت ہے ابھی تک رابطہ رکھا ہوا ہے سچ سچ بتاؤ یہ رابطہ تم نے رکھا ہوا ہے یا اس نے؟"

"تمہیں کیا لگتا ہے۔" ولید نے مسکرا کر پوچھا۔

"کیتھی والے تجربے کو سامنے رکھ کر جواب دوں تو مجھے اس لڑکی پر ترس آ رہا ہے۔" مصطفیٰ نے سنجیدگی سے کہا تو ولید کھل کر ہنس دیا۔

"وہ تو شکر ہوا کہ کیتھی پر میرے روشانے اور انکل کے سمجھانے کا اثر ہوگیا تھا جو اس سے ابھی تک دوستی برقرار ہے ورنہ وہ جس طرح سوسائیڈ کرچکی تھی کچھ بھی بعید نہ تھا کہ تم پر قتل کا مقدمہ بن جاتا تھا۔" مصطفیٰ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم جانتے ہو کیتھی والے معاملے میں میرا ایک پرسنٹ بھی کوئی قصور نہ تھا۔ وہ تو شروع سے ہی ایموشنل لڑکی تھی اور میں نے ہمیشہ اس کی حوصلہ شکنی ہی کی تھی۔"

"ویسے اس لڑکی کا حدود اربعہ کیا ہے؟" مصطفیٰ نے سر ہلا کر پوچھا۔

"کس کا میکاشفہ کا؟" ولید نے کہا۔

"تو لڑکی کا نام کاشفہ ہے؟" مصطفیٰ نے ایک ریسٹورنٹ کے سامنے گاڑی پارک کردی۔

"چھوڑو اس ٹاپک کو تم بتاؤ تمہارا کیا پروگرام ہے ہمارے ساتھ چلو گے یا فیملی کے ساتھ۔" ولید نے سوال ٹال دیا تھا۔

"پتا نہیں بابا کا کیا آرڈر ہوتا ہے میرے متعلق تم بتاؤ تمہارے ہاں سے کون کون جارہا ہے گاؤں؟" مصطفیٰ نے بھی دوبارہ نہیں پوچھا۔

"ابھی تو ہم چاروں یعنی میرا، انا، روشی اور احسن کا ہی پروگرام ہے باقی کسی کا ابھی موڈ نہیں بنا۔" مینو کارڈ دیکھتے ولید نے کہا مصطفیٰ چونکا۔

"کیوں...... انکل اور باقی لوگ نہیں چل رہے؟"

"بابا کی طبیعت کا تو تمہیں پتا ہے نا طویل سفر منع ہے پھر پھپھو کو بھی ان کی وجہ سے رکنا ہوگا اور انکل بزنس کی وجہ سے نہیں جارہے۔"

"لیکن انکل کو تو ضرور آنا چاہیے تھا میں بہت ناراض ہوں گا۔" ویٹر آ گیا تو مصطفیٰ خاموش ہوگیا تھا انہوں نے مینو لکھوایا تو ویٹر چلا گیا پھر مصطفیٰ نے ولید کو گھورا۔

"انکل کو صاف کہہ دینا وہ اگر نہیں آئے تو میں خود آ کر زبردستی لے جاؤں گا۔"

"اوکے کہہ دوں گا، ابھی ایک دن باقی ہے شاید ان کا موڈ بن ہی جائے۔" ولید نے ٹالا تو مصطفیٰ نے گھورا تھا ولید کھل کر ہنس دیا۔



شاہزیب صاحب نے اپنے تمام اسٹاف کو انوائٹ کیا تھا سر عباس نے بھی بطور خاص رابعہ کو اپنے بھائی کی شادی میں شمولیت کا کارڈ دیا تھا۔

رابعہ نے گھر والوں سے بات کی تھی مگر کوئی بھی اس کے اتنی دور جانے کے حق میں نہ تھا اگلے دن وہ سر عباس کے روم میں کسی فائل پر دستخط کرانے آئی تو عباس نے روک لیا۔

"ہمارا تقریباً سارا اسٹاف ریڈی ہے کچھ لوگ تو صرف فنکشن والے دن ہی آئیں گے اور کچھ لوگ صرف ولیمہ میں شرکت کریں گے آپ بتائیں آپ کا کیا پروگرام ہے۔" عباس نے براہ راست پوچھا۔

"ایم سوری سر مجھے اتنی دور جانے کی پرمیشن نہیں ملے گی ہاں میں ولیمہ اٹینڈ کرلوں گی۔" اس نے صاف گوئی سے کہا۔

"لیکن مس ہادیہ تو جارہی ہیں اور چند اور خواتین بھی کل ہماری فیملی کے ساتھ ہی روانہ ہوں گی اور واپسی بھی ساتھ ہی ہوگی۔" عباس نے کہا تو وہ سر جھکا گئی۔

"ہادیہ اور ہمارے فیملی بیک گراؤنڈ میں بہت فرق ہے سر۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"تو ہمارا گھرانہ بھی بہت روایتی قسم کا ہے اور جو خواتین جارہی ہیں وہ سب ہمارے فیملی فنکشن اٹینڈ کرچکی ہیں ہاں اس بار فنکشن ہمارا گاؤں میں ارینج ہے تو دو دن پہلے ہی موو کرنا پڑ رہا ہے لیکن یہ خواتین بے فکر ہو کر جارہی ہیں۔" عباس کی بات پر وہ دھیمے سے مسکرائی۔

"سر ایسی بات نہیں ہے۔"

"مجھے تو یہی لگا کہ آپ بے اعتمادی کا اظہار کررہی ہیں۔"

"تو سر بٹ میری فیملی میں کبھی بھی کوئی لڑکی تنہا اتنی دور کبھی نہیں گئی۔"

"اوکے...... ایز یو وش۔" عباس نے سر ہلایا اور مزید کچھ نہیں کہا تو وہ کمرے سے باہر آئی تو ہادیہ اس کے کیبن میں موجود تھی۔

"سنا ہے تم سب لوگوں کے ہمراہ ان کے بھائی کی شادی کے سلسلے میں ان کے گاؤں جارہی ہو۔" اپنی سیٹ پر بیٹھتے اس نے ہادیہ سے پوچھا۔

"کیوں تم نہیں جارہی؟" ہادیہ نے الٹا سوال کیا۔

"تم اچھی طرح جانتی ہو میں ایسے فنکشنز اٹینڈ نہیں کرتی اور سب سے بڑی بات میں خود بھی نہیں جانا چاہتی اتنے بڑے اسٹیٹس والے لوگ ہیں میں تو سوچ کر ہی پریشان ہورہی ہوں کہ اگر ولیمہ اٹینڈ کروں گی تو گفٹ کیا دوں گی۔" اس نے ہادیہ کے سامنے دل کی بات کہی تھی۔

"توبہ ہے، شاہزیب صاحب نے میٹنگ میں صاف کہہ دیا تھا کہ جو بھی ان کے اسٹاف میں سے جائے گا وہ کوئی بھی گفٹ لے کر نہیں آئے گا۔ میں ان کے ہاں کے کئی فنکشنز اٹینڈ کرچکی ہوں اور ان کے اسٹاف ممبرز بھی وہ کسی سے بھی گفٹ

نہیں لیتے کوئی لے کر جائے تو تب بھی نہیں۔" ہادیہ نے بتایا۔

"پھر تو اور بھی شرمندگی والی بات ہے خالی ہاتھ جاتے ہوئے تو بندہ اور بھی برا لگتا ہے۔" وہ واقعی حیران تھی۔

"یہ باتیں چھوٹے گھروں میں سوچی جاتی ہیں سر جیسے لوگ نہیں سوچتے۔" رابعہ حیران تھی۔

"تم بتاؤ تم جارہی ہونا، پورے اسٹاف میں ہم پانچ خواتین تیار ہیں۔ باقی لوگ ولیمہ یہاں سے ہی اٹینڈ کریں گے۔"

"گھر والے اتنی دور بھیجنے پر کبھی راضی نہ ہوں گے۔"

"میں تو جارہی ہوں۔"

"تمہاری بات اور ہے تم لوگ عادی ہو مگر امی کبھی نہیں مانیں گی ماموں کو منانا مشکل کام نہیں مگر امی ذرا پرانے خیالات کی ہیں وہ کبھی راضی نہیں ہوں گی۔"

"تم کہو تو میں بات کروں آنٹی سے۔" ہادیہ نے آفر کی۔

"فائدہ ہی نہیں۔"

"حرج ہی کیا ہے۔ واپسی پر تمہارے ہاں ہی چلتی ہوں اگر وہ راضی ہوگئیں تو بہت اچھی بات ہے ورنہ صبر کرلوں گی۔" گھڑی دیکھتے اس نے فوراً پروگرام سیٹ کیا۔

"ایک گھنٹے بعد آف ہونے والا ہے تم ریڈی رہنا میں تمہارے ساتھ چل رہی ہوں۔" وہ اسے کہہ کر چلی گئی تھی اور وہ اپنے کام میں مصروف ہوگئی۔ ایک گھنٹہ بعد وہ دونوں آفس سے نکل آئی تھیں۔

ہادیہ اس کے ساتھ ہی اس کے گھر آئی تھی۔ وہ تو اسے امی اور بھابی کے پاس بٹھا کر روم میں چینج کرنے چلی گئی تھی ابوبکر اور ماموں گھر پر نہیں تھے۔ وہ چینج کرکے لوٹی تو ہادیہ کولڈ ڈرنک پی رہی تھی اور امی نماز ادا کرنے جاچکی تھیں ہادیہ اسے دیکھ کر مسکرائی تھی۔

"مبارک ہو تم خوامخواہ مجھے ڈرا رہی تھیں میں نے آنٹی سے بات کی اور وہ مان گئی۔"

"امپاسبل؟" وہ واقعی حیران تھی بھابی نے بھی مسکرا کر سر ہلایا تھا۔

"یہ سارا کریڈٹ مجھے جاتا ہے میں نے آنٹی سے بات ہی اس انداز میں کی ہے کہ آنٹی نے چند سوال کیے تھے کون کون جائے گا، کیسے لوگ ہیں، فلاں فلاں، میں نے بھی اچھے سے جواب دے دیا اب تم ریڈی رہو کل تم ہمارے ساتھ جارہی ہو، اوکے۔"

"حیرت ہے مجھے تو امی نے انکار کردیا تھا۔" وہ پاس ہی بیٹھ گئی تھی۔

"یہ سب میری وکالت کا نتیجہ ہے۔ میں نے آنٹی کو اچھی طرح یقین دلایا کہ آپ اپنی اس ننھی منی بیٹی کی طرف سے بالکل بے فکر رہیے گا میں ہوں نا اس کی انگلی تھام کر اپنے پلو سے باندھ کر رکھوں گی۔ سائے کی طرح ساتھ رہوں گی اور بحفاظت صحیح سالم پوری کی پوری ان کو واپس لوٹا دوں گی۔" اس نے مذاق کے انداز میں کہا تو وہ بھی ہنس دی۔

"دفع ہوجاؤ۔"

"اب تم تیاری کرو جانے کی میں نے آنٹی سے وعدہ کیا ہے۔ تمہاری ذمہ داری اب میری ہے۔"

"لیکن سر لوگوں کو تو میں انکار کرچکی ہوں اگر میں اتنے دن غائب رہی تو میری جگہ وہ کس کو رکھیں گے۔"

"یہ سر لوگوں کا ہیڈک ہے، سبھی اہم لوگ جاب پر موجود ہوں گے اور ہم جو جارہی ہیں نا ہماری جگہ دوسرے لوگ کام کریں گے سبھی ایک ساتھ غائب نہیں ہوں گے۔" ہادیہ نے کہا تو وہ سر ہلا گئی تھی۔

"تمہیں پتا ہے ہم نے اس کا رشتہ طے کردیا ہے۔" بھابی ان دونوں کے خاموش ہوتے ہی فوراً بولی تو ہادیہ فوراً چونکی تھی۔

"ہیں..... واقعی؟"

"بالکل۔" رابعہ جھینپی تھی اس نے اس بات کا ذکر ابھی تک ہادیہ سے نہیں کیا تھا۔

"کب، کس سے اور تم نے تو مجھے بتایا ہی نہیں۔"

"بس یاد ہی نہیں رہا۔" رابعہ نے فوراً صفائی دی۔

"اتنی بڑی بات اور یاد نہیں رہی۔" اس نے فوراً ناراضی سے گھورا۔

"لڑکا کیسا ہے، کیا نام ہے؟" ہادیہ نے بھابی سے پوچھا۔

"لڑکا اچھا ہے، نام ابوبکر ہے، عرصہ دراز سے باہر سیٹل تھا اب پاکستان آیا ہے اور یہیں گھر دیکھ رہا ہے۔"

"اوہ..... اچھا۔" ہادیہ ابوبکر نام سن کر ایک پل کو خاموش ہوئی اور پھر مسکرا کر کہا۔

"کوئی تصویر وغیرہ ہوگی؟" اس نے یونہی پوچھا۔

"نہیں لڑکا پاکستان میں ہی ہے۔" بھابی نے ہی بتایا۔

"رشتہ دار ہیں آپ لوگوں کے۔"

"نہیں اس کے بھائی کا دوست ہے۔" ہادیہ نے سر ہلایا۔

"باقی معلومات اس سے ہی لو میں ذرا گڑیا کو دیکھ لوں۔" بھابی کہہ کر چلی گئی تھیں۔ ہادیہ نے رابعہ کو گھورا تو وہ مسکرادی۔

"بہت بری ہو اتنی بڑی بات مجھ سے چھپائی تم نے۔"

"نہیں، خیر چھپائی تو نہیں میں سوچ رہی تھی کہ تم سے کیسے ذکر کروں؟"

"تم نے دیکھا ہے لڑکے کو۔" رابعہ نے گردن ہلائی۔

"بڑی چھپی رستم نکلی ہو، ذکر تک نہ کیا۔" رابعہ ہنس دی۔

"ابھی جسٹ بڑوں میں ہی فیصلہ ہوا ہے باقاعدہ کوئی منگنی وگنی نہیں ہوئی۔ سہیل بھائی کو اپنے یہ دوست بہت پسند آئے تھے امی اور ماموں سے ذکر کیا اور ماموں بھی اس سے مل کر متاثر ہوئے تو اس سے باقاعدہ بات کی۔ براہ راست تو میری بات نہیں ہوئی مگر ماموں ہی ذکر کررہے تھے کہ ابوبکر رشتے کے لیے راضی ہے وہ اپنا گھر دیکھ رہا ہے اور چاہتا ہے کہ منگنی کے بجائے شادی ہو فی الحال امی اور ماموں خاموش ہوگئے ہیں کہ پہلے وہ سیٹل ہوجائے پھر شادی کی بات چھیڑیں گے۔" رابعہ نے تفصیل سے ساری بات کہہ سنائی تو ہادیہ نے سر ہلادیا۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔"

ہادیہ نے مسکرا سر ہلایا تو رابعہ اسے مزید تفصیل سے ابوبکر کے بارے میں بتانے لگی۔

❀.....❀.....❀

وہ کالج سے آکر سوگئی تھی سو کر اٹھی تو ہاتھ منہ دھو کر باہر آئی مگر ماما کے ساتھ کسی خاتون کو دیکھ کر رک گئی تھی۔ وہ خاتون ماما سے سلام دعا کرکے رخصت ہوئیں تو وہ ماما کے پاس آرکی تھی۔

"خیریت یہ خاتون کیوں آئی تھیں اور آپ بھی آج جلدی گھر آگئی ہیں۔" اس کے لہجے میں تشویش تھی ماما مسکرادی۔

"ہاں سب خیریت ہے۔" ماما کہہ کر اپنے کمرے کی طرف چلی گئی تھیں۔ وہ حیران ہوتی کچن میں آگئی تھی۔

مگر ماما کی مسکراہٹ اور اس عورت کی آمد کا مقصد رات میں کھل گیا تھا جب انا پیکنگ کرنے اٹھی تھی اور روشی کو بھی کہا تھا جس پر ماما نے کہا تھا کہ وہ نہیں جارہی تو وہ حیران ہوئی اس وقت لاؤنج میں وہ تینوں ہی تھیں۔

"کیوں بھئی؟" اس نے ماما اور روشی کو دیکھا روشی کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔

”طبیعت ٹھیک نہیں ہے اس کی۔“ ماما نے ہی جواب دیا۔
”کیا ہوا ہے طبیعت کو؟“ وہ ایک دم پریشان ہوگئی تھی۔ ماما نے مسکرا کر بہو کو دیکھا۔
”ماشاء اللہ سے روشی پریگنٹ ہے۔“ ماما نے کہا تو وہ ہونق ہوکر دیکھنے لگی روشی کے چہرے پر بڑی شرمیلی سی مسکراہٹ تھی۔
”اس کی طبیعت چند دن سے مسلسل خراب تھی۔ مجھے کہہ بھی رہی تھی آج بھی تمہارے سونے کے بعد خراب ہوئی تو مجھے فون کیا تھا میں فوراً گھر آ گئی تھی ساتھ ہی ڈاکٹر کو بھی لے کر آئی تھی۔ شک تو ہم دونوں کو تھا ہی ڈاکٹر نے تصدیق بھی کردی ہے۔“
”اوہ..... مبارک ہو بھئی۔“ ماما کی زبانی تفصیل سن کر خوش ہوکر وہ روشی کے پاس ہی ٹک گئی تھی۔
”اف..... یعنی میں اب پھپو بن رہی ہوں، کتنی ایکسائیٹڈ نیوز ہے نا۔“ اس نے گرم جوشی سے روشی کو ساتھ لگایا تو ماما ہنس دیں۔
”مگر اب نہیں چاہتی کہ روشی شہوار کی شادی پر جائے شروع کے دن ہیں روشی کو اسپیشل کیئر کی ضرورت ہے۔ تم ولی اور احسن چلے جانا۔“ ماما نے کہا تو اس نے منہ بسور کر کہا۔
”روشی کے بغیر خاک مزہ آئے گا۔“
”تین چار گھنٹوں کا سفر ہے میں کوئی رسک نہیں لے سکتی۔“ ماما نے صاف انکار کردیا۔
”احسن کی پیکنگ میں کرچکی ہوں ولی بھائی سے پوچھ لو کیا کیا لے کر جارہے ہیں اور جانے کا کیا پروگرام ہے اور کل کس وقت نکلیں گے؟“ روشی نے کہا تو اس نے سر ہلا دیا۔
”گفٹ کیا دے رہی ہو شہوار کو؟“ وہ اٹھی تو ماما نے پوچھا۔
”آپ بتائیں کیا دوں، شہوار سے بھی پوچھا تھا میں نے وہ تو صاف منع کرچکی ہے مگر اب خالی ہاتھ جانا بھی تو اچھا نہیں لگتا نا۔“
”وہ لوگ روشی کے لیے گولڈ کی جیولری لائے تھے تم بھی اسی حساب سے کوئی چیز لے جاؤ، پچھلے دنوں میں تمہارے لیے جو بریسلیٹ لائی تھی وہ دیکھ لو اگر مناسب لگتا ہے تو لے جاؤ ولید تو مصطفیٰ کا دوست ہے وہ کچھ بھی دے دلائے اس کی مرضی تم کوئی اچھی سی چیز ہی دو۔“ ماما کے کہنے پر اس نے سر ہلایا۔
ماما نے اسے بریسلیٹ لا دیا تھا جو اسے پسند آیا تھا اس نے رکھ لیا تھا شاپنگ کی اسے کوئی خاص ضرورت نہ تھی ہر چیز موجود تھی اس نے اپنا سامان بیگ میں پیک کیا اور پھر وہاں سے نکل کر ماموں کے پورشن کی طرف چلی آئی تھی ولید اور احسن گھر آچکے تھے اور کھانا کھانے کے بعد اپنے اپنے کمروں میں تھے۔ اس نے ولید کے روم کے دروازے پر دستک دی۔
”یس۔“ ولید کے کہنے پر وہ اندر داخل ہوئی تو ولید موبائل پر کسی سے بات کررہا تھا اسے دیکھ کر فوراً پلٹا۔
”روشی کہہ رہی تھی آپ سے پوچھ لوں پیکنگ کیا کرنا ہے اور کل کیا پروگرام ہے۔“ ولید کے سوالیہ دیکھنے پر اس نے فوراً کہا۔
”اوکے کیتھی میں تم سے بعد میں بعد کرتا ہوں آئی ایم جسٹ بزی، اوکے سی یو اگین۔“ انا کیتھی کا نام سن کر ٹھٹک گئی تھی۔
”ہاں کیا کہہ رہی تھی تم؟“ کال بند کرکے ولید اس کی طرف متوجہ ہوا۔
انا نے سنجیدگی سے دیکھا۔
”کل کا کیا پروگرام ہے، شہوار کئی بار کال کرچکی ہے ہم وہاں کب جائیں گے۔“ اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔
”کل مصطفیٰ اور اس کی فیملی اور باقی لوگ جارہے ہیں۔ ہم بھی انہی کے ساتھ ہوں گے۔ جب وہ نکلیں گے ہم بھی روانہ

ہوں گے ہم اپنی گاڑی میں جائیں گے۔“ ولید نے مسکرا کر کہا تو اس نے سر ہلا دیا۔
”اور پیکنگ۔“ روشی بیگ میں کافی کچھ رکھ چکی ہے باقی تم دیکھ لو۔“ ولید نے سائیڈ پر رکھا بیگ نکال کر اس کے سامنے کیا۔
”آپ کا سامان ہے آپ کو ہی علم ہوگا کہ آپ کو وہاں کس چیز کی ضرورت پڑ سکتی ہے آپ خود چیک کرلیں میں تو یاددہانی کرانے آئی تھی کہ روشی ہمارے ساتھ نہیں جارہی۔“ روکھے انداز میں کہہ کر وہ پلٹی تھی۔
”کیوں..... وہ کیوں نہیں جارہی۔“ ولید نے حیران ہوکر اسے دیکھا تھا کل شام تک تو وہ تیار تھی۔ اب انا کے چہرے پر ولید کے سوال سے ایک دم سرخی سی چھائی تھی۔
”اسی سے ہی ریزن پوچھ لیں مجھے کیا پتا۔“ وہ کہہ کر جانے لگی اور پھر کچھ یاد آنے پر پھر پلٹی تھی۔
”آپ کی وہ دوست ہے نا کاشفہ نجانے اسے مجھ سے ایسا کیا کام آ پڑا ہے جو وہ آج ہمارے کالج آئی تھی میں اسپتال گئی ہوئی تھی ملاقات تو نہ ہوسکی مگر دوستوں نے بتایا تھا کہ کوئی کاشفہ عبدالقیوم نامی لڑکی مجھے ڈھونڈ رہی تھی۔“ ولید حیران ہوا۔
”کیوں، وہ تمہیں کیوں تلاش کررہی تھی۔“ انا نے کندھے اچکا دیے۔
”یہ تو آپ اپنی دوست سے ہی دریافت کیجیے گا۔ وہ تو آپ کی دوست ہے میری تو سلام دعا بھی آپ کے ریفرنس سے ہے مجھے کیا پتا؟“
”حیرت ہے مل کر بھی نہ گئی تم سے۔“ وہ حیران ہوا۔
میں اسپتال میں کافی دیر لگا کر آئی تھی۔ بے چاری کے پاس اتنا وقت نہ تھا کہ وہ میرا انتظار کرتی دوست بتا رہی تھی کچھ وقت رکی تھی اور چلی گئی۔“ ولید نے انا کو بغور دیکھا اور سر ہلایا انا کا لہجہ طنزیہ تھا۔
”اوکے، تھینکس میں پتا کروں گا کہ وہ کیوں گئی تھی وہاں؟“ انا رسا مسکرائی اور جلدی سے باہر نکل گئی ولید نے خاموشی سے اسے جاتے ہوئے دیکھا تھا۔

❁......❁......❁

آج شہر سے سبھی نے آنا تھا وہ عجیب سی کیفیت محسوس کررہی تھی۔ تھوڑی دیر پہلے اس کی انا سے بات ہوئی تھی وہ لوگ اپنے گھر سے نکل چکے تھے اور ادھر سے مصطفیٰ اور باقی لوگ بھی عائشہ پل پل کی خبر دے رہی تھی۔
وہ صبح سے کمرے میں بند تھی دوپہر سے سہ پہر گہری ہونے لگی تو کمرے سے باہر نکل آئی تھی۔
”دلہن صاحبہ، کدھر جارہی ہے؟“ جیسے ہی کوریڈور سے گزری رمشاہ بھابی سے سامنا ہوگیا تھا وہ قصداً مسکرائی تھی۔
”کچھ نہیں ویسے ہی چہل قدمی کا سوچ رہی تھی۔“
”بوا جی کہہ رہی تھیں تم سے پوچھ لوں کسی چیز کی ضرورت تو نہیں، جب سے آئی ہو گم صم اور خاموش سی ہو، بوا جی پریشان ہورہی ہیں۔“ بھابی نے کہا تو وہ مسکرائی۔
”آپ امی کو کہہ دیں ٹینشن نہ لیں میں ٹھیک ہوں۔“ وہ کہہ کر باہر نکل آئی۔ خاموشی سے لان والے حصے میں آ گئی تھی۔ حویلی کے اطراف میں ایک چھوٹا سا باغیچہ بنا ہوا تھا وہ وہاں ٹہلنے لگی تھی۔
جوں جوں شادی کا وقت قریب آرہا تھا وہ سارے اعتراضات فراموش کیے مسلسل بس یہ سوچ رہی تھی کہ وہ مصطفیٰ کو کیسے فیس کرے گی اور حویلی آتے ہی وہ اب مصطفیٰ کی کالز ریسیو نہیں کررہی تھی۔
یہاں بڑی پھپو اور چھوٹی پھپو دونوں کی فیملیاں آچکی تھیں قرب و جوار کے باقی رشتہ دار بھی آچکے تھے اور کچھ ابھی آرہے تھے۔ حویلی میں اچھی خاصی رونق ہوچکی تھی تابندہ بوا اتنی خاموش تھیں اور ہر وقت کسی نہ کسی کام میں مصروف وہ خاموشی سے ان

کو دیکھتی رہی تھی۔
وہ کافی دیر تک وہاں ٹہلتی رہی تھی مغرب سے ذرا پہلے مہمانوں کی آمد کا شور اٹھا تو وہ چونکی تھی۔
شہر سے سبھی لوگ آچکے تھے وہ جلدی سے اپنے کمرے میں آکر کھڑکی کھول کر کھڑی ہوگئی تھی۔
ایک ایک کرکے گاڑیاں آکر رک رہی تھیں۔
مہرالنساء بیگم، عائشہ، صبا، لائبہ بھابی، دریہ، انا اور ان کے علاوہ کچھ اور خواتین بھی تھیں۔ ان کے علاوہ مرد حضرات بھی تھے شاہ زیب صاحب اور عباس موجود نہ تھے باقی سبھی آئے تھے۔ وہ ان کو اندر داخل ہوتے دیکھ رہی تھی جب ایک دم کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔
"شہوار مہمان آگئے ہیں جلدی سے باہر آؤ۔" عاصمہ بولی۔
"تم چلو میں آتی ہوں۔" اس نے اسے ٹالا تو عاصمہ فوراً چلی گئی تھی وہ پھر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی، مصطفیٰ ولید اور احسن کو لے کر اندر آنے کے بجائے مردانے کی طرف بنے کمروں کی طرف چلا گیا تھا۔ وہ خاموشی سے کھڑکی بند کرکے بستر پر بیٹھ گئی تھی اور پھر کچھ دیر بعد اس کے کمرے میں ایک دم دھماکہ ہوا تھا سبھی اس کے کمرے میں گھس آئی تھیں۔
"ہم باہر دلہن کو ڈھونڈ رہی ہیں اور دلہن کمرے میں بند بیٹھی ہوئی ہیں۔" عائشہ مسکرا کر کہتے اس کے گلے لگی۔ وہ جھینپ کر مسکراتے سب سے گلے ملنے لگی پانا سے گلے ملتے اس کی آنکھوں میں نمی آگئی تھی۔
"میں تمہیں بہت مس کررہی تھی تھینکس تم آگئیں۔" انا ہنس دی۔ دریہ اندر نہیں آئی تھی۔
"چلو باہر نکلو ماں جی کو آتے ہی بہو نظر نہ آنے پر اس کی فکر لگ گئی ہے۔" لائبہ نے کہا تو وہ ہنس دی۔
وہ ان سب کے ساتھ باہر آئی تو ماں جی خصوصی طور پر بڑی گرم جوشی سے ملی تھیں۔ شاہ زیب صاحب کے اسٹاف کی پانچ خواتین تھیں سبھی سے متعارف ہوئی تھی۔ مغرب کی اذان ہونے لگی تو وہ نماز ادا کرنے کمرے میں آگئی تھیں۔
"روشی کیوں نہیں آئی؟" نماز ادا کرکے شہوار کمرے میں ہی بیٹھی رہی تو انا بھی وہیں آگئی۔
"اس کی طبیعت ٹھیک نہیں، پریگننٹ ہے، وومیٹنگ کی وجہ سے ماما نے اتنی دور آنے سے منع کردیا۔" انا نے مسکرا کر کہا تو وہ حیران ہوئی تھی۔
"زبردست سرپرائزنگ نیوز ہے، بہت بہت مبارک ہو۔"
"تھینکس۔"
"تم امی سے ملی ہو؟"
"ہاں سلام دعا ہوئی ہے۔ ٹھیک سے تعارف نہیں ہوا۔"
"چلو امی فارغ ہوکر آتی ہیں تو میں تم سے ملواتی ہوں۔" انا نے اسے بغور دیکھا۔
"خوش ہو۔"
"پتا نہیں۔" وہ کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔
"میں امی کی مجبوریوں اور ان لوگوں کی محبت کو دیکھتی ہوں تو خود پر شرمندگی ہوتی ہے مگر جب اپنا آپ دیکھتی ہوں تو میری انا، میری خودداری احتجاج کرتی ہے ساری زندگی ان لوگوں کے گھر میں رہ کر پلی بڑھی ہوں تو اب یہ انا اور خودداری کی باتیں بھی ندامت کا احساس دلانے لگی ہیں۔" وہ آزردگی سے بولی تھی انا نے ایک گہرا سانس لیا۔
"تم بس ذہن سے ساری منفی سوچوں کو نکال کر آنے والے خوشگوار لمحوں کو یاد کرو اور باقی سب بھول جاؤ سب ٹھیک ہوجائے گا، ان شاءاللہ۔" شہوار نے انا کو دیکھ کر گہرا سانس لیا۔

"ہاں کوشش تو کررہی ہوں۔"
دونوں کافی دیر تک ساتھ ساتھ رہی تھیں کھانا بھی ایک ساتھ کھایا تھا اور پھر عائشہ چلی آئی تھی دونوں کو باتیں کرتے دیکھ کر فوراً ٹوکا۔
"بس کرو تم دونوں اب باہر آجاؤ، باہر سبھی دلہن صاحبہ کا انتظار کررہے ہیں۔"
"خیریت۔" انا نے مسکرا کر دیکھا۔
"ہم نے بابا صاحب اور بابا جان سے ڈھولک رکھنے کی وہ بھی کمبائن اجازت لی ہے ہال میں سارا ارینج ہوچکا ہے سبھی وہاں موجود ہیں اب دلہن کو بھی لانے کا تقاضا ہورہا ہے۔ سو میں لینے آئی ہوں۔"
"کیا مطلب، ڈھولک تو روز بج رہی تھی۔" شہوار حیران ہوئی۔
"مطلب یہ کہ وہاں خواتین کے ساتھ ساتھ تمام ینگ پارٹی کے ساتھ ساتھ دلہا صاحب بھی تشریف فرما ہوں گے بڑی مشکل سے اجازت ملی ہے۔" عائشہ نے شرارت سے کہا تو شہوار ایک دم جھینپ گئی۔
"پھر میں نہیں جارہی۔" اس نے فوراً انکار کیا۔
"انکار تو بالکل نہیں چلے گا اپنے قدموں پر چل کر نہیں جاؤ گی تو اٹھا کر لے جائیں گے ہم، آفٹر آل لڑکے والے ہیں شرافت سے یہ لباس بدلو اور انا تمہیں تیار کردیتی ہے، جلدی سے ہری اپ۔"
عائشہ نے ہاتھ میں تھاما بڑا سا شاپنگ بیگ اس کے بستر پر رکھا۔ بہت ہی خوب صورت یلو اور گرین لباس تھا جس پر مہندی کی مناسبت سے کام ہوا تھا۔ ساتھ میں چوڑیاں، پھولوں کا زیور اور باقی لوازمات تھے۔
"دیکھو یہ سب میں نہیں پہنوں گی۔" شہوار نے سارا سامان دیکھتے ہی فوراً انکار کیا۔
"تم اگر شرافت سے نہیں پہنوگی تو ہم زبردستی بھی کرسکتے ہیں۔ کیوں انا۔" عائشہ نے فوراً انا کو بھی ساتھ ملایا۔
"بالکل۔" انا نے بھی کہا تو شہوار گھورنے لگی۔
"بس جلدی سے یہ کپڑے پہنو اسے بعد میں گھور لینا۔" عائشہ نے لباس تھام کر شہوار کے ہاتھوں میں دیا۔
"دیکھو میں باہر نہیں جاؤں گی وہاں تم سب ہوتیں تو اور بات تھی۔" وہ دہائیاں دے رہی تھی عائشہ نے زبردستی اسے واش روم کی طرف دھکیلا تھا۔
"جلدی سے بدل کر باہر نکل آؤ۔" دروازہ بند کرکے عائشہ نے کہا تو انا ایک دم ہنس دی۔
"ہنسو مت اس کے ساتھ ایسی زبردستی کی ہی ضرورت تھی ورنہ یہ خالی باتوں سے نہیں ماننے والی۔" واپس بستر پر بیٹھ کر پھولوں کا زیور لفافوں میں سے نکال کر رکھنے لگی۔
"تم بھی چینج کرلو، بھی بہت اچھی طرح تیار ہورہی ہیں تب تک میں بھی اس محترمہ کے ساتھ دو دو ہاتھ کرلیتی ہوں۔"
عائشہ نے کہا تو انا مسکراتے ہوئے باہر نکل گئی اس کا قیام ساتھ والے روم میں تھا۔ اس روم میں دو اور لڑکیاں بھی تھیں یہ دونوں آفس اسٹاف سے تھیں اور مصطفیٰ کی فیملی کے ساتھ ہی گاؤں آئی تھیں۔ وہ دونوں تیار ہورہی تھیں اسے روم میں داخل ہوتے دیکھ کر مسکرائی۔
"آپ بھی اسی روم میں ہیں؟" ایک نے پوچھا۔
"ہاں ابھی تو ادھر سامان شفٹ ہوا ہے میں سوچ رہی ہوں دلہن کے روم میں ہی شفٹ ہوجاؤں، اپنا بیگ اٹھا کر بستر پر رکھ کر وہ کھولنے لگی۔

"آپ دلہن کی کیا لگتی ہیں۔" دوسری لڑکی نے پوچھا۔

"دوست ہوں، انا نام ہے میرا۔"

"نائس نیم، میں ہادیہ ہوں اور یہ میری دوست رابعہ ہے ہم شاہزیب صاحب کی اسٹاف ممبرز ہیں ہمارے ساتھ تین اور خواتین ہیں جو دوسرے روم میں ہیں۔" ہادیہ نے بتایا تو انا نے سر ہلا دیا۔

وہ دونوں چینج کرچکی تھی۔ انا بھی لباس نکال کر دیکھنے لگی۔

"ہم نے باہر سے ملازمہ کو کہہ کر استری منگوائی ہے لائیں میں پریس کر دیتی ہوں۔" رابعہ نے آفر کی تو اس نے انکار کر دیا۔

"نہیں تھینکس میں کرلوں گی۔" انہوں نے ٹیبل پر کپڑا ڈال کر کپڑے استری کیے تھے انا بھی استری کرنے لگی تھی دونوں آپس میں باتیں کرنے لگی۔ انا خاموش ہی رہی لباس استری کر کے واش روم میں گھس گئی۔

چینج کر کے وہ باہر آئی تو روم خالی تھی۔ ڈبل بیڈ تھا کھلا اور روشن کمرہ تھا۔ مگر وہ اپنا بیگ اٹھا کر شہوار کے کمرے میں آ گئی۔

عائشہ اسے ڈریسنگ کے سامنے بٹھا کر پھولوں کا زیور پہنا رہی تھی۔

"ماشاءاللہ بہت پیاری لگ رہی ہو تم۔" انا اس کے عقب میں آ رکی تھی شہوار جھینپی۔

"تم اس کی چٹیا بنا دو اور ساتھ ہی یہ پھولوں کی لڑیاں بھی پرو دو۔" عائشہ نے انا سے کہا تو وہ فوراً کام میں لگ گئی۔

"شہوار نے میک اپ کے نام پر لپ اسٹک تک نہ لگانے دی تھی۔ بس پھولوں کا زیور تھا اور لباس تھا جس سے اس کی سج دھج دیکھنے والی تھی۔

"میں گھونگھٹ نہیں اٹھاؤں گی اور خبردار کسی نے چہرہ دیکھنے کی فرمائش کی۔" شہوار نے کوئی دسویں بار یہ جملہ دہرایا تو عائشہ نے گھورا۔

"اوکے ہم منع کردیں گے سب کو، اب چپ کر کے بیٹھو میں بھی ذرا چینج کر کے تمہیں لے جاتی ہوں۔ انا پاس ہی ہے تمہارے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے وہاں سب اپنے ہی لوگ ہوں گے۔" عائشہ کہہ کر چلی گئی تھی انا خود بھی تیار ہونے لگی تھی۔ اس نے سوٹ کی مناسبت سے ہلکا پھلکا میک اپ کیا تھا۔

کچھ دیر بعد عائشہ کے ساتھ ماریہ، لائبہ، صبا بھی آ گئی تھیں۔

"مہندی وہندی نہیں ہوگی بس وہاں جا کر تھوڑا بہت ہلا گلا کرنے کا موڈ ہے۔ کنفیوژ نہیں ہونا، اوکے۔" لائبہ بھی اسے سمجھا رہی تھیں شہوار کو مجبوراً سر ہلانا پڑا تھا۔

بڑے سے یلو رنگ کے دوپٹے کے سائے تلے انہوں نے اسے لے لیا تھا۔

"آفاق بھائی کو صبا بلا لائی تھی۔ انہوں نے فوٹو گرافی میں بہت سے ڈپلومے کر رکھے تھے۔ اپنی شادی بیاہ میں مووی میکر وہ خود ہی ہوتے تھے۔

"تم میرے ساتھ ساتھ رہنا۔"

"جیسے ہی آفاق بھائی نے کیمرے کا فلیش آن کیا تھا شہوار نے سختی سے انا کا ہاتھ تھام لیا تھا۔ یوں کہ انا بھی دوپٹے کے سائے تلے آ گئی تھی۔

شہوار کے چہرے پر دوپٹے کا گھونگھٹ تھا۔ باقی دوپٹے کے چاروں پلو صبا، عائشہ، لائبہ بھابی اور ماریہ نے تھام لیے تھے۔ وہ لوگ جیسے ہی روم سے باہر نکلے تھے دونوں اطراف میں کھڑی باقی لڑکیوں نے گلاب کی پتیاں برسانا شروع کر دی تھیں۔

راہداری کے اختتام تک جا کر آفاق بھائی نے رکنے کا اشارہ کیا تو سبھی رک گئی تھی۔ آفاق دوسری طرف چلا گیا تھا۔ بالکل اسی انداز میں پھولوں کی برسات میں مصطفیٰ کو کزنز کے گھیرے میں اندر لایا گیا تھا۔

انا کو مصطفیٰ کے دائیں طرف ولید کو دیکھ کر خوشگوار سی حیرت ہوئی تھی ورنہ اب تک یہاں کسی مرد حضرات سے اس کا سامنا نہیں ہوا تھا۔ باقی لوگوں کے ساتھ احسن بھائی بھی تھے۔ مصطفیٰ کی ہلکی سی شیو بڑھی ہوئی تھی۔ ولید کے ساتھ مسکرا کر بات کرتے وہ دھیمے دھیمے قدم اٹھائے آفاق کی ہدایت پر چل رہا تھا۔ وہ لوگ ان سب کے پاس آ کر رک گئے تھے۔

"اب دلہا دلہن باری باری اندر آئیں۔" آفاق بھائی ساتھ ساتھ ہدایات دے رہے تھے۔ شہوار نے سختی سے انا کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔

پہلے وہ شہوار کو لے کر ہال کمرے میں آ گئی تھیں اور انا نے شہوار کو صوفے پر لا بٹھایا تھا پھر بالکل اسی انداز میں مصطفیٰ کو بھی، مصطفیٰ جیسے ہی شہوار کے پاس بیٹھا تھا شہوار کے پاس بیٹھی انا نے اٹھنا چاہا تھا مگر شہوار کی گرفت ہاتھ پر سخت ہو گئی تھی۔

"سب دیکھ رہے ہیں۔ میں جانے لگی ہوں ہاتھ چھوڑو میرا۔" انا نے دھیمے سے کہا۔

"میں اکیلی نہیں بیٹھوں گی پلیز میرے پاس رکو تم۔" شہوار واقعی خاصی کنفیوژ تھی یہ سرپرائزنگ پروگرام تھا اور ان سب نے اس کی لاعلمی میں ارینج کیا تھا انا کو اس پر ایک دم ترس آیا تو اس کے ساتھ بیٹھی رہی تھی۔ جبکہ باقی سب لوگوں نے ہال کمرے میں سفید چادریں بچھا کر بیٹھنے کا انتظام کر رکھا تھا۔ مرد حضرات کی نشست آمنے سامنے تھی۔ ہال کو گیندے اور گلاب کے پھولوں سے سجایا گیا تھا۔

لڑکیوں کے علاوہ باقی خواتین بھی تھیں ہاں مرد حضرات اس محفل میں نہ تھے۔ کچھ گاؤں کی خواتین اور بچیاں اور لڑکیاں بھی تھیں۔ عاصمہ ڈھولک لے کر آ گئی تھی۔

وہ درمیانی نشست پر بیٹھ گئی تھی اس کے ساتھ گاؤں کی ہی دو تین لڑکیاں بیٹھ گئی تھیں۔ کمپیرنگ کے لیے زبیر بھائی آ گئے تھے۔

"السلام علیکم خواتین و حضرات۔" زبیر نے باقاعدہ ہاتھ کا مائک بنا کر منہ کے سامنے کر کے بولا تو سبھی ہنس دیے تھے۔ سبھی نے سلام کا جواب دیا تھا۔

"ہمارے خاندان میں شروع سے ہی اپنی روایات واقدار کو مدنظر رکھتے ہوئے کوئی بھی فنکشن یادگار بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ چونکہ یہاں کمبائن فنکشن سختی سے منع ہے مگر ہم نے بھی اس بار اجازت لے کر ہی چھوڑی۔ اب یہ ایک چھوٹا سا فنکشن ہے۔ دلہا دلہن چیف گیسٹ ہیں اور باقی ہم سب ان کے میزبان ہوا باقاعدہ فنکشن کا آغاز کیا جاتا ہے اور خواتین کی پرزور فرمائش پر ڈھولک کمپٹیشن رکھا گیا ہے یہاں موجود سب لوگوں کو کچھ نہ کچھ گانا ہوگا اور کسی سے کوئی بہانہ نہیں چلے گا۔" زبیر بھائی نے مسکرا کر کہا۔

ولید اور احسن سجاد بھائی کے ساتھ بیٹھ چکے تھے ارد گرد کشنز اور گاؤں تکیے رکھ کر بیٹھنے کا انتظام کیا گیا تھا۔ زبیر بھائی کمپیرنگ کر کے بیٹھ چکے تھے اور اب عاصمہ باقاعدہ ڈھولک بجا رہی تھی اور باقی لوگ تالیاں بجا بجا کر خوش ہو رہے تھے اور کچھ لڑکیوں نے اپنی سریلی آواز میں تان اڑائی تھی۔

مہندی رچے گی تیرے ہاتھ
ڈھولک بجے گی ساری رات
جا کے تو ساجن کے ساتھ
بھول نہ جانا یہ دن رات

بڑی زبردست تان تھی۔ سبھی متوجہ ہوئے تھے۔ مصطفیٰ نے شہوار کو دیکھا وہ سر جھکائے گود میں رکھے ہاتھ مسل رہی تھی۔

"جا کے تو ساجن کے ساتھ
بھول نہ جانا یہ دن رات"

مصطفیٰ کے اندر بڑی خوشگوار سی کیفیت پیدا ہوئی تھی وہ پھیل کر بیٹھ گیا تھا۔ شہوار ایک دم انا کی طرف بڑھی تھی مصطفیٰ کے لبوں پر مسکراہٹ رینگ گئی تھی۔

تجھ کو دیس پیا کا بھائے
تیرا پیا تیرے گن گائے
آئے خوشیوں کی بارات
لے کے رنگوں کی برسات
مہندی رچے گی تیرے ہاتھ
ڈھولک بجے گی ساری رات

انا کو یہ سب بہت اچھا لگ رہا تھا۔ شہوار کی گرفت ڈھیلی ہو چکی تھی۔ وہ اپنا ہاتھ نکال کر تالی بجانے لگی تھی۔
اس کی نگاہوں نے کئی بار ولید کی طرف سفر کیا تھا۔ وہ مصطفیٰ کے کزنز وغیرہ کے ساتھ بیٹھا باتوں میں لگا ہوا تھا۔

کنگنا باہوں میں جب کھنکھے
کھولے بھید یہ تیرے من کے
چاہے کر و نہ کوئی بات
سب نے جان لیے جذبات
مہندی رچے گی تیرے ہاتھ
ڈھولک بجے گی ساری رات

لڑکوں نے اس قطعے پر بڑی زبردست انداز میں وسلنگ کی تھی۔

تیرا گھونگھٹ جو اٹھائے
روپ تیرا سہہ نہ پائے
چاند کو وہ بھول جائے
دیکھ کے تیرا سنگھار

"اوئے ہوئے۔" لڑکوں کی طرف سے بھرپور شرارت ہوئی تھی لڑکیاں ہنس دی تھیں۔
"اتنا اچھا تو حدیقہ کیانی نے بھی نہیں گایا ہوگا جتنا ان بے سریوں نے گالیا۔" زاہد بھائی نے ہنس کر اونچی آواز میں کہا۔ لڑکیوں نے فخر سے گردن اکڑائی تھی۔
"یاد رکھیے ان بے سریوں میں آپ کی بیگم بھی ہیں۔" رمشا بھابی نے فوراً جوابی کارروائی کی تھی۔
"ہاں تو میں کون سا اس "بے غم" سے ڈرتا ہوں۔" "بے غم" کو کھینچ کر کہا تھا۔ لڑکیاں کھلکھلا کر ہنس دی تھیں۔
"اب لڑکوں کی باری ہے، چلو جلدی سے کوئی اچھا سا گانا شروع کرو بات کو الجھاؤ نہیں۔" عائقہ نے فوراً ٹوکا۔
"مگر ہمیں تو کچھ نہیں آتا۔" لڑکوں نے باجماعت بلند کہا تھا۔
"گانا تو پڑے گا ورنہ اس محفل سے باہر نکال دیا جائے گا سب کو بقول شاعر۔

"بڑے بے آبرو ہو کر تیرے کوچے سے ہم نکلے۔"

شائستہ بھابی نے کہا تو لڑکے ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے۔
"جو بھی ہوگا جیسا بھی ہوگا برداشت کر لینا پھر۔" عدیل بھائی نے کہا تھا لڑکیوں کی طرف سے فوراً اجازت مل گئی تھی۔
"او کے ڈن۔" لڑکوں نے ایک دو منٹ کھسر پھسر کی تھی اور پھر عدیل بھائی نے ہی تان اڑائی تھی۔

"تیتھے دے چمکن وال میرے سٹرے دے"

آواز ایسی سریلی تھی کہ لڑکیاں تو ایک طرف لڑکے تک گلہ پھاڑ کر ہنس پڑے تھے۔ سبھی نے کانوں میں انگلیاں ٹھونس دی تھیں۔
"یہ گانا ہے۔" صبا نے میاں کو آنکھیں دکھائیں۔
"تو اور کیا ہے، تم کو کیا یہ قومی ترانہ لگ رہا ہے؟" عدیل نے بیوی کو گھورا۔
"اس سے بہتر ہے ہم ہی کچھ بے سرا گالیں۔" عاصمہ نے دہائی دی۔ لڑکوں کی باچھیں کھل گئیں۔
عاصمہ نے سب کے ساتھ دیر کھسر پھسر کی تھی اور پھر سب نے لڑکوں کو شرارتی نظروں سے دیکھا تھا۔
"اللہ خیر کرے خطرے کی بو آرہی ہے۔"
زاہد بھائی نے دہائی دی تھی مگر کسی نے سنی نہ تھی آج سبھی کو چھوٹ ملی ہوئی تھی۔

ہم شادی پہ آئے شاوا
یہاں پہ لڑکے دیکھے شاوا
کچھ تھے غنڈے لوفر شاوا
ہم نے غور سے دیکھا شاوا
وہ تو نکلے دیور شاوا...... بھئی شاوا

ان کے قہقہے بے ساختہ تھے۔ زبیر بھائی نے اٹھ کر فوراً احتجاج کیا تھا ہاتھ بلند کر لیے تھے۔
"خبردار کسی نے ہمیں غنڈے لوفر کہہ کر ہماری غیرت کو للکارا تو۔" سلطان راہی والی بھڑک تھی۔
"تو کیا کر لیں گے؟" لڑکیوں نے آنکھیں دکھائی تھیں۔
"تو ہم بھی جوابی کارروائی کریں گے۔" زاہد بھائی بھی فوراً میدان میں کود گئے تھے۔
ہم تو منتظر ہیں آپ کی جوابی کارروائی کے۔ پھر کب کر رہے ہیں یہ کارروائی۔" شائستہ بھابی نے بھی طنزیہ کہا تھا۔
"اب تو غیرت کا سوال ہے اب جوابی کارروائی ہوگی اور ضرور ہوگی۔" زاہد بھائی تن کر کھڑے ہو گئے تھے۔
"تم ڈھولکی بجاؤ ہم ذرا سوچ لیں۔" زبیر نے بھی گردن اکڑائی تھی پھر سبھی نے سر جوڑ لیے تھے۔ آخر میں زاہد بھائی ہی آگے ہوئے تھے۔

"ہم یہاں مہندی پہ آئے۔"
زاہد بھائی نے آواز لگائی تھی۔ سب لڑکوں نے باآواز بلند شاوا کہا تھا۔ لڑکیوں نے ایک دوسرے کو مسکرا کر دیکھا تھا واقعی جوابی کارروائی ہونے والی تھی۔

ہم مہندی پہ آئے شاوا
یہاں پر ہم نے لڑکیاں دیکھیں شاوا
کچھ تھیں کالی کلوٹی شاوا

کچھ تھی لنگڑی لولی شاوا

ہم نے جو غور سے دیکھا شاوا

وہ تو نندیں نکلیں شاوا بھئی شاوا

انا تو منہ پر ہاتھ رکھ کر رہ گئی تھی اس کو ہنسی ہی کنٹرول نہیں ہو رہا تھا...... سبھی نے خوب تالیاں پیٹ پیٹ کر داد دی تھی۔

"یہ انا ادھر صرف ہنسنے آئی ہے۔" عائشہ نے کہا تو انا فوراً موقع کی تلاش میں تھی ایک دم اٹھ کر اس کے پاس جا بیٹھی تھی کچھ سے فاصلے پر بیٹھے حماد کی نظریں انا پر جمی ہوئی تھیں اس نے ستائشی نظروں سے انا کو عائشہ کے قریب بیٹھتے دیکھا تھا۔

"کیا حال ہے؟" مصطفیٰ نے انا کے جانے کے بعد مسکرا کر پوچھا۔ شہوار نے ایک دم اپنے ہاتھ جکڑ لیے۔

"مزاج بخیر ہیں۔" عاصمہ کوئی اور گانا شروع کر چکی تھی مصطفیٰ نے سامنے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ٹھیک ہوں۔" شہوار نے دھیمے سے کہا۔

"اور مزاج۔" مصطفیٰ نے مسکرا کر پوچھا تو شہوار لب دانت تلے دبا گئی۔

"یہ اتنے گز بھر لمبا گھونگھٹ نکال رکھا ہے اور اوپر سے اتنی خاموشی کم از کم چہرے سے تاثرات کا تو اندازہ ہو ہی جاتا تھا۔" مصطفیٰ نے مزید کہا لیکن وہ خاموش ہی رہی تھی۔

"خیر چند گھنٹے ہی تو رہ گئے ہیں دیکھتا ہوں کب تک یہ پردہ حائل رہتا ہے ہمارے درمیان۔" مصطفیٰ کی بات پر ایک دم وہ پسینے میں نہا گئی۔

سبھی گانے کی طرف متوجہ تھے۔ شہوار بار بار دونوں ہاتھ مسل رہی تھی مصطفیٰ نے آہستگی سے اس کا ہاتھ تھاما تو شہوار نے چونک کر سر اٹھایا مگر گھونگھٹ میں دیکھ نہ پائی تھی۔ اس نے ہاتھ کھینچنا چاہا تو گرفت مضبوط تھی۔

"ان ہاتھوں نے ایسا کوئی جرم نہیں کیا کہ آپ ان کو مسلسل مسل رہی ہیں۔"

"آپ ہاتھ چھوڑیں ورنہ میں یہاں سے اٹھ جاؤں گی۔" اس نے کچھ سنجیدگی سے کہا تھا۔

وہ پہلے ہی پریشان تھی کنفیوز تھی اوپر سے مصطفیٰ کی یہ جسارت۔

"میں نے اپنی منکوحہ کا ہاتھ پکڑا ہے۔ چھڑا سکتی ہو تو چھڑا لو۔" مصطفیٰ نے شرارت سے کہا تھا شہوار ضبط سے لب بھینچ گئی۔

رمشاء اور عاصمہ دونوں گانا گا رہی تھیں۔

سیاں چھیڑ دیوے

نند چٹکی لیوے

سسرال گیندا پھول

سبھی لڑکیاں تالیاں بجا رہی تھیں خواتین بول سے بول ملا رہی تھیں۔

ساس گالی دیوے

دیور سمجھا لیوے

سسرال گیندا پھول

شہوار نے ایک دو بار ہاتھ نکالنا چاہا تھا مگر گرفت مضبوط تھی۔

چھوڑ آیا مل کا انگنا

بھا دیں ڈیرہ پیا کا ہو

سسرال گیندا پھول

سیاں چھیڑ دیوے

نند چٹکی لیوے

سسرال گیندا پھول

شہوار نے دوبارہ ہاتھ کھینچنے کی کوشش نہیں کی تھی بس خاموشی سے بیٹھی رہی تھی۔ مصطفیٰ نے اس کی طرف دیکھا اور پھر ہاتھ چھوڑ دیا پھر مصطفیٰ اٹھ کر ولید اور احسن کے پاس آ بیٹھا تھا۔

"تم ادھر کیوں آ گئے؟" ولید نے پوچھا۔

"تم دونوں خاموش تھے مجھے لگا تم دونوں کو مجھے کمپنی دینا چاہیے۔" مصطفیٰ نے مسکرا کر کہا۔

"یہاں سبھی ہیں اور ہم خوب انجوائے کر رہے تھے۔ تم بھابی کو کمپنی دیتے ہم یہاں مزے میں تھے۔" ولید نے چھیڑا۔

مصطفیٰ نے سب کی طرف دیکھا اور پھر شہوار کی طرف تابندہ بوا اس کمرے میں نہیں تھیں۔ وہ جب سے اندر آ کر بیٹھا تھا ان کو ایک بار بھی نہ دیکھا تھا۔ نجانے وہ کہاں تھیں۔

ان سے بس سلام دعا ہوئی تھی پتا نہیں شہوار کا اب ان کے ساتھ رویہ کیسا تھا؟ مصطفیٰ کے اندر گہری پریشانی کی لہر اٹھی تھی باقی سبھی خواتین موجود تھیں۔ ماں جی دونوں پھوپھیاں کزنز، بھابیاں، وغیرہ مگر بوا جی نہ تھیں۔

"تمہاری فیملی بہت روایتی سی اور نائس ہے آئی ایم امپریسڈ۔" ولید نے کہا تو مصطفیٰ چونکا تھا مسکرا کر سر ہلایا۔

"ہاں یہ سب بابا صاحب اور پھر بابا جان کی اصول پرستی کا نتیجہ ہے وہ ایسے تمام کمبائن فنکشن کو بے حیائی کہتے ہیں، جس میں مرد و زن کی تمیز ختم ہو جائے بابا صاحب آج بھی اپنے بڑوں کی روایات کو برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ آج بھی پتا نہیں انہوں نے کیسے اس فنکشن کی اجازت دے دی ہے ورنہ اصول کے بہت پکے ہیں۔" مصطفیٰ نے بڑے فخر سے اپنی خواتین کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"میرے بڑے دونوں تایا وغیرہ کی فیملیز کافی ایڈوانس ہو چکی ہیں مگر دونوں پھوپھیوں اور ہمارے فادر بابا صاحب کی روایات کو برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ ہاں ایڈوانس تو ہر کوئی ہو چکا ہے مگر یہاں بابا صاحب کے حکم کو ترجیح دی جاتی ہے۔"

"ویری نائس۔" ولید واقعی متاثر ہو چکا تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے سب کے درمیان بیٹھی انا کو دیکھا جو لڑکیوں میں بیٹھی تالیاں بجا رہی تھی۔

چہرے پر بلا کی چمک اور رونق تھی۔ خوشی کی کرنیں پھوٹی پڑ رہی تھیں جس سے اس کا حسن اور نکھر گیا تھا۔ اس کے انگ انگ سے ظاہر تھا کہ وہ ان سب میں آ کر بہت خوش ہے۔

وہ چند دن سے اس کاشف والے واقعہ کو لے کر اس سے خفا خفا سی تھی مگر آج اس کا موڈ بہت اچھا تھا۔

بلکہ سارے راستے میں بھی اس کا موڈ خوشگوار تھا۔ مصطفیٰ نے فوراً ولید کی محویت کو محسوس کیا تھا۔

"آج انا بھی کافی امپریسیو لگ رہی ہے۔" مصطفیٰ نے شرارت سے کہا تو ولید نے مسکرا کر دیکھا۔

"وہ تو ہمیشہ سے اچھی لگتی ہے۔"

"اوہ، یعنی تم مکمل طور پر لٹو ہونے کا ارادہ کر چکے ہو؟"

"وٹ ڈو یو مین لٹو؟" ولید کے لیے یہ لفظ نیا تھا۔ مصطفیٰ ہنسا۔

"مطلب مکمل طور پر امپریس ہو چکے ہو۔" مصطفیٰ نے وضاحت کی تھی۔

"ابھی اتنا برا وقت نہیں آیا مجھ پر ایز آ کزن وہ کبھی بری نہیں لگی۔" انا کو دیکھتے ولید نے کہا تھا احسن سجاد سے بات کر رہا تھا سوان دونوں کی طرف کوئی متوجہ نہ تھا۔

"یعنی مستقبل قریب میں امکان ہے۔"

"تم میری فکر چھوڑو اپنی سناؤ، پرسوں تو ویسے بھی عمر قید مل جائے گی تمہیں۔" ولید نے کہا تو مصطفیٰ نے سر گھما کر شہوار کو دیکھا۔ اب صوفے پر اس کے پاس ماں جی آ بیٹھی تھیں دونوں کوئی بات کر رہی تھیں۔ ماں جی نے اسے بازوؤں کے حصار میں لیا ہوا تھا۔

"شہوار بھابی کو کہوں گا گن گن کر بدلے لیں۔ اتنے دل توڑ کر پاکستان آئے تھے اب لگ رہا ہے کسی کی آہ لگی ہوگی جو شہوار کا رویہ ایسا ہے۔" ولید نے بھی چھیڑا تھا۔

"وہ ایک مشرقی لڑکی ہے اور ساری مشرقی لڑکیاں شادی سے پہلے ایسا ہی بی ہیو کرتی ہیں میں بہت کانفیڈنٹ ہوں میں شہوار کو اپنے مزاج سے میچ کر لوں گا۔"

"اوئے ہوئے بڑے دعوے ہو رہے ہیں۔" ولید نے مزید چھیڑا۔

"دعوی نہیں تجربہ ہے۔" مصطفیٰ پر اعتماد تھا۔

"تمہارا تجربہ اور کیا کیا کہتا ہے۔" ولید نے پوچھا تھا۔ مصطفیٰ نے گھورا۔

"تم کچھ زیادہ ہی پھیل رہے ہو۔"

"کیا کروں تمہارا دوست جو ہوں تم پر ہی جاؤں گا۔" ولید کی بات پر اس نے کندھے پر مکہ دے مارا۔

"روشی کو بھی ساتھ لے آتے وہ بھی انجوائے کر لیتی۔ میری اور تمہاری شادی کے بارے میں اس نے اتنے پلانز بنا رکھے تھے۔"

"میں نے تو کئی بار کہا تھا مگر پھپھو ہی نہیں مانیں خود اس کا بھی دل کر رہا تھا ابھی فون پر بات کی تھی کہہ رہی تھی کہ وہ بہت مس کر رہی ہے ہم سب کو۔"

"چلو تمہاری شادی پر سارے ارمان پورے کر لے گی۔" ولید مسکرایا۔

"تم بیٹھو مجھے ایک کام ہے میں ذرا آتا ہوں۔" مصطفیٰ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں بھی چلوں۔" ولید نے پوچھا۔

"نہیں مجھے بوا جی سے ملنا ہے جب سے آیا ہوں صرف سلام دعا ہوئی ہے یہاں بھی نظر نہیں آ رہی ہیں میں ذرا باہر دیکھ کر آتا ہوں۔" مصطفیٰ کہہ کر جانے لگا تھا۔

"کدھر؟" زاہد اور زبیر دونوں نے روکا تھا۔

"ویٹ آ تا ہوں۔" وہ کہہ کر باہر نکل آیا۔ تاج مٹھائی کا تھال لیے ادھر ہی آ رہی تھی اس نے روک لیا۔

"بوا جی کدھر ہیں۔"

"اپنے کمرے میں گئی تھیں۔" مصطفیٰ سر ہلا کر ان کے کمرے کی طرف چلا آیا تھا۔ دروازے پر دستک دی تھی کچھ کھلا ہوا تھا اس نے جھانکا وہ جائے نماز پر بیٹھی ہوئی تھیں شاید عشا کی نماز ادا کی تھی دعا مانگ رہی تھیں۔ مصطفیٰ اندر آ گیا تھا۔

کچھ دیر بعد انہوں نے منہ پر ہاتھ پھیر کر اسے بھی دیکھا تھا وہ کمرے میں ٹہل رہا تھا۔

"سب ادھر ہال کمرے میں موجود ہیں آپ نہیں آ ئیں۔"

"میں نے سوچا پہلے نماز پڑھ لوں، ویسے بھی اور بھی بہت کام دیکھنے والے ہیں۔" انہوں نے مسکرا کر کہا مصطفیٰ نے انہیں بغور دیکھا آنکھوں میں سرخی اور نمی سی تھی۔ یوں جیسے کافی دیر تک روتی رہی ہیں۔ مصطفیٰ ایک دم سنجیدہ ہوا تھا۔

"کیا ہوا؟" تابندہ مسکرا دیں۔

"کچھ بھی نہیں۔"

"شہوار نے کچھ کہا؟" انداز مشکوک تھا وہ ہنس دیں۔

"نہیں، اس نے اس بار کچھ نہیں کہا۔"

"حیرت ہے وہ اتنی آسانی سے اس سب کے لیے مان رہی ہے میں تو یہ سمجھا تھا کہ شاید آپ دونوں میں کوئی بات ہوئی ہے۔"

"نہیں، ہماری کوئی بات نہیں ہوئی، وہ جب سے شہر سے آئی ہے اسی طرح سے ہے اور میں یہ سمجھی کہ شاید تم نے سمجھا بجھا کر بھیجا ہوگا۔"

"یعنی محترمہ کی عقل ٹھکانے آ چکی ہے۔" ان کی بات سن کر وہ مسکرا کر بولا تھا تابندہ ہنس دی تھیں۔

"وہ سمجھدار لڑکی ہے۔ ساری مخالفت ایک طرف مگر ہماری عزت پر کوئی حرف نہیں آنے دے گی۔ اس کے جو بھی ایشوز ہیں وہ صرف میری خاموشی تک ہیں اور جس دن اس کے خاندان کی ساری اصلیت واضح ہو گئی وہ سب کچھ قبول کر لے گی، جذباتی ہے مگر کم فہم نہیں۔" انہوں نے شہوار کی محبت میں کہا تو مصطفیٰ نے انہیں بغور دیکھا۔

"یہ وقت مناسب تو نہیں اس بات کے لیے مگر اب میں خود بھی چاہتا ہوں کہ آپ مجھ پر اعتماد کرتے، مجھے وہ سب کچھ بتائیں جس کے سبب آپ اپنے خاندان سے علیحدہ ہوئیں یا سکندر انکل کی فیملی کے بارے میں سب جاننا چاہتا ہوں۔" مصطفیٰ کا انداز مضبوط تھا۔

تابندہ بوا نے چند پل اسے بغور دیکھا اور پھر وہ الماری کی طرف بڑھی تھیں، وہاں سے انہوں نے بہت پرانا بیگ نکالا تھا۔ مصطفیٰ فاصلے پر کھڑا خاموشی سے ان کو دیکھ رہا تھا انہوں نے بیگ میں سے ایک چیز نکالی اور باقی بیگ واپس الماری میں رکھ دیا الماری بند کر کے وہ واپس اس کے پاس آ رکی تھیں۔

"میرے پاس شہوار کے ماضی سے متعلق اس سے بڑھ کر اور کوئی ثبوت نہیں۔" انہوں نے ہاتھ میں پکڑا ایک بہت پرانا آئی ڈی کارڈ اس کے سامنے کیا تھا، مصطفیٰ نے وہ کارڈ تھام لیا تھا۔

"نام سکندر علی

ولدیت: سبحان احمد

تاریخ پیدائش 1955ء

مصطفیٰ نے دوبارہ تابندہ کو دیکھا تھا۔

"یہ تو سکندر انکل کا آئی ڈی کارڈ ہے نا؟" تابندہ نے سر ہلایا۔

"لیکن یہ سب تو میں جانتا ہوں مگر میں تو یہ جاننا چاہ رہا ہوں کہ آپ نے اپنی فیملی کو کیوں چھوڑا اور یہاں کیسے آ ئیں؟"

"میں یہ سب بہت بار بتا چکی ہوں، سکندر کی وفات کے بعد اس کی فیملی جائیداد وغیرہ کے سلسلے میں اٹھ کھڑی ہوئی تھی چونکہ سکندر کے بعد میں اور سکندر کی بیٹی ہی رہ گئے تھے تو ان لوگوں کا ظلم جب بڑھنے لگا تو مجھے وہاں سے نکلنا پڑا بے سرو سامانی کا عالم تھا ایسے میں میرا اور تمہارے والد کی گاڑی کا حادثہ ہو گیا وہ مجھے اسپتال لے گئے میرے دماغ پر چوٹ لگی تھی کئی ماہ میں زیر علاج رہی اور پھر جب میں ٹھیک ہوئی تو میری ساری کہانی سن کر بھائی صاحب اور بابا صاحب نے مجھے حویلی میں پناہ دی، اور تب سے اب تک میں ادھر ہی ہوں۔" مصطفیٰ نے ان کو بغور سنا تھا۔

"جب سب کچھ سے واضح ہے تو شہوار مزید کیا جاننا چاہتی ہے اور آپ کی اپنی فیملی میرا مطلب بہن بھائی، والدین وغیرہ آپ ان کے پاس کیوں نہ گئیں؟" مصطفیٰ کے سوال پر وہ بستر پر بیٹھ گئیں۔

"میر اسکندر کے علاوہ اپنا اس دنیا میں اور کوئی نہیں سب وفات پاچکے تھے۔"

"مجھے میری پھوپی نے پالا تھا ان کی وفات کے بعد میں ان کے ہی گھر میں ایک ملازمہ کے ساتھ رہتی تھی' سکندر میری خالہ کا بیٹا تھا خالہ اور خالو بھی زندہ نہیں ہیں۔ مجھے جب سکندر کی فیملی کی طرف سے جائیداد کے تنازعے کے بعد جان کا خطرہ ہوا تو میں وہاں سے نکلی تھی اور پھر یہ بدقسمتی سے بھائی صاحب کی گاڑی سے ٹکر ہوگئی۔ جب علاج کے بعد سنبھلی تو مجھے اس حویلی سے بڑھ کر کوئی اور بہتر جائے پناہ نہ لگی اور میں نے ادھر ہی رہنے کا فیصلہ کرلیا۔"

وہی کہانی تھی جو وہ ہمیشہ سے سنتا آرہا تھا' نیا تو کچھ بھی نہ تھا۔

"سوال تو پھر بھی وہی رہا شہوار مزید کیا جاننا چاہتی ہے۔" مصطفیٰ نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"وہ چاہتی ہے کہ ہم دونوں واپس چلیں' اس کے باپ کے خاندان میں' وہ اپنے باپ کی شناخت حاصل کرنا چاہتی ہے اپنے رشتہ داروں کی پہچان لینا چاہتی ہے تاکہ وہ بھی لوگوں کو بتاسکے کہ اس کا بھی ایک خاندان موجود ہے' وہ کوئی بے نام ونشان لڑکی نہیں ہے۔" انہوں نے وضاحت کی تھی' مصطفیٰ نے ایک گہرا سانس لیا۔

"نان سینس ہے وہ تو..... اتنا عرصہ گزر جانے کے باوجود کسی نے پلٹ کر خبر نہیں لی آپ دونوں کو ان کی طرف سے جان کا خطرہ رہا تو پھر اب واپس جانے کی بھلا کیا تک ہے؟ کیا وہ لوگ جانتے تھے کہ آپ کدھر ہیں؟" مصطفیٰ نے سوالیہ دیکھا انہوں نے نفی میں سر ہلادیا۔

"نہیں..... میں واپس کبھی اس طرف نہیں گئی' آپ کے پاس ان لوگوں کا ایڈریس ہوگا۔" مصطفیٰ نے پوچھا۔

"یہ آئی ڈی کارڈ میں درج ہے۔" انہوں نے کہا تو مصطفیٰ نے دوبارہ شناختی کارڈ کو دیکھا تھا' وہاں ایڈریس موجود تھا۔ تصویر میں ایک بہت ہی خوبرو اور ڈیسنٹ شخص تھا' چہرے پر بلا کا اعتماد تھا' چمکتی ذہانت سے پُر آنکھیں اور مسکراتا چہرہ تھا۔ مجموعی طور پر ایک صاحب جمال اور پُروقار شخص کی تصویر تھی یہ۔

"سکندر انکل تو کافی خوب صورت انسان رہے ہوں گے۔" ایڈریس اور تصویر کو دیکھتے مصطفیٰ نے کہا تو تابندہ کے چہرے پر ایک آزردہ سی مسکراہٹ سمٹ آئی۔

"ہاں خوش قسمتی ہے' میری خالہ بہت خوب صورت تھیں۔ وہ بالکل اپنی ماں پر گیا تھا۔" مصطفیٰ نے سر ہلادیا۔

"یہ کارڈ میں اپنے پاس رکھ سکتا ہوں؟" مصطفیٰ نے پوچھا تھا وہ چونکی تھیں اور پھر سر ہلادیا۔

"سکندر انکل کی وفات کے بعد ان کی تھوڑی جائیداد پر ان کی بیوی اور بیٹی کا حق بنتا ہے' آپ کو وہاں سے نکال کر ایک ظلم تو کیا ان لوگوں نے بہر حال میں شادی سے فارغ ہولوں تو پتا کرتا ہوں ان لوگوں کا بھی' رہ گیا شہوار کا تقاضہ' اب اس کو ہینڈل کرنا میرا کام ہے۔ اگر شہوار کا تقاضہ برقرار رہا تو پھر ان لوگوں سے ملوانے بھی لے چلوں گا' اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔" مصطفیٰ نے کہا تو تابندہ نے سر ہلادیا تھا۔

"آپ ہال کمرے میں نہیں آئیں گی' وہاں خوب رونق لگی ہوئی ہے سبھی انجوائے کررہے ہیں۔" مصطفیٰ نے ٹاپک بدلا۔

"نہیں تم لوگ انجوائے کرو' مجھے بہت تھکن ہورہی ہے' اب سوؤں گی۔ صبح پھر جلدی اٹھنا ہوگا اور پھر پرسوں تو ویسے بھی بارات ہے۔" مصطفیٰ نے سر ہلایا اور وہاں سے باہر نکل آیا۔



"عباس آج جلدی اٹھ گیا تھا آفس کی وجہ سے وہ اور بابا جان نہیں جاسکے تھے' کل بارات تھی اور آج دوپہر کو دونوں نے گاؤں کے لیے روانہ ہونا تھا آفس کا سارا کام فاروقی صاحب اور ایک دو قابل اعتماد لوگوں پر ڈال کر وہ مطمئن ہوگیا تھا۔ ناشتے سے فارغ ہوکر وہ گاڑی لے کر نکل آیا تھا۔ جس دن سے عادلہ کو لے کر وہ آیا تھا دوبارہ وہاں نہیں گیا تھا وہ دوبارہ اس قابل نفرت

عورت کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتا تھا مگر اب اسے آنا پڑا تھا۔ گاڑی اندر لاکر گیٹ بند کرکے وہ وہاں موجود محافظوں کو دیکھتے اندر کی طرف چلا آیا تھا' دروازہ ان لاک کرکے وہ اندر آیا تو چونکا۔

کمرہ تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا' اس نے اندازے سے بٹن آن کیے تھے کمرہ روشن ہوگیا تھا۔ عادلہ قالین پر اوندھے منہ گری پڑی تھی اردگرد ہر چیز ٹوٹی پڑی تھی' وہ چیزوں سے بچتا بچاتا اس تک پہنچا تھا اس کو سیدھا کیا تو وہ بے ہوش تھی پیشانی پر چوٹ لگی ہوئی تھی جس پر خون جم چکا تھا' اس نے کلائی دیکھی وہ نارمل تھی۔ اس کو اٹھا کر صوفے پر لیٹاتے ہوئے وہ کچن کی طرف آیا تھا باقی تو سارا گھر لاک تھا برتن بکھرے ہوئے تھے شیشے کے برتن ٹوٹے ہوئے تھے۔ فریج اور باقی ساز وسامان خالی ہوچکا تھا۔

عباس کے اندازے کے مطابق جتنی خوراک وہ اسٹاک کرکے گیا تھا وہ سب پانچ دن پہلے ہی ختم ہوچکی تھی۔

وہ گلاس میں پانی لے کر واپس عادلہ کے پاس آیا تھا اس کے منہ پر چھینٹے مارے چند اور حربے استعمال کیے تھے مگر وہ سب بے سود تھے۔ نجانے کب کی بے ہوش پڑی تھی' اسے ہوش نہیں آیا تھا' ہر وقت ٹک سک سے تیار رہنے والی عادلہ اس وقت حال سے بے حال پڑی تھی۔ بکھرے گرد سے اٹے بال' گرد آلود لباس بُرا حال ہوچکا تھا۔ عباس نے کچھ دیر سوچا اور پھر اسے اٹھا کر باہر گاڑی میں لاکر ڈالا تھا' وہ اسے لے کر ایک کلینک میں آیا تھا۔ کچھ دیر کی تگ ودو کے بعد اسے ہوش آگیا تھا' عباس کو سامنے دیکھ کر وہ چیخنے چلانے لگی تھی۔

"حرام زادے' کمینے..... تم نے مجھے قید کیا' میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ میرے ڈیڈی تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔" وہ چلا رہی تھی عباس خاموشی سے اسے چلاتے دیکھ رہا تھا' وہ تو شکر تھا کہ اس کمرے میں ان دونوں کے علاوہ کوئی نہ تھا۔

جب وہ چیخ چلا کر نڈھال ہوکر گر گئی تو عباس اس کی طرف بڑھا تھا۔

"میرا خیال تھا کہ تمہارے لیے اتنی سزا کافی ہے مگر اب لگتا ہے تمہیں واپس اسی قید خانے میں ڈالنا ہوگا۔" عباس نے کہا تو عادلہ کی آنکھوں میں ایکدم خوف کے سائے لہرائے تھے۔

"نہیں پلیز میں وہاں واپس نہیں جاؤں گی' میں وہاں کچھ دیر اور رہی تو مر جاؤں گی۔" وہ رونے لگی تھی۔ قید تنہائی نے اس کے سب انتقامی جذبات کو سرد کردیا تھا ایکدم وہ منتوں پر اتر آئی تھی۔

"پلیز مجھے جانے دو' مجھے معاف کردو۔ میں تمہیں یا اس رابعہ کو کچھ نہیں کہوں گی پلیز مجھے جانے دو۔"

"تم مجھے یا اس لڑکی کو نقصان تو تب پہنچاؤ گی جب میں تمہیں کسی قابل چھوڑوں گا۔ تم کیا سمجھتی ہو صرف پلاننگ کرنی تمہیں آتی ہے تم ایک بار مجھے دھمکی تو دے کر دیکھو پھر دیکھنا میں تمہارے ساتھ کیا کرتا ہوں؟" عباس نے نفرت سے کہا تو وہ سہم سی گئی۔

"کل مصطفیٰ اور شہوار کی شادی ہے اور آج میں تمہیں چھوڑ رہا ہوں' مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا تم کیا کچھ کرتی ہو مگر یاد رکھنا میرے بارے میں ایک لفظ بھی زبان سے نکالا تو تمہیں دوبارہ مہلت نہیں دوں گا کہ تم کہیں اور جاسکو۔ یہ تمہارا موبائل اور بیگ ہے تمہارے والدین کو اطلاع مل چکی ہے کہ تم اس کلینک میں زخمی حالت میں موجود ہو اور کچھ نامعلوم لوگ تمہیں یہاں لے کر آئے تھے' میں جارہا ہوں اور جانے سے پہلے پھر اچھی طرح باور کروا رہا ہوں کہ خبردار میرے یا رابعہ کے متعلق کوئی کارروائی کی تو ورنہ..... انگلی اٹھا کر وارن کرتے وہ وہاں سے نکل گیا تھا' عادلہ شاک کی کیفیت میں اسے جاتا دیکھ رہی تھی۔ اسے یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ وہ آزاد ہوچکی ہے' کچھ دیر بعد ڈیڈ کے ساتھ مام اور کاشفہ بھی وہاں آچکے تھے وہ ان کو دیکھ کر خوب رو رہی تھی۔

"مجھے ابھی کلینک سے کال آئی تھی تم کو کوئی نامعلوم آدمی بے ہوشی کی حالت میں اسپتال لائے ہیں' تمہارے موبائل سے کال کی تھی میں تو حیران رہ گیا تھا فوراً ہم لوگ پہنچے ہیں۔ تم کہاں تھیں اتنے دن سے اور یہ کیا حالت ہوگئی ہے تمہاری؟" ڈیڈ پوچھ رہے تھے۔



عادلہ کا جی چاہا کہ رو رو کر ڈیڈ کو سب بتادے مگر پھر عباس کی دھمکی یاد آنے لگی تو لب سی گئی تھی اور ہچکیوں میں رو دی تھی۔

"تم بتا کیوں نہیں رہیں تم کہاں تھیں؟" ماما اور کاشفہ بھی بار بار پوچھ رہی تھی۔

"پتا نہیں کچھ لوگوں نے مجھے اغواء کرلیا تھا اور پھر خود ہی چھوڑ دیا اور اب ہوش آیا ہے تو خود کو اس کلینک میں پایا۔" وہ جو کسی سے بھی نا ڈرنے والی تھی عباس سے ڈر گئی تھی۔

"مگر کیوں اغواء کیا بتایا نہیں ان لوگوں نے؟" ڈیڈ نے پوچھا۔

"مجھے کچھ نہیں پتا۔" وہ نفی میں سر ہلا کر آنکھیں بند کرگئی تھیں تینوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔

"ابھی پریشان ہے نارمل ہوتی ہے تو پھر پوچھتے ہیں۔" ماما نے دونوں کو تسلی دی تھی ڈیڈ نے بھی سر ہلا دیا تھا۔

"مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آرہی کہ ہو کیا رہا ہے کون لوگ ہیں جنہوں نے یہ حرکت کی ہے اور کیا مقصد تھا ان کا؟" ڈیڈ نے سر پکڑ لیا تھا۔

"ادھر ایاز دن بدن میرے لیے پرابلم کا سبب بنتا جارہا ہے اور ادھر یہ لڑکی آخر کون لوگ تھے وہ اور گاڑی کدھر ہے؟" ڈیڈ نے پوچھا تو اس نے آنکھیں کھولیں۔

"مجھے نہیں علم۔" ڈیڈ نے چند پل اسے دیکھا تھا۔

"تمہارے ساتھ کسی نے کچھ کیا تو نہیں۔" ماما نے آہستگی سے پوچھا تھا۔ عادلہ ان کا مفہوم اچھی طرح سمجھ گئی تھی نفی میں سر ہلا دیا تھا۔

"تو پھر کیا مقصد تھا ان کا؟" کاشفہ بھی حیران تھی۔

"میں کہہ رہی ہوں نا کہ مجھے کچھ علم نہیں۔" عادلہ نے تلخی سے جواب دیا تھا۔

"خوامخواہ کسی کو کوئی بھی اغواء نہیں کرتا یقیناً کوئی بات تو ضرور ہوگی۔" کاشفہ نے بڑے بے حس انداز میں تبصرہ کیا تھا عادلہ نے بہن کی بے حسی دیکھی تو ایک دم چیخ اٹھی تھی۔

"تمہارا مطلب ہے کہ میں خود کہیں غائب ہوئی ہوں خود سے کہیں چلی گئی تھی۔"

"ہو بھی سکتا ہے۔" کاشفہ نے بے حسی سے کہا۔

"شٹ اپ۔" عادلہ کا صبر ایک دم ختم ہوگیا تھا۔

"ان لوگوں نے کوئی ڈیمانڈ بھی نہیں کی نہ ہی تمہیں کچھ کہا جس حالت میں گئی تھیں واپس آرہی ہو تو پھر اتنے دن اپنے پاس رکھ کر کیا تمہاری مہمان نوازی کرتے رہے تھے وہ لوگ۔" کاشفہ کا تجزیہ آگ لگا دینے والا تھا۔

"ڈیڈ پلیز اس کو چپ کروائیں میں پہلے ہی بہت پریشانیوں سے گزر کر آرہی ہوں۔" بہن کی باتوں پر عادلہ چیخ اٹھی تھی۔

"کاشفہ چپ کرو تم عادلہ کو میں اچھی طرح جانتا ہوں وہ خود سے کچھ بھی مسئلہ پیدا کرنے والی نہیں ہے یقیناً کسی اور پرابلم کی وجہ سے اغواء کیا گیا ہے ورنہ رقم کا مطالبہ ہوتا تو وہ بنا لیے دیئے کیوں چھوڑتے؟" ڈیڈ کے کہنے پر کاشفہ "ہونہہ" کہہ کر خاموش ہوگئی تھی۔

"ایاز کیسا ہے اس کے مسئلے کا کیا بنا؟" ماما اس کا سر دبانے لگ گئی تھیں کچھ وقت کے بعد اس نے پوچھا تھا۔

"کچھ نہ پوچھو دماغ خراب ہے اس لڑکے کا مجھے اطلاع ملی تھی کہ پرسوں مصطفیٰ کی شادی ہے وہ سب لوگ گاؤں جا چکے ہیں وہیں تقریب ہوگی۔ میں ایاز سے جب ملنے گیا تو اس کے سامنے ذکر کرنے کی غلطی کردی تب سے اس پر جنون سوار ہے وہ ہر حال میں اتنا محفوظ ٹھکانہ چھوڑ کر باہر آنا چاہتا ہے۔ وہ مصطفیٰ اور شہوار سے بدلہ لینا چاہتا ہے انتقام نے اس کے حواس پر قبضہ کرلیا ہے۔ میری کوئی بات اس پر اثر نہیں کررہی۔" عبدالقیوم صاحب سر سے پاؤں تک بھرے بیٹھے تھے۔

غصے سے سب بتایا تو عادلہ کو عباس کی بات یاد آگئی وہ بھی تو مصطفیٰ اور شہوار کی شادی کا ذکر کررہا تھا۔

"ان لوگوں نے ہمیں بھی مدعو کیا تھا کیا؟" عادلہ نے پوچھا۔

"نہیں کسی جاننے والے سے علم ہوا ہے مجھے بھی۔" اس نے سر ہلایا۔

"میں ڈاکٹر سے بات کرتا ہوں تمہاری طبیعت ٹھیک ہے تو گھر چلتے ہیں۔" عبدالقیوم کہہ کر باہر نکل گئے تھے کاشفہ اپنا موبائل نکال کر اس میں مصروف ہوگئی تھی جبکہ ماما بڑی محبت سے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیر رہی تھیں۔ وہ ابھی عباس کے بارے میں کچھ بھی سوچنا نہیں چاہتی تھی مگر وہ عباس کو اس حرکت پر کبھی معاف بھی کرنے والی نہ تھی۔ وہ مکمل طور پر ذہنی لحاظ سے سیٹ ہونے کے بعد عباس اور اس رابعہ کے بارے میں کوئی کارروائی کرنے کا سوچنے لگ گئی تھی۔



رات تین بجے تک ہنگامہ ہوتا رہا تھا پہلے گیتوں کا مقابلہ ہوا پھر شعر و شاعری کا اور اس کے بعد جب مرد حضرات مردانے کی طرف چلے گئے تو گاؤں کی خواتین کا علاقائی رقص ہوا پھر جس کو جہاں بھی جگہ ملی وہیں پڑ کر سو گیا۔

صبح دس بجے سے پہلے کوئی بھی اٹھنے کو تیار نہ تھا دس بجے کے بعد اٹھنا شروع ہوئے تھے بارہ بجے تک حلوہ پوری اور چنوں کے سالن کا ناشتا کیا۔ ولید اور احسن ابھی ناشتے سے فارغ ہوئے تھے کہ بابا صاحب ان کے کمرے میں آگئے۔ دونوں نے اٹھ کر بڑی عزت و احترام سے ان کو ویلکم کیا پھر سلام دعا کے بعد وہ ان کے پاس ہی بستر پر بیٹھ گئے تھے۔

"آپ نے خوامخواہ زحمت کی آپ بلوا لیتے کسی سے کہہ کر ہم آجاتے۔" بابا صاحب کا خود سے خصوصی طور پر ان سے آکر ملنا دونوں کو متاثر کر گیا تھا ولید نے کہا تو بابا صاحب نے محبت سے اسے دیکھا۔

"زحمت کیسی تم ہمارے مہمان ہو اپنے مہمانوں کا خیال رکھنا ہمارا فرض بنتا ہے۔" ولید مزید اس محبت سے متاثر ہوا۔

"تمہارے والد کیسے ہیں ان کو بھی لے آتے۔" بابا صاحب نے پوچھا۔

"ان کی طبیعت ٹھیک نہیں رہتی لمبا سفر نہیں کرسکتے۔"

"کیا بیماری ہے ان کو؟"

"بلڈ پریشر رہتا ہے دل کے مریض ہیں۔" بابا صاحب نے سر ہلایا۔

"اوہ اچھا..... شادی میں خوب انجوائے کررہے ہو؟" بابا صاحب نے پوچھا۔

"جی۔" ولید نے مسکرا کر سر ہلا دیا۔

بابا صاحب نے اسے بغور دیکھا اور پھر ان کے دل میں عجیب سی کیفیت پیدا ہونے لگی تھی۔

"تم لوگوں کے والدین شامل نہیں ہوئے کیا؟" انہوں نے پھر پوچھا۔

"ماموں تو طبیعت خرابی کی وجہ سے نہیں آسکے اور پاپا کاروبار کی وجہ سے۔" احسن نے ہی جواب دیا۔

"تمہاری بہن کیسی ہے جس کی شادی پر ہم گئے تھے؟" انہوں نے براہ راست ولید سے پوچھا۔

"اللہ کا شکر ہے وہ بہت خوش ہے۔" احسن کو مسکرا کر دیکھتے ولید نے کہا تو انہوں نے سر ہلا دیا۔

"وہ شادی میں شامل ہے؟" انہوں نے کچھ سوچتے پوچھا تو احسن نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"وہ نہیں آسکی البتہ میری سسٹر آئی ہے۔" احسن کی بات پر بابا صاحب کا چہرہ ایک دم بجھ سا گیا تھا۔

وہ دونوں سے ابھی باتیں ہی کررہے تھے کہ انا دروازہ ناک کرتی اندر داخل ہوئی تھی تینوں نے چونک کر اسے دیکھا تھا انا بھی چونکی تھی۔

"السلام علیکم!" بے اختیار کہتے اس نے سر پر دوپٹہ بھی درست کیا تھا۔

"وعلیکم السلام۔" بابا صاحب نے اسے بغور دیکھا۔

"یہ میری بہن ہے۔" احسن نے تعارف کروایا تو بابا صاحب نے سر ہلایا' انا احسن کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔

بابا صاحب انا سے اس کی تعلیم اور دیگر سوال کرنے لگے تھے' وہ یہ جان کر بہت حیران اور خوش ہوئے تھے کہ انا نہ صرف شہوار کی کلاس فیلو ہے بلکہ دوست بھی ہے۔ وہ مزید کچھ دیر تینوں کے پاس بیٹھے پھر ان کو کوئی بلانے آ گیا تو وہ اٹھ کر چلے گئے۔

"بڑے نائس انسان ہیں' اتنے بڑے جاگیردار ہیں مگر غرور نام کا نہیں۔" ان کے جانے کے بعد انا نے تبصرہ کیا' احسن مسکرا دیا جبکہ ولید کا انداز پرسوچ تھا۔

"ایک راز کی بات سنو' یہ بابا صاحب پہلی نظر میں ولید کے معاملے میں کیوپڈ کے تیر کا شکار ہو چکے ہیں اور جب بھی ملتا ہو بڑے تپاک سے ملتے ہیں۔" احسن کی بات پر انا نے حیران ہو کر ولید کو دیکھا وہ ذرا سا مسکرا دیا۔

"بکو مت' وہ انسان شناس آدمی ہیں انہیں ہیرے اور پتھر کی پہچان ہے ورنہ تم بھی تو اسی محفل میں تھے میرے بجائے تم بھی نظر آ سکتے تھے۔" ولید نے جملہ کسا تو احسن نے آنکھیں دکھائی۔

"دیکھو تم مجھے احساس کمتری میں مبتلا مت کرو' تمہارے مقابل کا نہیں تو کیا ہوا لڑکیوں کے ہجوم میں سو میں سے نوے نمبر تو ہمیں بھی مل ہی جاتے ہیں۔" انا ہنس دی۔

"ویسے مجھے یہ بابا صاحب کافی پراسرار انسان لگتے ہیں جب بھی ملتے ہیں لگتا ہے کچھ کھوج رہے ہیں' بغور دیکھتے رہتے ہیں۔" ولید نے اپنا تجزیہ بیان کیا۔

"کیوپڈ کے تیر والا مذاق ایک طرف ہو سکتا ہے تمہارے وجود میں انہیں اپنی کوئی سالوں پرانی بچھڑی ہوئی محبوبہ نظر آتی ہو۔" احسن نے پھر چھیڑا تو ولید ہنس دیا۔

"بہر حال کچھ بات ضرور ہے ورنہ ہزاروں لوگوں سے ملتا ہوں یوں کسی سے بھی اپنائیت کا احساس نہیں جاگا۔ ان سے مل کر دل خود بخود ان کی طرف مائل ہونے لگتا ہے' یوں جیسے لوہے کو مقناطیس آہستہ آہستہ اپنی طرف کھینچ رہا ہو۔" ولید کا سوچتا انداز تھا۔

"ہاں ہو سکتا ہے کسی محبوب کی اولاد وغیرہ کا چکر ہو۔" احسن نے پھر چھیڑا۔ ولید نے ایک ہاتھ کندھے پر جڑ دیا۔

"بکواس کی نہیں ہو رہی' میں رئیلی ان سے امپریس ہوں۔"

"ہاں تو اتنی گریس فل پرسنالٹی ہیں' نرم خو اور شفقت آمیز رویہ رکھتے ہیں' انسان خود بخود امپریس ہو جاتا ہے۔" احسن نے مذاق سے ہٹ کر کہا۔

"اچھا اس ٹاپک کو چھوڑیں' مجھے آپ دونوں اپنے ڈریسز نکال دیں' میں فارغ ہوں پریس کر دیتی ہوں۔" انا نے کہا تو ولید نے دیکھا وہ رات والے لباس میں ہی تھی' ہلکا پھلکا میک اپ تو اتر چکا تھا مگر دلکشی ابھی بھی برقرار تھی۔

"ہاں نکال دیتا ہوں۔" احسن اٹھ پر ولید اسی طرح بیٹھا رہا۔

"آپ نے پریس نہیں کروانے؟" انا نے اسے دیکھ کر پوچھا۔

"احسن نکال دیتا ہے۔" وہ پھر سے نیم دراز ہو گیا۔

"رات کا فنکشن تم نے تو خوب انجوائے کیا ہوگا؟" ولید نے اسے دیکھتے پوچھا۔

"کیوں..... آپ نے انجوائے نہیں کیا۔"

"تو چھوڑو مت' یہاں سب لڑکوں نے وہاں سے آنے کے بعد مصطفیٰ کی جو درگت بنائی تھی' مصطفیٰ ہمیشہ یاد رکھے گا۔" احسن نے کپڑے نکالتے کہا تو وہ چونکی۔

"کیا مطلب؟"

"ولید تصویریں دکھاؤ ذرا اسے۔" احسن نے ہنستے ہوئے کہا تو ولید نے سائیڈ پر پڑا موبائل اٹھا کر انا کو تھما دیا۔

"وہاں تو صرف گانا گانے تک لڑکے بے چارے شرافت دکھاتے رہے' یہاں آ کر مصطفیٰ کو خوب نچوایا۔" احسن نے ہنس کر کہا تو وہ بھی ہنس دی۔

وہ تصویریں دیکھنے لگی' مصطفیٰ اس کے سب کزنز مل کر بھنگڑا ڈال رہے تھے' مختلف لوگوں کی مختلف انداز میں مختلف تصویریں تھیں' ایک دوسرے کو مٹھائی کھلاتے' ایک دوسرے کا حلیہ بگاڑتے بھنگڑا ڈالتے لتے مختلف پوز تھے۔ ایک تصویر پر آ کر وہ ٹھٹک گئی تھی' مصطفیٰ کے ساتھ ولید بھنگڑا ڈال رہا تھا' بال پیشانی پر گرے ہوئے تھے ہاتھ مصطفیٰ کے ہاتھ میں تھے۔ ولید اس تصویر میں حد سے زیادہ ڈیسنٹ اور اٹریکٹو لگ رہا تھا۔

"کیا ہوا؟" ولید نے ایک ہی تصویر دیکھ کر پوچھا تھا۔

وہ ذرا چونکی تھی پھر مسکرا کر اسکرین کو ٹچ کرتے اگلی تصاویر دیکھنے لگی تھی اور اگلی کچھ تصاویر پر وہ واقعی چونکی تھی۔ شہوار کے ساتھ صوفے پر بیٹھے اس کی اور شہوار کی تصویر تھی' اگلی دو تصاویر میں مصطفیٰ شہوار کے ساتھ وہ خود بھی تھی۔ وہاں اور بھی کافی لوگوں نے تصاویر لی تھیں عموماً لڑکیوں نے' اندازہ نہ تھا کہ ولید نے لی ہوں گی۔ اگلی تصاویر ہال کمرے کی ہی تھیں کچھ ڈیکوریشن کی تھی کچھ سب لڑکوں کی تھیں اور کچھ لڑکیوں کی اور چار پانچ تصاویر میں صرف اس کے چہرے کو فوکس کیا گیا تھا' جب وہ عائشہ کے کہنے پر اٹھ کر اس کے پاس جا بیٹھی تھی اور خوش ہو کر تالیاں بجا رہی تھی' ہنس رہی تھی۔ مختلف انداز میں مختلف پوز تھے' تصاویر کو دیکھتے ہوئے اس کے اندر ایک دم خوش گوار سی کیفیت پیدا ہوئی تھی' اس نے مسکرا کر سر اٹھا کر ولید کو دیکھا وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا اس کے دیکھنے پر مسکرا کر سر ہلایا' جیسے پوچھ رہا ہو کہ "کیا ہوا ہے؟" انا نے نفی میں سر ہلا دیا' مگر چہرے کی مسکراہٹ ایک دم گہری ہوئی تھی۔

"کیسی لگیں تصاویر؟" احسن بھی قریب آ گیا تھا اس نے جلدی سے بیک کو ٹچ کیا تھا اور موبائل سے نظریں ہٹالی تھیں۔

"بہت اچھی تصاویر ہیں یعنی وہاں سے آنے کے بعد آپ لوگوں نے خوب انجوائے کیا تھا پھر؟" اس نے موبائل واپس بستر پر ڈالتے مسکرا کر کہا تھا۔

"ایسا ویسا..... مصطفیٰ کے سب کزنز ہی ایک سے بڑھ کر ایک ہیں' کوئی بھی بخشنے کو تیار نہ تھا اسے۔" احسن نے اپنے اور ولید کے کپڑے لا کر اس کو تھمائے تھے' کپڑے لے کر وہ کھڑی ہو گئی تھی۔

"گھر سے کسی نے کال کی؟"

"ہاں' ماما اور پاپا دونوں نے کال کی تھی' ماموں بھی کرتے رہے ہیں۔" اس نے سر ہلایا تھا یہاں آنے کے بعد اس کی صرف روشی سے ہی ایک دو بار بات ہوئی تھی۔

"اوکے میں کپڑے پریس کر کے کسی کے ہاتھ بھجواتی ہوں۔" وہ وہاں سے نکل کر حویلی کے اندر آئی تو وہاں سے کسی کام سے باہر نکلتے حماد نے اسے دیکھ لیا تھا' وہ خود قریب آیا تھا۔

"السلام علیکم!"

"وعلیکم السلام!" انا نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"کیسی ہیں آپ؟" اس نے مسکرا کر پوچھا۔

"جی ٹھیک ہوں۔" اس نے اب بھی سنجیدگی سے کہا تھا' وہ ذرا ٹھٹکا تھا۔

"آپ نے شاید مجھے پہچانا نہیں' میں مصطفیٰ بھائی کا کزن ہوں۔ ان کی پھپھو کا بیٹا' زلیخا پھپھو کا بھائی۔" اس نے تفصیل

سے تعارف کروادیا۔

"جی میں نے پہچان لیا۔" اب کی بارانا کا رویہ قدرے جنجھ تھا۔ حماد کے چہرے پر ایک دم رونق آئی تھی۔

"یعنی میں آپ کو یاد ہوں۔" انا نے الجھ کر دیکھا اس نے کندھے اچکا دیئے تھے۔

"آپ کو ادھر دوبارہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی' میں بڑی شدت سے آپ کا منتظر تھا۔" حماد نے کہا تو انا حیران ہوئی۔

"کیوں؟" اس کا لہجہ ایک دم بدلا۔

"بس ویسے ہی آپ اچھی لگی تھیں اس لیے کہہ دیا۔" انا کے ایک دم بدلتے تیوروں سے گھبرا کر اس نے فوراً وضاحت کی۔

"مگر آپ مجھے ذرا بھی اچھے نہیں لگے۔" اس کے الفاظ پر انا نے ناگواریت سے کہہ کر قدم آگے بڑھا دیئے۔

"لیکن کیوں......؟" اس نے حیران ہو کر پوچھا۔

"میری مرضی......" وہ کہہ کر گھور کر وہاں سے چلی گئی تو حماد حیرت سے اسے جاتے دیکھ رہا۔

وہ انا کے ایک دم بدل جانے والے رویے پر غور کرتے پلٹا تو مصطفیٰ کو کچھ فاصلے پر کھڑے دیکھ کر ٹھٹکا۔

"کیا کہہ رہے تھے تم انا سے؟" مصطفیٰ قریب آیا اس کا انداز مشکوک تھا۔

"کچھ بھی نہیں' بس سلام دعا ہوئی ہے۔"

"بس سلام دعا تک ہی رہنا' وہ ایسی لڑکی نہیں جو ہر آتے جاتے سے کھڑے ہو کر بات چیت کرے۔" مصطفیٰ کا انداز طنزیہ تھا۔

"تو میں بھی اس سے کھڑے ہو کر بات چیت کرنے کے موڈ میں نہیں تھا' وہ موقع دیتی تو کہیں بیٹھ کر اچھی طرح تعارف حاصل کرتا۔" انداز پُراعتماد تھا اور ہونٹوں پر مسکراہٹ۔

"مطلب؟" مصطفیٰ اب کے مکمل طور پر چونکا تھا۔

"وہ مجھے پہلی نگاہ میں ہی اچھی لگی ہے اور میں بھی محض اس سے سلام دعا نہیں رکھنا چاہتا بلکہ میرا ارادہ اسے باقاعدہ پروپوز کرنے کا ہے۔" مصطفیٰ نے چند پل بغور حماد کو دیکھا اس کے چہرے پر جھوٹ کا شائبہ تک نہ تھا۔

"وہ صرف شہوار کی دوست ہی نہیں بلکہ میرے دوست ولید کی کزن بھی ہے۔" مصطفیٰ نے اب کے کافی رکھائی سے کہا۔

"میں جانتا ہوں۔" حماد کا اعتماد جوں کا توں تھا۔

"تو پھر یہ بھی جان لو کہ وہ محض ولید کی کزن ہی نہیں اس کی فیانسی بھی ہے اور عنقریب دونوں کی شادی بھی ہونے والی ہے۔" مصطفیٰ طنز سے کہہ کر وہاں سے چلا گیا اور حماد اپنی جگہ حیرت سے ساکت رہ گیا تھا' بالکل گم صم اور بے یقین......!



جب سے اس نے عبدالقیوم کی زبان سے مصطفیٰ اور شہوار کی شادی کی خبر سنی تھی وہ ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ کسی حد سے گزر جائے اس کا ذہن ہر وقت جولاہی کی طرح الجھا ہوا تھا اور ڈیڈی کی ہدایت نے الگ اس کے پاؤں باندھ رکھے تھے۔ بہت زیادہ سوچنے کے بعد اس نے اپنے ذہن میں ایک پلان تیار کیا۔ دوپہر میں اس کا ملازم کھانا لے کر آیا تو وہ اسے وہاں رکنے پر آمادہ کرتے اس کا لباس پہن کر اپنا حلیہ بدلتے وہاں سے نکل آیا تھا۔

وہ سیدھا شہزاد کے گھر آیا وہ اس کے موبائل پر رابطہ نہیں کرسکتا تھا کہ عبدالقیوم نے اسے سختی سے کسی بھی دوست سے رابطہ کرنے سے منع کر رکھا تھا اس کی خوش قسمتی تھی کہ شہزاد گھر پر ہی تھا اور فوراً اس کے ساتھ نکل آیا تھا اب دونوں کسی غیر معروف جگہ پر بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔

"ہاں تو شہزاد [illegible] کپڑوں میں کچھ لوگ ہمارا پیچھا کرتے بھی دکھائی دیئے ہیں' ویسے تم تھے کہاں؟"

شہزاد نے اس سے پوچھا۔

"میں جہاں بھی تھا اس بات کو چھوڑو' بس مجھے تم سے ایک کام ہے باقی کوئی بھی یہ کام نہیں کرسکتا سو تم سے رابطہ کرنا پڑا بلکہ اپنا حلیہ بدل کر تم تک آنا پڑا۔" ایاز نے کہا۔

"تمہیں اس حلیے میں دیکھ کر میں فوراً پہچان بھی نہیں سکا' ایسا کون سا ضروری کام تھا جو تمہیں خود آنا پڑا۔" شہزاد نے حیرت سے پوچھا۔

"تم ایک ڈیڑھ گھنٹے میں پتا کرواؤ کہ مصطفیٰ شاہزیب علی اور شہوار کب آ رہے ہیں' ویسے سنا تو ہے کہ دونوں کی کل بارات ہوگی اور پرسوں ولیمہ اور یہاں سے یہ لوگ گاؤں جائیں گے' کل واپسی پر شہر آئیں گے ولیمہ بھی یہیں ہوگا۔" شہزاد اس کی بات بغور سن رہا تھا ایک دم چونکا۔

"تمہارا ارادہ کیا ہے؟"

"تم بس یہ کنفرم کرو باقی پلان بعد میں بتاتا ہوں' مثلاً وہاں سے بارات کب واپس لوٹے گی' ٹائمنگ وغیرہ اور باقی روٹین......" شہزاد کے سوال پر اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"وہ تو معلوم کروا دیتا ہوں مگر اپنا ارادہ تو بتاؤ آخر سوچ کیا رکھا ہے تم نے......"

"پہلے آرام وسکون سے تم یہ اہم اطلاعات مجھے پہنچا دو باقی سب بھی بتاتا ہوں۔" شہزاد نے سوال کے جواب میں اس کو پُراسرار انداز میں مسکراتے کہا تو شہزاد اُلجھی سی اسے دیکھنے لگا۔



عباس اور شاہزیب علی صاحب جب حویلی پہنچے تو شام ہو رہی تھی' رابعہ اور ہادیہ باقی لڑکیوں کے ساتھ گاؤں کی سیر کرکے لوٹی تھیں انا اور کچھ لڑکیاں اندر چلی گئی تھیں۔ وہ دونوں وہیں لان میں تھیں جب شاہزیب صاحب اور عباس کی گاڑی آکر رکی تھی' دونوں نے پلٹ کر دیکھا۔

"آؤ سر سے سلام دعا کرلیں۔" ہادیہ نے کہا تو وہ دونوں اسی طرف چلی آئی' دونوں نے شاہزیب صاحب اور عباس سے سلام دعا کی تھی۔ عباس رابعہ کو دیکھ کر حیران ہوا تھا۔

"میں آپ کو یہاں دیکھ کر بہت سرپرائز ہو رہا ہوں۔" شاہزیب صاحب آگے بڑھ گئے تو عباس نے رابعہ سے کہا تھا تو وہ جھینپ گئی۔

"سر یہ سارا کمال میرا ہے' یہ تو ایویں ٹال رہی تھی اس کی والدہ سے بات کی تو آنٹی نے فوراً ساتھ چلنے کی اجازت دے دی کل ہم لوگ آپ لوگوں کی فیملی کے ساتھ ہی یہاں آئی تھی۔" ہادیہ نے مسکرا کر کہا تو عباس مسکرا دیا۔

"میں کل گھر پر نہیں تھا' میٹنگ میں مصروف تھا سو مجھے علم نہیں ہوسکا کہ کون کون آ رہا ہے' میں آج آفس گیا تھا مگر رابعہ موجود نہیں تھیں' مجھے یہی لگا کہ شاید چھٹی پر ہیں۔"

"میں نے شاہزیب صاحب کو اطلاع تو دے دی تھی انہوں نے ہی گاڑی بھیج کر پک کروالیا تھا' آپ کے گھر آپ کا ڈرائیور ہی لے کر گیا تھا۔" رابعہ نے بھی بتایا۔

"باس فاروقی صاحب کو علم ہوگا انہوں نے ہی کسی اور لڑکی کو آپ کی جگہ بھیجا ہوگا ورنہ مجھے یہی لگا کہ آپ چھٹی پر ہیں۔" عباس کی بات پر وہ مسکرا دی۔

"ویسے آپ کو یہاں دیکھ کر بہت اچھا لگا' امید ہے آپ دونوں اچھی طرح انجوائے کر رہی ہوں گی۔"

"بالکل سر!" ہادیہ نے کہا۔

"آپ دونوں ہماری مہمان ہیں کسی بھی چیز کی ضرورت ہو بلا جھجک کہیے گا۔"

"جی سر!" رابعہ نے بھی سر ہلا دیا۔

"ایک بات یہاں آپ ہماری مہمان ہیں یہ سر ور کے خطاب آفس تک ہی رکھیں۔" عباس نے مسکرا کر کہا تو ہادیہ ہنس دی۔

"اوکے سر!" عباس نے گھورا تو وہ کھل کر ہنس دی۔

"جو عادت پڑ جائے تو مشکل سے ہی چھوٹتی ہے سر!"

"مگر یہاں تو کوئی آفس والا ماحول نہیں ہے۔" عباس نے مسکرا کر کہتے اندر کی طرف اشارہ کرتے خود بھی قدم بڑھائے تھے دونوں ساتھ چلنے لگی تھیں۔

"مس رابعہ بہت خاموش ہیں لگتا ہے کہاں کو مزہ نہیں آرہا۔" ساتھ چلتے چلتے عباس نے کہا تو رابعہ نے سر اٹھا کر دیکھا۔

"نہیں سر! ہم بہت انجوائے کررہے ہیں کچھ دیر پہلے ہی ہم آپ کی کزنز کے ساتھ گاؤں کی سیر کرکے آئی ہیں۔ ماشاء اللہ بہت خوب صورت گاؤں ہے آپ کا۔" رابعہ نے کہا تو عباس ہنسا۔

"اس کا مطلب ہے صرف گاؤں ہی پیارا ہے ہم لوگ پیارے نہیں ہیں۔" انداز شرارتی تھا۔

"نہیں سر! ایسا بھی نہیں کہا میں نے۔" وہ جھینپی۔

"مطلب کہ ہم پیارے ہیں؟" عباس کا انداز روٹین سے ہٹ کر تھا۔ رابعہ پزل سی ہوگئی تھی۔

"سر! اپنی تعریفیں کروانے کا موڈ ہورہا ہے؟" ہادیہ نے بھی شرارت سے کہا۔

"بالکل۔" وہ لوگ اندر آچکے تھے۔

عباس نے اردگرد دیکھا عائشہ پر نظر پڑی تو فوراً پکارا۔

"عائشہ....." عائشہ فوراً قریب آئی تھی۔

"جی بھائی؟"

"بہت لیٹ پہنچے آپ دونوں ہم کب سے انتظار کررہے تھے۔"

"ہاں بس آفس کا کام تھا نکلتے نکلتے دیر ہوہی گئی۔" عباس نے بہن کے سر پر پیار سے ہاتھ رکھ کر کہا۔

"عائشہ! یہ دونوں ہماری مہمان ہیں ان دونوں کا خاص خیال رکھنا ہے ہادیہ تو پہلے بھی ہمارے ہاں آتی جاتی رہی ہیں یہ رابعہ فرسٹ ٹائم آئی ہیں ان کا خصوصاً خیال رکھیں کسی بھی قسم کی پریشانی اور شکایت نہ ہو ان کو او کے۔" عباس نے سنجیدگی سے کہا ہادیہ رابعہ کو دیکھ کر مسکرائی تھی عائشہ نے بھی فوراً سر ہلایا تھا۔

"آپ بے فکر رہیں یہ کل سے آئی ہوئی ہیں مکمل طور پر خیال رکھ رہے ہیں ہم۔" عائشہ کے الفاظ پر عباس نے سر ہلا دیا تھا۔

"او کے آپ لوگ انجوائے کریں۔" عباس کہہ کر چلا گیا تھا رابعہ نے عباس کو جاتے دیکھا تو چند پل کو وہ جاتے عباس کی طرف سے نگاہیں نہ ہٹا پائی تھی۔

ہر لحاظ سے ایک مکمل مرد جو کسی بھی لڑکی کا آئیڈیل ہوسکتا ہے اس کے اندر عادلہ جیسی عورت کے لیے عجیب سا دکھ پیدا ہوا تھا پھر وہ خاموشی سے سر جھٹک کر ہادیہ کے ہمراہ چلتے اپنے کمرے کی طرف آ گئی تھی۔



سب لڑکوں کا باہر مردانے کی طرف بنے گلے کا پروگرام تھا۔ ڈیک لگا کر خوب بھنگڑا ڈالا جارہا تھا لڑکیوں کو ملازمائیں

وہاں کی پل پل کی رپورٹ دے رہی تھیں۔ اندر حویلی کی طرف سب لڑکیوں کا رتجگے کا پروگرام تھا ہال کمرے میں ہی سب نے انتظام کیا تھا۔

سب مل کر شہوار کو بھی وہیں کھینچ لائی تھیں سب کا مہندی لگانے کا پروگرام تھا۔ شائستہ بھابی کی شامت آئی ہوئی تھی ساتھ میں ماریہ بھی لگ گئی تھی۔ دلہن کو مہندی لگانے کی ذمہ داری شائستہ بھابی کے ذمہ تھی سبھی رات دس بجے تک تمام کاموں سے فارغ ہوتے ہی ہال میں آچکی تھیں اور اب خوب ہلہ گلہ ہورہا تھا۔

"دیکھو بھئی کوئی خاموش نہیں بیٹھے گا سبھی کو کچھ نہ کچھ سنانا ہوگا۔" شائستہ بھابی نے کہا۔

"یہ سزا ہے یا فرمائش؟" انا نے پوچھا۔

"جس کے جو جی میں آئے مرضی سمجھے۔" رمشاء نے بھی صدا بلند کی تھی۔

"تو پھر ڈیک لگالیں سنا ہے باہر بھی ڈیک لگا کر لڑکے خوب بھنگڑا ڈال رہے ہیں۔" ہادیہ نے بھی کہا۔

ہادیہ اور رابعہ کل سے یہاں سب کے ساتھ خوب گھل مل گئی تھیں ان کی باقی کولیگز کا بھی یہی حال تھا سبھی کی کسی نہ کسی سے دوستی ہوچکی تھی۔

"نہیں بھئی کل بول بول کر تو ہمارا گلا خراب ہوگیا ہے اب مزید بولا نہیں جائے گا۔" عاصمہ نے فوراً انکار کیا۔

"ہاں کل ڈھولک پیٹنے کے ساتھ ساتھ تم اپنے والیوم کا بے دریغ استعمال بھی تو کررہی تھی۔" صبا نے بھی ہنس کر کہا۔

"کل یہاں سے جانے کے بعد وہاں مردانے کی طرف سنا ہے رات سب لڑکوں نے خوب رونق لگائی تھی۔" عائشہ نے جتایا۔

"ایسی ویسی میں نے ساری تصویریں دیکھی تھیں مصطفیٰ بھائی کو بھی نچوالیا تھا ان لوگوں نے۔" انا نے بھی ہنس کر کہا۔

"واقعی....." کئی آوازیں گونجی تھیں۔

"بالکل میں نے اپنی آنکھوں سے تصاویر دیکھی تھیں مصطفیٰ بھائی کو بھنگڑا ڈالتے ہوئے۔" شرارت سے شہوار کو دیکھتے اس نے کہا۔

شہوار آرام وسکون سے خاموش بیٹھی ہوئی تھی رات والا پیلا جوڑا ابھی بھی پہن رکھا تھا ان لوگوں کی رسم کے مطابق اب یہ جوڑا بارات والے دن ہی اترنا تھا۔

شائستہ بہت نفاست سے اس کے ہاتھوں کو مہندی سے سجا رہی تھی۔ دوسری طرف ماریہ صبا کو مہندی لگا رہی تھی اور رابعہ ذریہ کو۔ باقی سبھی اردگرد بیٹھیں مہندی لگتے دیکھ رہی تھیں۔

"یار کچھ بولو نا ایسے مزا نہیں آرہا۔" عائشہ بھی ایک دم بور ہونے لگی تھی۔

"کل جن لوگوں نے اپنے گلے کے سروں کو زحمت نہیں دی تھی وہ آج گائیں گی۔" لائبہ نے کہا تو سبھی لڑکیوں نے ہاں میں ہاں ملائی۔

"عاصمہ شروع کرے اس کی آواز اچھی ہے۔" رمشاء بھابی نے کہا تو سبھی کے اصرار پر اسے گانا ہی پڑا۔

"بابل کی دعائیں لیتی جا
جا تجھ کو سکھی سنسار ملے"

عاصمہ نے تان اڑائی تھی سبھی متوجہ ہوئی تھیں۔

میکے کی کبھی نہ یاد آئے
سسرال میں اتنا پیار ملے

شہوار کا دل ایک دم کسی نے مٹھی میں بھینچا تھا' اس نے ضبط سے لب دانت تلے دبا لیے' اس لمحے اسے شدت سے بہت اپنے کی کمی محسوس ہو رہی تھی۔ میکے کے نام پر اس کے پاس صرف تابندہ بی کے علاوہ اور کوئی حوالہ نہ تھا۔

نازوں سے تجھے پالا میں نے
کلیوں کی طرح پھولوں کی طرح
بچپن میں جھلایا ہے تجھ کو
بانہوں نے میری جھولوں کی طرح
میرے باغ کی اے نازک ڈالی
تجھے ہر پل نئی بہار ملے

عاصمہ کی آواز کا اثر تھا یا گیت کے بولوں کا شہوار کی آنکھیں گیلی ہونے لگیں تھیں۔

جس گھر سے بندھے ہیں بھاگ تیرے
اس گھر میں سدا تیرا راج رہے
ہونٹوں پر خوشی کی دھوپ کھلے
ماتھے پر خوشی کا راج رہے
کبھی جس کی جوت نہ ہو پھیکی
تجھے ایسا روپ سنگھار ملے

گیت کے بول ایسے تھے کہ شہوار بہت ضبط کے باوجود اپنے آنسوؤں کو نہ روک پائی تھی۔ اس کے آنسو جیسے ہی گرے تھے شائستہ نے فوراً دیکھا تھا۔

"ارے تم تو رو رہی ہو۔" شائستہ نے ایک دم ساتھ لگا لیا تو عاصمہ خاموش ہو گئی۔ شہوار کے اندر تو گویا طوفان اٹھا تھا' وہ شدت سے رو رہی تھی۔

"کیا ضرورت تھی اتنا دکھی گانا گانے کی۔" لائبہ بھابی نے فوراً ٹوکا' سبھی اٹھ کر فوراً شہوار کے قریب آ بیٹھی تھیں اناہ بھی پاس آ گئی تھی۔ شائستہ کے کندھے سے جدا کیا تو وہ اس کے ساتھ لگ کر رونے لگی تھی۔

"ارے بس کرو یار! سب کو رلاؤ گی۔" عائشہ بھی روہانسی ہو گئی تھی۔

"یہ سارا قصور عاصمہ کا ہے' اس نے چن کر یہ رونے دھونے والا گیت گانا شروع کر دیا تھا' کل گاتی ہمارے بھی بہلنے سے دو چار آنسو نکل آتے۔" ماریہ نے ماحول کو خوشگوار کرنے کے لیے عاصمہ کو ڈانٹا۔

"لو بھئی میرا کیا قصور خود ہی تو کہا تھا گانا گاؤ۔"

"یہ تو نہیں کہا تھا لے کے بچی کو رلا ہی دو۔" انیقہ نے بھی ڈانٹا۔ اناہ بہت محبت سے اس کا سر تھپتھپاتے تسلی دے رہی تھی۔

چند منٹ بعد وہ سنبھل گئی مگر رونے سے چہرہ سرخ ہو چکا تھا۔

"اب کوئی کچھ نہیں گائے گا ورنہ ہماری دلہن پھر رو پڑے گی۔" صبا نے فوراً ارننگ دے دی۔

"بڑی فکر ہے نند کو بھاوج کی۔" رمشاء نے چھیڑا۔

"تو کیوں نہ ہو میرے سب سے پیارے بھیا کی پیاری سی دلہن ہے۔ اتنے ارمانوں سے ہم بیاہ کر لے جا رہے ہیں کبھی بھی آنکھ میں آنسو نہ آنے دیں گے ہم ان شاءاللہ۔" صبا نے بہت محبت سے شہوار کو دیکھتے کہا تھا۔

"دلہن سے بھی پوچھ لو اس کے بھی کچھ ارمان ہیں یا نہیں۔" رابعہ سے مہندی لگواتی دریہ نے چوٹ کی۔

"ہماری دلہن شرم و حیا اور رکھ رکھاؤ والی ہے' وہ ہر آئے گئے کے سامنے اپنے جذبات و ارمانوں کی نمائش نہیں لگائے رکھتی۔" لائبہ بھابی کو دریہ کی چوٹ ایک دم بری لگی تو فوراً جواب دیا۔

دریہ "ہونہہ" کہہ کر پھر سے اپنی مہندی میں مشغول ہو گئی تھی۔

"فی الحال شہوار کے مہندی لگائیں پھر میں بھی لگواؤں گی۔" اناہ نے کہا تو سب دوبارہ مہندی کی طرف متوجہ ہو گئی تھیں۔

"ہاں بھئی جلدی کرو' ابھی یہاں ایک لائن لگی ہوئی ہے۔ سب کو اچھی اچھی مہندی لگانی ہے' جلدی ہاتھ چلاؤ گی تو باقی لوگوں کی بھی باری آئے گی نا۔" عائشہ نے بھی کہا تو سبھی کو اپنے اپنے بہت سارے کام یاد آنے لگے تھے جو بارات آنے سے پہلے تک مکمل کرنے تھے۔



صبح کا دن بڑی افراتفری میں طلوع ہوا تھا' شاہ زیب صاحب نے شادی فنکشنز ارینج کرنے والوں کو بلوا رکھا تھا جو پچھلے تین دن سے حویلی کے ساتھ کھلی ہموار زمین پر بارات کا ارینج کر رہے تھے۔

اسٹیج لائٹنگ اور ساری جگہ پر بچھا قالین کہیں بھی کوئی کمی نہیں رہنے دی تھی' ارینجمنٹ کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا خواتین کے لیے علیحدہ اور مردوں کے لیے علیحدہ' اسی طرح کھانے وغیرہ کا بھی خصوصی انتظام تھا۔ بڑے روایتی سے ماحول میں شادی ہو رہی تھی' بارات کی روانگی کا وقت پانچ بجے کا تھا۔ حویلی کے اندر ایک افراتفری سی تھی' کیونکہ رخصتی کے بعد بھی لوگوں نے شہر روانہ ہونا تھا اور کل ولیمہ میں شرکت کرنی تھی' یہاں موجود بھی لوگ اسی کے مطابق تیار ہو رہے تھے' صبح ناشتا لیٹ ہوا تھا پھر دوپہر کے کھانے کے بعد سبھی کو تیار ہونے کا الٹی میٹم مل گیا تھا۔

خواتین میں سے جو جو تیار ہوتی جا رہی تھیں وہ پنڈال میں خواتین والے حصے کی طرف آ رہی تھیں۔ اناہ نے آف وائٹ سوٹ پہنا تھا' جس پر نگینوں کا بہت ہی خوب صورت کام تھا' وہ تیار ہونے کی بعد شہوار کے پاس ہی ٹک گئی تھی' شہوار کو شائستہ بھابی تیار کر رہی تھیں۔

"شائستہ! جاؤ تم ایسا کرو جلدی تیار کرو پھر اناہ کے ساتھ دلہن کو ادھر پنڈال میں لے آنا۔ بارات بس نکلنے والی ہے یہاں سے پورے گاؤں کا چکر لگا کر واپس پنڈال میں آ جائے گی' نکاح تو ہونا نہیں ہے باقی رسمیں بھی بابا صاحب کی مرضی کے مطابق ہوں گی سو تم لوگ جلدی لے آنا ٹھیک ہے۔" عائشہ تیار تھی فوراً شہوار کے کمرے میں آئی تھی بطور خاص ہدایت دینے۔

"تیار ہی ہے بس زیور وغیرہ سیٹ کرنا ہے۔" شائستہ بھابی نے کہا تو عائشہ ایک دو اور ہدایتیں دے کر چلی گئی۔

کچھ دیر بعد شہوار مکمل تیار تھی' شائستہ بھابی نے اپنی تمام مہارت اور محنت استعمال کی تھی۔ لباس زیور' میک اپ کی مہارت نے شہوار کو اس قدر حسین بنا ڈالا تھا کہ اناہ بے اختیار اس سے چمٹ گئی تھی۔

"شہوار ریلی تم بہت پیاری لگ رہی ہو' میں نے اپنی زندگی میں آج تک اتنی پیاری کوئی دلہن نہیں دیکھی۔" اس نے بے اختیار اس کے رخسار کو چوم لیا تھا۔

شہوار بہت زیادہ کنفیوژ اور نروس ہو رہی تھی' صبح سے گا ہے بگا ہے وہ کئی بار رو چکی تھی' اب بھی اناہ کے الفاظ پر سست سی گئی تھی۔

"مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔" اس نے اناہ کے جواب میں کہا تو اناہ ہنس دی۔

"بھئی ڈر کس بات کا' سبھی لڑکیوں کی شادیاں ہوتی ہیں۔" شائستہ بھابی نے سامان سمیٹتے کہا تو شہوار نے لب دانت تلے دبا لیے۔

"کچھ نہیں ہوگا' ڈونٹ وری۔ مصطفیٰ بھائی بہت نائس ہیں' وہ تو تمہارا یہ روپ دیکھ کر ہی سب بھول جائیں گے اور گھونگھٹ اٹھاتے ہی بس سے گر جائیں گے۔" اناہ کو شرارت سوجھ رہی تھی جبکہ شہوار از حد پریشان تھی۔

"میں کسی کو بلواتی ہوں پھر ہم شہوار کو باہر لے چلتے ہیں۔" شائستہ سامان سمیت کر چلی گئی۔

شہوار مسلسل ہاتھ مسل رہی تھی اس کے ہاتھوں پر لگی مہندی کا رنگ بہت گہرا آیا تھا' ہاتھ پاؤں سج سے گئے تھے اور وہ پہلے سے بڑھ کر دلہناپے کی سج دھج۔

"میں مصطفیٰ کے ساتھ کئی بار زیادتی کر چکی ہوں میں بہت ڈر رہی ہوں' پتا نہیں کیا ہوگا۔" شہوار کا وہی ڈر تھا' انا نے گھورا۔

"کچھ نہیں ہوگا' کہہ تو رہی ہوں' مصطفیٰ بھائی کوئی کم عقل' کم فہم انسان نہیں ہیں جوان چھوٹی چھوٹی باتوں کو بنیاد بنا کر بدلہ لینگے ہی اِنا نائس مین۔ وہ سب سمجھتے ہیں کچھ نہیں ہوگا۔"

"اسی بات کی تو شرمندگی ہے' ہمیشہ مصطفیٰ کے سامنے اس رشتے سے انکار کیا اور اب کس منہ سے سامنے جاؤں گی۔" اس کی پریشانی بے جا نہ تھی۔

"او کے آسان سا حل ہے' جیسے ہی مصطفیٰ بھائی سے سامنا ہوگا تم فوراً معافی مانگ لینا۔ دیکھو جو بھی ہوا جیسے بھی ہوا' تم غلط ہو اور نہ ہی وہ۔ تم حالات سے مجبور تھیں تمہاری جگہ کوئی بھی لڑکی ہوتی جس کے نزدیک اپنی عزت اور خاندان کا وقار اہم ہوتا ہے وہ یقیناً ایسا ہی ری ایکٹ کرتی' او کے۔" انا نے ہاتھ تھام کر سمجھایا تو وہ سر ہلا گئی تھی۔

"اب گھٹی فیل کرنا بند کرو' مکمل طور پر اعتماد کے ساتھ سب کو ہینڈل کرو' یہ تمہاری زندگی کا سب سے اہم دن ہے بلکہ اچھی اچھی باتیں سوچو ہوں......" شہوار نے ایک گہرا سانس لیا۔

کچھ دیر بعد شائستہ بھابی نے آ کر بتایا تھا کہ بارات پنڈال میں پہنچ چکی ہے' انہوں نے زاہد بھائی کو بلوالیا تھا وہ سب شہوار کو بھی ادھر ہی لے آئے تھے۔

گاؤں ہونے کے باوجود بہت زبردست ارینجمنٹ کیا گیا تھا' ذرا بھی احساس نہیں ہو رہا تھا کہ وہ لوگ کسی گاؤں کی شادی اٹینڈ کر رہے ہیں۔ شہوار کو وہ سیدھا اسٹیج پر ہی لے آئی تھی مرد و خواتین کا علیحدہ علیحدہ انتظام تھا تو شہوار کو پردے میں رکھنے کی بجائے ویسے ہی بٹھا دیا تھا۔ انا مسلسل ساتھ تھی ولید کی کال آئی تو وہ اٹھ کر باہر آ گئی تھی۔

"خیریت......؟" ولید باہر کھڑا تھا فوراً متوجہ ہوا تھا' اچھا خاصا ڈیسنٹ لگ رہا تھا ولید۔

"ہاں خیریت ہی ہے' تم بتاؤ واپسی کا کیا پروگرام ہے؟"

"جیسا سب کریں گے وہی' ہم بھی دیکھ لیں گے۔" یہاں مردوں کی آمد و رفت تھی' دوپٹہ سر پر جمائے اس نے کہا۔

"مصطفیٰ کہہ رہا تھا کہ ہم لوگ اس کے ساتھ جائیں گے' احسن کو میں نے کہہ دیا ہے وہ باقی لوگوں کے ساتھ گاڑی لے آئے گا' تم ہمارے ساتھ جاؤ گی ٹھیک ہے۔" ولید نے اپنا پروگرام بتایا۔

"او کے' یہ تو بہت اچھی بات ہوگی شہوار تو پہلے ہی بہت پریشان ہے اس طرح اسے تسلی ہوگی۔" وہ ایک دم خوش ہوگئی تھی۔

ولید نے ذرا بغور دیکھا تو آف وائٹ سوٹ میں وہ بہت ہی دلکش لگ رہی تھی' اس وقت وہ دونوں جہاں کھڑے تھے وہ مردوں کی گزرگاہ کی جگہ تھی۔ ولید محسوس کرتے فوراً اس کا ہاتھ پکڑ کے آگے بڑھا۔

"کیا ہوا؟" وہ سمجھ نہیں پائی تھی چونک گئی تھی' ولید اسے قدرے فاصلے پر پرسکون سی جگہ پر لے آیا تھا' یہاں دونوں اطراف درختوں کی روش تھی حویلی کے باہر کا بیرونی احاطہ تھا۔

"رستے میں کھڑے تھے اچھا نہیں لگ رہا تھا۔" ولید نے ہاتھ چھوڑا۔ انا نے اردگرد دیکھا یہاں کوئی بھی نہ تھا' وہ دونوں وہاں چلنے لگ گئے تھے۔

"ان لوگوں کا گاؤں بہت ہی پیارا ہے' ہم کل گاؤں کی سیر کرنے گئے تھے تو عائشہ' صبا نے بہت سی جگہیں دکھائی تھیں۔" انا نے کہا ویسے بھی اس کا موڈ آج بہت خوشگوار تھا' ولید مسکرا دیا۔

"چلو آؤ پھر واک کر لیتے ہیں۔" اس نے آفر کی۔

"اتنی اونچی ہیل پہن کر وہ بھی گاؤں کے رستوں پر چلنا' توبہ کریں۔" اپنی ہیل ولید کے سامنے کی' ولید نے اسے بغور دیکھا۔ اس کے دل میں عجیب سی کیفیت پیدا ہوئی تھی۔

"میں سوچ رہا ہوں کہ عام روٹین میں تو تم اچھی خاصی لگتی ہو اس وقت کیا اوٹ پٹانگ حلیہ بنا رکھا ہے۔" ولید نے کہا تو وہ چونکی' اس نے فوراً اپنے کپڑوں کی طرف دیکھا۔

"کیا مطلب؟" وہ پریشان ہوئی۔

وہ تو بطور خاص شائستہ بھابی سے تیار ہوئی تھی' بال بھی بہت اچھے سے سیٹ کرائے تھے سبھی نے اس کی خوب تعریف کی تھی۔

"بالکل بھوتنی لگ رہی ہو۔" ولید سنجیدہ تھا۔ "ضرورت کیا تھی اتنا تیار ہونے کی؟"

"خوامخواہ...... میں اتنی پیاری لگ رہی ہوں' یہ آف وائٹ فراک مجھ پر اتنا سوٹ کر رہا ہے' سبھی تعریفیں کر رہی تھیں۔ شائستہ بھابی نے اتنے پیار سے تیار کیا ہے مجھے۔" وہ ایک دم برا مان گئی۔

"میڈم ہم گاؤں کی شادی اٹینڈ کر رہے ہیں' یہ تمہارا شہر نہیں ہے جہاں لڑکیوں کا اوٹ پٹانگ حلیہ بھی ان کا فیشن کاؤنٹ ہوتا ہے۔"

"ایویں بلاوجہ ہی ڈانٹ رہے ہیں' آپ ذرا مصطفیٰ بھائی کی فیملی کی باقی خواتین کو آج کے حلیے میں دیکھ لیں ذرا اتنی ایڈوانس لگ رہی ہیں سبھی' قطعی احساس نہیں ہو رہا کہ میں ایک گاؤں کی شادی اٹینڈ کر رہی ہوں' ویسے اس حلیے میں خرابی کیا ہے اتنی اچھی تو لگ رہی ہوں۔"

"سب سے زیادہ خرابی یہ ہے کہ تم حد سے زیادہ نمایاں ہو رہی ہو۔" ولید نے کہا تو وہ قدرے ریلیکس ہوئی تھی ورنہ وہ تو پریشان ہی ہوگئی تھی۔ "کیا ضرورت تھی اتنے اہتمام سے تیار ہونے کی۔"

"توبہ میں تو ڈر ہی گئی تھی کہ کہیں واقعی تو بہت بری نہیں لگ رہی' میری عزیز از جان دوست کی شادی ہے' میں نے تو بطور خاص یہ سب کیا ہے' سب کو پتا تو چلے کہ میں شہوار کی اکلوتی دوست ہوں۔"

"اُف...... خواتین کا یہ شو آف والا انداز بہت زہر لگتا ہے مجھے۔" ولید نے کہا تو وہ چونکی' اسے ایک دم لگا کہ ولید خوامخواہ باتوں میں الجھا رہا ہے۔ اس نے اردگرد دیکھا مغرب کا وقت تھا' اندھیرا بڑھ رہا تھا۔

"چلیں۔"

"کیوں یہاں رکنا برا لگ رہا ہے۔" ولید نے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

ہلکے پھلکے رنگوں سے سجی آنکھیں اس کے چہرے کی دلکشی کو بڑھا رہی تھیں' ولید کے دیکھنے پر وہ فوراً نگاہیں جھکا گئی تھی۔

"نہیں...... وہاں شہوار ویٹ کر رہی ہوگی' وہ آج بہت کنفیوژ ہو رہی تھی۔ کہہ رہی تھی کہ اس کے پاس ہی رہوں آپ کی کال آئی تو اٹھ آئی تھی۔" اس نے دھیمے سے کہا۔

"او کے چلو۔" ولید فوراً واپس پلٹا تھا۔ انا بھی ساتھ چل رہی تھی اونچی ہیل میں اس کے قدم ایک دو بار لڑکھڑائے تو ولید نے ہاتھ تھام لیا تھا' انا کو لگا اس کے دل کو سکون سا مل گیا ہے۔

ولید کی یہ توجہ اس کے ساتھ یہ چند لمحے گزارنا اسے سب بہت اچھا لگ رہا تھا۔ اگر دل کے اندر اٹھتی آوازوں سے خوفزدہ نہ ہو جاتی تو شاید ان لمحوں کو اور بھی شدت سے محسوس کرتی۔ وہ دونوں چلتے ہوئے پنڈال کی طرف آ گئے تھے۔

"پیکنگ وغیرہ ابھی دیکھ لو' احسن کی گاڑی میں بیگ رکھوا لینا۔ ہمیں تو مصطفیٰ کے ساتھ ہونا ہے' مصطفیٰ کے ہاں جا کر

دیکھیں گے کہ کیا کرنا ہے مزید وہاں رکیں یا گھر چلیں۔" ولید نے اس کا ہاتھ چھوڑتے کہا تو وہ دھیمے سے سر ہلا گئی تھی۔ ولید مڑ کر چلا گیا تو وہ مسکراتی ہوئی پلٹی تھی مگر وہاں سے حماد کو نکلتے دیکھ کر ٹھٹک گئی تھی' حماد بھی شاید اسے ولید کے ساتھ دیکھ کر رکا تھا۔

"ہیلو۔" حماد نے مسکرا کر کہا تو وہ محض سر ہلا گئی تھی' وہ جانے کو پلٹی تھی۔

"یہ آپ کے فیانسی ہیں' مصطفیٰ بھائی کے دوست ولید۔" حماد کہہ رہا تھا وہ رک گئی تھی' ٹھٹک کر اسے دیکھا۔

"مصطفیٰ بھائی نے بتایا تھا۔" اس کی حیرانی پر اس نے وضاحت دی۔

"سنیئے۔" وہ جانے لگی تو اس نے روکا تھا' وہ پھر رک گئی۔

"میں کبھی کسی سے اتنا امپریس نہیں ہوا مگر آپ کو ولید کے ساتھ کھڑے دیکھ کر جیلسی فیل ہو رہی ہے کیونکہ آج آپ بہت ہی پیاری لگ رہی ہیں۔" وہ کہہ کر تیزی سے چلا گیا تھا۔

انا کو اس کے الفاظ پر ایک دم ناگواریت کا احساس ہوا تھا' اس نے سختی سے مٹھیاں بھینچ لی تھیں۔ اسے ایک دم ولید کی بات یاد آ گئی تھی واقعی ٹھیک ہی تو وہ کہہ رہا تھا اسے بھلا کیا ضرورت تھی اس قدر اہتمام سے تیار ہونے کی۔ اندر ہی اندر کلستے ہوئے وہ پھر سے شہوار کی طرف بڑھی آ ئی تھی جو شدت سے اس ہی کی منتظر تھی۔



بارات نے رخصت ہو کر چونکہ شہر جانا تھا تین چار گھنٹوں کا سفر تھا سو بابا صاحب کی ہدایت کے مطابق لمبی چوڑی رسموں میں پڑنے کے بجائے کھانے کے فوراً بعد ٹھیک آٹھ بجے رخصتی کا شور بلند ہو گیا تھا' شہوار کو بڑی سی چادر اوڑھا گئی دی تھی۔ مصطفیٰ کو عورتوں والے حصے میں شہوار کے برابر میں اسٹیج پر بٹھایا گیا تھا' رسموں میں صرف دودھ پلائی اور جوتا چھپائی کی رسم ہوئی تھی' جو مصطفیٰ کی کزنز اور انا وغیرہ نے کی تھی سبھی کو بھاری بھر کم نیگ ملا تھا' کیمرہ مین اور مووی میکر باقاعدہ تصاویر لے رہے تھے۔

لڑکیاں تو اور بھی کچھ رسمیں کرنا چاہتی تھیں مگر بابا صاحب کے سخت آرڈر کے بعد فوراً رخصتی کا عمل ادا کیا گیا اور رخصتی کے وقت شہوار تابندہ بی سے گلے لگتے ہی شدت سے رو پڑی تھی۔

"دل میں کوئی بھی بدگمانی مت لانا' میں نے اپنی زندگی میں بہت فیئر ہو کر تمہارے ساتھ اس تعلق کو نبھایا ہے' میں اپنے ساتھ بُرا کر سکتی ہوں مگر تمہارے لیے نہیں۔ تم سکندر کی اولاد ہو اور آج سکندر کا وعدہ پورا کر دیا ہے' ہمیشہ خوش رہنا۔ مصطفیٰ بہت اچھا لڑکا ہے' تم بہت سکھی رہو گی' اگر میری طرف سے کوئی کمی بیشی یا کوتاہی رہ گئی ہو تو معاف کر دینا۔" اس کے گلے لگے تابندہ بی دھیمے سے کہہ رہی تھیں۔ ماں نے زبردستی شہوار کو ان سے جدا کیا تھا' شائستہ بھابی کی ہدایتیں ساتھ ساتھ تھیں۔

"رو نہیں' میک اپ خراب ہو جائے گا۔" مگر اس کے آنسو تھمنے میں ہی نہیں آ رہے تھے' بابا صاحب نے اسے بازو کے حصار میں رکھتے بیٹی کی طرح سنبھالا تھا۔ وہ جو کل سے شدت سے باپ کی کمی محسوس کر رہی تھی اسے ایک دم لگا وہ کسی گھنی چھاؤں کے حصار میں آ گئی ہے۔ اتنے سارے لوگ تھے اس کو سنبھالنے والے' اس کے دل کو کچھ ڈھارس ہوئی تو آنسو بھی سمٹنے لگے۔

دلہا کی کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر ولید موجود تھا' انا بھی بیگ احسن بھائی کے حوالے کر کے شہوار کے ساتھ آ بیٹھی تھی' دوسری طرف مہر النساء خاتون تھیں' جو سسکیاں بھرتی شہوار کو ساتھ لگا کر تسلی دے رہی تھیں۔ رخصتی ہوتے ہوتے بھی نو بج گئے تھے' دلہا دلہن کی گاڑی روانہ ہوئی تو باقی لوگ بھی اپنا اپنا سامان سمیٹ کر گاڑیوں میں آ بیٹھے تھے۔

رابعہ اور ہادیہ حویلی کے اندر سے اپنا اپنا بیگ لیے باہر آئیں تو عباس منتظر تھا۔

"دوسری خواتین دوسری گاڑی میں جا چکی ہیں آپ دونوں اِدھر آ جائیں۔" عباس نے کہا تو وہ گاڑی کی طرف آ گئی تھیں۔

گاڑی کی پچھلی سیٹ پر صبا اور عائشہ موجود تھیں' ہادیہ بھی ساتھ ٹک گئی تھی۔

"تم آگے بیٹھ جاؤ۔" ہادیہ نے فرنٹ سیٹ کی طرف اشارہ کیا تو وہ چونکی' نجانے کس کی گاڑی تھی ڈرائیونگ سیٹ پر کون ہوگا وہ جھجکتے ہوئے بیٹھ گئی تھی۔ عباس ان کو بٹھا کر اندر چلا گیا تھا اور پھر کچھ دیر بعد عباس ہی ڈرائیونگ سیٹ پر آ کر بیٹھا تو رابعہ قدرے پرسکون ہوئی ورنہ وہ الجھتی رہی تھی کہ نجانے کس کی گاڑی میں عباس بٹھا گیا ہے۔

"کیسا لگا آپ دونوں کو آج کا یہ فنکشن؟" گاڑی جیسے ہی روانہ ہوئی تو عباس نے دونوں سے پوچھا۔

"بہت زبردست سر! ہم نے بہت انجوائے کیا۔" ہادیہ نے فوراً جواب دیا۔

"مگر لگتا ہے رابعہ نے انجوائے نہیں کیا۔" عباس نے اس کی خاموشی پر کہا۔

"نہیں سر! مجھے بھی بہت اچھا لگا' میں نے پہلی بار کسی گاؤں کی شادی اٹینڈ کی تھی مگر قطعی فیل نہیں ہوا کہ یہ کسی گاؤں کی شادی تھی بہت اچھا ریسپشن اور ارینجمنٹ تھا یہاں۔" رابعہ نے بھی مسکرا کر کہا تو عباس نے مسکرا کر دیکھا مگر ٹھٹکا تھا۔

ہمیشہ یہ لڑکی چادر لپیٹے سادہ سے حلیے میں دکھائی دی تھی مگر آج لائٹ پنک کلر کے کام والے جوڑے میں ہلکے پھلکے میک اپ میں بہت ہی پیاری لگ رہی تھی۔ سر پر سوٹ کے ہمرنگ دوپٹہ تھا ہاتھوں پر مہندی سجی ہوئی تھی۔

عباس پہلی بار اس کو اس روپ میں دیکھ کر چونک گیا تھا' وہ بمشکل اپنی نگاہیں اس کے وجود سے ہٹا پایا تھا۔

"یہ لڑکی اپنے اندر ایسی اٹریکشن بھی رکھتی ہوگی۔" وہ حیرت زدہ تھا۔

وہ بڑے رکھ رکھاؤ والے انداز میں سیٹ پر موجود تھی' عائشہ اور صبا سے کافی بے تکلفی ہو چکی تھی سو چاروں کوئی نہ کوئی بات کرتی رہی تھیں اور عباس نہ چاہتے ہوئے بھی گاہے بگاہے اس پر نگاہ ڈالنے پر مجبور ہوتا رہا تھا۔ وہ کوئی نظر باز دل پھینک انسان تو نہ تھا' اس کا اپنا ایک بیٹا تھا ایک پریکٹیکل لائف گزار رہا تھا مگر نجانے اس لڑکی میں ایسی کون سی دلکشی تھی جو نگاہ بار بار اس کے وجود کی طرف اٹھ رہی تھی۔

عادلہ کے بعد تو ویسے بھی وہ عورت ذات سے مکمل طور پر متنفر ہو چکا تھا مگر اب رابعہ کو دیکھتے ایک عرصہ بعد اس کے دل دماغ پر چھائی کثافت مٹنے لگی تھی۔

"سفر بہت لمبا ہے آپ لوگ آرام سے سو سکتی ہیں۔" اپنی ہی نگاہ کی بے ایمانی سے الجھ کر عباس نے فوراً گاڑی کی لائٹس آف کر دی تھیں' کسی نے کوئی اعتراض نہ کیا بلکہ سبھی تھکی ہوئی تھیں۔ عباس پرسکون انداز میں گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا مگر رابعہ کے وجود سے اٹھتی ہلکی سی کلون کی مہک بار بار اس کی توجہ کو منتشر کرنے کا سبب ضرور بن رہی تھی۔



شہوار کے آنسو خشک ہو گئے تھے ماں جی کی محبت اور انا کی حوصلہ دیتی باتیں وہ قدرے پرسکون تھی۔ وہ فی الحال آنے والے لمحات سے متعلق کچھ بھی سوچنا نہیں چاہتی تھی' ڈرائیونگ سیٹ پر موجود ولید اور ساتھ بیٹھے مصطفیٰ مسلسل کوئی نہ کوئی بات کرتے رہے تھے' انا اور مہر النساء بھی ان کی گفتگو میں شامل رہی تھیں۔

سفر کافی لمبا تھا بیٹھے بیٹھے سر جھکائے بھاری جوڑے اور میک اپ میں اب شہوار کی کمر تختہ ہو چکی تھی' شروع میں تو وہ روتی رہی تھی مگر اب تو رونا بھی نہیں آ رہا تھا۔ ذہن دوسری طرف ہو چکا تھا وہ آنے والے لمحات کو سوچ سوچ کر الجھ رہی تھی اوپر سے حلق خشک ہو رہا تھا' سارے رستے ماں جی' انا دونوں گاہے بگاہے اسے پانی کا پوچھتی رہی تھیں مگر وہ ہر بار انکار کر دیتی تھی۔ وہ لوگ شہر میں داخل ہو چکے تھے' گھر سے ابھی کافی فاصلے پر تھے۔

"مجھے پانی پینا ہے' بہت پیاس لگ رہی ہے۔" اس نے انا کو آہستگی سے کہا۔

"مصطفیٰ بھائی پانی کی بوتل تو دے دیں۔" انا نے کہا۔

"پانی ختم ہوچکا ہے انتظار کریں آپ کوئی سی این جی اسٹیشن دیکھتے ہیں تو لے لیتے ہیں۔ گھر پہنچنے میں تو ابھی ٹائم لگے گا۔"

"اوہ...... شہوار کو پیاس لگ رہی تھی۔" اتانے کہا تھا' مصطفیٰ نے چادر میں سر جھکائے وجود کو دیکھا۔

"انتظار...... ابھی یہاں نزدیک کوئی دکان نہیں' ارینج کردیتے ہیں۔" تبھی کوئی بائک ان کے پاس سے تیزی سے گزری تھی۔

"جب سے ہم شہر کی حدود میں داخل ہوئے ہیں' یہ بائیک تب سے آگے پیچھے ہے' نجانے ڈرائیونگ سینس ہی نہیں ہے ان کو' ابھی گاڑی ٹکرا جاتی تو سارا الزام ہم پہ آتا تھا۔" ولید نے کچھ تلخی سے کہا۔

"ہاں نوٹ تو میں بھی کررہا ہوں' اب کی بار ایسا کریں تو ان کو کراس کرکے گاڑی رکوالینا پھر پوچھوں گا مسئلہ کیا ہے۔" مصطفیٰ نے بھی کہا تھا۔

"دفع کرو' خوامخواہ الجھنے کی کیا ضرورت ہے۔ آج کل کے نوجوانوں کو کہاں اٹھ' بے ہنڈن ویلنگ کرنے کا شوق ایسا ہے کہ نہ اپنی جان کی پرواہ ہے اور نہ ہی کسی اور کی۔" ماں جی نے منع کرتے کہا۔

"بائیک پر میرا خیال ہے دو نوجوان ہیں حلیے تو دکھائی نہیں دیے مگر چادریں اوڑھ رکھی ہیں دونوں نے۔" ولید نے کہا۔

"تم ذرا آگے جو بھی سی این جی آتا ہے گاڑی روکنا۔" مصطفیٰ نے کہا تو ولید نے سر ہلا دیا۔

"دس منٹ بعد ایک سی این جی کے پاس آکر ولید نے گاڑی روکی تھی۔

"گاڑی کے دروازے بند کرلیں' ہم آتے ہیں۔" مصطفیٰ اور ولید دونوں اتر گئے تھے' مصطفیٰ روایتی دلہا کے روپ میں تھا شیروانی پہن رکھی تھی سر پر کلاہ تھا جو گاڑی میں بیٹھتے ہی اتار دیا تھا۔

"اور لائٹس بھی بند کرلیں۔" مصطفیٰ نے مزید کہتے دروازہ بند کردیا تھا' اتا نے آگے ہوکر لائٹس آف کردی تھیں اور ساتھ ہی دروازے بھی لاک کردیے تھے۔

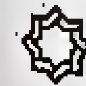
"تم رکو میں لے آتا ہوں۔" سی این جی پر بہت رونق نہیں تھی' لائٹس روشن تھیں اور ایک طرف گارڈز چکر لگا رہا تھا' گارڈ کے کندھے پر رائفل تھی تبھی وہ بائیک ان کے پاس سے تیزی سے گزری تھی' مصطفیٰ کے تیور بگڑے تھے۔

"نجانے کیا مسئلہ تھا ان نوجوانوں کو۔" وہ گاڑی کے دروازے سے ٹیک لگا کر کھڑا ہوگیا تھا' ولید سی این جی کی ٹک شاپ کی طرف چلا گیا تھا۔

مصطفیٰ ارد گرد دیکھ رہا تھا تبھی وہ ہی بائیک واپس ان کے پاس سے گزری تھی' اس سے پہلے کہ مصطفیٰ کچھ سمجھتا بائیک کی پچھلی طرف بیٹھے آدمی نے اپنی چادر سے پسٹل نکال کر ان کی گاڑی پر فائر کھول دیے تھے' خواتین کی چیخیں ایکدم بلند ہوئی تھیں۔ ولید فائرنگ کی آواز سن کر فوراً بھاگا تھا' گارڈ نے بھی فائر کیے تھے مگر وہ نوجوان کسی کو بھی موقع دیے بغیر زن سے بائیک بھگا کر لے گئے تھے۔ ولید گاڑی تک پہنچا تو ایکدم ساکت ہوگیا تھا۔

"مصطفیٰ......" وہ چیخا تھا۔ وہ فوراً زمین پر گرے مصطفیٰ کی طرف لپکا تھا۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)



ٹوٹا ہوا تارا

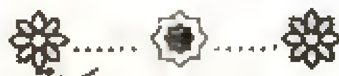
سمیرا شریف طور

میں تجھ کو چاہ کے کیسے کسی کی چاہ کروں تجھے نباہ کے کیوں کر کوئی نباہ کروں تو زندگی ہی نہیں میری بندگی بھی ہے کسی کو سوچ کے کیسے کوئی گناہ کروں

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

شہوار کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر مصطفیٰ کڑے انداز میں دریہ سے استفسار کرتا ہے اور آئندہ اسے شہوار کی ذات کی تحقیر نہ کرنے کی وارننگ دیتا ہے۔ جس پر دریہ مزید خائف ہوجاتی ہے۔ شہوار کو رخصتی کے لیے تابندہ بوا کے پاس گاؤں لے جایا جاتا ہے وہاں ہر طرف شور وغل اور تیاری دیکھ کر شہوار پھر خوف وخدشات کا شکار ہونے لگتی ہے مصطفیٰ کے ساتھ اپنے ہتک آمیز سلوک پر وہ نہایت شرمندگی محسوس کرتے ہوئے آنے والے وقت پر مضطرب رہتی ہے جبکہ دوسری طرف مصطفیٰ اور ولید شاپنگ کی غرض سے جاتے ہیں تو وہیں ولید کی ملاقات کاشفہ سے ہوجاتی ہے جبکہ مصطفیٰ کاشفہ کو دیکھنے میں ناکام رہتا ہے۔ البتہ ولید کی زبانی اس کی دوستی کا سن کر اسے چھیڑنے سے باز نہیں آتا ولید کے ساتھ انا اور احسن شہوار کی شادی میں شرکت کرتے ہیں۔ انا کے لیے یہ سب خوشگوار ماحول بہت ہی انوکھا ہوتا ہے۔ جبکہ روشی طبیعت کی خرابی بنا پر شادی میں شریک نہیں ہوپاتی۔ عباس گاؤں جانے سے پہلے عادلہ کے پاس آتا ہے اور اسے بے ہوش دیکھ کر کلینک لے آتا ہے عادلہ ہوش میں آتے ہی نہایت جارحانہ انداز میں اس کی طرف بڑھتی ہے لیکن عباس اس کے عزائم کو ناکام بنادیتا ہے۔ مصطفیٰ اور شہوار کی شادی کا ذکر کرتے وہ اسے رہائی کا اذن دیتا ہے۔ دوسری طرف اس کے والدین جلد ہی وہاں پہنچ کر عادلہ کی حالت پر ششدر رہ جاتے ہیں۔ عباس کے خوف سے وہ فی الحال انہیں حقیقت سے لاعلم رکھتی ہے اور اپنے اغوا ہوجانے کی کہانی سناتی ہے۔ جبکہ کاشفہ ان باتوں پر یقین نہیں کرتی۔ عبدالقیوم حلیہ بدل کر ایاز سے ملنے جاتے ہیں اور اسے مصطفیٰ کے عزائم سے آگاہ کرتے شادی کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ شہوار کی شادی کا سن کر ایاز سخت اشتعال کا مظاہرہ کرتے عبدالقیوم کے جاتے ہی ملازم کے حلیے میں شہزاد سے مل کر مصطفیٰ کی گاؤں سے واپسی اور دیگر انفارمیشن فراہم کرنے کا کہتا ہے جبکہ شہزاد اس کا ساتھ دینے کو تیار ہوجاتا ہے۔ ہادیہ کے بے حد اصرار پر رابعہ بھی دیگر کولیگ کے ہمراہ مصطفیٰ کی شادی میں شرکت کے لیے گاؤں پہنچ جاتی ہے۔ عباس اسے دیکھ کر انوکھی خوشی محسوس کرتا ہے۔ ہادیہ کو رابعہ کا رشتہ ابوبکر سے طے ہونے کا پتا چلتا ہے جب ہی وہ ابوبکر کے نام پر چونکتی ہے۔ مہندی کے فنکشن میں جہاں سب گہما گہمی میں مصروف ہوتے ہیں وہیں مصطفیٰ تابندہ بوا سے ان کے ماضی کے متعلق دریافت کرتا ہے جس پر وہ سکندر علی کا شناختی کارڈ اس کے حوالے کردیتی ہیں باقی تمام باتیں مصطفیٰ کو پہلے سے معلوم ہوتی ہیں۔ دیگر تمام رسموں کے بعد شہوار کی رخصتی عمل میں آتی ہے۔ ان کی گاڑی جیسے ہی شہر کی حدود میں داخل ہوتی ہے تو کچھ لوگ باقاعدہ ان کا پیچھا کرتے ہیں جب ہی ولید گاڑی سے باہر نکلتا ہے اور اسی دوران موٹر سائیکل سوار مصطفیٰ کو تنہا دیکھ کر اس پر فائرنگ کردیتے ہیں۔

(اب آگے پڑھیے)



"تمہارا کل کا کیا پروگرام ہے؟" ہادیہ نے اس سے پوچھا تو وہ چونکی تھی اس نے پلٹ کر ہادیہ کو دیکھا۔

"جو تم کہو ویسے میں نے سوچا ہے کہ سیدھا گھر چلیں وہیں سے کل ولیمہ میں شامل ہوجائیں گے۔" رابعہ نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

''میں بھی یہی سوچ رہی تھی۔'' ہادیہ نے بھی کہا۔
''ارے آپ دونوں واپس ہمارے ساتھ گھر نہیں چلیں گی؟'' عائشہ نے فوراً پوچھا۔
''پہلے تو یہی سوچ رہی تھی کہ آپ کے گھر چلیں گے مگر اب سوچا کہ ہمارا گھر تو آپ کے رستے میں ہی پڑے گا کیوں نہ وہیں اتر جاؤں، رابعہ کو بھی آپ ڈراپ کردیں گھر۔'' ہادیہ نے کہا تو رابعہ نے بھی سر ہلادیا۔
''گھر چلتیں تو مزہ آتا ویسے بھی واپس جاتے جاتے بھی بارہ تو بج ہی جانے ہیں۔'' صبا نے کہا۔
''کوئی بات نہیں ہم کل پھر آجائیں گی۔'' رابعہ نے کہا تو عباس نے اسے دیکھا۔ رات کی تاریکی میں مسکرا کر بات کرتی یہ لڑکی اپنے پروقار انداز سے کافی اٹریکٹیو لگ رہی تھی۔
''اوکے ٹھیک ہے، جیسے آپ کی مرضی۔'' عائشہ نے بھی ہار مان لی تھی۔ عباس خاموش ہی رہا تھا۔
ہادیہ کا گھر تو رستے میں ہی پڑتا تھا جبکہ رابعہ کا روٹ سے ہٹ کر تھا۔ عباس خاموشی سے ڈرائیو کرتا رہا۔



مصطفیٰ کے دائیں کندھے اور بائیں بازو پر گولی لگی تھی۔
ولید فوراً اس کے پاس پہنچا تو شیروانی خون سے رنگین ہوچکی تھی۔
سی این جی اسٹیشن کا گارڈ اور ورکر بھی اکٹھے ہوگئے تھے بائیک تو فائر کرتے ہی بھاگ گئی تھی سبھی فوراً مصطفیٰ کے گرد جمع ہوگئے ایک افراتفری کا عالم برپا تھا۔
''مصطفیٰ......'' ولید مصطفیٰ کو سہارا دیتے بڑی بے قراری سے پکار رہا تھا۔
''مصطفیٰ آر یو آل رائٹ؟'' لہجے میں خوف و ہراس سبھی کچھ تھا۔
مصطفیٰ نے بمشکل آنکھیں کھولی تھیں مگر اسے لگ رہا تھا کہ بایاں کندھا اور بازو جسم سے اتر گئے ہیں دوسری طرف ماں جی اور انا بھی گاڑی سے نکل کر اس کے پاس آئی تھیں ماں جی تو ایک دم مصطفیٰ کو دیکھ کر ساکت ہوگئی تھیں۔ انا نے فوراً ان کو سہارا دے کر گرنے سے بچایا۔
''میرا بچہ۔'' وہ خوف سے بے ہوش ہوگئیں۔
''مصطفیٰ حوصلہ کرو، ہم ابھی اسپتال لے جاتے ہیں۔'' مصطفیٰ کو آنکھیں بند کرتا دیکھ کر ولید چیخا تھا۔ انا ماں جی کو سہارا دیتے واپس اگلی سیٹ پر بٹھا چکی تھی وہ فوراً مصطفیٰ کی طرف جھکی تھی۔
مصطفیٰ کی نبض دیکھی تھم تھم کر چل رہی تھی۔ اسپتال میں وہ اکثر ایسے کیسز دیکھتی رہتی تھیں مگر آج کسی اپنے کو اس حالت میں دیکھ کر اس کے ہاتھ پاؤں پھول رہے تھے۔
''بہت بلیڈنگ ہورہی ہے فوری اسپتال لے جانا ہوگا۔'' خوف زدہ اور کپکپاتی آواز میں کہتے اس نے ولید کو دیکھا تو اس نے فوراً گارڈ کی مدد سے مصطفیٰ کو گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بٹھادیا اور شہوار حیرانی سے سب دیکھ رہی تھی۔
''تم مصطفیٰ کے زخم دیکھو میں اتنی دیر میں کسی اور سے رابطہ کرتا ہوں۔'' وہ فوراً موبائل نکال کر سجاد سے رابطہ کرنے لگا۔
جبکہ انا مصطفیٰ کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔ کندھے اور بازو پر گولیاں لگی تھیں خون تیز رفتاری سے بہہ رہا تھا۔ شہوار اس سارے لمحے کو پھٹی پھٹی آنکھوں سے چادر چہرے سے ہٹائے سب دیکھ رہی تھی۔ گولیوں کی آواز سنی تھی پھر مصطفیٰ کی تکلیف زدہ چیخ۔ وہ تینوں بھی خوف سے چیخی تھیں مگر مصطفیٰ کو اس حالت میں دیکھ کر بے حس و حرکت تھی۔ اس نے ڈرتے ڈرتے مصطفیٰ کو چھونا چاہا مگر پھر ہاتھ پیچھے ہٹالیے۔
''مصطفیٰ......'' مصطفیٰ کو اس کے ساتھ ہی سیٹ پر بٹھادیا گیا تھا وہ ابھی حواس میں تھا آنکھیں بند تھیں مگر تکلیف سے لب بھینچ رکھے تھے۔ اس نے بڑی وحشت میں مصطفیٰ کا بازو تھاما تھا۔
''انا...... یہ کیسے ہوا؟'' وہ انا سے پوچھ رہی تھی۔
انا کی نگاہ اس کے سجے سنورے روپ پر پڑی تو وہ ایک دم پھوٹ پھوٹ کر رودی۔ آنسو تو شہوار کی آنکھوں سے بھی بہہ

رہے تھے مگر اس صورت حال کو دیکھ کر اس کا دماغ بالکل ماؤف ہو گیا تھا۔

''مصطفیٰ......'' اناکو یوں روتے دیکھ کر اس نے بڑی وحشت سے مصطفیٰ کا دایاں بازو تھام کر جھنجوڑا تو مصطفیٰ نے بمشکل اپنی آنکھیں کھولی تھیں۔

کچھ دیر قبل وہ ماں جی اور انا کے درمیان بیٹھی مکمل طور پر چادر کے گھونگٹ میں منہ چھپائے ہوئے تھی مگر اس وقت اس کا چہرہ اس کے سامنے تھا روشن جگمگاتا چہرہ۔

''آپ ٹھیک ہیں نا؟'' آنکھوں میں ہراس تھا آواز کپکپا رہی تھی۔ مصطفیٰ نے بمشکل آنکھیں کھولتے وحشت وخوف سے سجا دلہن کی تمام تر سجاوٹ سے مزین چہرہ دیکھا تھا۔

اس نے گردن ہلا کر مسکرانے کی کوشش کرنا چاہی تھی مگر آنکھوں کے سامنے مکمل طور پر اندھیرا چھا گیا تھا۔

''ولید بھائی جلدی کریں پلیز اسپتال لے چلیں۔'' مصطفیٰ کی گردن ایک طرف ڈھلکی تو وہ وحشت سے چیخی۔ ولید گھبرا کر قریب آیا تو انا نے بھی فوراً مصطفیٰ کی کلائی تھامی تھی نبض کی رفتار پہلے سے بھی دھیمی تھی۔

''میں نے سجاد کو کال کی ہے وہ ابھی پہنچ رہا ہے پھر آپ اور آنٹی ان کے ساتھ گھر چلی جایئے گا میں مصطفیٰ کو اسپتال لے جاؤں گا۔'' ولید کہہ رہا تھا وہ ایک دم پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

دل میں لاکھ خفگی وشکوے سہی مگر اس نے مصطفیٰ کو کبھی بھی نقصان اٹھائے دیکھنا نہیں چاہا تھا۔ اس حال میں تو کبھی بھی نہیں۔

''ہم لوگ اسپتال چلتے ہیں اتنی دیر میں سجاد بھائی بھی وہیں پہنچ جائیں گے ولی مزید دیر کی تو بہت نقصان ہو جائے گا۔'' مصطفیٰ کی نبض پر مسلسل ہاتھ رکھے انا نے کہا تو ولید نے فوراً سر ہلاتے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی تھی انا بھی مصطفیٰ کے بائیں طرف بیٹھ گئی تھی۔ دائیں طرف تو ویسے بھی شہوار تھی۔

''شہوار مسلسل خوف زدہ نظروں سے مصطفیٰ کو دیکھ رہی تھی...... ایسا کڑیل، مضبوط اعصاب کا مالک انسان اس وقت بالکل بے بس تھا...... گولیاں گاڑی کے شیشے پر بھی لگی تھیں مگر معجزاتی طور پر وہ تینوں بچ گئی تھیں۔

یہ سب کچھ اس قدر اچانک ہوا تھا کہ کوئی کچھ سمجھ ہی نہیں پایا تھا۔ شہوار نے مصطفیٰ کے خون ابلتے کندھے پر اپنے ہاتھ رکھ دیے تھے انداز ایسا تھا کہ جیسے خون روکنا چاہ رہی ہو اور پھر اچانک اس نے اپنی چادر اتار کر وہ اس کے زخموں پر رکھ دی تھی۔

ولید نے کئی بار مڑ مڑ کر شہوار کو دیکھا۔ انا خود اس قدر بلیڈنگ ہوتے دیکھ کر ہاتھ پاؤں چھوڑ چکی تھی کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ مصطفیٰ کی نبض ہر لمحے بعد دھیمی ہوتی جا رہی تھی۔ ولید گاڑی ڈرائیو کرنے کے ساتھ ساتھ سجاد سے بھی بات کر رہا تھا اسے اسپتال پہنچنے کا کہہ رہا تھا۔ شہوار سر سے پاؤں تک ہل کر رہ گئی وہ مسلسل خوف سے لرزاں تھی۔

کل تک وہ اپنے آپ سے خوف زدہ تھی اور آج مصطفیٰ کو اس حالت میں دیکھ کر اسے لگ رہا تھا کہ اگر اس شخص کو کچھ ہوا تو جی وہ بھی نہیں پائے گی۔ ہر گزرتا لمحہ اس کے وجود سے جان نکالتا جا رہا تھا۔

کبھی وہ اس کے زخموں سے بہتے خون پر اپنی چادر رکھ دیتی تھی اور کبھی مصطفیٰ کے ہاتھ تھام لیتی تھی اور پھر کچھ سمجھ نہ آئی تو مصطفیٰ کے دونوں ہاتھ تھام کر اپنے چہرے سے لگا کر وہ شدت سے رو پڑی تھی اور انا نے ضبط سے دیکھتے ہونٹ کچل لیے تھے۔

مصطفیٰ کے ہاتھوں پر لگا خون اب شہوار کے چہرے پر لگ چکا تھا۔ ولید بہت ریش انداز میں ڈرائیو کر رہا تھا اور کچھ ہی دیر بعد وہ ایک قریبی اسپتال کے سامنے تھے دوسری طرف سجاد بھی پہنچ چکا تھا مصطفیٰ کو فوراً ایمرجنسی میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ سجاد کے ساتھ لائبہ شائستہ بھابی ماریہ اور عصمہ تھیں جو فوراً شہوار کے پاس پہنچی تھیں۔

ماں جی کی مسلسل بے ہوشی بھی تشویش ناک تھی انا تو ولید کے ساتھ ہی اسپتال کے اندر چلی گئی تھی جبکہ شہوار بڑے لیے دیے انداز میں گاڑی میں ہی بیٹھی رہی تھی۔ ماں جی کو وہ لوگ اندر لے گئے تھے اور ڈاکٹر فوراً طبی امداد دے رہے تھے مگر اس کی بے ہوشی ٹوٹنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی کچھ دیر میں حماد، زاہد بھائی زبیر اور باقی لوگ بھی اطلاع ملتے ہی پہنچ گئے تھے

اسپتال میں اچھا خاصا رش ہو گیا تھا۔

ڈاکٹر مصطفی کو فوری آپریشن تھیٹر میں لے گئے تھے پورا ایک گھنٹہ گزرنے کے بعد ماں جی کو تو ہوش آ گیا تھا مگر ان کی حالت ایسی نہ تھی کہ وہاں رکتیں۔ سجاد بھائی نے زبردستی انہیں لائبہ اور شہوار کو امجد کے ہمراہ گھر بھیج دیا تھا جبکہ باقی خواتین ابھی وہیں تھیں۔

جس جس کو اطلاع مل رہی تھی سبھی اسپتال ہی پہنچ رہے تھے۔ ڈاکٹر نے خون کا بندوبست کرنے کا کہا تھا اتنے لوگ تھے خون کا مسئلہ نہ ہوا تھا مگر ایک گھنٹے کے آپریشن کے باوجود مصطفی کی حالت خطرے سے باہر نہ تھی۔ مصطفی کو دو گولیاں بائیں بازو اور ایک کندھے پر لگی تھی۔ شاہزیب صاحب کا تو صدمے سے برا حال تھا۔

امجد خان بھی شادی میں شامل تھا۔ اس نے فوراً پولیس فورس بلوائی تھی۔ کچھ دیر میں ہادیہ اور رابعہ کو ڈراپ کرنے کے بعد اطلاع ملتے ہی عباس بھی وہیں آ گیا تھا سبھی سخت صدمے میں تھے۔ جوں جوں وقت گزر رہا تھا سب کی تشویش بڑھتی جا رہی تھی۔

ڈاکٹرز نے آپریشن تو کر دیا تھا مگر مصطفی ابھی بھی آئی سی یو میں تھا اور ہر گزرتا لمحہ ان سب کے جسموں سے جان نکالتا جا رہا تھا۔



شادی والا گھر جہاں دلہن کے استقبال کی تیاریاں ہو رہی تھیں ملازم بڑے اشتیاق سے دلہن کی آمد کے منتظر تھے پورے گھر کو پھولوں اور روشنیوں سے سجا رکھا تھا مگر ماں جی کی حالت اور شہوار کو دیکھ کر سبھی ساکت ہو گئے تھے۔

ماں جی تو گھر آتے ہی مصلے پر بیٹھ گئی تھیں جبکہ شہوار ابھی بھی خوف و ہراس کی کیفیت میں مبتلا تھی۔

لائبہ خود مسلسل رو رہی تھی وہ لائبہ کے روکنے کے باوجود اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔ نجانے اب کیا صورت حال ہونے والی تھی لوگ کیا کہتے؟ اس کا دل ہر لمحہ بند ہونے کے قریب ہوتا جا رہا تھا۔

اسپتال سے مسلسل رابطہ تھا۔ وہ چینج کرنے واش روم میں گئی اور پھر چینج کرنے بعد تمام زیور اتارے اور اس کے آنسو بھی پوری رفتار سے بہہ رہے تھے۔ لباس بدل کر وضو کیا اور پھر جائے نماز بچھا کر اللہ کے حضور جھک گئی..... اس گھر کے اس پر بہت احسان تھے اور آج ان لوگوں کی خوشیوں کی تکمیل کا دن تھا تو یہ حادثہ پیش آ گیا..... وہ گڑگڑا کر اللہ کے حضور رحم و مصطفی کی جان کی بھیک مانگ رہی تھی۔ ماں جی کو ایک دم شہوار کا خیال آیا تو انہوں نے لائبہ سے پوچھا۔

''وہ تو اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔'' لائبہ نے بتایا تو وہ جائے نماز سے اٹھ کر ہمت کرتیں لائبہ کے سہارے شہوار کے کمرے میں آ گئی مگر سامنے ہی اسے رو رو کر دعا مانگتے دیکھ کر ان کا سینہ درد سے پھٹنے لگا تھا۔ لائبہ نے ان کو شہوار کے بستر پر لٹا دیا تو شہوار دعا مانگ کر ان کے پاس آئی تو انہوں نے اسے شفقت سے اپنے سے لگا لیا۔

''تم میرے مصطفی کی دلہن تھیں کیوں سب اتارا، اس نے تو تمہیں ایک نظر دیکھا بھی نہیں تھا ابھی تک۔'' ماں جی پھر رو دی تو وہ خود آنسو بہاتے ان کے ساتھ لگی رہی۔

کچھ دیر بعد باقی لوگ بھی گھر آتے جا رہے تھے صبا اور عائشہ بھی گھر آ گئی تھیں۔ سبھی پریشان و متفکر تھے۔ ہر ایک کے لبوں پر اسی حادثے کا ذکر تھا۔ ہر کوئی بری گھڑی ٹل جانے کی دعا کر رہا تھا۔ ماں جی کی حالت مزید بگڑنے لگی تو عائشہ نے ان کو آرام دہ حالت میں رکھنے کے لیے نیند کی گولیاں دے کر سلا دیا۔

جبکہ شہوار ایک بار پھر جائے نماز پر بیٹھ گئی تھی ماں جی اسی کے کمرے میں لیٹی ہوئی تھیں جبکہ صبا اور لائبہ باقی لوگوں کو ان دونوں کے پاس بیٹھا کر باہر نکل گئی تھیں۔



کوئی دو گھنٹے بعد ڈاکٹر نے تسلی دی تو سب کی جان میں جان آئی تھی۔ مصطفی کو ڈاکٹر نے خطرے سے باہر قرار دیتے روم میں شفٹ کر دیا تھا۔

احسن بھی اسپتال آ گیا تھا ولید ڈاکٹر سے خوش خبری سن کر احسن اور انا کے پاس چلا آیا۔ باقی ساری خواتین گھر جاچکی تھیں یہاں صرف اہم اہم فرد تھے باقی مرد حضرات بھی جاچکے تھے مگر انا تب بھی ادھر ہی رہی تھی۔

''احسن تم انا کو لے کر چلے جاؤ میں مصطفیٰ کے پاس ہی رکوں گا۔'' قریب آ کر ولید نے کہا تو احسن اثبات میں سر ہلا دیا۔

''میں شہوار کے ہاں جاؤں گی نجانے اس کی کیا حالت ہوگی اس وقت شہوار کے پاس جانا زیادہ ضروری ہے میں اب تک کوئی تسلی بخش خبر لینے کے لیے رکی ہوئی تھی۔'' انا نے کہا تو ولید نے سر ہلا دیا۔

صبح کے چار بج رہے تھے ان لوگوں کی ساری رات اسپتال میں ٹہلتے اور دعائیں مانگتے گزری تھی۔

ولید نے انا کو دیکھا رونے سے اس کی آنکھیں سوج چکی تھی۔ سارا میک اپ بہہ چکا تھا۔ سر پر نماز کے اسٹائل میں دوپٹا لپیٹ رکھا تھا وہ سارا وقت کچھ نہ کچھ پڑھتی رہی تھی۔

''ٹھیک ہے جیسے تمہیں مناسب لگے۔'' ولید نے کہا۔

احسن اسے مصطفیٰ کے گھر چھوڑ کر واپس گھر کے لیے روانہ ہوگیا تھا۔ وہ سیدھی سبھی کو ملتی مصطفیٰ کی خیریت کی اطلاع دیتے ان سے پوچھ کر شہوار کے کمرے میں چلی آئی تھی۔ شہوار ابھی بھی جائے نماز پر تھی جبکہ ماں جی اس کے بستر پر سوئی ہوئی تھیں۔

وہ بھی بستر پر بیٹھ گئی تھی۔ کچھ دیر بعد فجر کی اذان ہونے لگی تو وہ بھی وضو کر کے شہوار کے ساتھ ہی نماز ادا کرنے کھڑی ہوگئی تھی۔

نماز ادا کر کے دعا مانگتے پھر شہوار کے آنسو بے اختیار تھے سسکیاں گونجنے لگی تو انا نے نم آنکھوں کے ساتھ اسے ساتھ لگالیا۔

''انا...... ایسا کیوں ہوا۔ میں نے تو کبھی بھی کسی کا برا نہیں چاہا تھا میں نے تو کبھی بھی مصطفیٰ کو بددعا نہیں دی تھی۔ مصطفیٰ نے ہمیشہ ہر اچھے برے وقت میں میری ڈھال بننا چاہا تھا ہر بار میری حفاظت کی تھی اور جواباً میں نے اسے ہمیشہ رویوں کی مار ماری نظر انداز کرتی رہی مگر میں نے کبھی بھی یہ نہیں چاہا تھا۔'' وہ سب کہتے شدت سے رو دی تھی۔

''تمہارا بھلا اس میں کیا قصور؟ پتا نہیں کون تھا اور کس نے یہ حرکت کی۔ انکل تو ساری صورت حال سن کر پریشان ہوگئے تھے وہ جو لوگ بھی تھے انہوں نے باقاعدہ پلاننگ کے تحت یہ سب کیا تھا جیسے ہی ہم شہر کی حدود میں داخل ہوئے تھے وہ بائیک ہمارے پیچھے لگی تھی انہوں نے پچھلی سیٹ کے شیشوں پر بھی فائرنگ کی تھی وہ تو شکر ہے کہ کسی کو گولی نہیں لگی۔''

''میرا دل کہتا ہے یہ سب ایاز نے کیا ہے یا کروایا ہے اور بھلا کس سے دشمنی تھی۔'' شہوار نے روتے ہوئے کہا تو انا نے سر ہلایا۔

''ہاں یہ بھی ممکن ہے انکل، عباس بھائی اور ولید سب کا شک اسی پر ہے۔''

''تم نے دیکھا اب وہ کیسا تھا؟'' انا سے علیحدہ ہوتے چہرے دوپٹے سے صاف کرتے اس نے پوچھا۔

''ہاں روم میں شفٹ کر دیا گیا تھا مصطفیٰ بھائی کو ظاہر ہے تین گولیاں لگی ہیں زخم گہرے ہیں اب کچھ دن لگیں گے مندمل ہونے میں۔'' شہوار لب بھینچ گئی تھی۔

تبھی عائشہ اندر آ کر ان ہی کے پاس جائے نماز پر بیٹھ گئی تھی۔ اس گھر میں کوئی بھی نہیں سویا تھا سبھی جائے نماز پر بیٹھیں دعائیں مانگتی رہی تھیں اور مہمان بھی ان کے ساتھ غم میں برابر کے شریک تھے۔

''انسان کیا کیا پلانز بناتا ہے اور سب ایک دم ختم ہو جاتا ہے۔ کب کسی نے سوچا تھا کہ یہ سب ہوگا اور مصطفیٰ بھائی مجھے تو سوچ سوچ کر رونا آتا ہے اپنی شادی کی رات وہ اس حادثے سے دوچار ہوگئے۔'' عائشہ کہتے کہتے رونے لگی تو شہوار نے لب بھینچ لیے تھے۔

''لیکن شکر ہے اللہ نے ہمارے بھائی کو پھر سے زندگی دی ہے ہم تو اس انسان کو بددعا بھی نہیں دے سکتے نجانے کس نے یہ دشمنی نبھائی ہے۔''

''ہاں جی تو مسلسل صدمے سے دوچار ہیں دن نکلتا ہے تو پھر ہم اسپتال چلیں گے۔'' عائشہ جوبات کہنے آئی تھی اس نے کہا تو شہوار نے نفی میں سر ہلا دیا۔
''کیوں؟'' عائشہ کو اس انکار کی امید نہ تھی۔
''اللہ نے میرے بھائی کو نئی زندگی دی ہے تم کیوں نہیں چلوگی؟''
''میں نہیں سامنا کرسکتی اس کا، بس نہیں جاسکتی۔ مجھے فورس مت کریں پلیز۔''
''مگر مصطفیٰ بھائی کو تو انتظار ہوگا نا۔'' عائشہ نے کہا تو وہ پھر نفی میں سر ہلانے لگی۔
''میں ان کو فیس نہیں کرسکتی ہے آپ سب چلی جائیں پلیز۔'' اس کے انکار پر عائشہ خاموش ہوگئی تھی۔
''ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی۔''
''پتا نہیں اب کب مصطفیٰ گھر آتا ہے عام حالات ہوتے تو آج تم دونوں کا ولیمہ ہونا تھا مگر اب لگتا ہے سب کچھ ملتوی کرنا ہوگا۔'' عائشہ نے کہا تو وہ خاموش ہی رہی۔
''حویلی اطلاع کی کسی نے؟'' اس نے بات بدلنے کو پوچھا۔
''نہیں، بابا جان نے سب کو سختی سے منع کردیا تھا کہ خوامخواہ وہاں بابا صاحب اور بوا جی پریشان ہوں گے۔ ویسے بھی وہاں جو مہمان رات کو رک گئے تھے انہوں نے آج ولیمے پر آنا تھا اب اللہ جانے کیا پروگرام بنتا ہے بابا نے تو وہاں اطلاع دینے سے سختی سے منع کردیا۔
شہوار خاموش رہی تھی اس کا موبائل تو کل سے بند تھا، رخصتی کے وقت بھی بند تھا۔ اسے یقین تھا کہ تابندہ بی نے اس کے نمبر پر بار بار کال کی ہوگی۔
اس وقت خود بھی دل چاہ رہا تھا ان سے بات کرنے کو مگر اب عائشہ کی بات سن کر بمشکل دل کو سنبھال لیا تھا۔



فجر کی نماز پڑھ کر وہ قرآن پاک کی تلاوت کرنے لگیں تھیں۔
رات شہوار کو رخصت کرنے کے بعد وہ ایک دم پرسکون ہوگئی تھیں گویا کندھوں پر موجود منوں بوجھ اتر گیا تھا۔ یہاں ابھی کچھ مہمان رات رک گئے تھے اور پھر ان لوگوں کو آج تہیں سے ولیمے کے لیے جانا تھا۔
بابا صاحب بھی نماز پڑھ کر آگئے تھے۔ پچھلے کئی دن سے شادی کے سلسلے کا جو خاص اہتمام ہو رہا تھا آج وہ نہ تھا۔
تابندہ بی اپنی نگرانی میں سب کام کروا رہی تھیں مہمانوں کو ناشتہ کرانے کے بعد وہ ان کو مزید ہدایات دیتے اپنے کمرے میں آگئی تھیں۔
باہر مہمان شہر روانگی کی تیاریاں کررہے تھے اور وہ خاموشی سے اپنی الماری کی اشیا کھنگال رہی تھیں۔ انہوں نے ایک بہت پرانا ہینڈ بیگ نکالا اور پھر اس میں موجود کچھ کاغذات بھی۔ سب کو بغور دیکھتے انہوں نے ترتیب اور احتیاط سے واپس ہینڈ بیگ میں رکھ دیا اور پھر اس کے بعد انہوں نے ایک بڑے سائز کا بیگ نکالا اور احتیاط سے اپنے کپڑے اور دیگر اشیا رکھنے لگی تھیں۔ اس دوران ملازمہ مہمانوں کا پیغام لیے چلی آئی تھی۔
وہ بیگ بند کرتے باہر آگئی تھیں۔ یہاں رک جانے والے دس بارہ مہمان اب شہر جانے کو بالکل تیار تھے جن میں زہرہ پھپو اور زینب بھی تھیں جو رات ادھر ہی رک گئی تھیں۔ وہ ان سب کے پاس آگئی تھیں۔
''تم بھی چلتی تابندہ، شہوار تم کو دیکھ کر خوش ہوتی۔'' زہرہ نے کہا تھا وہ مسکرادیں۔
''شہوار کو میری طرف سے بہت پیار دیجیے گا بس اتنا لمبا سفر کرنے کو دل آمادہ نہیں کچھ دن بعد میں چکر لگالوں گی۔''
''بابا صاحب بھی نہیں جارہے وہ بھی سفر کا کہہ کر انکار کرچکے ہیں۔'' زینب نے بھی کہا تو تابندہ نے گہرا سانس لیا۔
''مصطفیٰ اور شہوار کو بہت بہت پیار دیجیے گا شہوار کو کہیے گا کہ ایک دو دن میں چکر لگالے۔'' انہوں نے کہا تو زہرہ اور زینب پھپو نے سر ہلایا تھا۔

پھر ان لوگوں کے رخصت ہونے کے بعد وہ ملازمین کے پاس آ گئی تھیں۔ وہ ان کو کچھ ہدایات دیتے پھر کمرے میں آ گئی تھیں۔ انہوں نے سائیڈ دراز سے ایک لیٹر پیڈ اور قلم نکالا اور پھر بستر پر بیٹھ کر کچھ لکھنے لگیں۔ دوپہر تک وہ اپنے کمرے میں ہی رہی تھیں۔

اس کے بعد وہ کمرے سے باہر نکل آئی اور انہوں نے سب ملازمین کو ایک جگہ بلا کر ان سب کو چند خاص ہدایات دی تھیں سب نے نہایت حیرانی سے ان کی ہدایات سنی تھیں۔ ظہر کی اذان ہوئی تو بابا صاحب نماز پڑھنے نکل گئے تھے۔ وہ واپس اپنے کمرے میں آ گئی اور اپنا بڑا سا بیگ لے کر اچھی طرح چادر اوڑھ کر وہ باہر نکلی تھیں ڈرائیور کو گاڑی نکالنے اور سامان رکھنے کا کہا تھا۔

''آپ کہیں جا رہی ہیں۔'' تاج تابندہ کی تیاری دیکھ کر الجھ گئی تھی تابندہ نے سر ہلا دیا تھا۔ اتنا بڑا بیگ اور تابندہ کی تیاری یہی ظاہر کر رہی تھی۔ یقیناً وہ کہیں بہت دنوں کے لیے جا رہی تھیں۔

''بابا صاحب نماز پڑھ کر آئیں تو ان کو کھانا دینا ہے اور جب وہ کھانا کھالیں تو ان کو یہ لفافہ دے دینا میرا پوچھیں تو کہہ دینا تمہیں علم نہیں۔'' ڈرائیور گاڑی نکال کر اندر سامان لینے آیا تو تابندہ نے تاج کو ہدایت کی اور تاج نے ناسمجھی کے عالم میں لفافہ تھام لیا تھا۔ تابندہ ڈرائیور کے ہمراہ گاڑی میں آ بیٹھی تھیں۔

''کہاں چلنا ہے بی بی جی؟'' گاڑی ڈرائیو کرتے ڈرائیور نے پچھلی سیٹ پر بیٹھی تابندہ سے پوچھا تو تابندہ نے اپنی نم آنکھوں کو چادر کے پلو سے رگڑا۔

''بسوں کے اڈے کی طرف چلو۔'' ڈرائیور نے حیرانی سے اس حکم نامے کو سنا تھا۔

''مگر آپ وہاں جا کر......!''

''جو کہا ہے وہ کرو۔'' ڈرائیور نے کچھ کہنا چاہا تھا تابندہ نے سختی سے ٹوکا تو وہ فوراً سر ہلا کر رہ گیا۔

آدھے گھنٹے میں وہ ان کو بس اڈے کی طرف لے آیا تھا۔

''یہاں سے پتا کرو شہر کی طرف کون سی گاڑی جا رہی ہے۔'' تابندہ نے کہا تو وہ چونکا۔

''آپ چھوٹی بی بی کے یہاں جا رہی ہیں۔'' ڈرائیور نے پوچھا تو تابندہ نے سر ہلا دیا۔

''تو میں چھوڑ آتا ہوں بلکہ کچھ دیر پہلے تو سب لوگ گئے تھے آپ ان کے ساتھ ہی چلی جاتیں۔'' ڈرائیور نے کہا تو تابندہ نے ایک گہرا سانس لیا۔

''تب میرا پروگرام نہیں تھا اب اچانک پروگرام بنا ہے۔'' انہوں نے کہا اور پھر ڈرائیور کو دیکھا جس کے چہرے پر ابھی بھی الجھن قائم تھی۔

''ویسے بھی بابا صاحب کو بھی ڈرائیور کی ضرورت پڑتی ہے تم گاؤں ہی رکو میں خود چلی جاؤں گی۔'' ڈرائیور نے سر ہلایا۔

وہ شہر جانے والی گاڑی کا پتا کر آیا تھا۔ وہ ابھی آنے ہی والی تھی۔ ان کو دس پندرہ منٹ انتظار کرنا پڑا تھا اور پھر بس آ گئی تو ڈرائیور ان کو آرام دہ سیٹ پر خود بٹھا کر بس سے اترا تو بس فوراً چل پڑی تھی تابندہ بی نے کھڑکی سے باہر کھڑے ڈرائیور کو دیکھا تو ان کی آنکھیں ایک بار پھر نم ہونا شروع ہو گئی تھیں۔



مصطفیٰ خطرے سے باہر تھا مگر وہ قطعی اس حالت میں نہیں تھا کہ رات ویسے کا پروگرام منعقد کیا جاتا۔

صبح ماں جی، عائشہ صبا اور باقی لوگ جا کر اس سے مل آئے تھے۔ وہ ہوش میں تھا اور ان سب سے اس نے بات بھی کی تھی۔

ولید، شاہزیب صاحب اور عباس مسلسل اس کے پاس ہی تھے۔ ماں جی مصطفیٰ سے مل کر آنے کے بعد کچھ پرسکون تھیں گھر آ کر انہوں نے صدقہ وخیرات کا خصوصی اہتمام کیا اور اب گھر میں موجود مہمانوں کی طرف بھی توجہ دے رہی تھیں۔ ان کے کھانے کا اہتمام کروا رہی تھیں ورنہ رات سے تو انہیں خبر بھی نہ تھیں۔

سب لوگوں کی طرف توجہ دیتے انہیں شہوار کا خیال آیا تو وہ اس کے کمرے میں آ گئی دوپہر کا وقت تھا شہوار کمرے میں اندھیرا کیے بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ انہوں نے لائٹ روشن کی تو شہوار نے بھی فوراً بازو ہٹا کر دیکھا پھران کو دیکھ کر فوراً بیٹھ گئی اور سر پر دوپٹہ اوڑھ لیا۔ انہوں نے دیکھا اس کی آنکھیں سوجی ہوئی اور چہرہ ستا ہوا تھا۔

اناا س کے پاس ہی تھی ابھی کچھ دیر پہلے وہ احسن کو بلوا کر گھر گئی تھی شام کو پھر چکر لگانے کا کہہ کر۔

"طبیعت ٹھیک ہے؟" انہوں نے پوچھا تو وہ سر ہلا گئی۔ انہوں نے بغور دیکھا۔

کل وہ اس قدر حسین لگ رہی تھی ایک بار بھی اسے نظر بھر کر دیکھنے سے ڈرتی رہی تھیں۔

اور رات اس نے اپنا سارا ہار سنگھار ختم کر دیا تو ان کے دل کو بہت تکلیف ہوئی تھی اور اب اسے یوں گم صم دیکھ کر ان کا دل کٹ رہا تھا۔

"ایسے کمرہ بند ہو کر کیوں بیٹھی ہو اللہ میرے مصطفیٰ کو لمبی زندگی دے۔ بس معمولی سی تکلیف تھی وہ بھی ختم ہو جائے گی ان شاء اللہ۔ اس کی زندگی بچ گئی ہمارے لیے یہی کافی ہے۔" ماں جی نے محبت سے پیشانی چوم کر کہا تو اس کی آنکھیں پھر بھیگنے لگیں۔

"اپنے دل میں کوئی بدگمانی مت لانا جو بھی ہوا وہ قسمت میں لکھا ہوا تھا۔" ماں جی نے اس کے بال سمیٹتے ہوئے کہا تو وہ سر ہلا گئی۔

کچھ دیر پہلے اس نے غسل کیا تھا بال یونہی پشت پر بکھرے ہوئے تھے۔

"اگر مصطفیٰ کی حالت تھوڑی بہت بھی اچھی ہوتی تو آج ہی ولیمہ کر لیتے مگر ڈاکٹرز نے سختی سے اسپتال سے آنے سے منع کر دیا ہے اب اللہ مصطفیٰ کو ساتھ خیریت سے گھر لائے تو ولیمہ بھی ہو جائے گا ٹھیک ہے نا۔" انہوں نے کہا تو وہ محض سر ہلا کر رہ گئی۔

"ابھی گاؤں میں کسی کو بھی اطلاع نہیں دی۔ زہرہ کا فون آیا تھا بتا رہی تھی کہ وہ لوگ شہر آنے کے لیے نکل چکے ہیں میں نے بھی سب کو منع کر دیا ہے کہ ابھی کچھ نہ بتائیں یہاں آ جائیں پھر تسلی سے سب کچھ پتا چل ہی جائے گا۔"

"امی اور بابا صاحب بھی آ رہے ہیں کیا؟" ماں جی سے دونوں کا سن کر اس نے پوچھا۔

"اس کا تو مجھے بھی نہیں پتا ہو سکتا ہے دونوں ساتھ ہوں۔ تم اپنی امی کے سامنے رونا بالکل نہیں، ورنہ ان کو تکلیف ہوگی۔" ماں جی نے سمجھایا تو اس نے سر ہلا دیا۔

اس وقت اس کا شدت سے جی چاہ رہا تھا کہ تابندہ بی ایک دم اس کے سامنے آ جائیں اور وہ ان کی گود میں منہ چھپا کر شدت سے رو دے۔

"ابھی اٹھو سب کے ساتھ چل کر بیٹھو، کچھ ذہن بہلے گا۔" ماں جی نے اٹھتے ہوئے کہا تو وہ سر ہلا کر ان کے ساتھ ہی اٹھ آئی تھی۔

"ویسے بھی اب اس کمرے کے بجائے تمہیں مصطفیٰ کے کمرے میں ہونا چاہیے تھا۔" ماں جی نے کہا تو وہ نظر چرا گئی۔

دوپٹہ درست کرتے وہ ان کے ساتھ باہر نکل آئی تھی۔ مصطفیٰ کے کمرے کے پاس سے گزرتے مہر النساء ایک دم رکی تھیں۔ انہوں نے شہوار کو بھی دیکھا تھا وہ بھی کمرے کے دروازے کو دیکھ کر کنفیوژ ہو گئی تھی۔ کمرے کے دروازے پر پھولوں کے ساتھ بڑا سا ویلکم لکھا تھا اور دیوار پر بھی پھولوں کی لڑیاں لٹک رہی تھیں۔

عباس آرڈر دے گیا تھا ہماری غیر موجودگی میں ہی آفس کے کچھ لوگ آ کر ڈیکوریٹ کر گئے تھے عباس فون پر ان کو ہدایات دیتا رہا تھا اس کو اسکائپ پر سارا کمرہ دکھا رہے تھے۔ ساتھ ساتھ مجھے بھی اور کل سے کمرہ لاک تھا کوئی گیا ہی نہیں۔" مہر النساء نے کہا تو وہ لب بھینچ گئی۔

"تم رکو میں چابی لاتی ہوں۔ کسی ملازمہ کے پاس ہوگی۔" وہ کہہ کر چلی گئی تو شہوار خاموشی سے خوب صورت انداز میں سجی دیواروں اور دروازے کو دیکھتی رہی تھی۔

مہر النساء چابی لے آئی اور انہوں نے خود ہی دروازہ کھولا تھا۔ شہوار کے اندر عجیب سی کیفیات پیدا ہونے لگی تھیں۔ اگر سب کچھ نارمل ہوتا تو وہ کس انداز میں اس کمرے میں داخل ہوتی۔

''آؤ۔'' ماں جی نے کہا تو وہ خاموشی سے ان کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ پھولوں کی پھوار ان دونوں پر برسی تھی۔

اس نے بے اختیار سر اٹھا کر دیکھا تو دیوار کے ساتھ لٹکتی پھولوں کی باسکٹ سے پھول ان پر گر رہے تھے۔ وہ خاموشی سے چلتی ماں جی کے ساتھ کمرے کے وسط میں آرکی تھی۔

بیڈ خوب صورت ریڈ روز سے سجا ہوا تھا دیواروں پر بڑے خوب صورت انداز میں سجاوٹ کی گئی تھی پھولوں کی مہک سے کمرہ مہک رہا تھا۔ قالین پر پھول کی پتیوں نے اور ہی بہار بکھیر رکھی تھی۔ وہ م صم انداز میں سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ مہر النساء بیگم کی آنکھوں میں بھی آنسو آنے لگے اگر سب کچھ نارمل ہوتا تو صورت حال کتنی مختلف ہوتی۔ شہوار نے بستر پر نگاہ ڈالی اور لب بھینچ لیے۔

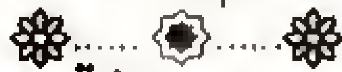
''کیا تب وہ خوش ہوتی؟''

کوئی اس کے اندر سے بولا تو وہ دکھ سے مٹھیاں بھینچ گئی۔

''شاید تب اس کا ری ایکشن کچھ اور ہوتا، تب وہ بھی بھی اس سجاوٹ کو نگاہ بھر کر نہ دیکھتی۔ تب تو وہ شاید مصطفیٰ سے لڑتی جھگڑتی یا پھر وہی پرانی باتیں دہراتی مگر اب سب کچھ مختلف تھا۔'' اس کے دل پر شدید چوٹ لگی تھی۔

وہ بے دم انداز میں ایک طرف رکھے صوفے پر گر گئی تھی۔ وہ کل سے بہت حوصلے سے یہ سب جھیل رہی تھی۔ برداشت کر رہی تھی۔ حتیٰ کہ مصطفیٰ کے خون آلود وجود کو دیکھ کر بھی اس نے حواس نہیں کھوئے تھے مگر اب لگا کہ وہ ایک پل کو بھی یہاں نہ ٹھہر پائے گی ابھی گر جائے گی۔ اس کا رنگ ایک دم زرد پڑ گیا تھا۔ مہر النساء فوراً اس کی طرف لپکی۔

''کیا ہوا شہوار؟'' انہوں نے اس کا کندھا ہلایا' اس نے بمشکل آنکھیں کھولنا چاہی تھیں مگر اسے لگا کہ زمین و آسمان اس کی نگاہوں کے سامنے گھوم گئے ہیں اس نے بڑے بے دم انداز صوفے کی پشت پر اپنا سر ٹکا دیا تھا۔



بابا صاحب حویلی پہنچے تو ملازمہ ان کے کمرے میں کھانا لے آئی تھی۔ دوپہر کا کھانا وہ اپنے کمرے میں ہی کھاتے تھے۔ ابھی وہ کھانا کھا کر فارغ ہی ہوئے تھے کہ ملازمہ برتن اٹھانے آئی تھی۔

''تابندہ بی آپ کے لیے دے کر گئی ہیں۔'' ملازمہ نے برتن اٹھانے سے پہلے ایک سفید بند لفافہ ان کی طرف بڑھایا تو وہ چونکے۔

''تابندہ.....''

''جی.....'' ملازمہ نے سر ہلایا۔

انہوں نے مزید کسی سوال و جواب کے بغیر لفافہ تھام لیا تھا۔

''ٹھہرو۔'' ملازمہ برتن اٹھا کر جانے لگی تو انہوں نے روک لیا۔ تاج وہیں رک گئی۔ انہوں نے سائیڈ پر رکھی عینک اٹھا کر آنکھوں پر لگائی اور لفافہ چاک کیا تو سفید کاغذ ان کے سامنے تھا اور پھر انہوں نے پڑھنا شروع کیا۔

السلام علیکم!

میں جانتی ہوں یہ خط پڑھ کر آپ حیران ہو رہے ہیں اس حویلی میں برسوں پہلے میں جب داخل ہوئی تھی تو اس حویلی نے مجھے بیٹی جیسا مان دیا تھا اور آج میں اس حویلی کو چھوڑ کر جا رہی ہوں۔

کہاں؟

مجھے خود علم نہیں ہاں آپ سب کے اطمینان کے لیے اتنا کافی ہوگا کہ جہاں جا رہی ہوں وہ جگہ میرے لیے پہلے کبھی بھی انجان نہ تھی۔ میں اس حویلی میں شہوار کے لیے پناہ لینے پر مجبور ہوئی تھی مجھے بس شہوار کی شادی کا انتظار تھا اور اس کو رخصت

کرتے ہی مجھے لگا کہ اب یہاں رہنا بیکار ہے۔ آپ لوگوں کے احسانوں کا بدلہ نہیں چکا سکتی رہ گئی شہوار اسے کہہ دیجیے گا کہ میں اس سے ملنے آؤں گی اور جب آؤں گی تو اس کے تمام سوالوں کے جواب لے کر آؤں گی اسے اطمینان دلا دیجیے گا کہ میں جہاں جارہی ہوں وہاں مجھے کوئی نقصان نہیں ہوگا اور میری تلاش کی کوشش بھی مت کیجیے گا میں جیسے خاموشی سے جارہی ہوں کسی دن ایسے ہی خاموشی سے آپ سب سے ملنے آ بھی جاؤں گی۔ اللہ حافظ

فقط تابندہ

انہوں نے انتہائی حیرت سے خط پڑھا اور عجیب سی تحریر تھی انہوں نے بے قراری سے دوسری بار پڑھا تو متن وہی تھا۔ انہوں نے بے اختیار ملازمہ کو دیکھا تو وہ ان کے حکم کی منتظر تھی۔

"کب گئی تھی تابندہ؟"

"جب آپ نماز پڑھنے گئے تھے۔"

"اکیلی گئی تھیں؟" انہوں نے بے قراری سے اگلا سوال پوچھا۔

"نہیں، ڈرائیور چھوڑنے گیا تھا۔"

"کچھ بتایا تھا کہاں جارہی ہیں؟" انہوں نے پھر پوچھا ملازمہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"بس یہ لفافہ دیا اور اس سے پہلے سب ملازموں کو بلوا کر کچھ ہدایات کی تھیں کہ حویلی کا خاص خیال رکھنا ہے کوئی کوتاہی نہیں کرنا آپ کا بھی خاص خیال رکھنا ہے وقت پر کھانا وغیرہ دینا ہوگا ہر چیز کی نگرانی کرنا ہوگی۔" انہوں نے بے اختیار لفافے کو پھر دیکھا۔

"ڈرائیور جب واپس آئے تو میرے پاس بھیجنا۔" وہ اٹھ کر کمرے میں ٹہلنے لگے۔

تابندہ بی کا ایک عرصہ کا ساتھ تھا انہیں ایک بیٹی کا سامان دیا تھا ہمیشہ زہرہ زینب کی طرح سمجھا اور اب اچانک وہ بغیر کچھ بتائے کہیں چلی گئی تھیں۔ انہوں نے بے قراری سے ٹہلتے کچھ وقت گزارا اور جب ایک گھنٹے بعد ڈرائیور ان کے سامنے آیا اور اس سے ساری تفصیل سن کر وہ چونکے تھے۔ تابندہ نے خط میں کچھ اور لکھا تھا اور ڈرائیور انہیں شہر جانے والی بس پر بٹھا کر آیا تھا۔ وہ الجھ گئے تھے جب ہی شاہزیب صاحب کو کال کررہے تھے۔

"السلام علیکم بابا صاحب۔" دوسری طرف شاہزیب صاحب نے فوراً کال پک کی تھی۔

"وعلیکم اسلام مجھے تمہیں ایک اطلاع دینی ہے تابندہ حویلی چھوڑ کر چلی گئی ہے۔" انہوں نے کہا تو دوسری طرف شاہزیب صاحب ایک دم چونکے تھے۔

"کیا مطلب؟"

"اس کا خط ملا ہے وہ حویلی سے چلی گئی ہے ڈرائیور اسے شہر جانے والی گاڑی میں بٹھا کر آیا تھا ڈرائیور کا کہنا ہے کہ وہ تم لوگوں کی طرف آرہی ہے مگر اس کے خط کے مطابق وہ کہیں اور گئی ہے۔ کہاں، اس کا ذکر نہیں کیا۔" انہوں نے تفصیل سے بتایا تو وہ حیرت زدہ رہ گئے۔

"اوہ......"

"یہ تو بہت پریشانی والی خبر دی آپ نے؟"

"مصطفیٰ کا ولیمہ ہوجائے تو مجھے تابندہ کے بارے میں پتا کرکے بتاؤ۔ وہ اکیلی عورت بھلا کہاں جاسکتی ہے۔" بابا صاحب نے دکھی لہجے میں کہا تو شاہزیب صاحب نے دوسری طرف گہرا سانس لیا تھا۔

"جی بابا صاحب میں دیکھتا ہوں۔"

انہوں نے چند اور ہدایات دے کر کال بند کردی مگر شاہزیب کو بتانے کے باوجود پریشانی کم نہ ہوئی تو وہ ایک بار پھر خط اٹھا کر پڑھنے لگے تھے۔



ہادیہ کو رابعہ کی کال آئی تھی۔

''تمہیں پتا چلا رات بارات جب واپس آ رہی تھی تو کسی نے دلہے کی گاڑی پر فائرنگ کر دی تھی شاہزیب صاحب کے بیٹے کو کافی گولیاں لگی ہیں۔ رات سے اسپتال میں ایڈمٹ ہے۔'' ہادیہ بتا رہی تھی رابعہ ایک دم حیران رہ گئی تھی۔

''اوہ.....ویری بیڈ۔''

''ہوں بہت برا ہوا یہ سب اور ولیمہ بھی کینسل کر دیا ہے مجھے فاروقی صاحب نے کال کر کے کہا تھا کہ اب کچھ دن تک شاید یہ لوگ آفس نہ آ سکیں سو ہمیں کل ہی آفس واپس آنا ہوگا۔''

''اوہ.....ٹھیک ہے کل میں آ جاؤں گی تم مجھے پک کر لینا۔''

''ٹھیک ہے، ویسے مجھے بار بار ان لوگوں کا خیال آ رہا ہے دلہا دلہن دونوں کی جوڑی کیا شاندار لگ رہی تھی نجانے ان لوگوں کی فیملی کا کیا حال ہوا ہوگا کتنا خوش تھے سب لوگ، اور شہوار دلہن بن کر کتنی پیاری لگ رہی تھی۔'' ہادیہ کے لہجے میں افسوس تھا رابعہ کو بھی شدید دکھ ہو رہا تھا۔

''چلو میں پھر رات میں کال کروں گی او کے۔'' ہادیہ نے کال بند کر دی۔ وہ بھی بڑے افسردہ انداز میں پلٹی تھی۔ امی اور بھابی کو بتا رہی تھی۔ جب اپنے کمرے سے نکلتے ماموں بھی اس کی بات سن کر ٹھٹکے تھے۔

''کیا ہوا؟''

''شاہزیب صاحب کے جس بیٹے کی شادی میں ہم گئے تھے اس کو واپسی پر گولیاں لگ گئی ہیں وہ اسپتال میں ہے۔''

''اوہ.....'' فیضان کو شدید صدمہ ہوا تھا۔

''دلہا دلہن کی جوڑی اتنی شاندار لگ رہی تھی کہ حد نہیں سب لوگ اتنے خوش تھے مجھے تو یقین ہی نہیں آ رہا۔'' رابعہ کہہ رہی تھی فیضان نے سر ہلایا تھا۔

''بس اللہ کی مرضی کے سامنے کب کسی کی چلی ہے۔'' ماموں کہہ کر باہر چلے گئے۔

ان دونوں کی سب سے اچھی سلام دعا ہو گئی تھی اسے رہ رہ کر شہوار کا خیال آ رہا تھا اس کے بعد بھی وہ کافی دیر تک امی اور بھابی کے ساتھ شادی کا احوال بیان کرتی رہی تھی۔



''مجھے تو رہ رہ کر شہوار کا خیال آ رہا ہے اس نے ہمیشہ مصطفیٰ بھائی کے سامنے بے پروائی کا اظہار کیا مگر اس حادثے نے اسے بہت ٹینس کر دیا ہے، میں تو ابھی تک بے یقین ہوں ہمارے سامنے یہ سب ہوا۔'' گھر آ کر وہ بار بار روشی کو وہاں کے حالات بتا رہی تھی۔ ابھی ولید گھر آیا تھا اس نے مصطفیٰ کی اس وقت کی حالت سے آگاہ کیا۔

''اللہ کا شکر ہے مصطفیٰ اب بہتر ہے۔ ایک دو دن تک گھر شفٹ ہو جائے گا انکل اور عباس تو بہت ٹینس تھے سجاد بھی بے چارا الجھا ہوا تھا۔ ان لوگوں کے کزنز اس وقت مصطفیٰ کے پاس تھے باقی لوگ گھر چلے گئے تھے۔'' ولید نے سنجیدگی سے بتایا۔

''مصطفیٰ بھائی کی کسی کے ساتھ کیا دشمنی ہو سکتی ہے؟'' روشی نے پوچھا۔

''وہ جس فیلڈ میں ہے وہاں نہ چاہتے ہوئے بھی ہزار دشمنیاں بن جاتی ہیں تاہم ان لوگوں کا شک ایاز کی فیملی پر ہے۔'' ولید نے کہا تو انا نے بھی سر ہلایا۔

''شہوار بھی یہی کہہ رہی تھی بہر حال ہوا بہت برا ہے مگر شکر ہے ورنہ کوئی جان چلی جاتی تو کوئی کیا کر سکتا تھا۔''

''مگر جس طرح فائرنگ کی گئی ہے اس سے یہی لگتا ہے کہ ان لوگوں کا ٹارگٹ مصطفیٰ کے ساتھ ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھنے والی سواریاں بھی تھیں وہ تو شکر ہے کہ پچھلی سیٹ پر موجود کسی کو بھی گولی نہ لگی۔'' ولید نے کہا تو روشانے نے سر ہلایا۔

''آپ ایسا کریں جا کر فریش ہو جائیں میں اتنی دیر میں کھانا نکالتی ہوں۔'' روشانے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ ولید اٹھ کر اپنے کمرے میں چلا گیا تھا۔ انا بھی روشی کے ساتھ کچن میں آ گئی دونوں نے مل کر کھانا لگایا تھا۔ ماموں گھر پر ہی تھے احسن بھی آج گھر پر ہی تھا اور ماما بوتیک اور بابا آفس جا چکے تھے۔

ماموں، احسن اور ولید بھی ٹیبل پر آ گئے دوپہر کا وقت تھا سبھی مل کر کھانا کھا رہے تھے۔
کھانا کھاتے ہوئے بھی مصطفیٰ کی ذات موضوع بنی رہی تھی۔ کھانے کے بعد انا چائے بنالائی تھی۔
ولید کھانا کھا کر اپنے روم میں چلا آیا وہ کل سارا دن کا تھکا ہارا رات بھر کا جاگا ہوا تھا اور آدھا دن بھی اسپتال میں ہی تھا۔ اب مصطفیٰ کی حالت قدرے بہتر ہوئی تو اسے نزدیکی اور اچھے اسپتال میں منتقل کر دیا گیا تھا جس کی وجہ سے وہ بھی گھر آ گیا تھا۔ انا ولید کو چائے دینے اس کے کمرے کی طرف آئی تھی۔ دروازے پر دستک دی تو ولید نے اسے دیکھا۔
''آ جاؤ۔'' وہ ٹرے لیے اندر آ گئی تھی چائے کا مگ ولید کے آگے کیا تو اس نے ٹرے میں سے مگ اٹھالیا۔
''تھینکس۔'' اس وقت چائے کی شدید طلب محسوس کر رہا تھا۔ بیٹھو۔'' انا نے مسکرا کر بیٹھتے ہوئے کہا۔
''آپ تھکے ہوئے ہیں آرام کریں میں بس چائے دینے آئی تھی۔''
''نہیں کھانا کھا کر اب نہیں لیٹوں گا۔ چلو آؤ باہر بیٹھتے ہیں ویسے بھی مصطفیٰ کو لے کر میں بہت ٹینس ہوں نیند نہیں آئے گی۔''
چائے کا سپ لیتے اس نے کہا تو وہ سر ہلاتے اس کے ساتھ ہی ٹیرس کی سیڑھیوں پر آ بیٹھی ولید نے اسے بغور دیکھا دل میں عجیب سی کیفیت پیدا ہوئی تھی۔
''پتا ہے انا میں نے کبھی بھی موت کو اتنی اہمیت نہیں دی تھی مگر کل رات جس طرح مصطفیٰ جیسے مضبوط اعصاب کے مالک انسان کو یوں بے بس حالت میں دیکھا تو محسوس ہوا کہ زندگی بہت بڑی نعمت ہے اور ہم کتنے کم عقل ہیں محض اپنے مفروضوں کو بنیاد بنا کر زندگی کی اہم خوشیوں سے منہ موڑ لیتے ہیں۔'' ولید کا انداز یاسیت بھرا تھا۔ انا نے اسے بغور دیکھا۔ اس کے چہرے پر ایک عجیب سی کیفیت تھی دکھ، تکلیف بے بسی۔
''اور اس وقت مجھے مصطفیٰ سے زیادہ شہوار کی بے چارگی اور تکلیف دیکھ کر دکھ ہوا تھا۔'' انا نے دیکھا ولید کے چہرے پر کرب و دکھ رقم تھا۔
''نجانے کیوں میرا دل دکھا تھا حادثہ تو کسی کے بھی ساتھ ہو سکتا ہے اور پھر ایک ایسی لڑکی جو ابھی رخصت ہو کر آ رہی ہے اور پھر ایسی صورت حال پیش آ جائے کیا کیفیت ہو گی اس کی۔'' ولید ایک پل کو رکا۔
''اور سب سے بڑھ کر مصطفیٰ کی حالت دیکھ کر مجھے اس پل لگا تھا کہ جیسے میں مصطفیٰ کو کھونے والا ہوں پھر کبھی بھی اسے نہیں دیکھ پاؤں گا ہمارا کوئی ایک دن کا ساتھ تو نہیں تھا نا جب سے وہ امریکا تھا ہم اکٹھے تھے۔ شاید میرا کوئی حقیقی بھائی ہوتا تو وہ بھی مجھے اتنا عزیز نہ ہوتا جس قدر مصطفیٰ مجھے عزیز ہے کل رات میں نے اپنی زندگی کے سب سے بھیانک اور تکلیف دہ لمحے گزارے ہیں۔'' وہ اپنی کیفیت بتا رہا تھا۔
ولید کے دل میں عجیب سی اذیت تھی دل چاہ رہا تھا کہ وہ انا کے سامنے سب کچھ کہہ دے ورنہ یہ تکلیف اس کے دل کو اسی طرح تڑپاتی رہے گی اور انا وہ خود بھی کل رات ولید کو مصطفیٰ کے لیے بھاگ دوڑ کرتے دیکھ چکی تھی جس طرح وہ پریشان، تکلیف زدہ حالت میں سب کر رہا تھا مصطفیٰ سے اس کی گہری محبت ظاہر ہوتی تھی۔
''ان شاء اللہ مصطفیٰ بھائی بہت جلد صحت یاب ہو جائیں گے آپ ٹینس نہ ہوں۔'' ولید کو حوصلہ دینے کو اس نے کہا۔
''ہاں ٹھیک تو اسے ہونا ہی ہے اتنے لوگ ہیں اس کے لیے دعائیں مانگنے والے محبت کرنے والے۔ ہوش میں آتے ہی وہ ہم سب کو تسلی دیتا رہا۔ جبکہ ہم جانتے ہیں کہ اس کا کتنا خون بہا تھا۔'' ولید نے کہا تو وہ خاموش رہی۔
''وہ بہت باہمت انسان ہے۔ بہت سی خوبیوں کا مالک ہے بے شک اس کے پیچھے بہت مضبوط بیک گراؤنڈ ہے مگر اس نے کبھی اپنے اس بیک گراؤنڈ پر فخر محسوس نہیں کیا۔''
''یہ تو ہے، ان کی ساری فیملی بہت نفیس ہے ورنہ کوئی ایسے ویسے لوگ ہوتے تو اپنے گھر میں پناہ لینے والی عورت کی بیٹی سے رشتہ ہی کیوں جوڑتے، شہوار بہت خوش قسمت ہے اسے مصطفیٰ بھائی جیسے انسان ملے ہیں۔'' ولید کی بات کے جواب میں اس نے کہا۔

''میں سوچ رہا ہوں اگر مصطفیٰ کی جگہ گولی کسی اور کو لگ جاتی میں اگر کنٹین کی طرف نہ جاتا فرض کرو پچھلی سیٹ پر بیٹھے لوگوں میں سے کسی کو یا پھر مجھے لگ جاتی تو۔''

''اللہ نہ کرے۔'' انا نے ایک دم دہل کر کہا۔

ولید نے اسے دیکھا تو پہلی بار اس کے چہرے پر یاسیت کی جگہ مسکراہٹ پیدا ہوئی تھی۔

''فرض کرنے میں کیا حرج ہے۔ واقعی مصطفیٰ کی جگہ میں ہوتا تو۔''

''پلیز ایسا سوچیے بھی مت۔'' انا نے فوراً ٹوکا۔

''میں تو ابھی تک ان لمحوں کے خوف سے نہیں نکلی۔'' اس نے بختی سے کہا تو ولید مسکرا دیا۔

''ویسے بھی جس کے مقدر میں تکلیف لکھی ہوتی ہے وہ اسے مل کر ہی رہتی ہے۔ کوئی دوسرا لاکھ زور لگا لے اس مصیبت کو ٹال نہیں سکتا۔ ورنہ آپ سے بھی زیادہ مصطفیٰ بھائی سے محبت کرنے والی ان کی والدہ بھی ہمارے ساتھ موجود تھیں ان کا بس چلتا تو کبھی مصطفیٰ بھائی کے ساتھ ایسا نہ ہونے دیتیں۔ مگر تقدیر کے سامنے تو سبھی بے بس ہیں۔ بھلا کس کا زور چلتا ہے۔'' اس نے سنجیدگی سے کہا۔

''سبھی مصطفیٰ کی عیادت کو آتے رہے تھے مگر شہوار نہیں آئی میں نے فیل کیا مصطفیٰ اس کی آمد کا منتظر تھا۔'' ولید چائے کا خالی مگ سائیڈ پر رکھتے ہوئے بولا۔

''وہ کہہ رہی تھی کہ وہ اس حالت میں مصطفیٰ کا سامنا نہیں کر سکتی۔ وہ مصطفیٰ سے شرمندگی محسوس کر رہی تھی سو کسی نے زور بھی نہیں دیا۔ ویسے بھی ان کے گھر میں اس قدر مہمان تھے نجانے کون کیا کہتا اور کیسے بولتا وہ تو سارا وقت کمرے سے باہر بھی نہیں نکلی تھی۔'' انا نے ایک گہرا سانس لیتے یہ سب بتایا تو ولید نے پوچھا۔

''تم پھر ان کے ہاں جاؤ تو شہوار کو سمجھانا کہ مصطفیٰ سے جا کر مل آئے۔'' ولید نے کہا تو اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

''ہاں میں کال کرتی ہوں تو بات کروں گی۔'' وہ کہہ کر خالی مگ لے کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

''ابھی بیٹھو نا۔'' ولید ابھی وہاں اس کے ہمراہ کچھ دیر اور بیٹھنا چاہتا تھا۔ اس نے کہا تو وہ ٹھٹکی۔

''آپ تھک گئے ہوں گے۔ میرا خیال ہے کہ آپ کچھ دیر آرام کر لیں۔''

''نہیں ابھی موڈ نہیں ہو رہا۔ تم پلیز بیٹھو۔'' ولید نے اسے اسی طرح کھڑے دیکھ کر دوبارہ ہاتھ پکڑ کر اپنے سے اوپر والی سیڑھی پر بٹھا لیا جہاں وہ پہلے بیٹھی ہوئی تھی۔

''آج آپ بہت عجیب سے ہو رہے ہیں۔'' انا نے ولید کے ہاتھ سے ہاتھ نکال کر کہا تو وہ مسکرایا۔

''مثلاً کیسا ہو رہا ہوں؟''

''بہت حساس اور کچھ۔'' انا نے کہا تو اس نے ایک گہرا سانس لیا۔

''ہاں اس سے پہلے کبھی موت کو اتنے قریب سے جو نہیں دیکھا تھا۔ اب دیکھا ہے تو زندگی کی قدر معلوم ہوئی ہے۔'' انا کو بغور دیکھتے مسکرا کر کہا۔ انا نے چونک کر دیکھا تو وہ مسکرا کر چہرہ پھیر گیا۔

وہ اس کے الفاظ زندگی کی قدر معلوم ہونے والی بات پر الجھ گئی تھی۔

''اور ایسی کیفیات میں انسان کا دل چاہتا ہے کہ وہ کسی اپنے سے اپنے دل کی ہر بات شیئر کرے ویسے کیا تمہیں برا لگ رہا ہے میری باتیں سننا۔'' ولید نے کہتے پھر اسے مسکرا کر دیکھا تھا۔

انا تو اس کے الفاظ ''کسی اپنے سے'' ہی پر اٹک گئی تھی مزید کیا سنتی اس کے دیکھنے پر فوراً نفی میں سر ہلایا تھا۔ اس کا دل ایک دم بے پناہ خوشی سے بھرنے لگا تھا۔

ولید اور بھی کچھ کہہ رہا تھا وہ اپنی تمام سوچوں کو جھٹکتے مکمل توجہ کے ساتھ اس کے دل کی تمام باتوں کو سننے لگی تھی۔



بس نے ان کو اڈے پر اتارا ان کے ساتھ ان کے دو بیگ تھے تابندہ نے بمشکل وہ بیگ گھسیٹے تھے۔ اڈے کے اندر سے

ہی ان کو ایک رکشہ مل گیا وہ اس رکشے والے کو اچھی طرح ایڈریس سمجھا کر بیٹھ گئی تھیں۔ مغرب کے وقت وہ اپنی منزل کے سامنے پہنچی تھیں۔ رکشے والے نے ان کو مطلوبہ مکان کے سامنے اتار دیا۔ وہی اردگرد اونچے اونچے شاندار گھروں میں ایک پرانا گھر تھا جس میں وہ چند ماہ پہلے بھی آچکی تھیں۔ رکشے والا ان کے بیگ اتار کر گھر کے دروازے کے سامنے رکھ کر اپنا کرایہ لے کر چلا گیا تھا۔

انہوں نے دروازے پر دستک دی تھی دروازہ بارہ تیرہ سال کے بچے نے کھولا تھا۔ وہ ان کو دیکھ کر حیران ہوا تھا۔

''آپ کون ہیں؟''

''میں تابندہ ہوں، اندر سے کسی بڑے کو باہر بھیجو۔'' انہوں نے کہا تو وہ سر ہلا کر چلا گیا تھا اور پھر کچھ دیر بعد اس بچے کے ساتھ ایک خاتون بھی چلی آئی تھیں۔

''السلام علیکم۔'' انہوں نے سلام کیا تو وہ خاتون چونکی تھی اسر ہلا کر جواب دیا۔

''کیا میں اندر آسکتی ہوں؟'' عجیب وقت تھا ان کو اپنے گھر میں داخل ہونے کے لیے اجازت درکار تھی خاتون نے الجھ کر دیکھا۔

''مگر آپ کون؟'' وہ پوچھ رہی تھی۔

''بیٹا میں کچھ عرصہ پہلے آئی تھی شاید آپ کو یاد ہو۔'' انہوں نے آہستگی سے کہا۔

''اچھا آپ وہی ہیں نا جو چند ماہ پہلے اماں جی سے ملنے آئی تھیں۔'' تابندہ نے سر ہلایا۔

''اچھا آپ آجائیں اندر۔'' عورت نے اندر آنے کے لیے جگہ دیتے ہوئے کہا۔

''یہ میرا سامان بھی ہے۔'' انہوں نے اپنے دو بڑے بڑے بیگز کی طرف اشارا کیا۔

''میرا بیٹا رکھ لیتا ہے اندر۔'' وہ اندر آگئی تھیں۔

بالکل ویسا ہی گھر تھا جیسا وہ برسوں پہلے چھوڑ کر گئی تھیں۔ بس صحن میں موجود پودوں کی جگہ پکی اینٹوں کا فرش تھا اور اندر کی طرف بڑھتے انہوں نے بے اختیار سیڑھیوں کی طرف دیکھا۔

اوپر والی منزل پر بنے کمرے دیکھ کر ان کے اندر عجیب سی کیفیت پیدا ہونے لگی تھی۔

''دیکھیں اماں جی کون آیا ہے؟'' وہ اس عورت کے ساتھ ایک کمرے میں آگئی تھیں عورت نے کہا تھا۔ بستر پر بیٹھی خاتون نے پلٹ کر دیکھا۔ نظر کمزور تھی شام کا وقت تھا لائٹ آف تھی اندھیرے میں کچھ سجھائی نہ دیا۔

''کون آیا ہے۔'' اس ضعیف خاتون نے پوچھا۔

''السلام علیکم، خالہ بی میں تابندہ ہوں۔'' تابندہ نے خود ہی آگے بڑھ کر اپنا تعارف کرایا۔

''تابندہ......'' وہ ضعیف خاتون ایک دم چونکی' دوسری خاتون نے جلدی سے سرہانے پڑی عینک اٹھا کر ان کی آنکھوں پر لگائی۔

''وعلیکم السلام۔'' تابندہ کو عینک کی مدد سے دیکھتے ہی انہوں نے فوراً بانہیں وا کردی تھیں۔

تابندہ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہنے لگے تھے۔ ضعیف خاتون بھی رو رہی تھیں دوسری خاتون خاموشی سے یہ منظر دیکھ رہی تھیں۔

تابندہ ان کی چارپائی پر ہی بیٹھ گئی تھیں۔

''کیسی ہو؟''

''ٹھیک ہوں خالہ بی۔''

''اور تمہاری بیٹی کا کیا حال ہے؟''

''اس کی کل رخصتی تھی اور آج ولیمہ ہے خوش ہوگی اپنے گھر۔'' دوسری خاتون کمرے سے نکل گئی تھیں۔

اب دونوں تنہا تھیں۔

''اور باقی لوگوں کا کیا حال ہے؟''

''سب ٹھیک ہیں۔''

''میں ہمیشہ کے لیے واپس آ گئی ہوں خالہ بی، وہ امانت جس کا ذمہ میں نے لیا تھا اور جس کے لیے ایک لمبا بن باس کاٹا آج وہ ذمہ داری اس کے مالک کو سونپ کر میں واپس اپنے اصل میں واپس آ گئی ہوں۔'' تابندہ نے کہا تو خالہ بی نے گہرا سانس لیا۔

''کتنا سمجھایا تھا میں نے تمہیں اور تم نے آخر اپنی ضد پوری کر کے ہی دم لیا۔ ساری زندگی رول دی تم نے، میں نے تمہیں اور تم نے میری کوئی بات نہ سنی۔''

''خالہ بی وقت گزر چکا ہے اللہ کا شکر ہے میں اپنے ضمیر کے سامنے سرخرو ہوں خود سے کیے تمام وعدے میں نے پورے کیے ہیں۔ گزرے وقت کو میں دہرانا نہیں چاہتی۔ آج واپس آ گئی ہوں یوں سمجھ لیں میرا کبھی کوئی ماضی تھا ہی نہیں۔''

خالہ بی نے جواباً کچھ کہنا چاہا مگر خاموش ہو گئیں۔ دوسری خاتون ٹرے میں کولڈ ڈرنک کا گلاس نمکو اور بسکٹ لیے چلی آئی تھیں۔

''ساجدہ سے تو تم مل ہی چکی ہو پچھلی بار جب تم آئی تھیں نا یہ میری بہو ہے۔'' خالہ بی نے تعارف کرایا۔

''جی آپ نے تب تعارف کرایا تھا۔'' ساجدہ نے ٹرے ایک چھوٹی سی ٹیبل پر رکھ دی تھی۔ تابندہ نے خاموشی سے گلاس لے لیا تھا۔ اسی وقت لائٹ آ گئی تھی۔ کمرہ روشن ہو گیا تو تابندہ نے اطراف میں دیکھا۔

پچھلی بار والی ہی صورت حال تھی وہی خستہ حالی وہی کسمپرسی۔ کمرے میں ایک بان کی چارپائی تھی جس پر خالہ بیٹھی ہوئی تھیں۔ ایک الماری تھی لکڑی کی دائیں دیوار کے ساتھ پلاسٹک کی دو کرسیاں تھیں اور ایک عدد ٹیبل جس پر ساجدہ نے اب ٹرے رکھ دی تھی۔ کمرے کی حالت سے مکینوں کی مالی حالت کا بخوبی اندازہ ہو رہا تھا۔

''فرید کا کیا حال ہے؟'' تابندہ نے پوچھا۔

''ویسا ہی ہے، فالج نے سارے بائیں حصے کو ختم کر دیا ہے بستر پر ہی رہتا ہے زبان ہل نہیں سکتی ساجدہ ہی سب کچھ کرتی ہے۔'' بیٹے کی حالت بیان کرتے خالہ بی کے آنسو بہنے لگے تھے۔ تابندہ نے لب بھینچ لیے تھے۔

اس بیٹے کے آسرے پر انہوں نے ساری عمر بیوگی میں گزار دی تھی اور اب کچھ سالوں سے بیٹا بھی معذوروں کی طرح زندگی گزار رہا تھا۔

پچھلی بار جب تابندہ یہاں آئی تھیں تو ان کے حالات دیکھ کر تو انہوں نے اتنا بڑا فیصلہ لیا تھا واپس آنے کا اور خالہ بی کے اس کی ذات پر بہت سے احسانات تھے اور اب ان کا فرض تھا کہ وہ ان احسانوں کو چکا تیں۔

''اب میں آ گئی ہوں خالہ بی، آپ پریشان نہ ہوں۔'' تابندہ نے ان کو تسلی دی تھی۔ مغرب کی اذان ہونے لگی تو وہ اٹھ کر نماز پڑھنے لگ گئی تھیں۔

نماز ادا کر کے وہ باہر نکل آئی صحن میں ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی تابندہ نے صحن میں کھڑے ہو کر سیڑھیوں کی طرف دیکھا تو ذہن و دل میں کئی واقعات گردش کرنے لگے۔ جنہیں بمشکل جھٹکتے وہ سیڑھیاں چڑھتے اوپر آ گئی۔

اوپر اندھیرا تھا یونہی بند تالے لگے دروازوں کو ہاتھ لگا لگا کر دیکھتی رہیں کچھ وقت گزار کر وہ واپس نیچے آ گئی۔ خالہ بی کی چارپائی اب صحن میں بچھا دی گئی تھی۔ وہ ان کے پاس رکنے کے بجائے سامنے والے کمرے میں چلی آئیں وہاں کچھ ماہ پہلے والا منظر جوں کا توں موجود تھا۔ فرید اسی طرح بے بسی کی حالت میں بستر پر لیٹا ہوا تھا۔

''کیسے ہو فرید؟'' انہوں نے قریب آ کر پوچھا تو وہ چونکا۔

سر ہلا کر جواب دیا، زبان فالج کے حملے سے قوت گویائی سے محروم ہو چکی تھی۔

''میں بھی ٹھیک ہوں اور میری بیٹی بھی، اب میں ہمیشہ کے لیے واپس آ گئی ہوں، بیٹی کی شادی کر دی ہے۔'' تابندہ کرسی گھسیٹ کر اس کی چارپائی کے پاس ہی بیٹھ گئی تھیں۔

"تم اب پریشان نہیں ہونا' تمہارے دونوں بیٹوں کی دیکھ بھال اب میری ذمہ داری ہے بلکہ اب تمہارے علاج کی ذمہ داری بھی مجھ پر ہے۔" تابندہ نے کہا تو وہ سر ہلا گیا۔

اپنی بے بسی پر آنکھوں سے آنسو بہنے لگے' تابندہ کا دل اس کی بے بسی پر پگھلنے لگا تھا۔ وہ کچھ دیر اس کے پاس بیٹھی باتیں کرتی رہی پھر ساجدہ کا بڑا بیٹا کھانا لگ جانے کا پیغام لے کر آیا تو وہ باہر آگئی۔ مرغی کا سالن اور روٹیاں تھیں' ساجدہ شوہر کا کھانا لے کر کمرے میں چلی گئی تھی بچوں' خالہ بی اور تابندہ نے اکٹھے ہی کھانا کھایا تھا۔

فرید کے دو لڑکے تھے بڑے بیٹے کی عمر 13 سال تھی اور چھوٹے کی دس سال۔ سلجھے ہوئے بچے تھے' کھانا کھاتے ہوئے تابندہ ان سے چھوٹے چھوٹے سوالات کرتی رہی تھیں' کام' تعلیم' مصروفیات۔ کھانے کے بعد ساجدہ نے تابندہ کا بستر بھی خالہ بی کے ساتھ صحن میں لگا دیا تھا' عشاء کی نماز پڑھ کر وہ بستر پر لیٹ گئی تھیں۔ ان کا ذہن بار بار حویلی والوں کی طرف جا رہا تھا' وہاں پتا نہیں سب کیا سوچتے ہوں گے؟ ان کا خط پڑھ کر بابا صاحب یقیناً پریشان ہو چکے ہوں گے اور شاید انہوں نے شہر والوں کو بھی خبردار کر دیا ہو اور شہوار...... پتا نہیں اس کا کیا ری ایکشن ہوگا؟ وہ سوچے جا رہی تھیں جب خالہ بی نے ان سے پوچھا تو وہ ان کی طرف متوجہ ہو گئی تھیں۔

"تم نے سب کو حقیقت بتا ڈالی پھر......"

"نہیں۔" خالہ بی حیران ہوئی تھیں۔

"کیوں......؟"

"شاید اس لیے کہ ابھی مجھے یہ وقت حقیقت بتانے کے لیے مناسب نہیں لگا تھا۔"

"اور بابا صاحب......؟" اگلا سوال ہوا۔

"کسی کو کچھ بھی نہیں بتایا' میں نے سب کی غیر موجودگی میں بغیر بتائے حویلی چھوڑنے کی اطلاع دی تھی اور باقی کچھ بھی نہیں بتایا۔" تابندہ نے بتایا تو خالہ بی نے ایک گہرا سانس لیا۔

"اور یہاں میری تلاش میں کبھی کوئی آیا؟" تابندہ نے بڑی آس سے پوچھا تھا' پچھلی بار بھی انہوں نے یہ سوال کیا تھا مگر تب بھی مایوسی ملی تھی۔

"نہیں' کوئی نہیں پلٹا۔ کبھی کسی نے آ کر نہیں پوچھا سوائے ان بدبختوں کے جب تم چند دن کے لیے غائب ہوئی تھیں تب...... پھر کسی نے بھی چکر نہیں لگایا تھا۔"

"ہوں......" مایوسی سے تابندہ نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔

"جب تک وہ یہاں تھا روز آتا تھا پاگلوں کی طرح تمہارا پوچھتا رہتا۔ میں سمجھی کہ ان مرنے والوں میں تم بھی مر چکی ہو' اگر وہ مجھے اصل حقیقت بتاتا تو شاید میں کوئی اتا پتا ہی پوچھ لیتی۔ پھر وہ چلا گیا اور تم آ گئیں۔" خالہ بی گزرے وقت کو یاد کرتے بتا رہی تھیں۔ تابندہ نے ایک گہرا سانس لیا۔

"آپ کی بہو کو علم ہے؟"

"نہیں میرے اور فرید کے علاوہ کبھی کسی کو میں نے اصل حقیقت نہیں بتائی۔" وہ خالہ بی کی مشکور ہوئیں۔

"اللہ تمہیں اس نیکی کا اجر دے' آج کے دور میں بھلا کون کسی کے لیے کچھ کرتا ہے۔ تمہاری پھوپی کے سسرالی رشتہ دار ایک عرصہ تک ہمیں تنگ کرتے رہے تھے' تم نے یہ جگہ ہمارے نام نہ لکھ دی ہوتی تو آج نجانے ہم کہاں ہوتے۔"

"خالہ بی آپ کے بھی مجھ پر بہت احسان ہیں پھوپو کی وفات کے بعد آپ نے میرا بہت ساتھ دیا تھا میں تو آپ کے ان احسانوں کو نہیں بھول سکتی۔" تابندہ نے تشکر سے کہا۔

"احسان کیسے...... تم نے بھی تو مجھ بے سہارا' معاشرے کی ٹھکرائی بیوہ عورت کو پناہ دی تھی۔" تابندہ مسکرا دی اور پھر خاموشی سے آنکھیں بند کر لی تھیں۔



معروف مفسر قرآن پاک کے طالب علم مشتاق احمد قریشی کی تازہ پر مغز تحقیق

وہ تمام کتب الہیہ جو حضرت آدم سے لے کر نبی آخرالزماں تک نازل ہوئیں وہ تمام صحیفے جو معدوم ہوگئے اور وہ تمام اللہ کی کتابیں جن پر ایمان لانا ضروری ہے قرآن کریم کی روشنی میں انبیاء علیہ السلام کی تعلیمات شاید یہی رہی ہوں یا اس سے ملتی جلتی تعلیمات ان صحف میں ہوں گی جو اللہ تعالیٰ نے اپنے ان انبیاء علیہ السلام پر اتارے تھے۔ (واللہ علم بالصواب)

خوبصورت سرورق معلوماتی لازاول کتاب شائع ہوگئی ہے

آسمانی صحیفے اور قرآن کریم

اللہ کی پہلی وحی سے لے کر آخری وحی تک
صحفِ سماوی قرآنِ کریم کے آئینے میں

قیمت روپے 500

مؤلف: مشتاق احمد قریشی

ملنے کا پتہ: افق پبلی کیشنز 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی 0213562077/2

ایک دم اس کی آنکھ کھلی تھی پہلے تو وہ خاموشی سے لیٹی رہی تھی اور پھر اسے احساس ہوا کہ وہ اپنے کمرے میں نہیں ہے۔ گلاب کے پھولوں کی مہک اسے کمرے کی نشاندہی کروا رہی تھی۔

کمرے کی تمام لائٹس آف تھیں صرف سائیڈ لیمپ روشن تھے ہلکی پنک رنگ کی خواب ناک سی روشنی نے کمرے کو بھی خواب ناک سا بنا ڈالا تھا اوپر سے پھولوں کی مہک' سجی سیج اور بستر کی نرماہٹ۔ وہ سب کچھ شدت سے محسوس کر رہی تھی۔

اسے یاد آیا وہ ماں جی کے ساتھ مصطفیٰ کے کمرے میں آئی تھی' کل رات اور دن بھر کی اعصابی شکست رنگ لائی تھی وہ بے دم سی ہو کر صوفے پر گر گئی تھی۔ ماں جی اس کی حالت پر پریشان ہو گئی تھیں ان کی آواز پر لائبہ عائشہ فوراً آ گئی تھیں۔ ان سب نے اسے بستر پر لٹا دیا' عائشہ دودھ لے آئی تھی اور پھر عائشہ نے اسے کوئی میڈیسن دی تھی اور اس کے بعد اس کی آنکھیں خود بخود بند ہو گئی تھیں۔ شاید عائشہ نے اسے اعصابی سکون کی گولی دے دی تھی جو وہ کئی گھنٹوں تک سوئی رہی تھی۔

کسی نے بھی اسے ڈسٹرب نہیں کیا تھا' ایک بھرپور نیند کے بعد اس کی آنکھ اب خود ہی کھلی تھی۔ وہ کسلمندی سے بستر پر لیٹے گزرے لمحوں کو یاد کرنے لگی تو سارا دھیان مصطفیٰ کی طرف چلا گیا۔ دلہن بنتے وقت وہ عجیب متضاد کیفیت کا شکار تھی' نجانے آنے والے وقت میں اس کا کیا ری ایکشن ہوتا۔

وہ کس طرح مصطفیٰ کا سامنا کرتی؟ رخصتی کے بعد وہ سارا راستہ یہی سوچتی رہی اور پھر وہ خوفناک حادثہ رونما ہوا تھا۔ مصطفیٰ کو خون میں لت پت دیکھ کر اسے لگا تھا کہ اس کے وجود سے جان نکل گئی ہے۔ وہ کیا کر رہی ہے؟ کیا کہہ رہی ہے؟ مصطفیٰ کو کس قدر شدت سے پکار رہی ہے؟ وہ ماحول و واقعات ہر چیز سے بے خبر ہو کر اس وقت صرف اور صرف اپنے دل کی آواز سن پائی تھی۔

تب اسے لگا تھا کہ اگر مصطفیٰ کو کچھ ہوا تو اس کے جسم سے بھی روح نکل جائے گی۔ مصطفیٰ کے لیے ساری رات رو رو کر دعائیں مانگتے ہوئے بھی اپنے آپ کو نہیں سوچ رہی تھی اور اب...... ان پھولوں سے سجی اس سیج پر لیٹے وہ خود کو سوچ رہی تھی' اپنے تمام جذبات واحساسات کو۔ اس کا مصطفیٰ سے نکاح ہوا تھا' وہ اس کا شوہر تھا۔ دل میں جذبات واحساسات کا یہ تعلق خود بخود وقت کے ساتھ پروان چڑھا تھا۔

وہ آنکھوں پر بازو رکھے نجانے کیا سے کیا سوچ رہی تھی جب اچانک دروازہ کھلا تو وہ چونک اٹھی پھر کمرہ روشن ہو گیا تھا۔ عائشہ تھی' وہ فون پر کسی سے بات کر رہی تھی اسے جاگتے دیکھ کر بستر کے گرد لٹکی پھولوں کی لڑیوں کو ہٹاتے بستر پر بیٹھ گئی تھی۔

"شہوار جاگ رہی ہے یہ لیں بات کریں۔" وہ ابھی بستر سے اٹھنے لگی تھی جب عائشہ نے موبائل اسے تھما دیا۔

"کون......؟" موبائل پکڑ کے اس نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

"مصطفیٰ بھائی ہیں۔"

"مصطفیٰ......" وہ چونکی پھر حیرت سے موبائل کو دیکھا۔

"تمہارا نمبر بند تھا تو میرے نمبر پر کال کی' انہوں نے تمہاری خیریت پوچھ رہے ہیں میں نے کہا اگر تم جاگ رہی ہو تو بات کروا دیتی ہوں۔" عائشہ نے بتایا۔

"مگر میں کیا بات کروں گی بھلا؟" اسے ایک دم شرم نے آ گھیرا تھا۔

"اُف...... بات کرو گی تو پتا چلے گا نا' تم بات کرو میں آتی ہوں۔" عائشہ کہہ کر وہاں سے چلی گئی اور جاتے ہوئے دروازہ بھی بند کر گئی تھی۔ شہوار نے آہستگی سے موبائل کان سے لگایا تھا' دل دھک دھک کرنے لگا تھا۔

"السلام علیکم!" اس نے دھیمے سے کہا۔

"وعلیکم السلام! کیسی ہیں؟" دوسری طرف سے مصطفیٰ نے پوچھا۔

"ٹھیک ہوں اور آپ......؟" اس نے بھی آہستگی سے پوچھا۔

"تین گولیاں لگی تھیں بقول باقی لوگوں کے موت کو ہرا کر آیا ہوں' اس وقت کیسا ہو سکتا ہوں۔" مصطفیٰ کا وہی انداز تھا'

مطمئن و پراعتماد۔ اس کے اندر جیسے سکون سا اتر آیا۔
''ڈاکٹرز کیا کہتے ہیں؟'' اس نے سنجیدگی سے پوچھا' اندر کی جو بھی حالت تھی مگر وہ اپنی آواز کو نارمل ہی رکھے ہوئے تھی۔
''باقی ڈاکٹرز کا تو پتا نہیں مگر اس وقت مجھے صرف ایک ہی ڈاکٹر کی مسیحائی کی طلب ہورہی ہے۔'' مصطفیٰ کا انداز پرجوش تھا' وہ ایک دم چپ ہوگئی تھی دوسری طرف سے بھی صرف سانسوں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔
''شہوار......'' اس کی طرف سے مسلسل خاموشی مصطفیٰ کی آواز نے ہی توڑی تھی' شہوار خاموش رہی تھی۔
''شہوار......'' مصطفیٰ نے پھر پکارا۔
''جی سن رہی ہوں۔''
''کیا ہورہا ہے؟'' مصطفیٰ نے پوچھا۔ شہوار نے لیٹے لیٹے ہی اطراف میں دیکھا' تیز روشنی میں جگمگاتا پھولوں سے سجا کمرہ وہ اس وقت کیا کرسکتی تھی بھلا؟
''کچھ بھی نہیں۔'' اس نے پھر سنجیدگی سے کہا۔ ''ڈاکٹرز آپ کی کنڈیشن کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟'' اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور پوچھتا اس نے خود ہی جلدی سے پوچھ لیا۔
''ڈاکٹرز مجھ سے کوئی بات نہیں کررہے بابا اور باقی لوگوں سے ہی بات چیت کی ہے۔ ویسے اپنی کنڈیشن کے بارے میں میں خود بتاسکتا ہوں کہ میں ٹھیک ہوں' خطرے کی کوئی بات نہیں۔ میری کوشش ہوگی کہ میں جلد از جلد کور کرلوں اور اس ہسپتال کا قیام لمبا نہ ہو۔'' مصطفیٰ نے تفصیل سے بتایا' مصطفیٰ کا لہجہ ہموار تھا۔
جس قدر خون بہا تھا اس کے باوجود مصطفیٰ کی کنڈیشن اس کو الجھانے لگی تھی۔
''ڈاکٹرز نے آپ کو بات کرنے کی اجازت دے دی کیا؟''
''اس وقت آپ محترمہ سے بات کررہا ہوں ابھی بھی شک......'' مسکراتا انداز تھا' وہ گھبرائی۔
''نہیں میرا مطلب ہے آپ اتنی سیریس کنڈیشن میں رہے ہیں ابھی تو انسان مکمل طور پر حواس میں بھی نہیں آپاتا۔ ڈاکٹرز بات چیت سے منع نہیں کرتے ہیں۔'' اس نے سنجیدگی سے کہا۔
''ڈاکٹرز کی ایسی کی تیسی...... منع کرکے تو دیکھیں' ویسے بھی میں اعصابی طور پر اتنا کمزور نہیں ہوں کہ چھوٹی چھوٹی باتوں کو خود پر حاوی کرلوں۔ یہ تو کل رات ان تین گولیوں کا اثر تھا جو کسی بھی بات کا ہوش نہ رہا تھا ورنہ ایک گولی کو میں کچھ بھی نہیں مانتا۔'' انداز پراعتماد تھا' شہوار نے ایک گہرا سانس لیا۔
دل ہی دل میں اس کے اس طرح روانی سے بولنے پر مطمئن ہوگئی تھی۔
''لیکن احتیاط اچھی ہوتی ہے' ڈاکٹرز بھی تو انسان کے فائدے کے لیے ہی ہدایات جاری کرتے ہیں۔'' اپنے مخصوص سنجیدہ انداز میں اس نے کہا۔
''بشرطیکہ وہ ڈاکٹر تم جیسا ہو۔'' مصطفیٰ کا انداز ابھی بھی جذبوں سے پُر تھا۔ وہ ایک دم جھینپی۔
''تو کیا خیال ہے آرہی ہیں مجھے ہدایات دینے پھر؟''
''میرا خیال ہے آپ کو ان فضول باتوں کی بجائے آرام کی زیادہ ضرورت ہے۔'' ابھی اس کا دل بدلا تھا مزاج نے بھی آہستہ آہستہ نارمل روٹین میں آنا تھا۔
''سچ کہتے ہیں لوگ انسانوں کی چیر پھاڑ کرنے والے ڈاکٹرز دل کے بھی پتھر کے ہوتے ہیں' حالات کچھ بھی ہوں کوئی اثر نہیں ہوتا۔'' مصطفیٰ نے تجزیہ کیا تو اس نے ایک گہرا سانس لیا۔
''سچ کہہ رہے ہیں مگر حالات و واقعات ہی انسان کو پتھر بننے پر مجبور کرتے ہیں ورنہ پتھر دل تو کوئی بھی نہیں ہوتا۔'' اس کی سنجیدگی جوں کی توں تھی۔
''مگر میرے معاملے میں تو ہمیشہ ایک ہی موسم اور ایک جیسا ہی سرد رویہ برقرار رکھا گیا ہے اور شاید اب بھی وہی رویہ ہے اتنے بڑے حادثے کے بعد بھی۔''

"میرا خیال ہے کافی بات ہوگئی ہے آپ آرام کریں۔" مصطفیٰ کی باتوں پر اس نے جھنجلا کر کہا تو دوسری طرف مصطفیٰ ایک دم سنجیدہ ہوا تھا۔

"شہوار ہمارا جو رشتہ ہے اس میں سب سے زیادہ جذبات اور رویوں کو محسوس کرنے یا نظر انداز کردینے کی گنجائش نکلتی ہے۔ مجھے نہیں لگتا میں نے کبھی اس تعلق کو نظر انداز کیا ہو ہمیشہ سب کچھ نظر انداز کرتے پیش قدمی کی ہے اور آج جب کہ میں جذبات واحساسات کی اس سطح پر تھا جہاں مجھے شدت سے اگر کسی کا انتظار رہا تھا تو وہ تمہارا وجود تھا مگر میں نے ہر بات کو فراموش کرکے خود کال کی تو صرف اس لیے کہ میں اپنے اور تمہارے رشتے کو انا کا مسئلہ نہیں بنانا چاہتا تھا مگر تمہارا وہی انداز اور وہی رویہ ہے ایسا کب تک چلے گا؟" مصطفیٰ کی باتوں پر ایک لمحے کو اس کا دل رکا تھا مگر اگلے ہی پل وہ جھنجلا گئی تھی۔

وہ بے شک اس حادثے کے بعد دل سے اس تعلق کو قبول کررہی تھی مگر دل کی کیفیت سے ہٹ کر وہ اپنے اس مزاج کا کیا کرتی جو اس پل بھی عجیب سی کیفیت میں گھرا ہوا تھا۔ دل بدلتے دیر نہیں لگی تھی مگر شاید مزاج کو ابھی بدلنے میں کچھ وقت چاہیے تھا۔ اسے یہ سب سہنے، برتنے اور نبھانے کے لیے شاید کچھ وقت درکار تھا۔ اس نے مصطفیٰ کے سامنے ہمیشہ اس رشتے کی نفی کی تھی اب ایک دم کیسے سب کچھ ایک طرف کرتے آگے ہوجاتی۔

"شہوار......" اس کی طرف سے مسلسل خاموشی پر مصطفیٰ نے پکارا۔

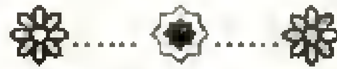
"جی......" اس نے آہستہ انداز میں کہا۔

"مجھے شاید فون نہیں کرنا چاہیے تھا' میری آواز بھی تمہارے مزاج پر شاید بہت گراں گزر رہی ہوگی۔" مصطفیٰ کا لہجہ ایک دم بدلا تھا' تلخی وشکایت در آئی تھی۔

"نہیں ایسی بات نہیں ہیں......" وہ جواباً کچھ کہنا چاہتی تھی کہ ایک دم مصطفیٰ نے کال بند کردی تھی۔

اس نے خاموشی سے موبائل کو دیکھا اور پھر اٹھ بیٹھی تھی۔ سر گھٹنوں پر رکھ کر وہ لاشعوری طور پر مصطفیٰ کو ہی شدت سے سوچنے لگی تھی۔ مصطفیٰ کی باتیں ایک دم یاد آنے لگیں تو وہ بے اختیار بستر سے اتر گئی۔

ننگے پاؤں' دبیز قالین پر چلتے پھولوں کی پتیوں کی نرماہٹ' شدت سے محسوس ہونے لگی تو وہ لائٹ آف کرتے وہاں سے نکل آئی۔ اپنے کمرے میں آکر وہ واش روم میں جاکر منہ ہاتھ دھونے لگی۔



مصطفیٰ کال بند کرنے کے بعد اسی طرح لیٹا رہا۔ اس نے اس سے پہلے کبھی بھی شہوار کے رویوں کو اہمیت نہ دی تھی مگر آج جبکہ وہ سب سے زیادہ اس کی کمی محسوس کررہا تھا تو اس کی طرف سے وہی مخصوص انداز پاکر اس کا دل عجیب سے انداز میں متاثر ہوا تھا۔ اس نے کال بند کردی تھی مگر ذہن کی سطح پر کل رات والا شہوار کا عکس لہرانے لگا تھا' اس کے زخمی ہونے پر کس قدر بے قراری اور شدت سے اس نے اس کا نام پکارا تھا۔

درد سے بے حال ہونے کے باوجود اس نے آنکھیں مکمل طور پر وا کی تھیں' دلہن بنا وہ خوب صورت چہرہ اور اس پر اس کی بے قراری......تب اس کے ذہن نے تاریکی میں ڈوبنے سے پہلے مکمل اور پوری شدت سے اس کی بے قراری محسوس کی تھی اس کے ہاتھوں کا لمس اس کے بازوؤں پر تھا اور پھر ہوش میں آنے کے بعد سب سے پہلا خیال اسے پھر شہوار کا ہی آیا تھا۔ دلہن بنا وہ خوب صورت چہرہ اس کے وجود کی سج دھج' بے قرار لہجہ' کانپتے ہونٹوں سے تڑپ تڑپ کر نکلتا اس کا نام۔

"مصطفیٰ......" اور تب مصطفیٰ کے اندر شدت سے اس کو اپنے سامنے پھر اسی انداز میں دیکھنے کی تڑپ جاگی تھی۔

وہی بے قراری وتڑپ کر اس کا نام لینے کی خواہش' اس کے کانپتے ہونٹوں کی لرزش اور ہاتھوں کا لمس اور آنکھوں سے گرتا سیال مادہ۔ وہ باقی سارا وقت شدت سے اس کا منتظر رہا تھا اور پھر سارا دن گزر گیا تھا' گھر والوں میں سے سبھی لوگ اس سے مل کر جاچکے تھے مگر وہ نہیں آئی تھی۔

اس کا موبائل اور تمام سامان باباجان کے پاس تھا' پھر رات ہونے پر ولید آگیا تھا ساتھ میں اس کے والد' انا' روشی احسن اور باقی لوگ بھی تھے۔ وہ لوگ عیادت کے بعد چلے گئے تھے جبکہ ولید اس کے پاس رات رک گیا تھا۔ وہ اب بہتر تھا ولید

نے باقی سب کو اطمینان دلا کر گھر بھیج دیا تھا‘ تاہم امجد نے اپنے کچھ ساتھی بطور سیکورٹی ہسپتال میں ہی چھوڑ دیے تھے‘ بابا جان کی سخت ہدایات تھیں۔

اس پر جان لیوا حملہ ہوا تھا وہ بال بال بچا تھا امجد خان مسلسل حملہ آوروں کی تلاش میں تھا۔ آج ڈاکٹرز کی رپورٹ بھی مل گئی تھی‘ گولیاں ایک ہی پسٹل سے چلائی گئی تھیں اور پسٹل کے بارے میں امجد تحقیق کررہا تھا۔ باقی ابھی کچھ پتا نہیں چلا تھا۔ ان سب لوگوں کے جانے کے بعد اس نے ولید سے موبائل لے کر گھر کال کرنے کا سوچا اس کا ایک بازو بالکل بھی ہلنے کے قابل نہ تھا‘ دوسرے پر ڈرپ لگی تھی سو ولید اس کے کانوں میں ہینڈ فری لگا کر موبائل اسے دے کر فوراً باہر نکل آیا تھا مگر شہوار سے بات کرنے پر اس کا وہی سنجیدہ‘ اکتایا ہوا پہلو بچاتا انداز تھا۔ اسے بے ہوشی سے پہلے محسوس کی جانے والی شہوار کی وہ تڑپ اب اپنی خوش فہمی لگنے لگی تھی۔ وہ ابھی اپنی سوچوں میں الجھا ہوا تھا کہ ولید نے کمرے میں جھانکا اور اسے کال سے فری دیکھ کر اندر آ گیا تھا۔

”ہوگئی بات......؟“ مسکرا کر پوچھتے اس کے پاس ہی آ کھڑا ہوا تھا۔

”ہوں......“

”کیا ہوا‘ خیریت......؟“ مصطفیٰ کے سنجیدہ انداز پر ولید نے چونک کر بغور دیکھا تو مصطفیٰ نے نفی میں سر ہلا کر مسکرا کر اسے دیکھا۔

ولید نے اس کے سینے پر رکھا اپنا موبائل اٹھا کر اس کے کانوں سے ہینڈ فری نکالی تھی۔

”یہ ڈرپ کب ختم ہوگی‘ مجھے لگتا ہے میں معذور ہو کر رہ گیا ہوں۔“ مصطفیٰ نے اکتاہٹ سے کہا تو وہ مسکرا دیا۔

”اتنی جلدی......؟ ابھی تو ایک دن ہی ہوا ہے۔“ اس کے پاؤں کے قریب بیڈ کے کنارے بیٹھا۔

”ویسے تھوڑی سی رہ گئی ہے‘ ختم ہونے والی ہے۔“

”کسی نرس کو بلاؤ یہ اتارے یا اسپیڈ تیز کرے۔“ اس نے اکتاہٹ سے کہا۔

”رہنے دو‘ ہو جائے گی آدھا گھنٹہ انتظار کرلو۔“ مصطفیٰ خاموش ہوگیا۔

”ویسے تمہیں کیا لگتا ہے یہ گولیاں کس نے چلائی ہوں گی۔“ مصطفیٰ نے کبھی بھی ولید سے ایاز کے متعلق بات نہیں کی تھی‘ ایاز کے متعلق تو اسے انا سے ساری رپورٹ ملی تھی‘ مصطفیٰ کے نکاح والے دن۔ جب اس نے شہوار کے انکار کا پس منظر بتایا تھا اور اب اس نے بھی براہ راست نام نہیں لیا تھا۔

”ہے میرا ایک بڑا دشمن‘ خیر چھوڑوں گا تو اب میں بھی اسے نہیں۔ چھپ کر وار کیا ہے سامنے آ کر وار کرتا تو میں بھی دیکھتا وہ کیسے بچ کر جاتا ہے۔“ مصطفیٰ کے لہجے میں ایک دم نفرت اور تنفر سمٹ آیا تھا۔

”ایاز کی بات کررہے ہو؟“ ولید نے پوچھا تو مصطفیٰ چونکا۔

”تمہیں کس نے بتایا؟“

”انکل اور باقی لوگ ذکر کررہے تھے ان سب کو اسی پر شک ہے۔“ مصطفیٰ نے ایک گہرا سانس لیا۔

”بس اتنا ہی جانتے ہو یا اور بھی بہت سی باتوں سے باخبر ہو۔“ ولید کو دیکھ کر پوچھا تو وہ مسکرایا۔

”تمہیں کیا لگتا ہے؟“

”انا نے بتایا ہوگا؟“ اس نے سوال کیا تھا۔ ولید نے سر ہلا دیا‘ مصطفیٰ خاموش ہوگیا۔

”ایک بات مانو گے؟“ ولید نے کہا مصطفیٰ نے اسے دیکھا۔

”جو بھی ہوا اور جس نے بھی کیا یہ کام اپنے ڈپارٹمنٹ والوں پر چھوڑ دو وہ خود ہی ملزم کا سراغ لگالیں گے۔ تم آرام و سکون سے پہلے ٹھیک ہو جاؤ پھر اس بارے میں سوچنا۔“

”ڈاکٹرز کیا کہتے ہیں؟“ ڈاکٹرز سے اس کی براہ راست بات نہیں ہوئی تھی وہ زیادہ وقت سوئی جاگی کیفیت میں رہا تھا۔

”فی الحال تو مکمل طور پر بیڈ ریسٹ کا ہی کہہ رہے تھے زخم ایسے ہیں کہ تین چار دن مسلسل ان کی نگہداشت میں رہنا

ہوگا۔ بازو کے زخم جلد مندمل ہونے کا امکان ہے مگر کندھے کا زخم گہرا ہے۔" ولید کی بات پر مصطفیٰ نے سر ہلایا اور اب نظر اپنے بازو اور کندھے پر ڈالی تھی' جہاں ڈریسنگ کی گئی تھی۔

"تم کل بھی ادھر ہی خوار ہوتے رہے تھے آج بھی آدھے سے زیادہ دن ادھر گزارا تم اب گھر آرام کرتے یہاں کوئی اور رک جاتا اتنے تو لوگ موجود ہیں یہاں۔" مصطفیٰ کو ولید کا خیال آیا تو اس نے کہا ولید ہنس دیا۔

"ڈونٹ وری' تمہاری محبت میں بہت سارا وقت گزارا ہے اب تمہاری طرح مضبوط اعصاب ہوتے جارہے ہیں میرے بھی۔" مصطفیٰ مسکرایا تو تبھی نرس وہاں چکر لگانے آئی تھی ولید نے اسے جانے کا کہا ورنہ وہ مسلسل کمرے میں ہی موجود تھی۔

"کوئی پرابلم تو نہیں۔" اس نے اندر آ کر پروفیشنل انداز میں پوچھا۔

"نہیں لیکن کا سنڈلی اس سے میری جان چھڑوا دیں' اب اپنے بازو کو اسی طرح رکھے رکھے میرا بازو بھی شل ہونے لگا ہے۔" مصطفیٰ نے اکتا کر ڈرپ کی طرف اشارہ کیا۔

"مگر یہ تو آپ کی صحت کے لیے بہت ضروری ہے ویسے بھی اب یہ ختم ہونے والی ہے۔" نرس نے کہا۔

"صبح سے یہ کوئی چوتھی ڈرپ ہے جو آپ مجھے لگا چکی ہیں۔" مصطفیٰ نے خفگی سے کہا۔

"سسٹر اتار دیں پلیز۔" ولید نے بھی کہا تو سسٹر نے ڈرپ اتار دی۔

"تھینکس......" مصطفیٰ نے ہاتھ آزاد ہونے پر ایک دم شکریہ ادا کیا۔

"آپ پلیز کم بولیے یہ میڈیسن لے لیں اور آرام کریں۔" مصطفیٰ کی میڈیسن کا ٹائم تھا اس نے ڈرپ اتارنے کے بعد گولیاں نکال کر پانی کا گلاس بھر کر اسے دیا۔

مصطفیٰ نے خاموشی سے اس کے ہاتھ سے پلو لے لی' اس کے میڈیسن کھانے کے بعد نرس اسے ایک بار پھر کم بولنے اور آرام کرنے کی نصیحت کر کے چلی گئی۔

"کیا مصیبت ہے یار! نجانے کب جان چھوٹے گی اس بستر سے۔" وہ ہر وقت متحرک رہنے والا انسان تھا اب ایک دم ہی اس بستر سے اکتا گیا تھا محض چند گھنٹوں میں ہی۔

"کچھ نہیں ہوتا' بس آرام و سکون سے گزارلو چند دن کی بات ہے' ویسے بھی شادی کی چھٹیوں پر ہو' انجوائے کرو۔" ولید نے ہنس کر چھیڑا تو مصطفیٰ کے اندر ایک دم عجیب سی کیفیت پیدا ہوئی تھی' نجانے کیا کیا سوچ رکھا تھا اس نے۔

"ویسے اگر یہ حادثہ نہ ہوا ہوتا تو آج رات اس وقت ہم تمہارے ولیمے کا کھانا کھا کر فارغ ہو چکے ہوتے۔"

"تم لوگوں کی قسمت میں ابھی میرے ولیمے کا کھانا نہیں لکھا ورنہ ہماری طرف سے کوئی کمی نہ تھی۔" مصطفیٰ نے سنجیدگی سے کہا۔

"چلو خیر ہے یار زندہ صحبت باقی۔ زندگی سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہوتی۔ انکل نے ولیمہ ملتوی کیا ہے کینسل تو نہیں' پھر ہو جائے گا۔" مصطفیٰ مسکرایا۔

نرس شاید اسے کوئی خواب آور گولی بھی دے گئی تھی' مصطفیٰ کو نیند آنے لگی تھی۔

"نہیں نیند آرہی ہے؟" ولید نے فوراً محسوس کیا تھا۔

"پتا نہیں' غنودگی سی چھا رہی ہے شاید میڈیسن کا اثر ہے۔"

"اچھا ہے کچھ دیر سو لو گے ورنہ میرے ساتھ باتیں کرتے رہو گے اور اگر نرس آگئی تو مجھے ہی کمرے سے باہر کر دے گی کہ میں تمہارے آرام میں خلل ڈال رہا ہوں۔" مصطفیٰ مسکرایا تھا۔

اس کی آنکھیں بوجھل ہونے لگی تھیں تو اس نے بند کر لیں۔ کچھ دیر بعد وہ خود بخود ہی نیند میں چلا گیا تھا۔ ولید اسے سوتے دیکھ کر خود اٹھ کر سائیڈ پر رکھے صوفے پر آ کر نیم دراز ہو گیا تھا۔ دروازے کے باہر سیکیورٹی گارڈ کھڑے تھے مگر اس کے باوجود ولید نے سونے کی کوشش نہیں کی تھی وہ اپنا موبائل نکال کر اس میں موجود بارات اور باقی دنوں کی بھی لی گئیں

تصاویر دیکھنے لگا تھا۔ ڈھولک والے دن کی انا کی کتنی تصاویر اس کے پاس تھیں' لاشعوری طور پر وہ ان تصاویر کو دیکھے گیا تھا بار بار آگے پیچھے کر کے۔ اس وقت اسے انا یاد آنے لگی تو اس نے انا کو میسج کر دیا۔

''کیا کر رہی ہو؟'' رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ یقیناً وہ اس وقت تک جاگ رہی ہوگی' اگلے ہی پل اس کا میسج آ گیا تھا۔

''آپ کو یاد۔'' ساتھ منہ چڑانے والی اسمائل تھی۔ ولید مسکرا دیا۔

''اچھا مجھے نہیں پتا تھا میں اتنا خوش قسمت ہوں' محترمہ انا افتخار صاحبہ مجھے یاد فرما رہی ہیں۔'' جواباً ولید نے بھی منہ چڑانے والی اسمائل کے ساتھ میسج کا جواب دیا۔

''ہاں آپ کے خوش قسمت ہونے کا تو مجھے پتا نہیں مگر میں ضرور حیران ہو رہی ہوں کہ محترم ولید صاحب نے رات کے اس وقت مجھے کیسے یاد کرنے کی زحمت گوارا کر لی۔'' گھورنے والی اسمائل کے ساتھ جواب ملا۔

''اف...... یہ خود ترسی۔'' اس نے فوراً جواب دیا۔

''خود ترسی نہیں ہے حقیقت بیان کر رہی ہوں۔ یہ بتائیں کیا کر رہے ہیں؟''

''موبائل پر مصطفیٰ کی شادی پر لی گئیں تصویریں دیکھ رہا تھا' تمہاری تصویر سامنے آ گئی تو سوچا تم سے ہی بات کر لی جائے۔'' دوسری طرف بالکل خاموشی چھا گئی تھی ولید نے چند پل اس کے ریپلائی کا انتظار کیا تھا۔

''کیا ہوا؟'' اس نے پھر میسج کیا۔

''آپ چند دنوں سے مجھے کافی بدلے بدلے لگ رہے ہیں اور کل سے تو بالکل چینج لگ رہے ہیں۔'' انا کا جواب ملا تو ولید پڑھ کر مسکرا دیا۔

''وہ کیسے؟''

''مجھ سے بات کر رہے ہیں' میرے ساتھ وقت گزار رہے ہیں اور کل تو آپ نے کتنی دیر تک مجھ سے اپنی فیلنگز تک شیئر کی تھیں۔'' انا نے تبدیلی کی نشاندہی کی تو وہ ہنس دیا۔

''وہ تو میں تم سے پہلے بھی اسی انداز میں بات کرتا رہتا ہوں' تمہارے ساتھ جب بھی موقع ملتا ہے وقت گزارنے کی کوشش کرتا رہتا ہوں اور رہ گئی فیلنگز والی بات تو مصطفیٰ کے حادثے کے بعد میری بہت سی فیلنگز بے قرار تھیں سو تم سے شیئر کر لیں۔''

''مگر اس سے پہلے آپ کے کسی بھی انداز نے مجھے ایسا احساس نہیں دلایا' اب آپ کے رویوں کو دیکھ کر مجھے لگتا ہے آپ بدل رہے ہیں۔'' ولید اس کا جواب پڑھ کر مسکرایا تھا۔

''لگتا ہے بڑی گہرائی سے آبزرو کر رہی ہو مجھے۔'' دوسری طرف خاموشی چھا گئی تھی' ولید نے چند منٹس اس کے جواب کا انتظار کیا تھا۔

''پھر غائب؟'' اس نے میسج کیا۔

''مجھے نیند آ رہی ہے۔'' ولید کے پوچھنے پر ایک دو منٹ بعد جواب ملا تھا۔

''تمہیں تو ساری ساری رات نیند نہیں آتی تھی' یہ کمال کیسے ہو گیا؟'' اس نے چھیڑا۔

''جیسے آپ تبدیل ہو رہے ہیں' شاید میں بھی بدل رہی ہوں۔'' کچھ دیر بعد جواب ملا تھا' ولید ہنس دیا۔

''اوکے تم پھر سوؤ' میں تو ویسے ہی فارغ ٹائم گزار رہا تھا' میری وجہ سے تم اپنی نیند کیوں خراب کرو' سویٹ ڈریمز' شب بخیر۔'' ولید نے میسج کیا۔

''شب بخیر!'' دوسری طرف سے بھی جواب ملا تھا۔

اور اس کے بعد ولید موبائل ایک طرف ڈالتے ان گزرے دو دنوں کے واقعات یاد کرنے لگا۔



شاہزیب صاحب مصطفیٰ کو لے کر بہت پریشان تھے مگر اب بابا صاحب کی فراہم کی گئی اطلاعات ایسی تھیں کہ انہوں نے بہت کوشش کی تھی کہ پتا لگوائیں کہ وہ کہاں گئی ہیں مگر کچھ علم نہ ہوسکا تھا۔ بابا کئی بار ایک امید کے ساتھ کال کرتے تھے اور ادھر سے مایوس کن جواب سن کر رہ جاتے تھے۔

''ہم نے اسے ہمیشہ ایک بیٹی کی طرح عزت دی' نجانے کہاں چلی گئی ہے وہ۔'' اس وقت بھی صبح صبح انہوں نے شاہزیب کو کال کی تھی اور پوچھا تھا۔ انہوں نے ایک گہرا سانس لیا تھا۔

''بابا صاحب! تابندہ کی تلاش بے کار ہے' آپ کے بتائے الفاظ کے مطابق وہ خود گئی ہیں اور ان کے خط والے الفاظ کے مطابق وہ جہاں بھی گئی ہیں وہاں انہیں کوئی خطرہ نہیں اور انہوں نے یہ بھی تو کہا ہے کہ وہ خود ملنے آئیں گی ویسے بھی شہوار ہمارے پاس ہے اس سے ملنے تو ضرور آئیں گی۔ کوئی بھی انسان بغیر کسی بھروسے اور اعتماد کے اپنی اولاد کو اس طرح چھوڑ کر نہیں جاتا' مجھے لگتا ہے ہمیں انہیں سمجھنے میں کوئی غلطی ہوئی ہے' ان کے پیچھے ضرور کوئی نہ کوئی کہانی ہے۔'' شاہزیب صاحب نے کہا تو بابا صاحب نے ایک گہرا سانس لیا تھا۔

''ہاں پہلے تو نہیں مگر مجھے بھی کچھ ایسا ہی لگ رہا ہے۔''

''بہر حال یہ شادی کے کام ختم ہوجائیں تو ہم ان کی طرف توجہ دیتے ہیں' نظر انداز تو نہیں کرسکتے نا۔'' شاہزیب صاحب نے کہا۔

''رات خیر و عافیت سے ولیمہ بھی ہوگیا۔'' بابا صاحب نے پوچھا تو شاہزیب صاحب نے گہرا سانس لیا۔

''جی۔'' انہوں نے ان کو مصطفیٰ کے حادثے کی اطلاع نہیں دی تھی۔

''شہوار کا خاص خیال رکھنا ہے وہ بہت حساس بچی ہے ابھی کچھ دن تک اسے قطعی علم نہ ہونے پائے کہ تابندہ حویلی چھوڑ کر جاچکی ہے۔ میں بھی یہاں سب ملازمین کو سمجھا چکا ہوں کہ شہوار کی کال آئے تو کچھ نہیں بتائیں گے۔ تم نے بھی ابھی اس سے ذکر تو نہیں کیا نا؟'' بابا صاحب نے مزید پوچھا۔

''نہیں ابھی تو میں نے مہرالنساء کو بھی نہیں بتایا' میں پوری کوشش کروں گا کہ شہوار کو علم نہ ہونے پائے۔'' انہوں نے تسلی دی اور پھر چند اور باتوں کے بعد انہوں نے کال بند کردی۔ کال بند کرنے کے بعد وہ کافی دیر تک سوچتے رہے تھے۔

تابندہ بی کہاں جاسکتی تھیں؟ اگر ان کا کوئی رشتہ دار یا جاننے والا تھا بھی تو انہوں نے کبھی بھی کسی کو نہیں بتایا تھا اور اس طرح خاموشی سے بغیر کسی کو بتائے یوں حویلی چھوڑ جانا آخر اور کوئی تو وجہ تھی؟

ان کے ذہن میں کئی سوالات تھے مگر انہیں ابھی کسی بھی سوال کا جواب نہیں مل رہا تھا۔ تابندہ بی کا کردار ان کی وہ ساری زندگی جو حویلی میں گزری تھی ہر پہلو ایسا تھا کہ شک کا کوئی پہلو نہیں نکل رہا تھا مگر کہیں نہ کہیں کوئی چیز مس تو ضرور تھی جو اب انہیں الجھا رہی تھی۔

شہوار ہمیشہ اپنے والدین کے ماضی کے بارے میں جاننے کی کوشش کرتی رہی تھی اور تابندہ ہر بار ٹال جاتیں تھیں مگر اب ان کا یوں منظر عام سے غائب ہوجانا ان کے اندر کئی طرح کے سوال اٹھا رہا تھا' کیا واقعی شہوار کے سوال برحق تھے؟

کیا واقعی تابندہ بی کے ماضی میں کچھ ایسا تھا جو ان کے علم میں نہیں تھا؟ انہیں یاد آرہا تھا کئی برسوں پہلے جب ان کے پاس تابندہ آئی تھی تو وہ ان کے بتائے گئے ایڈریس پر گئے تھے۔ وہاں ایک مفلوک الحال شخص رہتا تھا' اتنا بڑا اور خوب صورت گھر اور وہ شخص' اکیلا ایک نوعمر ملازم کے ساتھ رہتا تھا۔

''کیا یہ سکندر سبحان احمد کا گھر ہے؟'' انہوں نے اس مفلوک الحال شخص سے پوچھا تھا۔ وہ سکندر کا نام سن کر انہیں گھورنے لگا تھا۔

''کون سکندر؟''

''تابندہ کا شوہر......؟'' انہوں نے الجھ کر پوچھا تھا۔

''کون تابندہ......؟''

''صاحب ان کا ذہنی توازن خراب ہوچکا ہے' آپ ان سے کچھ بھی مت پوچھیں۔'' ایک نوعمر لڑکے نے کہا تو وہ اس شخص کے سامنے سے اٹھ گئے۔

''تم سکندر کو جانتے ہو؟''

''جی زیادہ تو نہیں مگر صاحب ہی بتاتے ہیں وہ ان کے بڑے بھائی کا بیٹا تھا۔ بڑا لائق فائق باہر سے تعلیم حاصل کر کے آیا تھا پھر والدین کے انتقال کے بعد ان لوگوں نے اس کی جائیداد اور گھر پر قبضہ کرلیا تھا اسے گھر سے نکال دیا تھا۔ صاحب کی باقی اولاد باہر کے ملک میں شفٹ ہوچکی ہے اور صاحب ادھر تنہا رہ گئے ہیں جن کی خاطر انہوں نے بھائی کی اولاد کا حق مارا تھا وہی ان کو چھوڑ گئے تھے تب سے ان کا ذہنی توازن بگڑ گیا ہے۔ بس ہر وقت خود سے باتیں کرتے ہیں۔'' ملازم کے منہ سے تمام صورت حال سن کر وہ حیران ہوئے تھے۔

''اوہ...... جب سکندر کو اس گھر سے نکالا تھا تب اس کی شادی ہوچکی تھی کیا؟'' انہوں نے پوچھا۔

''صاحب کہا نا مجھے زیادہ علم نہیں شاید ہوچکی ہو۔ میں چند ماہ پہلے ملازم ہوا ہوں' صاحب کی دیکھ بھال کے لیے ان کے بیٹوں نے مجھے یہاں چھوڑا تھا۔''

ملازم کے الفاظ پر تسلی تو نہ ہوسکی تھی مگر ان کے دل میں شک بھی پیدا نہیں ہوا تھا' واپس آ کر انہوں نے تابندہ بی کو بے فکر ہوکر حویلی میں رہنے کا کہا تھا اور پھر انہوں نے بھی دوبارہ پلٹ کر تابندہ کے ماضی میں جھانکنے کی کوشش نہ کی تھی اور اب تابندہ چلی گئی تھی اس کی بیٹی ان کی بہو تھی مگر تابندہ کے یوں چلے جانے نے انہیں الجھا دیا تھا اور وہ شدت سے الجھ رہے تھے۔



وہ ابھی ایک کلائنٹ سے مل کر اپنے آفس میں آ کر بیٹھا تھا جب ایک دم اس کے روم کا دروازہ کھلا اور ولید نے سر اٹھا کر دیکھا تو چونکا۔ کاشفہ بگڑے تیور لیے اسے گھور رہی تھی' ولید کے اندر عجیب سا کھنچاؤ پیدا ہوا تھا۔

''ارے تم...... آؤ نا!'' اپنے آپ کو سنبھالتے اس نے مسکرا کر کہا تو وہ گھورتی ہوئی اندر آ گئی تھی۔

''کیسی ہو؟'' ولید نے پوچھا۔

''تم مجھے کیوں نظر انداز کر رہے ہو' میں اتنے دنوں سے مسلسل تمہیں فون کر رہی ہوں' ملنے کی کوشش کر رہی ہوں اور تم مجھے مسلسل نظر انداز کرتے رہے ہو۔'' اس کے سوال کے جواب میں کاشفہ نے بہت تلخی سے پوچھا تھا۔

''میں بزی تھا میرے دوست کی شادی تھی' وہاں گیا ہوا تھا۔'' ولید نے اس کے تیوروں کے جواب میں سنجیدگی سے بتایا۔

''مگر ایک کال سننے میں کتنا وقت لگتا ہے' تم میری کال تو پک کرسکتے تھے نا؟'' اس نے دکھ سے کہا۔

''میں بزی تھا' بتا تو رہا ہوں۔'' اب کے ولید کا لہجہ بھی روکھا پھیکا ہوگیا تھا۔ وہ چند پل ولید کو دیکھتی رہی تھی۔

''تم میرے ساتھ ایسا کیوں کر رہے ہو؟'' وہ بیٹھی نہیں ابھی بھی ٹیبل کے پاس آ کر کھڑی تھی' ولید نے اسے بیٹھنے کو نہیں کہا تھا۔

''کیا کیا ہے میں نے......؟'' سخت انداز تھا۔

''جب سے میں نے تم سے اپنے دل کی بات کہی ہے تم مجھے نظر انداز کر رہے ہو۔'' ولید نے گہرا سانس لیا تھا۔

''میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں انگیجڈ ہوں۔'' کاشفہ لب بھینچ گئی۔

''مجھ سے زیادہ تو وہ تمہیں نہیں چاہتی ہوگی' ولید ریئلی آئی لو یو سو مچ۔'' کچھ توقف کے بعد اس نے کہا۔ ولید کے چہرے پر اس کی بے باکی نے ایک ناگواری کی لہر پیدا کردی تھی۔

''مس کاشفہ!'' ولید نے ایک دم ناگواری سے کہا۔ کاشفہ اسے دیکھنے لگی تھی۔ ''مجھے اپنے رشتے بہت عزیز ہیں اور میں کمٹمنٹ نبھانے والا انسان ہوں۔ وہ مجھے تم سے زیادہ چاہتی ہے یا نہیں میں نہیں جانتا مگر میں یہ بات ضرور جانتا ہوں کہ وہ

بے باک نہیں ہے۔ اس کے اندر رشتوں کا رکھ رکھاؤ اور تقدس موجود ہے۔ وہ اگر مجھ سے محبت بھی کرتی ہے تو اس نے کبھی میرے پاس آ کر اظہار نہیں کیا اور مجھے اس کی یہی بات سب سے زیادہ پسند ہے کہ وہ ہمارے رشتے کو جاننے کے باوجود ہمیشہ ایک لمٹ میں رہتی ہے۔'' ولید کے الفاظ ایسے تھے کہ کاشفہ ایک دم ساکت رہ گئی تھی۔

اسے لگا ولید نے اسے بے باکی کا کہہ کر اس کے منہ پر طمانچہ مارا ہے اس کے چہرہ پر ایک دم انا کے لیے نفرت کی کیفیت پیدا ہوئی تھی۔

''تم میری بے عزتی کر رہے ہو ولید!'' وہ ایک دم نفرت سے بولی تھی۔

''نہیں' میں تمہیں حقیقت بتا رہا ہوں۔'' ولید کا انداز سنجیدہ اور دوٹوک تھا۔

''تو پھر تم نے مجھ جیسی بے باک سے دوستی کیوں کرلی؟'' وہ ایک دم تنفر سے گویا ہوئی۔

''ہاں یہ میری غلطی ہے اس کے لیے تم سے ایکسکیوز کرنے کو تیار ہوں۔'' ولید کا انداز سنجیدہ تھا' وہ چند پل اسے دیکھتی رہی اور پھر ایک دم آنکھوں میں آنسو آتے چلے گئے تو آگے بڑھ کر ٹیبل پر رکھے ولید کے ہاتھ پر اس نے ہاتھ رکھ دیا تھا۔

''ولید پلیز مجھے یوں ریجیکٹ مت کرو' میں تم سے دل کی تمام تر شدتوں سے محبت کرتی ہوں۔ جیسا تم کہو گے تمہارے لیے میں خود کو ویسا ہی بدلنے کو تیار ہوں۔ میں تمہارے لیے ٹوٹلی چینج ہو جاؤں گی' جیسی تمہاری خواہش ہے ویسی بن جاؤں گی۔'' اس کے آنسو اس کے رخساروں پر بہہ رہے تھے' ولید اس ری ایکشن کے لیے تیار نہ تھا ایک دم ٹپٹا گیا۔

''تم پلیز آرام سے ادھر بیٹھو اس طرح ایموشنل ہونے کی کیا بات ہے۔'' اس کا بازو پکڑ کر دوسری کرسی پر بٹھایا تو کاشفہ نے دونوں ہاتھوں سے اس کا ہاتھ مضبوطی سے جکڑ لیا۔

''تم مجھے اگر اس طرح ریجیکٹ کرو گے تو میں تم سے خودکشی کرلوں گی۔'' انداز ایسا تھا کہ ولید نے لب بھینچ لیے تھے' پہلی بار ایسی بے باک جذباتی لڑکی سے واسطہ پڑا تھا۔

کیتھی اس کی زندگی کا ایسا ہی کیس تھا کہ جس کو لے کر وہ دوستی جیسا جذبہ ضرور پیدا کر بیٹھا تھا مگر اس نے کیتھی کو بھی اپنی طرف سے کوئی آس نہ دلائی تھی جبکہ یہاں تو کیس ہی مختلف تھا۔

''تم سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کر رہیں' یہ ممکن نہیں ہے۔ میری فیملی تمہیں کبھی قبول نہیں کرے گی۔'' ولید نے اسے سمجھانا چاہا۔

''تم مجھے قبول کرلو گے تو میں تمہارے لیے ساری دنیا' ہر رشتہ' ہر چیز چھوڑنے کو تیار ہوں۔'' اپنے بہتے آنسوؤں کو صاف کرتے کہہ رہی تھی۔

''ایم سوری' یہ نہیں ہوسکتا۔'' ولید نے ایک دم اس کی گرفت سے اپنا ہاتھ کھینچ کر دوٹوک انداز میں کہا۔

''ولید پلیز......'' وہ بضد تھی۔

''کاشفہ جو چیز ممکن نہیں اس پر ضد کرنے کا بھی کوئی فائدہ نہیں' میں کہہ رہا ہوں ناکہ ہم دونوں ٹوٹلی چینج پرسنز ہیں۔ تم سمجھنے کی کوشش کرو انا میری کزن ہے' میری سسٹر کی نند ہے' ہمارا گہرا رشتہ ہے پھر وہ مجھ سے محبت کرتی ہے اور میں اسے کوئی دھوکا دینا نہیں چاہتا۔'' ولید نے سنجیدگی سے کہا تو وہ چند پل اسے دیکھتی رہی تھی۔

''تو تم مجھے صاف انکار کر رہے ہو؟'' اس کا لہجہ ٹوٹ گیا تو پھر رونے لگی۔ ولید نے بہت بے چارگی سے اسے دیکھا تھا' ایسی لڑکی کو ہینڈل کرنا اس کے بس کا کام نہیں تھا۔

''اوکے چلتی ہوں میں۔'' پھر ایک دم اپنے آنسو ٹشو سے صاف کرتے وہ اٹھ کر وہاں سے نکل گئی تھی۔

ولید خاموشی سے اسے جاتے دیکھتا رہا اور پھر اس کے کمرے سے نکلتے ہی اس نے سختی سے لب بھینچ لیے تھے۔



رات سے وہ عجیب سی کیفیت سے دوچار تھی' مصطفیٰ کی باتیں رہ رہ کر یاد آ رہی تھیں۔ آج بھی سب لوگ ہسپتال گئے تھے' عائشہ نے اسے بھی ساتھ چلنے کا پوچھا تو وہ عجیب کشمکش سے دوچار ہوگئی تھی۔

وہ جانا چاہتی تھی' دل اسے ایک بار دیکھنے پر مچل رہا تھا مگر اس کی انا گزشتہ رویے اسے روک رہے تھے اور پھر وہ بے بس ہو کر خاموش ہو گئی تھی' وہ نہیں گئی تھی۔ اس نے عائشہ کو انکار کر دیا تھا' عائشہ نے بس خاموشی سے اسے دیکھا اور پھر وہ باقی سارا وقت یونہی بے چین رہی تھی۔

اب شام ہونے لگی تو اس کے اندر اس کا دل ملامت کرنے لگا' وہ آہستگی سے اپنا موبائل لیے باہر نکل آئی۔ لان میں لگے جھولے پر آ بیٹھی تھی' اس نے بہت کشمکش کے بعد مصطفیٰ کا نمبر ڈائل کیا۔ عائشہ نے ہی آ کر بتایا تھا کہ آج مصطفیٰ کی طبیعت کل سے بہتر ہے اور آج اس کا موبائل اس کے پاس ہے۔ وہ نمبر ملا کر کال ریسیو ہونے کا انتظار کرنے لگی مگر اسے ایک دم شاک لگا تھا' کچھ بیلز کے بعد اس نے نمبر کاٹ دیا تھا۔ وہ ایک دم ساکت ہوئی تھی' اس نے لب بھینچ لیے تھے۔

کچھ دیر بعد اس نے سوچا کہ شاید غلطی سے ایسا ہوا ہو اس نے پھر نمبر ڈائل کیا اور اس بار پھر کال کاٹ دی گئی تھی' وہ بالکل گم صم ہو گئی تھی۔

''تو مصطفیٰ مجھ سے بات نہیں کرنا چاہتا۔'' اس نے بہت دکھ سے سوچا۔ ''ہاں وہ بھی اپنے رویوں میں حق بجانب ہے میں نے بھی تو اجنبیت و بے پروائی کی حد کر دی تھی جب سے یہ رشتے کا سلسلہ چلا تھا ایک جنگ کی کیفیت برپا کی ہوئی تھی مجھ جیسے لوگوں کی یہی سزا ہونی چاہیے۔'' اس کے اندر گہرے سناٹے گردش کرنے لگے تھے۔

''مگر میں بھی غلط نہیں تھی' مجھے کبھی تو کسی نے سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔'' اس نے لب بھینچ لیے تھے آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسو ہاتھوں پر گرے تو اسے علم ہوا کہ وہ رو رہی ہے اس نے سختی سے اپنے تمام آنسو صاف کیے۔

وہ خاموشی سے اٹھ کر اندر آ گئی' وہ راہداری سے گزر رہی تھی جب دریہ سے سامنا ہو گیا تھا۔ دریہ اسے دیکھ کر طنزیہ مسکرائی تھی۔ اس دن کی تلخ کلامی کے بعد دونوں کا پھر بھی سامنا نہیں ہوا تھا' تاہم وہ شادی کے تمام فنکشنز میں شریک ضرور تھی مگر آپس میں بات چیت کا موقع نہیں ملا تھا۔ شہوار اسے نظر انداز کرتے آگے بڑھی تھی' وہ اس لڑکی کے منہ نہیں لگنا چاہتی تھی۔

''سنو.....'' دریہ کی پکار پر وہ رکی۔ ''مصطفیٰ کو دیکھنے نہیں گئیں تم؟'' وہ پوچھ رہی تھی۔

شہوار نے اس کی بات سنی اور پھر بغیر جواب دیے قدم آگے بڑھائے تھے۔

''ویسے مجھے اس حادثے کا دکھ بہت ہے مگر تمہیں اسی طرح نامراد دیکھ کر جو ایک سکون ملا ہے اس کا بھی کوئی بدل نہیں۔'' سلگتا انداز تھا' شہوار نے بہت دکھ سے اسے دیکھا تھا۔

''نامراد میں نہیں شاید تم ہو' میں تو اس گھر میں ایک بہت ہی باعزت رشتے کے ساتھ موجود ہوں' رہ گئی حادثے کی بات تو اللہ نے مصطفیٰ کو زندگی دی ہے تو اس سے بڑھ کر مجھے کچھ اور چاہیے بھی نہیں۔ اگر تم کسی غلط فہمی میں ہو تو اس سے باہر نکل آؤ' مصطفیٰ جلد ہی صحت یاب ہو کر گھر بھی آ جائیں گے۔'' سنجیدگی سے اسے کہہ کر وہ تیزی سے وہاں سے آگے بڑھ آئی تھی۔

کافی مہمان آ چکے تھے کچھ ابھی بھی موجود تھے وہ لاؤنج کی طرف آئی تو پھپھو زہرہ کی نگاہ اس پر پڑی انہوں نے اشارے سے پاس بلایا تو وہ ان کے پاس آ بیٹھی تھی۔

وہ سادہ سے حلیے اور لباس میں تھی دوپٹہ اوڑھا ہوا تھا۔ انہوں نے اس کو بغور دیکھتے اس کی آنکھوں کی نمی محسوس کی تو ان کے دل کو کچھ ہوا تھا' کتنے ارمانوں سے پرسوں رات اسے رخصت کیا تھا مگر کیا پتا تھا یہ انہونی ہو جائے گی۔

''تم روئی ہو؟'' وہ خاموش رہی تھی۔

''فکر نہیں کرو وہ ٹھیک ہے' بس ایک دو دن میں گھر آ جائے گا۔'' ان کے الفاظ پر اس کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔

''مہر النساء بھابی! شہوار صبح سے ایسے ہی ہے' آپ نے بھی اسے چینج کرنے اور کوئی اچھا لباس پہننے کو نہیں کہا۔ ہمارے ہاں نئی نویلی دلہنیں بھلا ایسے کب رہتی ہیں۔'' اس کی سونی کلائیاں خالی ہاتھ پیر' کان گلہ دیکھ کر دل میں ہول اٹھا تھا۔ بس ہاتھ پاؤں کی مہندی بتا رہی تھی کہ وہ نئی نویلی دلہن ہے ورنہ کوئی سنگھار ہی نہ تھا۔

زہرہ نے زینب کے ساتھ محو گفتگو مہر النساء خاتون سے کہا تو انہوں نے بھی چونک کر اسے دیکھا تھا۔

''ہاں بس صبح صبح مصطفیٰ کے پاس چلی گئی تھی پھر اس کے پاس سے عصر کے وقت گھر آئی تو یہ سو رہی تھی۔ اس کے بعد یہ

اُم سلمیٰ

میری کھٹی میٹھی پیاری بہنوں اور رائٹرز السلام علیکم! مابدولت کو ام سلمیٰ کہتے ہیں' میں گرمیوں کی چلچلاتی دھوپ میں 23 جون 1994ء میں اس دنیا میں آئی' میرا اسٹار کینسر ہے میں گاؤں منڈے میں پیدا ہوئی۔ میں نے میٹرک کیا ہے' ہم پانچ بہنیں ہیں' میں چوتھے نمبر پر ہوں۔ ابو اللہ کو پیارے ہوگئے ہیں' اللہ ان کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور میری والدہ کو اللہ لمبی عمر اور صحت یاب رکھے۔ کلرز میں ریڈ' بلیک' پرپل' اسکائے بلیو پسند ہے۔ لباس میں فراک ٹراؤزر اور لہنگا پسند ہے۔ پرفیوم لگانا اچھا لگتا ہے' کھانے میں پلاؤ' قورمہ' کھیر' آئس کریم' سموسے پکوڑے اور برگر پسند ہے۔ بہار کا موسم پسند ہے۔ اب خوبیاں اور خامیاں ہوجائیں...... خامیاں یہ ہیں کہ غصہ کرتی ہوں' دوسروں پر جلد اعتبار کرلیتی ہوں' خوب صورتی میری کمزوری ہے۔ اب اس دعا کے ساتھ اجازت چاہتی ہوں کہ اللہ آپ کو لمبی عمر دے اور اپنے حفظ وامان میں رکھے' آمین۔

اب دکھائی دے رہی ہے' مصطفیٰ کی طرف ہی سارا دھیان رہا میں بھی بھول گئی تھی۔'' مہر النساء نے فوراً کہا۔

''جاؤ لائبہ! بہن کو لے جاؤ اچھے سے کپڑے پہناؤ' زیور دو۔ اللہ میرے مصطفیٰ کو صحت دے' اس کی دلہن کے لیے میرے دل میں نجانے کیا کیا ارمان تھے اس حادثے نے تو سب کچھ بھلا ڈالا' خیر سے مصطفیٰ گھر آجائے تو ساری رسمیں کریں گے ہم۔'' ماں جی نے قریب آکر جھک کر اس کی پیشانی چومتے ہوئے کہا۔ وہ اس قدر محبتوں پر ایک دم شرمندہ سی ہوگئی تھی۔

لائبہ بھابی اسے اس کے کمرے میں لے آئی تھیں' انہوں نے ایک اچھا سا خوب صورت کام والا لباس نکال کر اسے تھما دیا تو اس نے بھی بغیر انکار کے تھام لیا تھا' زیور اس کے روم میں ہی تھا۔ اس نے ہلکی پھلکی جیولری بھی پہن لی تھی۔

دل آمادہ ہو تو سب کچھ خود بخود ہونے لگتا ہے' لائبہ کے کہے بغیر اس نے آنکھوں میں کاجل اور ہونٹوں پر ہلکی سی لپ اسٹک بھی لگائی تھی۔ اسی سے ہی وہ جگمگ کرنے لگی تھی۔

وہ تیار ہونے کے بعد کمرے میں بیٹھنے کی بجائے باہر آگئی تھی۔ وہ اب اپنے رویے سے کسی کو بھی احساس نہیں دلانا چاہتی تھی کہ وہ دو دن پہلے تک اس شادی سے ناخوش تھی۔ ماں جی اس کی تیاری سے بہت خوش ہوئی تھیں۔

کھانا سب کے ساتھ مل کر کھایا تھا' وہ رات گیارہ بجے تک سب کے پاس بیٹھی رہی تھی اور پھر ایک ایک کر کے بھی سونے چلے گئے تھے تو وہ بھی اٹھی تھی۔ وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہی تھی جب ماں جی اس کے پیچھے آئی تھیں۔

''شہوار......'' وہ رکی تھی۔

''جی۔''

''رات تم اپنے کمرے میں سوئیں تو مجھے بڑی تکلیف ہوئی تھی اگر یہ حادثہ نہ ہوتا تو پھر بھی تم نے مصطفیٰ کے کمرے میں ہی رہنا تھا تو اس کے کمرے میں ہی رہو ویسے بھی ایک دو دن میں وہ گھر آجائے گا تو پھر بھی وہاں رہنا ہی ہے نا۔'' مہر النساء نے محبت سے اس کے رخسار پر ہاتھ رکھتے کہا تھا تو وہ سر ہلا کر رہ گئی تھی۔

''جی چلی جاتی ہوں۔''

''یہ لو چابی' کمرہ میں نے بند کردیا تھا کہ خراب نہ ہو تمہیں پتا تو ہے مصطفیٰ اپنے کمرے کے بارے میں کتنا حساس ہے' ویسے بھی میرا دل نہیں چاہ رہا تھا کہ تمہارے یا مصطفیٰ کے علاوہ کوئی اور کمرے میں جائے۔'' ماں جی کے اپنے وہم تھے ویسے بھی ان کے بیٹے کی شادی کی رات اتنا بڑا حادثہ ہوگیا تھا' اس نے سر ہلا دیا تھا۔

وہ ان کے ہاتھ سے روم کی چابی لے کر کمرے کی طرف چلی آئی تھی' انہوں نے مسکرا کر اسے جاتے دیکھا اور پلٹ گئی

تھیں۔ وہ دروازہ کھول کر اندر آئی تو اسی طرح کمرہ پھولوں کی مہک سے مہک رہا تھا اگرچہ پھول اب مرجھا چکے تھے ان کا رنگ بھی بدل گیا تھا مگر ان کی مہک ابھی بھی برقرار تھی۔

وہ دروازہ بند کرتے خاموشی سے کمرے کے وسط میں آ کھڑی ہوئی تھی وہ یونہی چلتے ایک ایک چیز کو چھو چھو کر دیکھ رہی تھی۔ الماریاں اور دراز سب لاک تھے شاید گاؤں جانے سے پہلے لاک کیے گئے تھے۔ وہ چلتی ہوئی آئینے کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی اس کا دراز سراپا خوب صورت لباس میں نمایاں تھا۔ وہ آئینے سے ہٹ کر بستر پر آ کر بیٹھ گئی۔

پھولوں کی لڑیاں ابھی بھی مسہری کی صورت موجود تھیں وہ خاموشی سے بیڈ کی کراؤن سے ٹیک لگا کر نیم دراز ہوئی تو نظر ہاتھ میں تھامے موبائل پر پڑی۔ دل سے اک ہوک اٹھی تھی وہ اس آس پر کہ ہے بگاہے موبائل کو کئی بار دیکھ چکی تھی کہ شاید وہ اب کال بیک کرے گا مگر موبائل بالکل خاموش تھا۔ اس نے موبائل کا لاک کھولا وہ ایک بار پھر ڈائل نمبرز میں سے مصطفیٰ کا نمبر ڈائل کر رہی تھی۔ اس نے کان سے موبائل لگالیا بڑے خوف زدہ انداز میں وہ دوسری طرف ہونے والی بیلز کو سن رہی تھی اور پھر پانچ بیلز کے بعد کال کاٹ دی گئی تھی۔

اس کا دل ایک لمحہ کے لیے بالکل بند ہوا تھا اس نے ڈرتے ڈرتے پھر نمبر ڈائل کیا مگر پہلی بیل پر کال کاٹ دی گئی شہوار کی آنکھوں میں ایک دم نمی سی سمٹ آئی تھی۔ اس نے پھر نمبر ڈائل کیا تو موبائل بند تھا آگے سے کمپیوٹر وائس بولنے لگی تو اس کی آنکھوں کی نمی اس کے رخساروں کو بھگونے لگی تھی۔

اس نے مصطفیٰ سے لاکھ بار بے اعتنائی برتی تھی مگر اب جب اس کی طرف سے وہی ردعمل سہنے کو مل رہا تھا تو اس کا دل کٹنے لگا تھا اس نے سوچا وہ اب کال نہیں کرے گی اس سے رابطہ نہیں کرے گی۔

ٹھیک ہے وہ اگر اس کے گزشتہ رویوں کی سزا دینا چاہتا ہے تو وہ چپ چاپ سہہ لے گی۔ وہ اس کے ساتھ رخصت ہو کر آئی تھی تو عجیب متضاد کیفیات میں مبتلا تھی مگر ذہن کے کسی گوشے میں بھی نہیں تھا کہ وہ اسے رد کرے گی اس نے تو خود کو قسمت کے سہارے چھوڑ دیا تھا مگر اس حادثے نے سب کچھ بدل کر رکھ دیا۔



''اس نے مجھے پھر ریجیکٹ کر دیا ہے میں اس کے پاس گئی پاگلوں کی طرح اس کے سامنے گڑگڑاتی رہی اور اس نے میری ایک التجا نہ سنی۔'' وہ اپنی دوست کے سامنے بیٹھی رو رہی تھی۔

''تو پھر تم اسے بھول جاؤ دفع کرو تمہیں کوئی کمی ہے لڑکوں کی۔'' دوست اس کی حالت دیکھتے کہہ رہی تھی۔

''ہاں میں نے کئی بار ایسا سوچا مگر میں اسے بھول نہیں سکتی میں مردوں کو انگلیوں پر نچانے کا کھیل سمجھتی تھی اور آج ایک مرد جس کو میں پانا چاہتی ہوں حاصل کرنا چاہتی ہوں وہی مجھ سے متاثر ہونے کو تیار نہیں۔'' اس کی حالت بہت شکستہ تھی۔

''وہ کہتا ہے میں بے باک ہوں اور اسے اپنی فیانسی سے اس لیے محبت ہے کہ وہ بے باک نہیں ہے میری طرح نہیں ہے۔'' مزید کہہ رہی تھی۔ ''میں نے اسے کہا بھی تھا کہ میں تمہارے لیے بدل جاؤں گی ساری دنیا چھوڑ دوں گی مگر اس نے پھر بھی مجھے ریجیکٹ کر دیا۔'' اس کی دوست اسے ساتھ لگا کر دلاسہ دے رہی تھی۔

''یہ سب اس کی فیانسی کا کیا دھرا ہے وہ اگر درمیان میں نہ ہوتی تو مجھے یقین ہے وہ تمہیں کبھی بھی انکار نہ کر پاتا۔'' اس کی دوست نے کہا۔ کاشفہ کے اندر ایک دم انا کے لیے بے پناہ نفرت پیدا ہوئی تھی۔

''ہاں یہ سب اسی کا قصور ہے وہی ہے ہمارے درمیان وہ اگر نکل جائے تو ولید مجھے قبول کر لے گا۔'' دوست سے جدا ہو کر اس نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا تھا۔ ''میں اس لڑکی کو جان سے مار دوں گی زندہ نہیں چھوڑوں گی وہ مجھ سے میرا ولید چھین رہی ہے۔'' غصے سے وہ اونچی اونچی آواز میں چیخ چیخ کر کہنے لگی تھی اس کی دوست نے اسے عجیب ترحم بھری نگاہوں سے دیکھا تھا۔



ولید گہری نیند میں تھا جب اس کا موبائل بجنے لگا اس نے سوئی سوئی کیفیت میں کال ریسیو کی تھی۔

تمثیلہ امانت بٹ

السلام علیکم! ڈیئر قارئین اینڈ آنچل اسٹاف کیسے ہیں آپ؟ آج آنچل کی دنیا کو رونق بخشنے کیلئے تشریف لائی اس پرنسز کا تعلق پنجاب کے شہر گجرات کے گاؤں جلالپور صوبتیاں سے ہے۔ نک نیم گوشی ہے 17 اگست کو گرمی کی شدت کو کم کرنے کیلئے ماہدولت کو اس دنیا میں بھیجا گیا' گریجویشن کیا ہے۔ ہم چھ بہن بھائی ہیں میرا نمبر چوتھا ہے' فیملی میں بھائی جان رضوان سے عقیدت مندانہ محبت کرتی ہوں' سعودی عرب میں ہوتے ہیں (مس یو ڈیئر برادر)۔ ایک سویٹ سی بھانجی ہے ایمن فاطمہ۔ امی جان اور ابو جان سے بہت پیار کرتی ہوں اور دعا کرتی ہوں کہ اللہ ان کو اپنی زندگی میں ڈھیروں خوشیاں دیکھنا نصیب کرے۔ کھانے میں چکن بریانی بہت پسند ہے' سویٹ ڈش میں فروٹ ٹرائفل پسند ہے۔ سیر سپاٹے کی بہت شوقین ہوں' آئیڈیل شخصیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے' دین کے متعلق آگاہی حاصل کرنے کی جستجو ہے (اللہ اس میں کامیاب کرے)۔ فیورٹ ٹیچرز میں سر جابر' سر یاسر' مس راحیلہ اور مس ثروت ہیں۔ میری فرینڈز لسٹ میں سدرہ زمان' ربیعہ' ثمرہ' بوبی' عطیہ' زنیرہ' اقراء' صبا' سدرہ شاہین اور آمنہ ہیں۔ شاعری سے جنون کی حد تک لگاؤ ہے' وصی شاہ کی شاعری بہت پسند ہے۔ ساڑھی پہننے کا شوق ہے۔ خوبی تو کوئی دوسرا ہی بہتر بتا سکتا ہے' ناخامیاں بہت زیادہ ہیں' غصے کی بہت تیز ہوں' ایک کام کرنے کی جب ٹھان لیتی ہوں تو پورا کر کے جان چھوڑتی ہوں جس کی وجہ سے اکثر و بیشتر بے عزتی بھی برداشت کرنا پڑتی ہے۔ فیورٹ رائٹرز میں سمیرا شریف طور اور نازیہ کنول نازی بہت پسند ہیں۔ فیورٹ ناول میں "جھیل کنارہ کنکر' یہ چاہتیں یہ شدتیں" اور "محبت دل پر دستک" ہیں۔ آپ سے اجازت چاہتی ہوں رب راکھا آپ کے کمنٹس کا انتظار رہے گا اللہ حافظ۔

"ہیلو......"

"ولید میں بول رہی ہوں کاشفہ!" کاشفہ کا نام سن کر اس کی آنکھیں ایک دم کھل گئی تھیں۔

"تم اس وقت؟"

"تم سے میں نے کہا تھا نا کہ اگر تم نے مجھے قبول نہ کیا تو میں اپنی جان لے لوں گی۔" ولید ایک دم چونکا' ہڑبڑا کر بستر پر بیٹھا تھا۔

"کیا کہہ رہی ہو تم؟" وہ ایک دم پریشان ہوا تھا۔

"ہاں میں نے نیند کی گولیاں کھائی ہیں' تم نے مجھے ریجیکٹ کر دیا تھا نا اور پھر تمہارے بغیر میں جی کر کیا کروں گی میں نے خودکشی کر لی ہے۔" اس نے بتا کر کال بند کر دی تھی' ولید تو حیرت سے اپنی جگہ ساکت رہ گیا تھا۔

"کاشفہ نے خودکشی کر لی۔" وہ زیر لب بولا تھا۔



وہ رات کے اندھیرے میں سب سے چھپتا چھپاتا مقررہ جگہ پر پہنچا تھا' شہزاد پہلے ہی اس جگہ پر موجود تھا۔

"کہاں تھے تم...... اتنی دیر کر دی؟" شہزاد اسے دیکھتے ہی برہم ہوا۔

"کیا ہوا...... رات کا انتظار کر رہا تھا' تم سناؤ کیا خبر ہے؟" اس دن کے بعد وہ لوگ اب مل رہے تھے۔

"کوئی اچھی خبر نہیں ہے۔" شہزاد نے کہا تو وہ چونک کر دیکھنے لگا۔

"مطلب......؟"

"اس رات گولیاں صرف مصطفیٰ کو لگی تھیں اور پچھلی سیٹ پر موجود خواتین بالکل محفوظ رہی تھیں' مصطفیٰ کافی سیریس کنڈیشن میں تھا مگر اب وہ خطرے سے باہر ہے۔" شہزاد نے سب تفصیل سے بتایا۔

"کیا...... یہ کیسے ممکن ہے......؟"

"دیکھ لو بالکل سچی خبر ہے' ایک فیصد بھی جھوٹ نہیں۔"

"اس کا باپ اور اس کا پورا ڈیپارٹمنٹ حرکت میں آ چکا ہے چونکہ پہلا شک تم پر ہی کیا جا سکتا تھا سو زور و شور سے تمہاری

تلاش جاری ہے۔" شہزاد نے بتایا تو وہ قدرے الجھا۔

"اب کیا حالات ہیں؟"

"پولیس والے ہر وقت تمہاری تلاش میں ہیں ان کے کچھ بندے دو تین بار مجھ سے بھی ملے ہیں' میں تو صاف ٹال گیا مگر ہمارے گھر کے اردگرد چند لوگ ضرور دکھائی دیے ہیں ایک بار تو میں نے کسی کو چوکیدار سے بات کرتے بھی دیکھا تھا۔ پوچھنے پر اس نے بتایا کہ وہ تمہارا پوچھ رہے تھے۔"

"اوہ......" وہ غصے سے ٹہلنے لگا۔ "بڑی قسمت ہے اس لڑکی کی ہر بار میری کوشش ناکام کر دیتی ہے۔ اس بار مجھے پکا یقین تھا کہ دونوں نہیں بچ پائیں گے اور دونوں ہی بچ گئے۔" وہ کمرے میں ادھر سے اُدھر ٹہلنے لگ گیا۔

"تم نے اس پسٹل کا کیا کیا؟" ایک پل رک کر پوچھا۔

"ضائع کر دیا ہے۔" شہزاد کے جواب پر وہ قدرے مطمئن ہوا۔

"تمہارے باہر جانے کا کیا بنا؟" شہزاد نے پوچھا۔

"پتا نہیں' ڈیڈ دوبارہ ملنے نہیں آئے۔ انہیں تو یہ بھی نہیں پتا کہ میں تم سے مل رہا ہوں یا یہ سب کر چکا ہوں۔ انہوں نے ہی کچھ کرنا ہے خود سے تو کہیں روپوش ہونا ناممکن سی بات ہے' جس جگہ مجھے ٹھہرا رکھا ہے کافی محفوظ ہے۔ مصطفیٰ کے آدمی اتنی جلدی وہاں تک نہیں پہنچ سکتے۔"

"میں یہاں کے حالات دیکھ رہا ہوں اسی لیے میں کچھ ماہ کے لیے دبئی جا رہا ہوں۔" شہزاد کی بات پر وہ حیران ہوا۔

"اچھا' کب......؟"

"آج کل میں ہی۔"

"اتنی جلدی......"

"ویزا تو میرا آل ریڈی لگا ہوا ہے بس ٹکٹ کنفرم کروانی ہے۔" ایاز نے ایک گہرا سانس لیا۔

"میری مانو تو تم بھی کہیں نکلنے کی کوشش کرو' مجھے نہیں لگتا کہ مصطفیٰ یا اس کا باپ اب تمہیں آسانی سے چھوڑیں۔" ایاز نے طنزیہ دیکھا تھا۔

"چھوڑوں گا تو میں بھی نہیں' مجھے بھی اپنی وہ توہین نہیں بھولتی اس لڑکی کو اس کے انجام تک جب تک نہ پہنچاؤں مجھے سکون نہیں آنے والا۔" وہ ایک دم پھر انتقام کی آگ میں جل اٹھا تھا۔ شہزاد اسے خفگی سے دیکھا۔

"تو پھر انجام بھی خود بھگتنا' اب میں تمہارے کسی بھی کام میں ملوث نہیں ہوں گا ویسے بھی میرے فادر مجھ سے بہت ناراض رہتے ہیں۔ ایک بار خیریت سے دبئی چلا جاؤں پھر بچت ہی بچت ہے' ورنہ مصطفیٰ اور اس کے ساتھیوں نے تو جینا حرام کر رکھا ہے آج بھی نجانے کیسے بچ بچا کر یہاں تک آیا ہوں۔ جیسے ہی تمہارے اس ملازم کا پیغام ملا۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں چلتا ہوں اور میری مانو ابھی کچھ عرصہ تک یہ انتقام وغیرہ کی باتیں بھول جاؤ' اپنے ڈیڈ کو کہو تمہارے ویزے کا جلد از جلد بندوبست کریں اور یہاں سے نکل چلو ورنہ ایک بار مصطفیٰ کے ہاتھ لگ گئے تو پھر دوبارہ ضمانت بھی نہیں ہونے دے گا۔ سید ھاقتل کے کیس میں جا پھنسائے گا ویسے بھی تمہاری پرانی ساری فائلز پہلے ہی کھل چکی ہیں۔"

"میں کہیں بھی اکیلا نہیں تھا تم سب لوگ میرے ساتھ تھے۔" ایاز نے خفگی سے کہا۔

"مگر میرے یار سبھی اچھے وقت کے دوست ہوتے ہیں' برے وقت میں کوئی بھی کسی کا ساتھ نہیں دیتا۔ میں پھر بھی تمہارے ساتھ ہوں مگر ہر بار ساتھ نہیں رہوں گا' اس لیے سمجھا رہا ہوں ابھی بھی وقت ہے سنبھل جاؤ تو بہتر ہوگا۔" وہ کہہ کر اس کا کندھا تھپتھپا کر چلا گیا تھا' ایاز نے لب بھینچ کر اسے جاتے دیکھا تھا۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)





پاک سوسائٹی ڈاٹ کام
ٹوٹا ہوا تارا
سمیرا شریف طور
WWW.PAKSOCIETY.COM

مجھے یقین تو نہیں ہے مگر یہی سچ ہے
میں تیرے واسطے عمریں گزار سکتی ہوں
یہی نہیں کہ تجھے جیتنے کی خواہش ہے
میں تیرے واسطے خود کو بھی ہار سکتی ہوں

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

مصطفیٰ کے گولی لگنے پر سب ہی خوف کا شکار ہوجاتے ہیں ایسے میں شہوار بالکل ساکت رہ جاتی ہے انتہائی بے قراری کے عالم میں وہ مصطفیٰ کو پکارتی ہے جبکہ مصطفیٰ ہوش وحواس سے بیگانہ ہوجاتا ہے۔ اس کی حالت کا ذمہ دار خود کو ٹھہراتے وہ عجیب کیفیت کا شکار ہوتی ہے۔ بروقت طبی امداد ملنے پر مصطفیٰ کی حالت خطرے سے باہر ہوجاتی ہے اس دوران گھر کے سب ہی لوگ اسپتال میں اسے ملنے کی خاطر آتے ہیں جبکہ شہوار ایک بار بھی مصطفیٰ کی عیادت کی غرض سے نہیں جاتی دوسری طرف مصطفیٰ ازخود فون کرکے شہوار سے بات کرنا چاہتا ہے لیکن فون پر بھی شہوار کے رویے میں عجیب لاتعلقی محسوس کرکے مصطفیٰ اس عمل کو ناپسندیدگی پر محمول کرتے فون منقطع کردیتا ہے۔ مصطفیٰ کی خراب حالت کے پیش نظر ولیمہ کا پروگرام ملتوی کردیا جاتا ہے گاؤں سے آنے والے مہمان اس خبر سے آگاہ نہیں ہوتے دوسری طرف بابا صاحب کو بھی اطلاع نہیں دی جاتی۔ شہوار کی رخصتی کے اگلے دن تابندہ ملازمین کو ضروری ہدایات دے کر حویلی چھوڑ جاتی ہیں۔ وہ اپنے پیچھے بابا صاحب کے لیے پیغام چھوڑ جاتی ہیں کہ وہ ازخود لوٹ آئیں گی اور شہوار کے تمام سوالوں کے جواب بھی دیں گی بابا صاحب تابندہ کا خط پڑھ کر الجھ جاتے ہیں وہ شاہزیب کو فون کرکے انہیں تابندہ کے حویلی چھوڑنے کا بتاتے ہیں جبکہ دوسری طرف شاہزیب بھی متفکر ہوجاتے ہیں۔ ولید اس حادثے کے بعد خود میں کافی تبدیلیاں محسوس کرتا ہے وہ انا سے اپنے دل کی بہت سی باتیں شیئر کرتا ہے جس پر انا اس تبدیلی پر بہت مسرور ہوتی ہے موت کو اس قدر قریب سے دیکھ کر اس کی سوچ کا انداز یکسر بدل جاتا ہے۔ تابندہ حویلی چھوڑ کر خالہ بی کے پاس آجاتی ہیں اور انہیں شہوار کی رخصتی کا بتا کر اپنے یہاں قیام کا بھی کہہ دیتی ہیں۔ خالہ بی کا بیٹا فرید فالج کا شکار قوت گویائی سے محروم ہے اور گھر کی حالت نہایت ابتری کا شکار ہوتی ہے تابندہ تمام ذمہ داری خود پر لیتے ان کی مشکلات کا مداوا کرنے کا ارادہ کرتی ہیں۔ وہ خالہ بی سے اپنی تلاش میں کسی کے یہاں آنے کا پوچھتی ہیں جس پر خالہ بی ایک شخص کے آنے کا بتا کر خاموش ہوجاتی ہیں لیکن اب اس شخص کا انہیں بھی کچھ اتا پتا معلوم نہیں ہوتا تابندہ ماضی کے دھندلکوں میں گم ہونے لگتی ہیں۔ اصل میں یہ گھر تابندہ کا تھا جو انہوں نے خالہ بی کے نام کردیا تھا اور خود شہوار کو لے کر حویلی چلی گئی تھیں۔ بابا صاحب کو بھی انہوں نے سکندر سے اپنی شادی اور اس گھر کے بارے میں بتادیا تھا تب بابا صاحب نے معلومات حاصل کی تھیں تو ان کی باتوں کی صداقت کی گواہی مل گئی تھی مگر آج تابندہ کا اچانک حویلی چھوڑ جانا بابا صاحب کو خدشات میں مبتلا کردیتا ہے دوسری طرف شہوار کو اس تمام صورت حال سے بے خبر رکھا جاتا ہے۔ ولید کے مسلسل نظر انداز کرنے پر کاشفہ آفس پہنچ کر اسے اپنی محبت کا یقین دلاتی ہے جبکہ اس بے باک رویے پر ولید مزید مشتعل ہوتے صاف انکار کردیتا ہے اس انکار پر کاشفہ خودکشی کرلیتی ہے اور اس کا ذمہ دار ولید کو ٹھہراتی ہے۔ شہزادی کی زبانی ایاز کو مصطفیٰ کے زخمی ہونے اور باقی سب کے بچ جانے کی اطلاع ملتی ہے

جس پر وہ نہایت برہم ہوتا ہے شہزاد آنے والے حالات سے ایاز کو آگاہ کرتے اسے محتاط رہنے کا کہتا ہے۔ جبکہ دوسری طرف شاہزیب اور امجد خان بھی ایاز کی تلاش کا کام تیز کر دیتے ہیں۔

(اب آگے پڑھیے)



وہ تیزی سے بستر سے اترا اور لائٹ جلائی، ادھر سے ادھر ٹہلتے ہوئے اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے، پھر اس نے ایک دم سے موبائل نکالا اور کاشفہ کے باپ عبدالقیوم کا نمبر ڈائل کیا۔ یہ نمبر اس کے پاس تب سے تھا جب کاشفہ کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا اور انہوں نے اسے یہ نمبر دیا تھا اور اس نے اس نمبر پر کئی بار کال کر کے ان سے کاشفہ کی طبیعت دریافت کی تھی۔



"السلام علیکم سر۔" عباس آج آفس آیا تو اپنے کیبن میں بیٹھنے کی بجائے شاہزیب صاحب کے کیبن میں آ بیٹھا۔ رابعہ کو اطلاع ملی تو وہ وہیں چلی آئی۔ عباس نے سر ہلا کر سلام کا جواب دیا۔

"سر یہ پیپرز چیک کر لیں تاکہ باقی ڈیپارٹمنٹس میں فارورڈ کیے جا سکیں۔" اس نے کہا تو عباس نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کر کے فائل لے لی۔

"سر آپ کے بھائی کے بارے میں سنا بہت دکھ ہوا۔" اس نے رسماً کہا۔ عباس نے سر ہلا دیا۔

"بس اللہ کے کاموں میں کون دخل دے سکتا ہے۔ ورنہ کب سوچا تھا کہ یہ حادثہ بھی ہو سکتا ہے۔" عباس نے سنجیدگی سے کہا۔ عباس نے پیپرز چیک کرتے اسے فائل تھمائی۔

"آپ نے آج جوائن کیا تھا یا کل؟" عباس نے پوچھا۔

"ہم نے کل ہی جوائن کر لیا تھا۔" اس کا انداز پراعتماد تھا۔

"آپ سنائیں آپ ٹھیک ہیں نا؟" عباس کے سوال پر وہ چونکی۔

"جی سر، الحمدللہ میں ٹھیک ہوں۔" مسکرا کر اس نے کہا۔

"دوبارہ عادلہ کی طرف سے کوئی رابطہ وغیرہ ہوا؟" عباس نے مزید پوچھا۔ اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"چلو اللہ کا شکر ہے اس عورت کو عقل تو آئی۔"

"میں حیران ہوں سر وہ ایک دم سے پیچھے ہٹی ہیں ورنہ میں تو اس عورت کی کالز اور دھمکیوں سے سخت خوف زدہ ہو چکی تھی۔"

"ایسے لوگوں کی کچھ برین واشنگ کی ضرورت ہوتی ہے جتنا ہم خوف زدہ ہوں اتنا ہی یہ لوگ ہماری شرافت کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں آپ بالکل نارمل رہیں کوئی ضرورت نہیں ایسے لوگوں سے ڈرنے کی امید تو ہے کہ وہ کوئی رابطہ نہیں کرے گی مگر پھر بھی ایسی ویسی کوئی بات ہو بھی تو آپ پہلی فرصت میں مجھ سے رابطہ کیجیے گا۔" عباس نے سختی سے ہدایت کی۔

"جی سر۔" وہ خاموشی سے سر ہلا کر وہاں سے چلی گئی تو عباس نے خاموشی سے کرسی کی پشت سے سر لگا دیا۔

عادلہ کے بعد پہلی بار کسی لڑکی نے اپنی طرف توجہ کھینچنے کی کوشش کی تھی عادلہ سے جڑا تعلق اب اس نہج پر تھا کہ جہاں اب واپسی کی کوئی گنجائش نہیں نکلتی تھی پہلے آفاق کی وجہ سے اور پھر خاندانی شرافت کے سبب بہت عرصہ تک وہ خاموش رہا تھا اور یہ خاموشی عادلہ کو اور شہ دیتی تھی۔ مگر اسے یقین تھا کہ اس کے اب کے اٹھائے جانے والے اقدام سے عادلہ کی عقل ضرور ٹھکانے آئی ہوگی۔ اگر نہ بھی آئے تو بھی اس کے متعلق کوئی بھی منتقمانہ کارروائی کرنے سے پہلے اپنے انجام کے

بارے میں ضرور سوچ گی۔ اسے اب عادلہ کی طرف سے کوئی خوف نہ تھا مگر وہ بس اس لیے محتاط تھا کہ کہیں اس کی اندرونی چپقلش کے سبب کسی لڑکی کی زندگی برباد نہ ہوجائے۔ مگر شادی میں کئی بار جس طرح رابعہ سے سامنا ہوتا رہا وہ اسے دیکھ کر چونکتا رہا تھا۔ وہ اسے اچھی لگی تھی مگر یہ پسندیدگی صرف ایک خاص حد تک تھی اس سے زیادہ وہ اس کے بارے میں سوچنا بھی نہیں چاہتا تھا۔

لیکن اب پھر رابعہ سے سامنا ہوا تو لاشعوری طور پر اسے سامنے دیکھ کر پھر اپنائیت کا احساس جاگا تھا۔ عباس کو اپنی کیفیات عجیب سی لگیں تو وہ سر جھٹکتے گہرا سانس لیتے اپنے سامنے کھلی فائل کی طرف متوجہ ہوگیا تھا۔ شاہزیب صاحب اور ساجد آفس نہیں آئے تھے اور ان دونوں کی غیر موجودگی میں اسے ہی سارا کام دیکھنا تھا۔



رات کے اس پہر ولید کی کال سن کر عبدالقیوم ایک دم چونک اٹھے تھے کاشفہ رات گئے گھر لوٹی تھی اور آتے ہی کمرے میں بند ہوگئی تھی وہ بھی سونے لیٹ چکے تھے اب ولید کی کال پر بے دار ہوئے اور ولید نے جو بتایا اسے سن کر وہ پریشان ہوگئے تھے۔ ولید کی بات سچ تھی کاشفہ نے واقعی نیند کی گولیاں کھالی تھیں مگر وہ لوگ اسے فوراً اسپتال لے آئے تھے۔

عادلہ اور مسز عبدالقیوم ساتھ ہی تھیں اور باقی کی ساری رات اسی بھاگ دوڑ میں گزر گئی تھی۔ خودکشی کی کوشش کی گئی تھی پولیس کیس بنتا تھا مگر ان کا پیسہ کام آگیا تھا ولید نے کئی بار کال کر کے کاشفہ کی خیریت پوچھی تھی۔ اب دوپہر کے گیارہ بج رہے تھے وہ صبح فجر کے وقت گھر چلے گئے تھے مگر اب پھر آگئے تھے۔

کاشفہ خطرے سے باہر تھی اور اب سو رہی تھی جب ولید نے کمرے کے دروازے پر دستک دی تھی۔ وہ اندر آگیا تھا ان سے سلام دعا کے بعد کاشفہ کی خیریت پوچھنے لگا تھا۔

''تمہیں کچھ اندازہ ہے کہ کاشفہ نے ایسا کیوں کیا ہے؟'' عبدالقیوم صاحب نے سوئی ہوئی بیٹی کو دیکھتے ولید سے پوچھا۔

''کیوں کاشفہ نے کچھ نہیں بتایا؟'' اس نے سنجیدگی سے ان کو دیکھا۔

''ہوش میں آنے کے بعد میں نے پوچھا تھا بلکہ سب نے پوچھا تھا مگر یہ خاموش ہی رہی کچھ نہیں بتایا۔'' ولید نے ایک گہرا سانس لیا۔

''میں نے سوچا شاید تمہیں بتایا ہو۔'' ولید خاموش ہی رہا تھا۔

اس لڑکی کے پاگل پن نے اسے اندر ہی اندر پریشان کردیا تھا۔

''رات اس نے تمہیں کال کیوں کی تھی؟'' وہ ولید کو بغور دیکھتے پوچھ رہے تھے۔

''میں تو سوچکا تھا آدھی رات کو کال آئی تھی۔ مجھے نہیں پتا اس نے ایسا کیوں کیا؟'' ولید نے اب بھی سنجیدگی سے کہا۔

عبدالقیوم نے اسے بغور دیکھا...... کچھ کہنا چاہا مگر پھر خاموش ہوگئے ولید کچھ دیر وہاں رکنے کے بعد عبدالقیوم صاحب سے رخصت لیتا واپس آگیا تھا وہ آفس جانے کے بجائے مصطفیٰ کی طرف آگیا تھا۔

مصطفیٰ قدرے بہتر تھا مہرالنساء اس کے پاس موجود تھیں اور اپنے ہاتھوں سے اسے کھانا کھلا رہی تھیں۔ اس وقت دوپہر کا ایک بج رہا تھا وہ کاشفہ کے پاس کافی وقت گزار کر آیا تھا مگر وہ ہوش میں نہ آئی ورنہ وہ اسے اس کی اس حرکت پر سرد دو ٹوک انداز میں بات کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

''کل کہاں تھے؟'' مصطفیٰ نے ماں جی کو کھانا کھلانے سے منع کرتے خود چمچ کی مدد سے چاول کھاتے پوچھا۔

"بس کل آفس میں ہی سارا وقت گزر گیا تھا۔ شام کو سوچا کہ چکر لگالوں مگر پچھلے دنوں کی تھکن تھی سو نہیں آسکا۔" ولید اس کے پاس ہی ٹک گیا تھا۔

"تم سناؤ کیسا فیل کررہے ہو اور زخم کیسے ہیں اب؟" اس نے پوچھا تو مصطفیٰ نے کھانا کھاتے اپنے بازو کی طرف دیکھا۔

"ٹھیک ہے مگر کندھے کا زخم کچھ تکلیف دے رہا ہے آج ڈاکٹر سے بات کی تھی اس نے چیک کیا تھا ویسے تو تسلی دے رہا تھا کہ پریشانی والی کوئی بات نہیں بس بازو کو حرکت نہ دوں۔" وہ بستر کی کراؤن کے ساتھ تکیے سے ٹیک لگائے بیٹھا ہوا تھا۔

ولید نے متفکر نظروں سے اس کے بازو کو دیکھا۔

"زیادہ پریشانی والی بات تو نہیں۔"

"نہیں یار، اب ایسی بھی بات نہیں میں تو فیڈ اپ ہوچکا ہوں اس سزا سے پتا نہیں کب یہ ڈاکٹرز مجھے ڈسچارج کرتے ہیں۔" مصطفیٰ نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا تو ولید مسکرایا۔

وہ کھانا ختم کرچکا تھا مہر النساء آنٹی نے اس کے سامنے سے برتن اٹھالیے تھے۔

"ولید ادھر ہی ہے میں نماز پڑھ آؤں۔" برتن سمیٹ کر ماں جی نے کہا تو مصطفیٰ نے سر ہلا دیا تھا۔ وہ چلی گئی تو ولید نے مصطفیٰ کی طرف دیکھا۔

"کیا بنا کچھ پتا لگا کس نے یہ حرکت کی تھی؟" ولید نے پوچھا اس سے پہلے کہ وہ جواب دیتا مصطفیٰ کا موبائل بجنے لگا تھا۔ موبائل دائیں طرف ٹیبل پر رکھا ہوا تھا ولید نے آگے بڑھ کر موبائل اٹھایا تھا ارادہ صرف یہ تھا کہ سو بائل اٹھا کر مصطفیٰ کو تھما دے گا۔ یونہی سرسری سا اسکرین کی طرف دیکھا۔

"شہوار" نام دیکھ کر وہ مسکرایا۔ مصطفیٰ اس کی حرکت دیکھ چکا تھا۔

ولید نے مسکرا کر اسے موبائل تھما دیا تھا مصطفیٰ اسکرین دیکھتے ہی ایک دم سنجیدہ ہوگیا تھا اس نے دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کی مدد سے فوراً کال ریجیکٹ کردی تھی۔ بیپ بند ہوگئی۔ مصطفیٰ نے موبائل آف کرتے اسے سرہانے رکھ لیا تھا۔

ولید نے بہت حیران ہوکر اس کی اس حرکت کو دیکھا تھا۔

"خیریت؟" مصطفیٰ نے ولید کو حیرت سے دیکھا تو مسکرایا۔

"بالکل۔"

"تو کال کیوں نہیں پک کی۔"

"تمہارے سامنے تو کبھی نہ کرتا۔" پُراعتماد انداز تھا ولید نے گھورا۔

"شیور یہی بات ہے نا؟"

"کیوں تمہیں کوئی شک ہے؟"

"لیکن تمہارے چہرے کے تاثرات تو کچھ اور ہی کہہ رہے ہیں۔ لڑائی ہوگئی ہے تم لوگوں میں کیا؟" شرارتی چھیڑنے والا انداز تھا۔ مصطفیٰ نے ایک گہرا سانس لے کر نفی میں سر ہلایا۔

"میں ادھر بیٹھا ہوا ہوں اور وہ گھر پر ہماری کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔" انداز سنجیدہ تھا ولید نے بغور دیکھا۔

"شہوار اسپتال آئی تھیں تمہیں دیکھنے؟" اس نے پوچھا تو مصطفیٰ کے چہرے پر ایک دم سختی چھانے لگی۔

"لیو دس ٹاپک یار تم سناؤ انا کیسی ہے اور انکل کا کیا حال ہے۔" مصطفیٰ نے پوچھا تو ولید کچھ پل تک خاموش رہا تھا۔

"نانا بھی ٹھیک ہیں اور بابا بھی۔"

"روشی کیسی ہے؟" مصطفیٰ نے پوچھا تو اس نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

"کب تک شادی کا پروگرام ہے؟" مصطفیٰ نے پوچھا۔

"شاپنگ والے دن میں تمہیں سب بتا چکا ہوں اچھی طرح، تم مجھے الجھاؤ نہیں اور نہ میں نا پک بدلنے کی کوشش بھی نا کرو پس یہ بتاؤ کس بات پر یوں ری ایکٹ کر رہے ہو؟" ولید نے پھر پوچھا۔

"آئی تھنک تم بہت پرسنل ہونے کی کوشش کر رہے ہو۔" مصطفیٰ نے سنجیدگی سے کہا تو ولید نے تاسف سے گھورا۔

"ہمارے درمیان بھی کوئی بات پرسنل نہیں رہی۔ بہرحال اب نہیں پوچھوں گا اور ہاں آئندہ خبردار تم نے بھی میری ذاتیات میں دخل اندازی کی کوشش کی تو۔" اس نے چڑ کر کہا تو مصطفیٰ ہنس دیا۔

"لڑاکا بیویوں والے انداز ہیں، خفا ہو گئے ہو؟" ولید گھور کر کھڑا ہو گیا۔

"بکواس۔"

"آفس سے اٹھ کر آیا ہوں چلتا ہوں۔" ماں جی نماز پڑھ کر ابھی نہیں آئی تھیں۔

"بیٹھو یار، ماں جی آ گئی ہیں تو پھر چلے جانا۔"

"کیا فائدہ رکنے کا میں پھر کوئی ایسی ویسی بات پوچھوں گا اور تم کہو گے کہ میں پرسنل ہو رہا ہوں۔" مصطفیٰ مسکرا دیا۔

"خیر ایک بار گھر چلے جاؤ تب اچھی طرح بات ہو گی اس اسپتال کے بستر پر لیٹے ہوئے ہو کچھ کہہ بھی نہیں سکتا۔"

"شکریہ بنوازش۔" وہ فوراً کورنش بجالایا تھا۔ ولید نے اسے گھور کر دیکھا پھر مسکرا کر دوبارہ بستر پر بیٹھ گیا۔

○......❖❖......○

وہ پریشانی میں کمرے سے نکلی تھی۔ زہرہ پھپو لاؤنج میں بیٹھی ہوئی تھیں انہوں نے اسے پریشان دیکھا تو پوچھ لیا۔

"کیا ہوا؟" اس نے ہاتھوں میں موبائل پکڑ رکھا تھا ان کے سوال پر ان کے پاس آ بیٹھی تھی۔

"میں پچھلے دنوں سے کئی بار امی کو کال کر چکی ہوں مگر وہ مجھ سے بات ہی نہیں کرتیں۔" وہ پریشان تھی زہرہ پھپو چونکی تھیں لاؤنج کے دروازے سے اندر داخل ہوتے شاہزیب صاحب بھی وہیں رک گئے تھے۔

"کیوں؟"

"پتا نہیں، پہلے دن تو میرا موبائل بند تھا مگر جب سے آن کیا ہے کئی بار حویلی کال کر چکی ہوں مگر وہ ریسیو نہیں کر رہیں۔ تاج یا کوئی ملازم ہوتا ہے ہر بار کہہ دیا جاتا ہے کہ وہ مصروف ہیں نماز پڑھ رہی ہیں، واش روم میں، سو رہی ہیں میں ہر بار کہتی ہوں کہ جب وہ فارغ ہوں انہیں کہیے گا کال بیک کریں مگر انہوں نے ایک بار بھی کال نہیں کی۔" وہ روہانسی ہو رہی تھی۔ شاہزیب صاحب نے ایک گہرا سانس لیا تھا۔

"بابا صاحب سے بات ہوئی؟" پھپو نے پوچھا۔

"جی کئی بار مگر وہ بھی یہی جواب دیتے ہیں۔" وہ فکر مند تھی۔

ادھر مصطفیٰ کی ٹینشن تھی اور ادھر ان کے کال ریسیو نہ کرنے کی۔

"ہو جاتا ہے ایسا، تم پھر کال کر لینا۔" پھپو نے تسلی دی تبھی شاہزیب صاحب اندر آئے تھے۔

"کیا بات ہے بیٹا؟" شہوار ان کو دیکھ کر احتراماً کھڑی ہو گئی تھی۔

"اپنی امی کی طرف سے پریشان ہو رہی ہے تابندہ سے بات نہیں ہو پا رہی اس کی۔" پھپو نے ہی شاہزیب صاحب کو بتایا۔

"تو اس میں پریشان ہونے والی کیا بات ہے کہیں بزی ہوں گی۔" انہوں نے سر پر ہاتھ رکھ کر تسلی دی۔

"مگر ایسا پہلے کبھی بھی نہیں ہوا نا وہ جتنی بھی بزی ہوں میری کال کے بعد کال بیک ضرور کرتی ہیں۔" وہ واقعی از حد پریشان تھی۔

"اچھا اس الجھن کو چھوڑو بیٹا، میں اسپتال جا رہا ہوں چلیں گی میرے ساتھ؟" انہوں نے اس کا دھیان بٹانے کو فوراً کہا تو اس نے ایک گہرا سانس لیتے انہیں دیکھا۔

"میں نے سنا ہے کبھی مصطفیٰ کو دیکھنے گئے ہیں مگر آپ ایک بار بھی نہیں گئیں۔" وہ انکل کے اس سوال پر ایک دم شرمندہ ہو گئی تھی۔

وہ تو مصطفیٰ کا سامنا کرنے کی خود میں ہمت نہیں پاتی تھی مگر انکل سے یہ کیسے کہہ دیتی۔

"سوری انکل اس وقت تو میری دوست انا آ رہی ہے۔ اس کی ابھی کال آئی تھی تو آنے کی اطلاع دے رہی تھی۔" انکل کو اس نے بتایا تو انہوں نے سر ہلا دیا۔

"کوئی بات نہیں کل یا پرسوں مصطفیٰ کو ڈسچارج کرا کر لے آئیں گے ہم، پریشان نہیں ہوتے تابندہ کہیں بزی ہوں گی۔" انہوں نے تسلی دی تو وہ سر ہلا گئی تھی۔

وہ زہرہ پھپھو کو ہمراہ لیے چلے گئے تو وہ اپنے کمرے میں آ گئی رات وہ مصطفیٰ والے کمرے میں تھی مگر صبح سے اپنے ہی کمرے میں تھی۔ کچھ دیر بعد ملازمہ اس کی دوستوں کی اطلاع کے ہمراہ آ گئی تھی۔

وہ صبح سے عام سے حلیے میں تھی مگر ملازمہ کو ان کو بٹھانے کا کہہ کر فوراً واش روم میں گھس گئی تھی اچھا سا لباس پہن کر ہلکی پھلکی جیولری کے ہمراہ جب وہ ڈرائنگ روم میں آئی تو انا کے ساتھ دو تین اور کلاس فیلوز کو دیکھ کر حیران ہوئی تھی۔

"کیسی ہو؟" وہ فرداً فرداً سب سے گلے ملی تھی۔ ان کے سوال پر سر ہلا کر بیٹھ گئی تھی۔

"تم نے ذکر ہی نہیں کیا کہ تم کالج گئی ہوئی تھی۔" اس نے انا سے کہا۔

"ہاں میں اگلے دن ہی سے کالج جا رہی ہوں آج بھی کالج سے جلدی وقت نکال کر ان لوگوں کے ساتھ ادھر آئی ہوں۔" انا نے اپنی کلاس فیلوز کو دیکھ کر کہا۔

وہ تینوں پہلے تو اس سے یوں چھپ چھپا کر شادی کر لینے پر خوب خفا ہوئی تھیں اور پھر مصطفیٰ کے حوالے سے حال احوال پوچھنے لگی تھیں۔

"یار ہم دونوں کالج سے غائب ہیں اور پھر دوبارہ کالج جانے پر ان لوگوں نے پوچھا تو میں نے بتا دیا کہ تمہاری شادی اٹینڈ کر رہی تھی ویسے بھی اب اس میں چھپانے والی کوئی بات تھی نہیں جو میں چھپاتی۔" انا نے بھی وضاحت کی تھی وہ خاموش ہو گئی تھی۔

صبا، عائشہ اور لائبہ بھی ڈرائنگ روم میں آ گئی تھیں باقی مہمان جا چکے تھے صرف دونوں پھپھو عائشہ اور صبا موجود تھیں۔ ان کا ارادہ چند دن ٹھہر کر جانے کا تھا۔ ملازمہ ان لوگوں کے لیے کھانے پینے کے لوازمات لے آئی تھیں۔

اس کے بعد عائشہ کے کہنے پر شہوار ان سب کو گھر دکھانے لگی تھی۔ سارا گھر دکھانے کے بعد وہ ان کی فرمائش پر ان کو مصطفیٰ والے روم میں لے آئی تھی پنک رنگ کی کلر اسکیم کے تحت سارا کمرہ ڈیکوریٹ کیا ہوا تھا۔ انا بھی پہلی بار مصطفیٰ کا کمرہ دیکھ رہی تھی اس کی آنکھوں میں ستائش تھی۔

"ماشاء اللہ تم تو بہت لکی ہو شہوار اتنا اچھا سسرال ملا ہے تمہیں۔" اس کی دوستیں اس پر رشک کر رہی تھیں۔ شہوار نے ایک گہرا سانس لیا۔

''مصطفیٰ بھائی کا کمرہ تو بہت ہی پیارا ہے۔'' مرجھائے ہوئے پھولوں کی ڈیکوریشن جوں کی توں تھی۔ کسی نے بھی ان کو اتارنے کا نہیں کہا تھا اور نہ ہی شہوار نے سوچا تھا۔ انا نے اطراف میں دیکھتے مسکرا کر کہا تھا۔

''تم مصطفیٰ بھائی سے ملنے اسپتال گئی تھیں۔'' اچانک اسے یاد آیا تو اس نے پوچھا تو وہ ایک دم گھبرائی تھی فوراً دوستوں کی طرف پلٹی۔

''آؤ تم سب کو باہر لان دکھاؤں۔'' وہ انا کا سوال ٹال گئی تھی انا نے پرسوچ نظروں سے اسے دیکھا۔

''تو کیا شہوار ابھی بھی اسی مقام پر ہے۔'' اس کے اندر بے چینی سی پیدا ہونے لگی تھی۔ جی تو چاہا کہ فوراً اس سے سوال و جواب شروع کردے مگر اس کے ہمراہ دوستوں کو دیکھ کر وہ خاموش رہی تھی۔ وہ سب کچھ دیر مزید رکی تھیں اور پھر چلی گئی تھیں۔ ان کو رخصت کرکے وہ اندر آئی تو عائشہ اس کا موبائل تھامے کھڑی تھی باقی سب دریہ سمیت لاؤنج میں بیٹھی ہوئی تھی۔

''میں تمہارے نمبر سے مصطفیٰ کے سیل پر کال کررہی ہوں پہلے تو اس نے کال ریسیو ہی نہیں کی اور اب اس کا نمبر ہی بند ہے۔'' عائشہ نے حیران ہوتے کہا تو وہ اپنی جگہ پر چور سی بن گئی۔

دریہ نے استہزائیہ مسکرا کر اسے دیکھا جبکہ وہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھی۔

''پتا نہیں میری صبح تو بات ہوئی تھی۔'' اس نے بہانا کیا۔

''تو اب نمبر کیوں بند ہے میرے سیل میں بھی کریڈٹ نہیں ہے۔'' عائشہ بار بار نمبر ملا رہی تھی۔

''تو گھر والے نمبر سے کال کرلو۔'' آفاق کو کھانا کھلاتے لائبہ بھابی نے کہا۔

''ہاں دیکھتی ہوں۔'' وہ لینڈ لائن سے کال کرنے لگی۔

''اب بھی بند ہے۔'' اس نے کریڈل رکھتے کہا۔

''بیٹری کی چارجنگ ختم ہوگئی ہوگی۔'' صبا نے کہا تو اس نے سر ہلادیا۔

وہ خاموشی سے سیل اٹھا کر اپنے روم میں آگئی۔

کل رات کے بعد اس نے مصطفیٰ کے نمبر پر کال نہیں کی تھی اور اب عائشہ نے نمبر ملایا اور مصطفیٰ سمجھا ہوگا کہ وہ کال کررہی ہے اور اس نے کال بند کردی۔ وہ سوچتے ہوئے بستر پر لیٹ گئی۔

مصطفیٰ کے اس رویے نے اسے ایک دم اندر سے بے چین کردیا تھا۔

''کیا واقعی وہ اس قدر خفا ہوگیا ہے کہ اب مجھ سے بات بھی نہیں کرنا چاہتا مگر اس رات میں نے اس سے ایسا کچھ کہا بھی نہیں تھا کہ جس کو لے کر اس قدر شدید ری ایکٹ کرتا کہ بات کرنا بند کردی جاتی۔'' وہ تکلیف سے کڑھ رہی تھی۔

○......❖❖......○

تابندہ بوا صبح گھر سے نکلی تھیں۔ ایک دو دن میں ہی اس گھر کے مکینوں کی مالی حالت بہت اچھی طرح ان کے سامنے آگئی تھی۔ ان کے پاس بھی ایسا کچھ خاص سرمایہ نہ تھا کہ ان کی مدد کرتیں جو کچھ بابا صاحب اور دیگر لوگ حویلی کے اخراجات کے نام پر دیتے تھے وہ ایمان داری سے حویلی کی ضروریات پر لگادیا کرتی تھیں اور جو اضافی خرچ کے لیے ان کو دیا جاتا تھا وہ جمع کرتی رہی تھیں کچھ شہوار کی شادی میں خرچ کردیا تھا اور کچھ رقم وہ ساتھ لے آئی تھیں۔

انہوں نے گھر کے لیے کچھ سامان خریدا تھا فرید کے لیے ادویات اور پھل لیے تھے ساری فیملی کے لیے لباس اور گھر کی ضروریات کے لیے چند ضروری ساز و سامان خرید کر انہوں نے رکشے میں رکھا گھر کی طرف چل دی یہاں مرکزی سڑک زیر تعمیر تھی رکشے والا ان کو اندرونی علاقے کی ذیلی سڑکوں سے گزار کر لا رہا تھا تبھی ایک جگہ سے گزرتے ان کی نگاہ

پڑی تو وہ ساکن ہوگئی تھیں۔

"رکو۔" انہوں نے رکشے والے کو کہا تو اس نے رکشہ روک دیا۔ انہوں نے بے چین نگاہوں سے سامنے موجود ویران اور سنسان عمارت کو دیکھا دیواریں اور چھتیں گرچکی تھیں۔ ٹوٹی پھوٹی یہ عمارت کبھی بڑی شان اور خوب صورتی کے ساتھ اپنی جگہ کھڑی تھی اور آج عہد رفتہ کی کوئی داستان سنا رہا تھی۔ تابندہ کی آنکھوں میں نمی آنے لگی تو ہونٹ بھینچ لیے۔

ڈھیر اینٹیں، دروازے ندارد تھے اور جڑی بوٹیوں کی بہتات نے عمارت کو بالکل ہی سنسان اور بنجر بنا ڈالا تھا جبکہ ارد گرد موجود بڑی بڑی عمارتیں بڑی شان کے ساتھ اپنی جگہ ایستادہ تھیں۔

"ادھر اترنا ہے کیا؟" انہیں اس طرح گم صم دیکھ کر رکشے والے لڑکے نے پوچھا تو تابندہ چونک کر اپنے حواسوں میں لوٹ آئیں تھیں۔

"نہیں، چلو۔" دل پر گویا ایک قیامت سی برپا ہوگئی تھی۔ رکشے والے نے پھر رکشہ اسٹارٹ کیا تھا۔ باقی سارا رستہ وہ غائب دماغی سے ہی بیٹھی رہی تھیں۔ رکشے والے کو کرایہ ادا کرکے اندر آ گئی تھیں لڑکا ان کا سامان اتار کر گھر کے اندر رکھ گیا تھا ساجدہ اتنا سارا ساز و سامان دیکھ کر حیران ہوئی تھی۔

"اس سب کی کیا ضرورت تھی آپا؟"

"لو ضرورت کیوں نہیں، مجھے تو یہ دیکھ دیکھ کر حیرت ہو رہی ہے نجانے کیسے گزارا کرتی ہو تم، کوئی روزگار بھی نہیں ایسے زندگی چلتی ہے بھلا؟" تابندہ نے کہا تو ساجدہ نے ایک گہرا سانس لیا۔

"فرید کے فالج کے بعد اس کے اسکول والوں نے مل ملا کر کافی مدد کی تھی اور پھر افسروں سے کہہ سن کر پنشن لگوا دی تھی بس اسی سے گزر بسر ہو جاتی ہے۔" ساجدہ نے کہا تو تابندہ نے گہرا سانس لیا۔

فرید کو میٹرک کے بعد پرائمری اسکول میں کلرک کی گورنمنٹ جاب ملی تھی مگر فالج کی وجہ سے اس کی حالت ایسی ہوگئی تھی کہ اس کے ساتھیوں نے مل ملا کر پنشن کا انتظام کرا دیا تھا۔

"خیر اب میں آ گئی ہوں فکر کرنے کی ضرورت نہیں، پنشن کی رقم تم بچوں کی پڑھائی پر لگالیا کرو گھر کے اخراجات اور دوسری ضروریات میری ذمہ داری ہے۔" تابندہ کے محبت بھرے انداز پر ساجدہ نے ایک گہرا سانس لیتے سر ہلا دیا تھا۔

"فرید نے ایک بار بتایا تھا کہ یہ گھر آپ کا تھا جو آپ نے اماں جی کے نام لکھ دیا تھا اور خود کہیں اور چلی گئی تھیں۔" ساجدہ نے کہا تو انہوں نے چونک کر دیکھا۔

"اور کیا کچھ کہا تھا فرید نے۔"

"اور تو کچھ نہیں، بس یہی بتایا تھا۔" تابندہ نے سر ہلایا۔

ساجدہ سامان سمیٹنے لگی تو وہ اٹھ کر اندر کمرے کی طرف بڑھ گئی تھیں۔



ولید شام میں دوبارہ اسپتال آیا تو اس بار بھی کاشفہ سو رہی تھی اس کی بہن عادلہ موجود تھی وہ کافی خوش اخلاقی سے ملی تھی۔ درحقیقت وہ بھی اپنی بہن کی طرح ولید سے اچھی خاصی متاثر ہو چکی تھی اور پہلی بار عادلہ کو کاشفہ کی پسند اچھی لگی تھی۔ ورنہ اس کی جن جن لڑکوں سے دوستیاں تھیں عادلہ کو وہ سب ایک آنکھ نہ بھاتے تھے۔ مگر ولید سے ہر بار ملنے پر وہ ضرور خوش ہوتی تھی۔

ولید وہاں کچھ دیر رکا تھا کاشفہ بیدار نہیں ہوئی تو وہ اس کی بہن سے اجازت لے کر وہاں سے نکل آیا تھا۔

وہ گھر پہنچا تو سبھی موجود تھے وہ سلام دعا کرتا اپنے کمرے کی طرف آ گیا پھر چینج کرکے دوبارہ لاؤنج میں آیا تو وہاں انا

کو تنہا بیٹھے دیکھ کر رک گیا انا صوفے پر نیم دراز کسی گہری سوچ میں گم تھی۔
"کیا بات ہے، کیا سوچ رہی ہو؟" اندر آ کر پوچھا تو وہ ولید کو دیکھ کر فوراً سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔
"کچھ نہیں، ویسے ہی۔"
"روشی کدھر ہے؟" وہ اس کے سامنے والے صوفے پر ٹک گیا۔
"اپنے روم میں۔" ولید نے سر ہلا دیا۔
"تم کالج گئی تھی؟" اس نے پوچھا۔
"ہوں، میں شہوار کے ہاں بھی گئی تھی چند دوستوں کے ساتھ۔" اس نے بتایا۔
"اچھا کیسی ہے وہ؟"
"ٹھیک ہے۔ مصطفیٰ بھائی کا سنائیں کب گھر شفٹ ہو رہے ہیں؟" اس نے بھی پوچھا۔
"ہے بی کل یا پرسوں۔" ولید نے کہا تو وہ سر ہلا کر کھڑی ہو گئی۔ ولید نے اسے سوالیہ دیکھا۔
"آتی ہوں میں۔ ماما نے کھانا لگانے کا کہا تھا وہ دیکھ لوں ذرا۔" وہ کہہ کر کچن میں آ گئی تھی ماما اور صغراں کھانا دیکھ رہی تھیں کھانا تقریباً تیار ہی تھا۔
اس نے اور صغراں نے کھانا لگایا پھر سبھی کھانے کی ٹیبل پر آ گئے تھے۔ کھانے کے بعد حسب روٹین انا نے صغراں کے ساتھ مل کر ٹیبل سمیٹی تھی۔ صغراں برتن دھونے لگی اور انا چائے بنانے لگی تھی۔ چائے بنا کر سب کو سرو کی تھی ولید باہر لان کی طرف چلا گیا تھا وہ اپنا اور اس کا مگ لیے لان میں چلی آئی تھی۔ ولید کسی سے موبائل پر بات کر رہا تھا۔
"ہاں آیا تھا میں اور تم دونوں بار میڈیسن لے کر سوئی ہوئی تھیں۔" ولید کسی سے کہہ رہا تھا انا ایک دم ٹھٹک کر اپنی جگہ پر ہی کھڑی ہو گئی تھی۔
"اوہ کاشفہ ڈونٹ بی سلی اگین۔" ولید نے جھنجلا کر کہا تھا کاشفہ کا نام سن کر انا کے اندر ایک دم شدید اضطراب کی لہر اٹھی تھی۔
"ڈونٹ بی ایموشنل، اگر تم سمجھتی ہو کہ تمہاری اس حرکت نے مجھ پر کوئی اثر کیا ہے تو تم نے سراسر بے وقوفی کی ہے میں ان حرکتوں سے متاثر نہیں ہونے والا۔" ولید کے لہجے میں عجیب سی تلخی تھی۔
وہ نجانے کس بارے میں بات کر رہا تھا مگر انا کے اندر توڑ پھوڑ کرنے کے لیے بس یہ بات ہی کافی تھی کہ دوسری طرف کوئی اور نہیں کاشفہ تھی۔
"میرے لیے انسانیت کی خاطر نیکی کرنا زیادہ اہم تھا ورنہ جس طرح تم نے ری ایکٹ کیا تھا میری جگہ کوئی اور ہوتا تو کبھی پلٹ کر نہ دیکھتا۔" ولید کے الفاظ میں غصہ تھا۔
"فار گاڈ سیک کاشفہ، یہ محبت وحبت کا اظہار پلیز رہنے دو تم جتنا ان الفاظ کو دہراؤ گی مجھے اتنا ہی فیڈ اپ کرو گی۔" ولید کے انداز میں اب کے خاصی تلخی اور ناگواری تھی غصے سے کہتے وہ ایک دم پلٹا تھا مگر اپنے سامنے دونوں ہاتھوں میں چائے کے مگ لیے کھڑی انا کو دیکھ کر رک گیا تھا۔
"تم....." اس نے فوراً کان سے موبائل ہٹایا تھا اس نے جلدی سے کال کاٹی تھی۔ انا لب بھینچ کر پلٹی تھی۔ اس کا چہرہ ایک دم دھواں ہو رہا تھا اور آنکھوں میں مرچیں سی لگ رہی تھیں۔
"انا رکو، کیا ہوا؟" وہ انا کے اس ری ایکٹ پر گھبرا کر فوراً پیچھے آیا تھا۔
"انا....." اس نے فوراً انا کے سامنے آ کر اس کا راستہ روکا۔

"کیا ہوا؟" وہ پوچھ رہا تھا اطراف میں اندھیرا تھا مگر اندر کی جانب کی روشنیوں نے پھر بھی لان کے حصے کو کچھ حد تک روشن کر رکھا تھا۔ انا نے بڑے ضبط سے خود پر قابو پایا تھا۔
اس نے بڑی شکایتی نگاہوں سے ولید کو دیکھا تو وہ ایک دم گہرا سانس لینے پر مجبور ہو گیا تھا۔
"چلو آؤ ادھر بیٹھتے ہیں۔" اس نے سیڑھیوں کی طرف اشارہ کیا تو انا نے لب بھینچ لیے۔
ولید نے خود ہی اس کے ہاتھ سے چائے کا مگ لے کر سیڑھیوں پر بیٹھایا اور خود بھی ساتھ بیٹھ کر اسے دیکھا تھا۔ وہ ضبط سے ہونٹ بھینچے مگ کو گھور رہی تھی۔
"پوچھو گی نہیں میں کس سے بات کر رہا تھا۔" ولید نے خود ہی بات کا آغاز کیا تو وہ خاموش ہی رہی۔
"کاشفہ تھی اس نے کل رات نیند کی گولیاں کھالیں تھیں۔ مگر بروقت امداد سے اس کی جان بچالی گئی تھی۔" ولید نے کہا تو اس نے ایک دم چونک کر اسے دیکھا۔ وہ حیران ہو گئی تھی مگر کچھ بھی پوچھنے سے احتراز برتا تھا۔
"بس میں اسے یہی سمجھا رہا تھا مگر وہ بہت ایموشنل ہو رہی تھی کچھ سمجھ ہی نہیں پا رہی تھی۔" ولید نے مزید بتایا تو وہ خاموشی سے اسے دیکھے گئی تھی۔
"اس نے نیند کی گولیاں کیوں کھائیں تھیں؟" اس نے بہت سنجیدگی سے پوچھا تو ولید نے چائے کا مگ سائیڈ پر رکھا۔
"وہ کہتی ہے وہ مجھ سے محبت کرتی ہے۔" ولید نے سنجیدگی سے بتایا تھا جبکہ انا کو لگا کہ اس کا سانس رکنے لگا ہو۔
"محبت....." اس کے ہونٹ ہلے تھے اس کی آنکھوں میں ایک دم بے یقینی کی کیفیت پیدا ہوئی تھی۔
"وہ چاہتی تھی کہ میں اس کی محبت قبول کرلوں۔" انا کو اپنا دل بند ہوتا محسوس ہوا تو اس کے ہاتھ سے چائے کا مگ گر گیا۔
"ولی....." اس نے ولید کو دیکھا۔
"لیکن میں نے انکار کر دیا تھا۔" انا کو اگلے پل لگا کہ اس کے اعصاب کو لگنے والا یہ جھٹکا پہلے سے زیادہ شدید ہے۔
"وہ بہت ایموشنل ہو رہی تھی اور اس نے نیند کی گولیاں کھالیں تھیں۔" انا نے لب بھینچ لیے۔ وہ چند پل تک تو بالکل گم صم رہی تھی۔ اسے لگا کہ ولید کے اس انکشاف نے اس کی قوت گویائی کو بالکل مفلوج کر کے رکھ دیا تھا۔
"کچھ نہیں کہو گی اس بارے میں؟" اس کی خاموشی پر ولید نے پوچھا تو انا لب بھینچ کر ایک دم کھڑی ہو گئی تھی۔
"انا؟" ولید نے پکارا تو وہ بہت ضبط سے رکی تھی۔
"وہ آپ کی دوست ہے میں بھلا کیا کہہ سکتی ہوں۔" لہجے میں تلخی تھی۔
"مگر پھر بھی کوئی رائے تو ہو گی نا تمہاری؟" ولید نے سنجیدگی سے پوچھا۔
"اس سے روابط بڑھاتے وقت آپ نے مجھ سے میری رائے تو نہیں پوچھی تھی۔" انا نے غصے سے کہا تو ولید نے کچھ کہنا چاہا مگر پھر خاموش ہو گیا۔
انا پھر رکے بغیر وہاں سے چلی آئی تھی۔ وہ چائے کا مگ سنک میں رکھتے سیدھا اپنے کمرے میں آئی تو ولید کے اس انکشاف نے گویا اس کے اندر ایک آگ سی جلا ڈالی تھی، کیتھی کے بعد اب یہ کاشفہ۔ اس نے خود کو بہت کمپوزڈ کر لیا تھا مگر آج پھر ولید کی گفتگو سن کر وہ جیسے پھر سے اندر تک ادھڑ گئی تھی وہ پھر سے نئے سرے سے اسی اذیت کی آگ میں جلنے لگی تھی۔



''کیا ہوا؟'' وہ پوچھ رہا تھا اطراف میں اندھیرا تھا مگر اندر کی جانب کی روشنیوں نے پھر بھی لان کے حصے کو کچھ حد تک روشن کر رکھا تھا۔ انا نے بڑے ضبط سے خود پر قابو پایا تھا۔

اس نے بڑی شکایتی نگاہوں سے ولید کو دیکھا تو وہ ایک دم گہرا سانس لینے پر مجبور ہوگیا تھا۔

''چلو آؤ ادھر بیٹھتے ہیں۔'' اس نے سیڑھیوں کی طرف اشارہ کیا تو انا نے لب بھینچ لیے۔

ولید نے خود ہی اس کے ہاتھ سے چائے کا مگ لے کر سیڑھیوں پر بیٹھایا اور خود بھی ساتھ بیٹھ کر اسے دیکھا تھا۔ وہ ضبط سے ہونٹ بھینچے مگ کو گھور رہی تھی۔

''پوچھو گی نہیں میں کس سے بات کر رہا تھا۔'' ولید نے خود ہی بات کا آغاز کیا تو وہ خاموش ہی رہی۔

''کاشفہ تھی اس نے کل رات نیند کی گولیاں کھالیں تھیں۔ مگر بروقت امداد سے اس کی جان بچالی گئی تھی۔'' ولید نے کہا تو اس نے ایک دم چونک کر اسے دیکھا۔ وہ حیران ہوگئی تھی مگر کچھ بھی پوچھنے سے احتراز برتا تھا۔

''بس میں اسے یہی سمجھا رہا تھا مگر وہ بہت ایموشنل ہو رہی تھی کچھ سمجھ ہی نہیں پا رہی تھی۔'' ولید نے مزید بتایا تو وہ خاموشی سے اسے دیکھے گئی تھی۔

''اس نے نیند کی گولیاں کیوں کھائیں تھیں؟'' اس نے بہت سنجیدگی سے پوچھا تو ولید نے چائے کا مگ سائیڈ پر رکھا۔

''وہ کہتی ہے وہ مجھ سے محبت کرتی ہے۔'' ولید نے سنجیدگی سے بتایا تھا جبکہ انا کو لگا کہ اس کا سانس رکنے لگا ہو۔

''محبت......'' اس کے ہونٹ ہلے تھے اس کی آنکھوں میں ایک دم بے یقینی کی کیفیت پیدا ہوئی تھی۔

''وہ چاہتی تھی کہ میں اس کی محبت قبول کرلوں۔'' انا کو اپنا دل بند ہوتا محسوس ہوا تو اس کے ہاتھ سے چائے کا مگ گر گیا۔

''ولی......'' اس نے ولید کو دیکھا۔

''لیکن میں نے انکار کر دیا تھا۔'' انا کو اگلے پل لگا کہ اس کے اعصاب کو لگنے والا یہ جھٹکا پہلے سے زیادہ شدید ہے۔

''وہ بہت ایموشنل ہو رہی تھی اور اس نے نیند کی گولیاں کھالیں تھیں۔'' انا نے لب بھینچ لیے۔ وہ چند پل تک تو بالکل گم صم رہی تھی۔ اسے لگا کہ ولید کے اس انکشاف نے اس کی قوت گویائی کو بالکل مفلوج کر کے رکھ دیا تھا۔

''کچھ نہیں کہو گی اس بارے میں؟'' اس کی خاموشی پر ولید نے پوچھا تو انا لب بھینچ کر ایک دم کھڑی ہوگئی تھی۔

''انا؟'' ولید نے پکارا تو وہ بہت ضبط سے رکی تھی۔

''وہ آپ کی دوست ہے میں بھلا کیا کہہ سکتی ہوں۔'' لہجے میں تلخی تھی۔

''مگر پھر بھی کوئی رائے تو ہوگی نا تمہاری؟'' ولید نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''اس سے روابط بڑھاتے وقت آپ نے مجھ سے میری رائے تو نہیں پوچھی تھی۔'' انا نے غصے سے کہا تو ولید نے کچھ کہنا چاہا مگر پھر خاموش ہوگیا۔

انا پھر رکے بغیر وہاں سے چلی آئی تھی۔ وہ چائے کا مگ سنک میں رکھتے سیدھا اپنے کمرے میں آئی تو ولید کے اس انکشاف نے گویا اس کے اندر ایک آگ سی جلا ڈالی تھی، کیتھی کے بعد اب یہ کاشفہ۔ اس نے خود کو بہت کمپوزڈ کرلیا تھا مگر آج کی ولید کی گفتگو سن کر وہ جیسے پھر سے اندر تک ادھڑ گئی تھی وہ پھر سے نئے سرے سے اسی اذیت کی آگ میں جلنے لگی تھی۔

مصطفیٰ اسپتال کے قیام سے تنگ آچکا تھا اسے لگ رہا تھا کہ جیسے اس کی ساری ایکٹیوٹیز ختم ہو کر رہ گئی ہیں۔ ڈاکٹرز کا خیال تھا کہ وہ ایک دو دن اور اسپتال میں رہ لے مگر مصطفیٰ ڈسچارج ہونے کی ضد پکڑے ہوئے تھا مصطفیٰ کے تیور دیکھتے شاہزیب صاحب نے ڈاکٹر سے بات ڈسچارج کی کرلی تھی اور پھر اس طرح وہ ان کے ہمراہ گھر جارہا تھا۔ شاہزیب صاحب نے گھر اطلاع کردی تھی کہ مصطفیٰ آج ڈسچارج ہو کر گھر آرہا ہے۔ مہرالنساء کی خوشی دیدنی تھی۔

خوش تو شہوار بھی تھی مگر اسے ان چند دنوں میں روا رکھا گیا مصطفیٰ کا رویہ اندر ہی اندر خوف زدہ کیے ہوئے تھا۔ ماں جی نے اسے اچھی طرح ڈریس اپ ہونے کا کہا تو اس نے ان کی ہدایت کے مطابق لباس بدل لیا تھا ہلکی پھلکی جیولری پہلے ہی وہ پہنے ہوئے تھی سو باقی اہتمام کرنے سے اس نے گریز ہی کیا تھا۔ دوپہر ایک بجے کے قریب شاہزیب صاحب کے ہمراہ مصطفیٰ گھر آگیا تھا۔

''شہوار مصطفیٰ بھائی آگئے ہیں۔'' وہ اپنے کمرے میں ہی تھی جب صبا نے آکر بڑے پرجوش انداز میں اطلاع دی تھی۔ شہوار کا چہرہ ایک دم رنگ بدلنے لگا تھا۔ سینے کے اندر موجود دل الگ اودھم مچانے لگا تھا۔ صبا فوراً کہہ کر کمرے سے نکل گئی تھی وہ لب کاٹتے بستر پر بیٹھ گئی تھی۔ نجانے باہر کس طرح مصطفیٰ کا استقبال کیا گیا تھا۔

کون کون تھا، وہ بھلا باہر جا کر سب کو کیسے فیس کرتی؟ اور سب سے بڑھ کر مصطفیٰ کو فیس کرنا۔ اسے ابھی سے پسینے چھوٹتے محسوس ہو رہے تھے۔ وہ خاموشی سے اسی طرح بستر پر بیٹھی رہی تھی۔ باہر لاؤنج میں سبھی مصطفیٰ کے گرد اکٹھے تھے۔

ماں جی کو تو بس اس کی فکر ستائے جارہی تھی۔ گولی بازو اور کندھے پر لگی تھی جہاں ابھی بھی بینڈیج موجود تھی مگر ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس کو ہتھیلی کا چھالا بنا کر رکھ لیتیں۔

انہوں نے فوراً ملازمہ کو پرہیزی قوت بخش کھانا پکانے کا آرڈر کیا تھا جب سے مصطفیٰ کے ساتھ یہ حادثہ ہوا تھا وہ کئی بار صدقہ وخیرات کر چکی تھیں اب پھر اس کے گھر آنے پر انہوں نے ملازمین کو پیسے دیے تھے۔

''ماں جی میں ٹھیک ہوں، خدانخواستہ بالکل مفلوج نہیں ہوا، بس یہ بازو ذرا کام کاج کرنے سے قاصر ہے باقی میں بالکل فٹ ہوں۔'' ماں جی کوئی دسویں بار تم ٹھیک تو ہونا تھک تو نہیں گئے لیٹنا تو نہیں۔'' پوچھا تھا آخرکار مصطفیٰ نے جھنجلا کر کہا۔

''اللہ نہ کرے، یہ خوشیوں کے دن تھے نجانے کس بدخواہ کی نظر لگی ہے ورنہ تمہاری شادی سے متعلق کیا کیا ارمان نہیں تھے دل میں، اللہ نے تمہیں صحت وتندرستی دی ہے میں تو دن رات اس کا شکر ادا کر کے نہیں تھکتی اور تم ایسی بدعائیں منہ سے نکال رہے ہو۔'' مصطفیٰ چڑ چڑا ہو گیا تھا ماں جی کے ڈانٹنے پر خاموش ہو گیا تھا۔

''شہوار کدھر ہے بتایا نہیں کہ مصطفیٰ گھر آیا ہے؟'' اسے کہہ کر انہوں نے باقی لوگوں کو دیکھا تھا۔ مصطفیٰ نے بھی نظر اٹھا کر حاضرین کو دیکھا تھا۔

''ماں جی میں چینج کرلوں اتنے دنوں سے اسپتال اور میڈیسن کی آمیل نے حشر نشر کر رکھا ہے میرا۔'' کہہ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

''نہانا مت بس کپڑے بدل لو، زخم ابھی تازہ ہیں۔'' ماں جی نے کہا تو مگر وہ سنی ان سنی کرتا اپنے کمرے کی طرف بڑھا تھا۔

وہ روزانہ باتھ لینے والا شخص اس طرح چند دن سے مجبوراً خود کو بہلا رہا تھا مگر اب گھر آتے ہی وہ اپنے حلیے کو بدلنا چاہتا تھا وہ کمرے میں چلا آیا تھا۔

ماں جی نے اسے متفکر نظروں سے اندر جاتے دیکھا تھا۔ کچھ سوچتے وہ شہوار کے کمرے کی طرف چلی آئی تھیں، وہ ابھی تک عجیب کشمکش میں گرفتار بیٹھی ہوئی تھی۔ انہوں نے اسے دیکھ کر ایک گہرا سانس لیا۔

ہلکے نیلے رنگ کے لباس میں وہ بہت ہی پیاری لگ رہی تھی۔

"شہوار......" انہوں نے پکارا تو وہ ان کو دیکھ کر فوراً کھڑی ہوگئی۔

"جی۔"

"مصطفیٰ گھر آیا ہے تم باہر ہی نہیں آئیں۔" قریب آکر انہوں نے محبت سے کہا تو وہ خاموشی سے سر جھکا گئی۔

"جاؤ شاباش وہ کمرے میں گیا ہے اسے دیکھو۔ وہ ہاتھ لینا چاہتا ہے میں نے منع بھی کیا ہے کہ زخم تازہ ہے مگر مانا ہی نہیں۔ تم جاؤ دیکھو اسے کسی چیز کی ضرورت تو نہیں۔" انہوں نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھ کر محبت سے کہا تو شہوار اپنی جگہ سٹپٹا سی گئی تھی۔

"چلو آؤ۔" انہوں نے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔ اس کا دل ایک دم شور مچانے لگا تھا۔

اس کے قدم من من بھر کے ہورہے تھے وہ مہر النساء کے ہمراہ چلتے مصطفیٰ کے کمرے تک پہنچی تھی۔

ماں جی ادھ کھلے دروازے کو دھکیلتے اندر داخل ہوئیں تو اسے بھی اندر داخل ہونا پڑا تھا ماں جی کے ہاتھ میں اس کا ہاتھ ابھی تک تھا۔

مصطفیٰ جو کمرے کے درمیان کھڑا سنجیدہ نظروں سے کمرے کی تمام سجاوٹ دیکھ رہا تھا اس نے پلٹ کر دیکھا تھا۔ شہوار کی نگاہ اس کی نگاہوں سے ٹکرائی تھی اس نے ایک دم سٹپٹا کر پلکیں جھکالی تھیں۔ مصطفیٰ نے بہت سنجیدگی سے اسے دیکھا تھا۔

"السلام علیکم۔" شہوار نے جھکے سر سمیت ہی کہا۔

مصطفیٰ پھر بھی خاموش رہا تھا۔

ماں جی نے بہو اور بیٹے کو بغور دیکھا تھا مصطفیٰ شہوار کو نظر انداز کیے کمرہ دیکھ رہا تھا۔ مرجھائے ہوئے پھولوں کی سجاوٹ ابھی بھی برقرار تھی۔

"ماں جی کم از کم میرے گھر آنے سے پہلے کمرہ ہی صاف کرادیتیں۔"

"ایسے کیسے صاف کرادیتی اتنے ارمانوں سے سجایا گیا تھا کمرہ تم نے تو ابھی دیکھا بھی نہ تھا میں تو لاک کیے رکھتی تھی کہ کوئی تمہارے آنے سے پہلے خراب نہ کردے۔" شہوار خاموش کھڑی تھی ماں جی نے ہی کہا۔

"بہر حال جو بھی ہے کسی کو بھیجیں یہ سب صاف کرائیں، یہ سب کچھ تو فریش اور وقتی طور پر اچھا لگتا ہے۔" مصطفیٰ سنجیدگی سے کہہ کر ڈریسنگ کے پاس جاکر مختلف درازیں کھولنے اور بند کرنے لگا تھا۔

اس نے سلیو لیس شرٹ پہنی ہوئی تھی بازو پر بینڈیج کی ہوئی تھی کندھے پر بھی پٹی تھی مگر وہ نظر نہیں آرہی تھی سادہ ٹراؤزر پہن رکھا تھا۔

مصطفیٰ ایک دراز سے چابیاں نکال کر الماری کی طرف بڑھا تھا لاک کھول کر اس نے سادہ سی ٹی شرٹ اور ٹراؤزر نکالا تھا۔

"میں واش روم میں جارہا ہوں پلیز میرے نکلنے سے پہلے یہ سب اتروادیجیے گا الجھن ہورہی ہے مجھے یہ سب دیکھ کر۔" اس نے الماری بند کرتے ماں جی کو دیکھا تھا اس کا انداز ایسا تھا کہ گویا کمرے میں ماں جی کے علاوہ کوئی نہ ہو۔

"نہانا مت زخم گیلے ہوجائیں گے۔" ماں جی نے فوراً ٹوکا۔

"سوری ماں جی اتنے دنوں بعد تو آزادی نصیب ہورہی ہے۔ میں وہاں ترس گیا تھا باتھ لینے کو۔" وہ کہہ کر اپنا ٹاول لے کرواش روم میں گھس گیا۔
ماں جی نے بے چارگی سے شہوار کو دیکھا۔
"مجال ہے جو میری بات مان لے اب زخم گیلے کر کے لگا پٹی بھی اتار دے گا۔" وہ فکر مند ہو رہی تھیں۔
شہوار کے دل کا موسم پہلے ہی عجیب سا ہو رہا تھا وہ کچھ بھی کہے بغیر خاموش کھڑی رہی تھی۔
"میں کسی کو بھیجتی ہوں کمرہ صاف کرادینا اور ہاں اگر مصطفیٰ پٹی اتار دے تو مجھے بتانا ابھی زخم تازہ ہیں اور بد احتیاطی نقصان دہ بھی ہوسکتی ہے۔" وہ شہوار کو کہہ کر کمرے سے نکل گئی تھیں۔ کچھ دیر بعد صفائی والی ملازمہ آ گئی تھی۔
"کیا کیا اتارنا ہے چھوٹی بی بی۔" وہ پوچھ رہی تھی شہوار نے اسے پھولوں کی سجاوٹ اتارنے کا کہا۔
بلکہ اس کے ساتھ مل کر خود بھی اس کی مدد کرنے لگی تھی۔ ملازمہ نے تمام سجاوٹ اتار دی تھی قالین پر جا بجا سوکھے پھولوں کی پتیاں بکھری ہوئی تھیں۔ وہ ساری اٹھا کر اس نے ڈسٹ بن میں ڈالی تھیں۔
بستر کی چادر جھاڑ کر دوبارہ چادر بچھادی تھی دیواروں پر لگی سجاوٹ بھی اتار دی تھی پانچ دس منٹ بعد کمرہ دوبارہ اپنی اصل حالت میں تھا۔
"تم یہ قالین اچھی طرح صاف کردو۔" وہ ملازمہ کو ہدایات دے رہی تھی جب مصطفیٰ واش روم سے باہر نکلا تھا۔ اس نے کندھوں پر ٹاول ڈال رکھا تھا اور جسم پر ٹراؤزر تھا شہوار اسے اس حلیے میں دیکھ کر سٹپٹا گئی تھی مصطفیٰ بھی دونوں کو دیکھ کر چونکا تھا۔
"تم جاؤ یہاں سے۔" شہوار نے فوراً ملازمہ کو چلتا کرنا چاہا تھا ملازمہ جلدی جلدی بکھری پتیاں سمیٹ کر ڈسٹ بن میں ڈال کر باہر نکل گئی تھی۔ ملازمہ کے باہر نکلتے ہی مصطفیٰ ڈریسنگ کے سامنے جا کھڑا ہوا تھا۔
شہوار رخ موڑے انگلیاں چٹخانے لگی۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اب کیا کرے۔ کمرے سے باہر نکلتی تو ماں جی نے نوٹ کرنا تھا اور اگر اندر رکتی تو...... وہ ابھی اسی شش و پنج میں کھڑی تھی کہ کیا کرے ماں جی پھر کمرے میں داخل ہوئی تھیں۔
"تمہیں منع کیا تھا کہ نہانا نہیں پھر بھی تم نے بات نہیں مانی۔" مصطفیٰ کو دیکھتے ہی انہوں نے خفگی سے کہا۔
"نہایا کب ہوں ماں جی۔"
"یہ خود ہی دیکھ لیں بینڈیج ویسی ہی خشک ہے۔" ٹاول سے سر کے بال خشک کرتے اس نے کہا۔
مہرالنساء نے اسے مسکرا کر دیکھنے کے ساتھ اس کے ہاتھ سے ٹاول لے لیا تھا۔
"اچھا کیا ویسے بھی احتیاط بہت اچھی چیز ہے۔" اس کے سر کو خود خشک کرتے انہوں نے کہا۔
شہوار نے کن اکھیوں سے مصطفیٰ کو دیکھا اس کی اس کی طرف پشت تھی۔
"شہوار بیٹا کھڑی کیوں ہو، بیٹھو نا۔" مصطفیٰ کی ٹی شرٹ پہننے میں مدد کرتے ماں جی نے کہا تو وہ چونکی۔ مصطفیٰ نے بھی سر گھما کر دیکھا۔
دونوں کی نگاہ ملی تھی شہوار فوراً نظر جھکا گئی تھی۔ وہ آہستگی سے بستر کے کنارے ٹک گئی تھی۔
"کھانا تیار ہے ادھر ہی کھاؤ گے یا پھر سب کے ساتھ۔" شرٹ پہن کر مصطفیٰ اپنے بالوں میں برش پھیرنے لگا تھا ماں جی نے پوچھا۔
"سب کے ساتھ ہی کھاؤں گا، اتنے دن ہوگئے ہیں اکیلے پرہیزی کھانا کھاتے کھاتے۔" وہ واقعی اس چند دن کے

اسپتال کے قیام کی وجہ سے سخت بے زار ہو چکا تھا۔
''ٹھیک ہے میں کھانا لگواتی ہوں پھر تم دونوں آ جانا۔'' ماں جی اسے کہہ کر پھر باہر چلی گئی تھیں۔
شہوار نے نگاہ اٹھا کر دیکھا اس کا عکس سامنے آئینے میں دکھائی دے رہا تھا اور مصطفیٰ آئینے کے سامنے ہی کھڑا تھا اس کا دل ایک دم دھڑکنے لگا۔
وہ مصطفیٰ کی خیریت پوچھنا چاہتی تھی اس کی طبیعت کے بابت دریافت کرنا چاہتی تھی مگر ایک جھجک اور شرم آڑے آ رہی تھی۔
''اب کیسی طبیعت ہے آپ کی۔'' مصطفیٰ جیسے ہی آئینے کے سامنے سے ہٹا اس نے ہمت کر کے پوچھ ہی لیا۔ مصطفیٰ نے بہت سنجیدگی سے اسے دیکھا تھا۔
''بددعائیں تو بہت کی ہوں گی مگر بدقسمتی سے بچ گیا ہوں۔'' مصطفیٰ کے لہجے میں بے پناہ سنجیدگی تھی۔
شہوار نے چونک کر دیکھا وہ پلٹ کر الماری کا پٹ کھول کر کھڑا ہو گیا تھا۔
''میں کیوں بددعائیں کرنے لگی آپ کے ساتھ ایسا حادثہ رونما ہو میں نے کبھی بھی ایسا نہیں چاہا تھا۔'' اس نے بہت دکھ سے کہا تھا مصطفیٰ نے سر گھما کر دیکھا۔
''بعض بددعائیں ضروری نہیں لفظوں کی صورت ہی ادا کی جائیں بعض اوقات دل سے نکلے لفظ بھی قبولیت کی سند پا جاتے ہیں میں اس حادثے سے پہلے تمہارا ایک ایک رویہ نہیں بھولا کہ خوش گمانیوں میں مبتلا ہو جاؤں۔'' مصطفیٰ کا انداز ایک دم سخت پتھریلا ہو گیا تھا۔ شہوار نے لب دانتوں تلے دبا لیے۔
وہ جو کچھ بھی تھا وہ اس کی زندگی کی سب سے بڑی بھول تھی مگر مصطفیٰ کو کیسے سمجھاتی اس کے لیے سب سے اہم اور مشکل مرحلہ ہی بس یہی تھا کہ دل کے اندر جو جذبات تھے ان کو اس نے کبھی بھی زبان پر لانے کی کوشش ہی نہیں کی تھی۔
''ایم سوری فار دیٹ۔'' اس نے خود پر جبر کرتے کہہ ہی دیا تھا۔ مصطفیٰ نے کوئی ری ایکشن نہیں دیا تھا۔
''آپ شاید اس بات پر خفا ہے کہ میں اسپتال نہیں آئی۔'' اس نے دھیمے لہجے میں کہنا شروع کیا تھا مزید بھی کچھ کہنے والی تھی جب مصطفیٰ نے بہت برہمی سے الماری کا پٹ بند کیا تھا۔ شہوار ایک دم ساکت رہ گئی۔
''خفا؟'' وہ بہت غصے سے پلٹا تھا۔ شہوار نے لب بھینچ لیے۔
''میں سوچتا تھا کہ تمہارا جو بھی رویہ ہے یہ سب وقتی ہے جب رشتوں کا مان ملے گا تو سب نارمل ہو جائے گا میں نے بہت فیئر ہو کر یہ رشتہ نبھانا چاہا تھا مگر دوسری طرف ہمیشہ سرد رویہ ہی ملا تم اسپتال نہیں آئی اس رات میں نے کال کی تب بھی وہی گزشتہ رویہ برقرار تھا کیوں؟'' مصطفیٰ ایک دم اس کے سامنے آ کر پوچھا تھا۔ شہوار نے کچھ کہنا چاہا اور پھر لب بھینچ لیے۔
''میں نے ہمیشہ اس رشتے کو انانیت کا شکار ہونے سے بچایا ہے مگر اب اس مرحلے پر آ کر جب مجھے سب سے زیادہ شدت سے تمہارے ساتھ اور تمہارے مثبت رویے کی ضرورت تھی تمہارا وہی سرد پن دیکھ کر میرے اندر پلتے تمام خوش گوار احساسات اور جذبات راکھ کا ڈھیر بن چکے ہیں ہر بار میں کیوں یہ ذلت برداشت کروں؟'' مصطفیٰ نے سرد لہجے میں یہ سب کہا تھا شہوار نے بہت گھبرا کر اسے دیکھا تھا۔
''مصطفیٰ میں......!'' مصطفیٰ کے کال ریسیو نہ کرنے پر اسے اندازہ تو تھا کہ وہ خفا ہوگا مگر اس قدر بدگمان ہوگا اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔
اس نے کچھ کہنا چاہا تھا جب ملازمہ دروازے پر دستک دے کر اندر داخل ہوئی تھی۔ شہوار خاموش ہو گئی۔

''کھانا لگ گیا ہے بیگم صاحبہ بلا رہی ہیں۔'' وہ اطلاع دے رہی تھی۔
مصطفیٰ ایک سرد نگاہ اس پر ڈالے کچھ کہے بغیر دروازے کی طرف چل دیا تھا۔

O......❖❖......O

کاشفہ کو گھر شفٹ کر دیا گیا تھا اس کے باپ نے اس سے کئی بار اس کی حرکت کی وجہ پوچھی تھی مگر وہ ہر بار خاموش رہی تھی جواباً وہ اس پر چیخ چلا کر خاموش ہو گئے تھے۔
اس نے کل رات ولید کو کال کی تھی اس سے بات ہو رہی تھی پھر کال کٹ گئی تھی اور اس کے بعد ولید نے اس سے کوئی بات نہیں کی تھی وہ اس کی کال پک ہی نہیں کر رہا تھا۔ ایسے میں کاشفہ کو لگ رہا تھا کہ اس کے اندر شدید اضطراب اور جنونیت پیدا ہو رہی ہے اسے لگ رہا تھا کہ اگر ولید نے اس کی کال پک نہ کی تو وہ کچھ کر بیٹھے گی۔
وہ مسلسل نمبر ملا رہی تھی جب ایک بار کی کوشش آخر کار کامیاب ہو گئی تھی۔
''ولید.....'' ولید کی آواز سن کر وہ ایک دم رونے لگی تھی۔
''آخر کیا مسئلہ ہے کاشفہ تمہیں؟'' وہ بہت غصے سے کہہ رہا تھا۔
''پلیز ڈونٹ اگنور می۔ میں مر جاؤں گی۔'' وہ ایک دم سے فریاد کناں ہوئی تھی۔
''ڈونٹ بی ایموشنل کاشفہ۔'' ولید نے ڈانٹ دیا۔
''میں نے کبھی بھی زندگی میں کسی مرد کے لیے ایسی فیلنگز محسوس نہیں کیں تم میری زندگی میں آنے والے واحد مرد ہو بے شک میری بہت سوں سے دوستیاں رہی ہیں مگر تمہارے بعد کسی سے بھی نہیں میں تم سے سچی محبت کرتی ہوں پلیز تم مجھے ایسے مت دھتکارو۔'' وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔
''تم جانتی ہو میری زندگی میں ایسی کسی بھی بات کی کوئی گنجائش نہیں۔''
''تم اس لیے کہہ رہے ہو کہ تم اپنی فیانسی سے محبت کرتے ہو۔'' ولید کی بات پر اس نے بہت غصے سے کہا۔
''ہاں آئی لو ہر، اینڈ شی لوز۔ بس یا اور بھی کچھ کہوں۔'' ولید نے بہت غصے سے کہا تھا۔
''تو تم نے مجھے کیوں بچایا مرنے دیتے مر رہی تھی نا میں۔''
''میں تم لوگوں کی طرح بے حس نہیں ہوں، لیکن تم سے سلام دعا میری زندگی کی سب سے بڑی غلطی ہے۔ میں بہت زیادہ برداشت کر چکا ہوں اب نہیں کروں گا بھلے اب تم جو مرضی کرو۔'' کاشفہ کے چیخ چیخ کر کہنے پر ولید نے بھی کافی رکھائی سے کہا تھا۔
''وہ بلیڈی بچ، تم مجھے اس کے لیے انکار کر رہے ہو اس ایک عام شکل وصورت والی لڑکی کے لیے، کیا ہے وہ میں چاہوں تو تباہ و برباد کر کے رکھ دوں اسے۔'' وہ انا کو گالیوں اور کوسنوں سے نوازنے لگی۔
''شٹ اپ، اب بہت ہو گیا، بہت برداشت کر لیا میں نے' میں سب کچھ برداشت کر سکتا ہوں لیکن انا کے لیے ایک لفظ بھی نہیں۔'' بہت غصے سے کہہ کر کال بند کر دی گئی تھی۔
''ولید.....ولید.....!'' وہ پکارتی رہ گئی اس نے بہت غصے سے موبائل دیوار پر دے مارا تھا کمرے کی ہر چیز اٹھا اٹھا کر توڑنے لگی۔ شور کی آواز سن کر ڈیڈ، مام اور عادلہ تینوں آگئے تھے۔ اسے جنونی انداز میں سب کچھ توڑتے دیکھ کر عبدالقیوم نے فوراً اسے تھاما تھا۔
''کاشفہ ہوش کرو، کیا کر رہی ہو تم؟'' انہوں نے سختی سے اسے اپنے شکنجے میں لیا تھا۔
''میں اس کو زندہ نہیں چھوڑوں گی وہ مجھ سے میرا ولید چھین رہی ہے میں مار ڈالوں گی اسے وہ کہتا ہے وہ اس سے محبت

کرتا ہے وہ مجھے اس لڑکی کے لیے ریجیکٹ کر رہا ہے میں ختم کردوں گی اسے بھی اور خود کو بھی۔" وہ جنونی انداز میں چیخ وپکار کر رہی تھی۔ مزاحمت کر رہی تھی۔ ماما اور عادلہ نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ پوچھتے وہ بے ہوش ہو کر عبدالقیوم کے بازوؤں میں جھول گئی تھی۔



سارا دن تو جیسے تیسے گزر چکا تھا۔ مصطفیٰ کا رویہ وہی تھا اور وہ کمرے میں بند رہی تھی۔ شام ہوئی اور پھر رات، وہ کھانا کھانے باہر نکلی تھی کچھ وقت سب کے ساتھ گزارا۔ مصطفیٰ اپنے کمرے میں جا چکا تھا۔ وہ صبا اور عائشہ کے ہمراہ لاؤنج میں ہی بیٹھی ہوئی تھی۔ رات کے دس بج رہے تھے ماں جی کا وہاں سے گزر ہوا تو ان کو وہاں دیکھ کر رکیں ان کے ہاتھ میں چھوٹا سا بیگ تھا۔

"رات ادھر ہی گزارنی ہے سونا نہیں کیا۔" انہوں نے ٹوکا تھا لائبہ بھابی اپنے کمرے میں جا چکی تھی دونوں پھپھو بھی اور باقی لوگ بھی جبکہ اسے ان دونوں کے پاس دیکھ کر انہیں اچھا نہیں لگا تھا۔

"جانے لگے تھے ماں جی۔" صبا فوراً کھڑی ہوگئی۔

"جاؤ شہوار مصطفیٰ انتظار کر رہا ہوگا۔" انہوں نے سنجیدگی سے اسے یونہی بیٹھے دیکھ کر ٹوکا تو وہ ایک دم سرخ پڑ گئی تھی۔ انہوں نے بڑے واضح الفاظ میں اسے جتایا تھا صبا اور عائشہ نے مسکرا کر اسے دیکھا تھا وہ نظر چرا گئی تھی رخسار دہکنے لگے تھے۔

"جی۔" وہ خاموشی سے اٹھ گئی تھی۔ وہ لاؤنج سے نکلی تو ماں جی بھی پیچھے چلی آئیں۔

"چلو میں چھوڑ آتی ہوں۔" انہوں نے کہا تو شہوار کو اپنے قدم من من بھر کے لگنے لگے تھے۔

"شادی کے بعد یہ حادثہ ہوگیا، کوئی رسم کوئی نیگ کچھ بھی نہ کرسکے۔ مگر اس کا یہ مطلب تھوڑی ہے کہ تم مصطفیٰ سے دور رہو، میں دیکھ رہی ہوں تم دونوں میں بڑا کھنچاؤ ہے بیٹا جو بھی بات ہے اس کو بھول کر بس یہ یاد رکھو کہ تم اب ہمارے خاندان کا حصہ ہو، ہماری عزت ہو۔" انہوں نے ساتھ چلتے چلتے کہا تھا۔ شہوار خاموشی ہی رہی تھی۔

وہ دونوں کمرے میں داخل ہوئیں تو دیکھ کر چونک گئیں مصطفیٰ اپنے بازو اور کندھے کے زخموں کو صاف کر رہا تھا۔

"یہ کیا کر رہے ہو؟" شہوار تو وہیں رک گئی تھی ماں جی فوراً مصطفیٰ کی طرف بڑھی تھیں۔

"کچھ نہیں ویسے ہی زخم دیکھ رہا تھا ڈاکٹر نے مرہم دیا تھا وہ لگا نا تھا۔" شہوار کو مکمل طور پر نظر انداز کرتے مصطفیٰ نے کہا۔

"تو ڈاکٹر کو بلا لیتے خود کیوں کر رہے ہو۔" انہوں نے تشویش زدہ نگاہوں سے بیٹے کو دیکھا جو ڈینول سے اپنے کندھے کا زخم صاف کر رہا تھا۔ بازو کا زخم اچھا خاصا خشک ہو چکا تھا۔

"اب رات کے اس وقت ڈاکٹر کو کیوں زحمت دیتا۔ چھوٹا سا کام تھا صرف مرہم ہی تو لگانا تھا۔ ماں جی۔" اس کا انداز سنجیدہ تھا۔ ماں جی نے سر گھما کر خاموش کھڑی شہوار کو دیکھا۔

"شہوار بھی تو ڈاکٹری پڑھ رہی ہے وہ لگا دیتی۔" انہوں نے کہا تو مصطفیٰ کا ہاتھ ایک لمحے کو رکا تھا۔ ایک سرد نگاہ کچھ فاصلے پر کھڑی شہوار پر ڈالی تھی۔

"میں کرلوں گا۔" سنجیدگی سے کہا۔

"شہوار تم خود دیکھو ذرا احتیاط سے میرا تو دل لرز رہا ہے زخم دیکھ کر ہی۔" ماں جی واقعی پریشان ہو رہی تھیں۔ شہوار تو خود ان کی بات پر گھبرا گئی تھی۔

"آ دیکھو ذرا۔" ماں جی نے کہا تو وہ آہستگی سے چلتی ہوئی قریب آ گئی تھی۔

''چھوڑو، شہوار میڈیسن لگادیتی ہے۔'' ماں جی نے مصطفیٰ کے ہاتھ سے روئی اور ڈیٹول کی شیشی لے لی تھی۔ مصطفیٰ نے ایک گرم نگاہ شہوار پر ڈالی تھی ماں جی کی بدولت وہ خاموش ہوگیا۔

شہوار نے مصطفیٰ کو دیکھا بغیر شرٹ کے اس کا سڈول جسم نمایاں تھا۔ اس نے آہستگی سے اس کے بازو پر ہاتھ رکھا تو اپنے وجود میں ہی سرسراہٹ سی پیدا ہونے لگی تھی۔

اگر مہرالنساء پاس کھڑی نہ ہوتیں تو شاید وہ کبھی بھی ہاتھ نہ لگا پاتی اس نے لرزتے ہاتھوں سے مصطفیٰ کے زخم کو چیک کیا تھا بازو کے زخم خشک ہوچکے تھے گولی جلد میں ہی لگی تھی سو مسئلہ نہیں ہوا تھا جبکہ کندھے پر لگنے والے گولی ہڈی کو لگی تھی ڈاکٹر نے آپریٹ کیا تھا اب چند دن تو لگنے ہی تھے زخم مندمل ہونے میں۔

شہوار نے احتیاط اور دھیان سے کندھے کے زخم کے سوراخ میں روئی کی مدد سے میڈیسن فل کی تھی اور پھر اس کے اوپر بینڈیج کردی تھی جبکہ بازو کے زخموں پر ویسے ہی مرہم لگا کر پٹی باندھ دی تھی۔ اس سارے عمل کے دوران اس کے ہاتھ مسلسل کانپتے رہے تھے۔

وہ اسپتال میں یہ کام آسانی سے کرلیتی تھی مگر آج پہلی بار وہ یوں کنفیوژ ہورہی تھی مصطفیٰ لب بھینچے سر جھکائے بیٹھا رہا تھا۔ ماں جی نہ ہوتیں تو شاید اس کا ردعمل کچھ اور ہی ہوتا۔

''کل وقت پر اپنے بابا کے ساتھ جاکر زخم چیک کرا آنا۔'' جیسے ہی مرہم پٹی کا کام نمٹا ماں جی نے بیٹے کو کہا۔

''دیکھوں گا۔'' مصطفیٰ بھی جیسے مارے باندھے بیٹھا ہوا تھا شہوار کے ہاتھ رکتے ہی وہ اٹھ کر بستر کی طرف بڑھا اور وہاں پڑی شرٹ اٹھا کر پہن لی۔

''ویسے بھی میں نے بہت دن آرام کرلیا ہے کل سے میرا ارادہ آفس جوائن کرنے کا ہے۔'' شرٹ پہنتے اس نے ماں جی کو اطلاع دی تھی۔

''لیکن تم تو کہہ رہے تھے کہ تم نے دس پندرہ چھٹیاں لی ہوئی ہیں۔'' ماں جی نے حیرت سے کہا۔

''میں نے آفیسرز سے بات کرکے کینسل کرادی ہیں۔'' شرٹ پہننے کے بعد اس نے کہا۔

شہوار نے خاموشی سے میڈیسن مرہم اور فرسٹ ایڈ کا سامان اکٹھا کرکے ڈریسنگ پر ایک جگہ رکھ دیا اور خود واش روم میں ہاتھ دھونے چلی گئی تھی۔

''ابھی تو تمہارے زخم بھی کچے ہیں ایسے کیسے آفس جوائن کرلیا تم نے تمہارے بابا سے بات کرتی ہوں میں، ابھی شادی کو چند دن ہوئے ہیں اور تم آفس جانا شروع کررہے ہو۔'' مہرالنساء کو اس کی بات پسند نہیں آئی تھی۔ سو ناراضگی سے بولیں۔

''ماں جی میں فیڈ اپ ہوچکا ہوں اس بیڈ ریسٹ سے پلیز کوئی بحث نہیں ہوگی اب وہاں بہت سارا کام میرا منتظر ہے، ویسے بھی اب پہلی فرصت میں مجھے یہ پتا کرانا ہے کہ آخر کس نے اتنی جرأت کرلی مجھ پر رات کے اندھیرے میں گولیاں چلانے کی۔'' اس کے لہجے میں تلخی تھی ماں جی نے ایک گہرا سانس بھرا۔

شہوار ہاتھ دھوکر باہر آئی تو مصطفیٰ ہاتھ دھونے واش روم میں گھس گیا۔

''بیٹھو ادھر، تم سے بات کرنی ہے۔'' ماں جی نے کہا تو وہ ان کو دیکھتی بیڈ کے کنارے ٹک گئی۔

''دیکھو بیٹا! شادی کے بعد اس حادثے کی وجہ سے جو بھی حالات ہوئے مگر یہ سچ ہے کہ ہم بہت ارمانوں سے بیاہ کر تمہیں لائے تھے اگر یہ حادثہ نہ ہوتا تو تم بھی دیکھتے ہم کیسے تمہارا سواگت کرتے مگر اب جو بھی ہے اللہ کی رضا سمجھ کر قبول کرلیا ہے۔ ویسے بھی اللہ نے مصطفیٰ کو زندگی دی ہے اللہ صحت سے نوازے باقی ارمان تو ساری عمر پورے ہوتے ہی

رہیں گے۔" ماں جی بھی اس کے ساتھ بیٹھ گئی تھیں۔
مصطفیٰ بھی ہاتھ دھو کر باہر آ گیا تھا چہرے کے عضلات میں واضح کھنچاؤ تھا۔
ماں جی نے ہاتھ میں پکڑے بیگ سے دو کنگن نکال کر اس کے دونوں ہاتھوں میں پہنائے تھے۔
"بہت سارے ارمان ہیں ان شاء اللہ سارے پورے کریں گے۔ یہ تمہارا میری طرف سے رونمائی کا تحفہ، بس چند دن گزر جائیں پھر مصطفیٰ بھی مکمل طور پر صحت یاب ہو جائے گا تو ولیمے کی تقریب بھی کرلیں گے۔" اس کے بازوؤں میں کنگن پہنائے انہوں نے محبت سے کہا۔
"ماشاء اللہ تم دونوں کی جوڑی سلامت رکھے اور ڈھیروں خوشیاں دیکھنا نصیب کرے، آمین۔" انہوں نے اس کی پیشانی پر بوسہ لیا اور پھر اٹھ کر خاموش کھڑے مصطفیٰ کے پاس جا رکی تھیں۔
"ہم نے تابندہ سے وعدہ کیا تھا کہ شہوار کو کبھی کوئی کمی محسوس نہ ہونے دیں گے۔ حقیقی بیٹیوں سے بڑھ کر چاہیں گے۔ آج سے شہوار تمہاری ذمہ داری ہے اس کا بہت خیال رکھنا بیٹا۔" مہرالنساء نے مصطفیٰ کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں لے کر اس کی پیشانی چومتے ہوئے کہا۔ مصطفیٰ خاموش رہا تھا کوئی ری ایکشن نہیں دیا تھا۔ انہوں نے بغور دونوں کو دیکھا اور پھر آرام کرنے کا کہہ کر وہاں سے چلی گئی تھیں۔
ان کے جانے کے بعد مصطفیٰ نے آگے بڑھ کر دروازہ بند کیا اور واپس پلٹتے اس نے شہوار کو دیکھا وہ سر جھکائے اپنے ہاتھوں میں موجود کنگنوں کو دیکھ رہی تھی۔ تبھی اس کا موبائل بجنے لگا تھا مصطفیٰ نے آگے بڑھ کر اٹھا لیا تھا۔
"ہاں امجد خان کیا خبر ہے؟" وہ کہہ کر کچھ پل دوسری طرف کی بات سننے لگا تھا۔ شہوار نے مصطفیٰ کو دیکھا وہ بستر کے دوسرے کنارے پر بیٹھ گیا تھا۔
"تو۔" اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔
"اگر یہ اطلاع کنفرم ہے تو وہ کہاں غائب ہے پھر امجد کچھ بھی کرو مجھے وہ شخص ہر حال میں چاہیے مجھ پر حملہ کرنا اتنا آسان نہ تھا اس نے ساری پلاننگ کے بعد حملہ کیا تھا۔" مصطفیٰ کے لہجے میں تلخی تھی۔
"وہ جانتا تھا کہ ہم اس رستے سے گزرنے والے ہیں اور وہ اکیلا نہ تھا پتا کرواس کا اس کے ساتھ اور کون کون شامل تھا۔" مصطفیٰ نے ایک دم افسرانہ تحکم سے کہا۔ شہوار نے فوراً اندازہ لگایا کہ کس بارے میں بات ہو رہی ہے۔
"ہاں میں صبح آفس جوائن کر رہا ہوں، چھوڑو امجد اتنے دن آرام ہی تو کر رہا تھا تم جانتے ہو مجھے یہ چھوٹے موٹے زخم کچھ نہیں کہتے۔" مصطفیٰ کا انداز بے پروا تھا۔
"بابا سے میں بات کرلوں گا۔ ڈونٹ وری، میں سیکیورٹی میں رہ کر اپنے آپ کو پابند نہیں کرسکتا۔ میں نے آج بابا سے صاف کہہ دیا تھا کہ یہ سیکیورٹی ختم کرائیں میرے دشمن سمجھیں گے کہ میں کوئی ڈرپوک انسان ہوں جو اپنی حفاظت بھی نہیں کرسکتا۔" تلخی سے کہتے اس نے سرسری سی نگاہ شہوار کی طرف ڈالی جو ابھی تک اپنے ہاتھ مسلتے سر جھکائے بیٹھی ہوئی تھی۔
اسے دیکھتے مصطفیٰ کے چہرے کے عضلات کھنچاؤ کا شکار ہو گئے تھے۔
"اوکے ٹھیک ہے صبح تفصیلی بات ہوگی، اس کے دوستوں پر کڑی نگاہ رکھو خصوصاً اس شہزاد پر اگر اس کی سرگرمیاں مشکوک ہو رہی ہیں تو کوئی وجہ تو ہوگی نا۔" مصطفیٰ نے کہہ کر کال بند کردی تھی اور پھر شہوار کو دیکھا اس نے بھی کال بند ہونے کے بعد سر اٹھا کر دیکھا مگر مصطفیٰ کو متوجہ پا کر فوراً سر جھکا گئی تھی۔ رخسار ایک دم سرخ ہو گئے تھے مصطفیٰ کے اندر پھر ابال اٹھا تھا۔

"زندگی میں اگر بعض فیصلے اتنے ناگوار رہے ہوں تو انسان کو وقت پر حتمی فیصلہ کر لینا چاہیے۔" مصطفیٰ نے شہوار کو دیکھتے تلخی سے کہا۔ شہوار نے ایک دم چونک کر سر اٹھا کر دیکھا۔

"مجھے نفرت ہے ایسے لوگوں سے جو اپنی نفرت میں اوروں کی زندگیوں سے کھیل جاتے ہیں۔" مصطفیٰ نے سلگتے انداز میں کہا تو شہوار نے حیرانی سے دیکھا۔

"کیا مطلب ہے آپ کا؟" وہ تو مصطفیٰ کے تیور دیکھ کر ہی حیران رہ گئی تھی۔

"مطلب تو آپ اچھی طرح سمجھ چکی ہوں گی میں حیران ہوں کوئی انسان اس قدر بے حس بھی ہو سکتا ہے کہ کسی موت کی سرحد پر پہنچے ہوئے شخص کے سامنے دنیاداری کے لیے نیک خیالات کا اظہار کرنا تو دور کی بات بے حسی کی انتہا کر دی جائے۔" مصطفیٰ تو اندر سے بھرا ہوا تھا۔ ایک دم اس کے الفاظ پر پھٹا تھا۔ شہوار ایک دم سٹپٹا سی گئی تھی۔ اس نے کچھ کہنا چاہا لب وا کیے مگر پھر بھینچ لیے۔

"میں نے نجانے کن خوش فہمیوں کے سائے میں چلتے یہاں تک کا سفر طے کیا تھا اور پھر تمہارے رویوں نے میرے دل میں موجود تمام خوش کن جذبات و احساسات کو ان گزرے۔ چند دنوں میں اس طرح نوچ کر باہر پھینک دیا ہے کہ اب میں تمہیں سامنے دیکھتا ہوں تو میرا دل چاہتا ہے کہ میں تمہیں اس گھر سے ہی نہیں اپنی زندگی سے بھی بے دخل کر دوں۔" مصطفیٰ کا لہجہ ایک دم سخت اور غصیلا تھا۔

وہ پچھلے تین چار دنوں سے نجانے خود پر کیسے جبر کر رہا تھا اپنے غصے کو دبا رہا تھا شہوار نے ایک دم ڈر کر اسے دیکھا۔ اتنا غصہ؟ وہ حیرت زدہ تھی۔

"مگر مجھے اپنے والدین کی محبت یہ سب سہنے پر مجبور کر رہی ہے شہوار بیگم ورنہ جس طرح تم نے ان تین چار دنوں میں میری ذات کو بری طرح رد کیا ہے میری جگہ کوئی عام ضبط کا مالک انسان ہوتا تو ایک پل میں فیصلہ کرتا۔" مصطفیٰ کی تلخی آگ کے شعلوں میں لپٹی ہوئی تھی۔

شہوار تو گم صم سی ہو گئی تھی وہ مصطفیٰ کا یہ روپ پہلی بار دیکھ رہی تھی۔ وہ ایک عرصہ سے ناگواری، بدگمانی و احساس کمتری والے رویے لیے ہوئے تھی شادی کے نزدیک آ کر اس نے خود کو سمجھا کر خود کو بدلنا شروع کیا تھا مگر اس حادثے نے تو جیسے جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا اب دل کی حالت جو بھی تھی مگر اس کے باوجود وہ اپنے پرانے خول سے باہر نہیں نکل پا رہی تھی چاہ کر بھی نہیں۔

وہ تو بس اسی مڈبھیڑ میں رہی کہ وہ مصطفیٰ کا سامنا کیسے کرے گی؟ کیسے اس کی زخمی حالت کو برداشت کرے گی۔ ایک عرصہ ناگواری کی فضا قائم رکھی تھی اب ایک دم محبت کے رستے پر کیسے چل دیتی اسے سنبھلنے اور سب کچھ قبول کرنے کو کچھ وقت چاہیے تھا اور اب جبکہ وہ سب کچھ قبول کر رہی تھی تو مصطفیٰ کا یہ رویہ۔ اس نے سختی سے لب بھینچ لیے تھے۔

اس کے پاس اپنی صفائی میں کہنے کے لیے بہت کچھ تھا مگر اس وقت مصطفیٰ کے تیوروں کے سامنے وہ ایک دم ساکت ہو گئی تھی۔ مصطفیٰ نے اسے اسی طرح لب دبائے دیکھا تو ایک دم لب بھینچ کر اپنا موبائل اٹھا کر تیزی سے دروازہ کھول کر کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

شہوار نے از حد بے یقینی سے مصطفیٰ کو باہر جاتے دیکھا تھا۔ وہ ایک دم ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر شدت سے رو دی تھی۔ وہ ہمیشہ غلطی کرتی تھی اور اب جبکہ وہ واپس اپنی غلطیوں کی اصلاح کرتے زندگی کی طرف لوٹ رہی تھی تو مصطفیٰ کے اس رویے نے اسے ساکن کر دیا تھا۔

مصطفیٰ اسے کچھ بھی کہنے کا موقع دیے بغیر اپنے دل کی جھڑاس نکال کر کمرے سے جا چکا تھا اور اندر وہ ہاتھوں میں چہرہ

چھپائے شدت سے سسک اٹھی تھی۔

○......❁❁❁......○

پتا نہیں رات کیسے گزری تھی وہ تو ساری رات اسی طرح گم صم بستر کے کنارے بیٹھی رہی تھی فجر کی اذان ہونے لگی تو وہ واش روم میں گھس گئی۔

فجر کے قریب مصطفیٰ کمرے میں آیا اور کمرے میں اسے موجود نہ پا کر ایک پل کو چونکا اور پھر واش روم سے پانی گرنے کی آواز سن کر وہ لب بھینچ کر لائٹ آف کرتے بستر پر لیٹ گیا۔ شہوار وضو کر کے کمرے میں لوٹی تو لائٹ آف دیکھ کر چونکی تھی۔ یعنی مصطفیٰ کمرے میں آ چکا تھا۔

اس نے آگے بڑھ کر نائٹ بلب روشن کیا تو مصطفیٰ نے آنکھوں پر بازو رکھ لیا تھا۔ شہوار اس کمرے میں ایک دو بار ان پچھلے تین چار دنوں میں نماز ادا کر چکی تھی سو آرام سے ایک طرف دراز میں رکھا جائے نماز نکال کر وہ بچھا کر نماز ادا کرنے کھڑی ہو گئی تھی۔

مصطفیٰ اس طرح لیٹا رہا تھا گویا رات وہ دل کی بھڑاس نکال کر اب خاموشی اختیار کر چکا تھا۔ نماز ادا کر کے وہ کافی دیر تک جائے نماز پر ہی بیٹھی رہی تھی۔ دعا مانگتے اس کی آنکھیں کئی بار بھیگی تھیں۔

مصطفیٰ کی موجودگی کا احساس کرتے وہ خود کو رونے سے بمشکل باز رکھ رہی تھی۔ ورنہ مصطفیٰ کے رات والے رویے نے اسے بے چین کر دیا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ جائے نماز لپیٹ کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی جائے نماز اس کی جگہ پر رکھتے اس نے مصطفیٰ کی طرف نگاہ کی۔ وہ چہرے پر دایاں بازو رکھے چت لیٹا ہوا تھا۔ نجانے سو گیا تھا یا جاگ رہا تھا۔ اس نے ایک دو پل اسے دیکھا تھا اور پھر آہستگی سے چلتے نائٹ بلب آف کرتے وہ کمرے سے باہر نکل آئی تھی۔

اسے یاد آ رہا تھا نکاح کے بعد جب اس کا مصطفیٰ سے سامنا ہوا تھا تو مصطفیٰ اس کی تمام باتوں کے جواب میں بہت بری طرح پیش آیا تھا اور پھر وہ کمرے سے واک آؤٹ کر گیا تھا اور اس کے بعد جب بھی سامنا ہوا اس کا رویہ بہت غصیلا تھا۔ پھر وہ شہر واپس آ گئی تھی اور پھر آہستہ آہستہ مصطفیٰ کا غصیلا انداز ختم ہو گیا تھا مگر رات مصطفیٰ کا جو رویہ تھا وہ اس رویے سے زیادہ تکلیف دہ تھا جو وہ اس کے ساتھ رکھتی رہی تھی۔ وہ کافی دیر تک وہاں بیٹھی رہی اور پھر اندھیرا مکمل طور پر ختم ہوا تو وہ اٹھ کر اندر کی طرف آ گئی تھی۔

راہداری سے گزرتے وہ لاؤنج کی طرف آئی تو وہاں مہر النساء قرآن پاک کی تلاوت کر رہی تھیں۔

"السلام علیکم!" اس نے سلام کیا تو انہوں نے مسکرا کر سلام کا جواب دیا تھا وہ آہستگی سے ان کے پاس آ کر رکی تھی انہوں نے قرآن پاک بند کرتے اسے دیکھا۔

"مصطفیٰ اٹھ گیا؟" وہ شاید سمجھ رہی تھیں کہ وہ کمرے سے آئی ہے اس نے نفی میں سر ہلا دیا تھا۔ انہوں نے ایک دو پل اسے بغور دیکھا۔

"سب ٹھیک ہے نا۔" انہوں نے تشویش سے پوچھا تھا وہ چونکی تھی انہیں متوجہ دیکھ کر ہلکا سا مسکرائی۔

"جی۔" انہوں نے سر ہلایا۔

وہ پھر تلاوت کرنے میں لگ گئی تھیں۔ انہوں نے زیادہ کرید نہیں کی تھی۔ کچھ دیر بعد معمول کی آمد و رفت شروع ہو چکی تھی۔ وہ دوبارہ کمرے میں بھی نہیں گئی تھی اسی طرح کسی نہ کسی کے پاس بیٹھی رہی تھی نئی نویلی دلہن تھی کوئی کام تو تھا نہیں۔ اس نے سوچا مصطفیٰ تو گھر آ گیا ہے اور کوئی کام بھی نہیں وہ کالج ہی چلی جائے خوامخواہ لایعنی سوچوں سے تو کم از کم

چھٹکارا ملے گا۔

وہ یہی پوچھنے کچن میں چلی آئی تھی مہر النساء ملازمہ کو ناشتہ تیار کرنے کی ہدایت دے رہی تھیں۔

"میں سوچ رہی ہوں کہ میں آج کالج چلی جاؤں۔" اس نے مہر النساء سے کہا۔

"ابھی تو شادی کو چند دن ہوئے ہیں بیٹا۔" انہوں نے محبت سے کہا۔

"مگر میں فنکشن سے پہلے بھی کافی چھٹیاں کر چکی ہوں، بہت حرج ہو رہا ہے میرا۔" اس نے کہا۔

"مصطفیٰ کل ہی اسپتال سے آیا ہے ایک دو دن تک مت جاؤ پھر چلی جانا۔" انہوں نے کہا۔

"مگر وہ بھی آج آفس جا رہے ہیں رات آپ کو بتا تو چکے تھے کہ چھٹیاں کینسل کروادی ہیں انہوں نے۔" اس نے دھیمے سے کہا۔

"کیسے کیسے کروادی، ابھی زخم ٹھیک نہیں ہوا ہے میں نے منع بھی کیا تھا اسے۔" وہ پریشان ہوگئی تھیں۔ شہوار خاموش رہی تھی۔

"میں اس کے بابا سے بات کرتی ہوں۔ وہ ہی سمجھائیں گے۔"

"میں پھر آج سے کالج چلی جاؤں نا۔" اس نے پھر کہا تھا انہوں نے بغور دیکھا کچھ کہنا چاہا اور پھر خاموش ہوگئیں۔

"میں مصطفیٰ سے بات کرلوں پھر بتاتی ہوں۔" کچھ توقف کے بعد انہوں نے کہا۔

"ویسے مصطفیٰ سے پوچھا وہ کیا کہہ رہا ہے۔"

"نہیں ابھی ان سے بات نہیں کی سوچا پہلے آپ سے اجازت لے لوں۔"

"جیتی رہو۔" وہ ایک دم اس کی فرمانبرداری پر نہال ہوگئی تھیں۔ ساتھ لگا کر پیشانی چوم لی۔

"چلو ٹھیک ہے کالج چلی جانا مگر مصطفیٰ سے بھی پوچھ لینا۔" انہوں نے مشروط اجازت دے دی تھی۔

وہ اپنے روم میں آگئی تھی۔

اس نے تمام چیزیں تلاش کر کے ایک جگہ اکٹھی کی اور لباس نکال کر رکھا۔ اس نے سوچا کہ وہ ذرا ٹھہر کر کالج جائے گی۔

رات والے مصطفیٰ کے رویے کے بعد وہ مصطفیٰ کا سامنا کرنے سے خوف زدہ تھی مگر اس نے سوچا کہ ایک بار اس کو بتانا تو ضرور چاہیے نا۔ وہ کمرے میں آئی تو ماں جی اور شاہزیب صاحب پہلے سے ہی وہاں موجود تھے مصطفیٰ شاید آفس جانے کے لیے تیار ہو رہا تھا کوئی بحث چل رہی تھی۔

"بابا جان کچھ نہیں ہوتا، پھر امجد خان بھی ساتھ ہوگا، گھر رہ کر بھی میں کیا کرتا۔" اسے دیکھ کر مصطفیٰ نے جھنجلا کر کہا۔ شہوار اندر آگئی تھی۔

"بھلے کچھ نہ کرے تمہاری دونوں پھوپیاں ابھی موجود ہیں بہنیں ادھر ہیں سب کے ساتھ وقت گزارتے سب سے بڑھ کر شہوار کے ساتھ۔" شاہزیب صاحب نے صاف بات کی تھی، مصطفیٰ کے چہرے کے تاثرات بدلے تھے۔

"مگر میں چھٹیاں کینسل کرا چکا ہوں۔" اس نے ضبط کرتے کہا۔

"یہ اتنا بڑا ایشو نہیں ہے میں آفیسرز وغیرہ سے بات کر لیتا ہوں ویسے بھی تمہاری صحت سے بڑھ کر تو کچھ بھی اہم نہیں ہے۔" شاہزیب کا انداز دوٹوک تھا۔

"چلیں وعدہ جلدی گھر لوٹ آؤں گا مگر آفیسرز سے بات مت کریں۔" شاہزیب صاحب کے حتمی انداز پر وہ کچھ دھیما پڑا تھا۔

"دیکھو، مصطفیٰ میں اب کوئی رسک نہیں لینا چاہتا مجھے تمہارے اس رویے سے بہت خوف آتا ہے۔ ہر کام بہت غصے سے کرنے والا نہیں ہوتا۔ میں جانتا ہوں تم ایاز کو تلاش کرا رہے ہو، امجد مجھے پل پل کی رپورٹ دے رہا ہے مگر جلد بازی میں، میں نہیں چاہتا کہ تمہیں پھر سے کوئی نقصان پہنچے۔" شاہزیب صاحب کا انداز مصالحت پر مبنی تھا۔ مصطفیٰ نے سنجیدگی سے انہیں دیکھا۔

"کچھ نہیں ہوگا۔ وہ ہماری لاعلمی سے ناجائز فائدہ اٹھا گیا ہے مگر ہر بار اس کا وار کامیاب ہو ضروری بھی نہیں۔" اس کے لہجے میں تنفر تھا غصے کی لپٹیں تھیں جیسے بمشکل خود پر قابو پا رہا ہوں۔"

"مگر اپنے دشمن کو کبھی بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔" شاہزیب صاحب نے کہا۔

"باقی بحث بعد میں اٹھا رکھیے گا۔ میں جلدی گھر آ جاؤں گا۔" مصطفیٰ کا انداز حتمی تھا۔ وہ بستر پر پڑا اپنا لباس لے کر واش روم میں گھس گیا۔

شاہزیب صاحب نے اسے اور پھر مہر النساء کو دیکھا جن کے چہرے پر تشویش تھی۔

"پریشان نہ ہو، مصطفیٰ کوئی بچہ نہیں، میں سیکیورٹی کا خاص خیال رکھوں گا بس ہماری لاعلمی میں یہ حادثہ ہو گیا مگر اب ایسا نہیں ہوگا آپ بھی جانے دیں وہ جو ٹھان چکا ہے کر کے ہی رہے گا۔" انہوں نے تسلی دی تھی مہر النساء بیگم نے سر ہلا دیا۔

"شہوار بھی کالج جانا چاہ رہی ہے جانے دوں یا رہنے دوں۔" انہوں نے شہوار کو دیکھتے پوچھا۔

"ظاہر ہے کالج تو جانا ہے نا۔"

"مگر مجھے تو اس ایاز سے ڈر لگا رہتا ہے۔ دونوں گھر سے باہر چلے گئے تو سارا دن میرا دل ہی ہولتا رہے گا۔ جس طرح اچانک اس نے یہ سب کیا ہے نجانے اب کیا کر دے ہے بھی روپوش کوئی سراغ بھی تو نہیں مل پا رہا، بد بخت کا۔"

"ہم اپنی نگرانی میں شہوار کو پک اینڈ ڈراپ کروا لیں گے جب تک مصطفیٰ مکمل طور پر صحت یاب نہیں ہو جاتا، پھر وہ خود تو ہوگا ہی خود ہی خیال رکھ لے گا۔" شاہزیب صاحب نے کہا۔ مصطفیٰ بھی لباس بدل کر واپس کمرے میں آ گیا تھا۔ اس نے شوز پہنے، پھر بال سنوارنے لگا سبھی نے خاموشی سے دیکھا۔

"امجد کو میں کال کر دیتا ہوں وہ خود ہی تمہیں پک کر لے گا، ابھی تم ڈرائیو کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہو اور نہ ہی میں رسک لے سکتا ہوں۔" شاہزیب صاحب نے کہا تو مصطفیٰ نے سر ہلا دیا۔

"اور ہاں شہوار بھی آج سے کالج جا رہی ہے۔" بالوں میں برش چلتا مصطفیٰ کا ہاتھ ایک پل کو ٹھٹکا تھا۔

"اسے میں خود ڈراپ کر دوں گا اور جب تک تمہارا بازو ٹھیک نہیں ہو جاتا یہ پک اینڈ ڈراپ میری ذمہ داری ہوگی بعد میں تم خود دیکھ لیا کرنا۔" انہوں نے مزید کہا تو مصطفیٰ نے بغیر کچھ کہے برش ڈریسنگ پر زور سے رکھا۔ شہوار نے چونک کر دیکھا ایک پل کو نگاہ ملی تھی۔ بر ہمی، غصہ اور جھنجلاہٹ سبھی کچھ تو تھا۔ مصطفیٰ نے غصے سے نگاہ پھیر لی تھی۔

"میں ریڈی ہوں آپ امجد کو کال کر دیں مجھے آدھ گھنٹے میں پک کر لے۔" سنجیدگی سے باپ کو کہا۔

"ناشتہ کرو گے نا؟" ماں جی نے محبت سے پوچھا تو مصطفیٰ نے ایک گہرا سانس لیتے ہاں میں سر ہلا لیا۔ وہ شہوار کو مکمل طور پر نظر انداز کر رہا تھا۔ گویا جیسے وہ وہاں موجود ہی نہ ہو۔

"چلو آؤ، ناشتہ تیار ہے تم کر لو۔" انہوں نے کہا تو مصطفیٰ ایک طرف بستر پر پڑا اپنا موبائل، والٹ، لیپ ٹاپ اور کچھ فائلز اٹھا کر باہر نکل گیا تھا۔

"تم بھی آ جاؤ...... مل کر ناشتہ کر لو۔" مصطفیٰ کے ساتھ جاتے جاتے پلٹ کر انہوں نے کہا تو وہ محض سر ہلا گئی تھی۔

وہ آج ذرا لیٹ اٹھی تھی۔ ناشتے کے لیے روم سے باہر آئی تو ماما کے سوا سبھی جا چکے تھے وہ سارا دن گھر رہ کر بوریت کا شکار ہونے کا سوچتے تیار ہونے چلی گئی تھی۔ اتنی دیر میں ڈرائیور بابا اور احسن بھائی کو چھوڑ کر واپس آ چکا تھا۔ ماما کا بوتیک بارہ بجے کے قریب کھلتا تھا۔ سو وہ ڈرائیور کو لے کر کالج چلی آئی تھی۔

آج کل اس کا ایک بار پھر سے ولید سے موڈ تبدیل ہو چکا تھا۔ اس بار اس کے وہ ولید سے بات نہیں کر رہی تھی اور ہمیشہ کی طرح بار بار پوچھنے کی بجائے ولید بھی اس بار خاموش تھا۔ اس بار اس کے اندر یہ تبدیلی ضرور رونما ہوئی تھی کہ اس کے موڈ کی خرابی صرف ولید کی ذات تک محدود رہی تھی۔ باقی لوگوں کے ساتھ وہ اپنا موڈ درست رکھے ہوئے تھی۔

وہ کالج آئی تو شہوار کو دیکھ کر ٹھٹک گئی وہ ساری کلاس فیلوز میں گھری ہوئی تھی۔ وہ ایک دم بے قرار ہو کر اس کی طرف بڑھی تھی شہوار بھی گویا اس کی منتظر تھی یوں ملی جیسے برسوں کی بچھڑی ہوئی ہوں۔

”کیسی ہو؟“ اس نے شہوار سے پوچھا۔

ہاتھ پاؤں کی مہندی کے مدھم سے نقوش اور خوب صورت لباس وہ بہت دل کش لگ رہی تھی۔

”ٹھیک ہوں چلو آؤ کہیں سکون سے بیٹھتے ہیں۔“ وہ کافی دیر سے کلاس فیلوز میں پھنسی ہوئی تھی۔ ہر کوئی اس کی غیر موجودگی کی وجہ جان کر حیران ہو رہا تھا وہ کب سے ان کے سوالوں کے جوابات میں الجھی ہوئی تھی۔ وہ باقی لڑکیوں سے معذرت کر کے انا کو لیے ایک علیحدہ گوشے میں آ بیٹھی تھی۔

”کہاں تھیں تم میں کب سے ویٹ کر رہی تھی؟“ اس نے انا کو پوچھا۔

”میرا آج موڈ نہیں بن رہا تھا پھر اچانک بنا تو چلی آئی یہ تو اب جان پائی ہوں کہ تمہارے وجود کی کشش یہاں تک کھینچ لائی تھی۔“ محبت سے شہوار کو دیکھتے اس نے کہا شہوار اس کی بات پر کھلکھلا کر ہنس دی تھی۔

”مصطفیٰ بھائی کا سنا تھا وہ گھر شفٹ ہو گئے ہیں تم سناؤ کیسے ہیں وہ اب؟“ اس نے اشتیاق سے پوچھا تو اس کی بات پر نسبتاً اس کا چہرہ ایک دم ماند پڑا تھا۔

”ٹھیک ہیں وہ۔“ اس نے بمشکل مسکرانے کی کوشش کی تھی۔

”اتنی جلدی انہوں نے تمہیں کالج آنے کی اجازت دے دی کیا؟“ انا نے مسکرا کر پوچھا۔

”وہ خود بھی آج آفس چلے گئے تھے میں گھر رہ کر کیا کرتی ویسے بھی بور ہو رہی تھی۔“

”ہائے اتنی جلدی، ابھی تو میرا خیال ہے ان کے زخم بھی ٹھیک سے مندمل نہیں ہوئے ہوں گے۔“ انا کو مصطفیٰ کے آفس جانے کا سن کر حیرت ہوئی تھی۔

شہوار خاموش رہی تھی۔ وہ اپنی ہر بات انا سے ڈسکس کرتی رہی تھی مگر اب اس مقام پر آ کر مصطفیٰ کا رویہ اس سے ڈسکس نہیں کرنا چاہتی تھی۔

”تم سناؤ اسٹڈی کیسی جا رہی ہے۔“

”تمہارے بغیر بہت بوریت ہو رہی تھی بس یہ لیکچر اور وارڈ کی ڈیوٹی اسی طرح کی روٹین تھی۔ پھر پیشنٹ ہسٹری پر کام بس بہت ڈل ہو رہی ہوں میں آج کل تم آ گئی ہو تو پھر روٹین اسٹارٹ ہو جائے گی۔“

”ہاں اب روزانہ آیا کروں گی ہو سکتا ہے ایک دو بار امی سے ملنے گاؤں جاؤں اس کے علاوہ اور کوئی غیر ضروری چھٹی نہیں کروں گی اب ویسے بھی اس ایئر میں آ کر میں بہت چھٹیاں کر چکی ہوں انکل نے اٹینڈنس کی طرف بے فکر ہونے کو

کہا تھا کچھ چیئرمین صاحب بھی جانے والے ہیں تو مسئلہ نہیں ہوگا مگر ان چھٹیوں کے دوران جو حرج ہوا ہے سیکھنے کا جو کام تھا وہ اب مشکل ہی کور ہوگا۔“

”ہو جائے گا کور، سب گروپ ممبرز مل کر کرلیں گے تم ٹینشن نہ لو۔“

”مگر جو چیز پریکٹس سے سیکھی جاسکتی ہے وہ ڈسکشن سے تو حاصل نہیں ہوسکتی نا۔“

”اور کچھ پتا چلا کہ کس نے حملہ کیا تھا؟“ انانے ٹاپک بدل دیا تھا۔

”لیاز کے سوا کون ہوسکتا ہے بھلا؟“ شہوار نے تلخی سے کہا۔

”سبھی کو یقین ہے کہ یہ کام کرنے والا صرف اور صرف لیاز ہی ہے اور اس کے خلاف ہی تمام شواہد اکٹھے ہورہے ہیں مگر وہ کہیں غائب ہے ہاتھ نہیں لگ رہا۔“

”مجھے یقین ہے اگر اب کی بار مصطفیٰ بھائی کے ہاتھ لگ گیا تو بچ نہیں پائے گا۔“ انانے کہا۔ اس نے سر ہلایا اور کر بھی کیا سکتی تھی۔

”تم لوگوں نے لیکچر اٹینڈ نہیں کرنا؟“ ان لوگوں کے گروپ کی ہما ادھر ہی آ گئی تھی۔

”ہاں بس جانے ہی والے تھے۔“ انانے کہا۔

پہلا لیکچر بنک ہوگیا تھا سو اب دوسرا شروع ہورہا تھا دونوں ہی اکٹھی کھڑی ہوئی تھیں۔



مصطفیٰ اپنے آفس میں بیٹھا ہوا تھا امجد اس کے سامنے موجود تھا اور تمام معلومات ڈسکس کررہا تھا۔

”لیاز اور اس کے تمام ساتھیوں پر کڑی نگاہ رکھی ہوئی ہے۔ بس صرف شہزاد ہی ہے جس کے متعلق آج کل مشکوک رپورٹ ملی تھی۔ اس کے چوکیدار اور ڈرائیور وغیرہ سے بھی معلومات لی گئی ہیں مجھے لگتا ہے شہزاد جانتا ہے کہ لیاز کہاں ہوگا۔“

”تو شہزاد کو خاموشی سے اٹھوالو اور باز پرس کرلیتے ہیں۔“ مصطفیٰ کا دوٹوک انداز تھا۔

”پہلے میرا بھی یہی ارادہ تھا مگر آج مجھے اطلاع ملی ہے کہ وہ آج صبح کی فلائٹ سے دبئی روانہ ہوچکا ہے صبح پانچ بجے کی فلائٹ تھی۔“

”اوہ.....“ مصطفیٰ ایک دم خاموش ہوگیا تھا۔

”آپ نے لالارخ کے کیس کی فائل مانگی تھی سب ڈیٹیلز اس میں موجود ہیں۔ آپ چیک کرلیجیے گا۔“ امجد نے فائل مصطفیٰ کے سامنے رکھ دی تھی۔

مصطفیٰ نے فائل کھول لی تھی۔ سب پیپرز پر نظر دوڑائی تھی اور پھر امجد خان کو دیکھا تھا۔

”اوکے میں اس کو فارغ وقت میں دیکھوں گا۔ ابھی تو ان چند دنوں میں ہونے والی تمام کارروائیوں کی ڈیٹیلز دو اور جو لوگ ملنا چاہتے ہیں ان کو بھیج دو۔“ مصطفیٰ نے فائل دراز میں رکھ دی۔

وہ آج کتنے دن بعد آفس آیا تھا اس سے ملنے والوں اور باقی لوگوں کی کافی تعداد بھی جو صبح سے کال کررہی تھی۔ کچھ کے کیسز تھے کچھ کے مسائل۔ وہ صبح سے بزی تھا۔

”وہ تو سب ہو ہی جائے گا مگر شاہزیب صاحب نے سختی سے کہا تھا کہ آپ کو زیادہ کام نہیں کرنے دیا جائے۔ آپ ملاقات وغیرہ رہنے دیں میں دیکھ لوں گا آپ نے چیک اپ کے لیے بھی جانا تھا شاہزیب صاحب کا فون آیا تھا وہ کہہ رہے تھے کہ آپ کو گارڈز کے ہمراہ اسپتال بھیجوں وہ بھی وہاں پہنچ رہے ہیں۔“ امجد کو اس کی حقیقی طور پر فکر تھی مصطفیٰ نے

ثانیہ چوہدری

السلام علیکم! آنچل اسٹاف اور قارئین اکرام آپ سب کو میرا پیار بھرا سلام قبول ہو۔ میرا تعلق ضلع گجرات تحصیل کھاریاں کے قریبی گاؤں برنالی سے ہے۔ میری تاریخ پیدائش 14 جولائی ہے اسٹار کینسر ہے میں اسٹارز پر یقین رکھتی ہوں۔ پسندیدہ لباس لانگ قمیص اور ٹراؤزر ہے پسندیدہ رنگ پنک اینڈ وائٹ ہے۔ میں فرسٹ ایئر کی طالبہ ہوں آرمی جوائن کرنا میرا خواب ہے دعا کریں میرا خواب پورا ہو۔ مجھے دوستیں بنانے کا شوق ہے میری قریبی دوست انعم ہے۔ آنچل شوق سے پڑھتی ہوں اگر مجھ سے کوئی دوستی کرنا چاہتا ہے تو ویلکم۔ تمام رائٹرز اسٹاف کی تعریف کرنے کو میرے پاس الفاظ نہیں پڑھنے والے کو یہ پیغام دیتی ہوں ہر مشکل حالات کا مقابلہ بہادری اور ہمت سے کریں ان شاء اللہ کامیابی قدم چومے گی اجازت دیجیے اللہ حافظ۔

اسے سنجیدگی سے دیکھا اور پھر سر ہلا دیا۔



ساجدہ گھر کی صفائی کے بعد مشین لگا کر کپڑے دھونے لگی تھی۔ وہ کچھ دیر خالہ بی کے پاس بیٹھی رہی اور پھر خالہ بی سے اوپر والے حصے کی چابیاں لیے سیڑھیاں چڑھتے اوپر آ گئی تھی۔ وہ جب سے واپس آئی تھیں آج پہلی بار ان بند دروازوں کو کھول رہی تھیں۔

دو کمرے تھے انہوں نے لاک کھول کر دروازے کھولے تو بند کمروں کے اندر سے حبس اور سیلن کی بو سے فوراً باہر کی راہ لی تھی۔ شاید کافی دن سے ان کمروں کو کھولا نہیں گیا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ ایک کمرے کے اندر چلی آئی تھیں۔ لائٹ جلائی تو اندازہ ہوا کہ لائٹ موجود نہ تھی۔ انہوں نے ویسے ہی کمرے میں بغور دیکھا۔

پلنگ، کرسیوں، میز ہر چیز پر گرد کی تہہ جمی ہوئی تھی کمرے میں جگہ جگہ جالے لگے ہوئے تھے انہوں نے چند پل کھڑے ہو کر بڑے کرب سے ہر چیز کو دیکھا تھا۔

"یہ چھوٹا سا گھر میرے لیے کسی جنت سے کم نہیں، یہاں میں ہوں سکندر اور ہمارے بچے ہیں ایک عورت کو اور کیا چاہیے، دنیا کی ہر خوشی تو میرے پاس موجود ہے۔" ایک خوشی سے جگمگ کرتی کھلکھلاتی آواز ماضی کے پردوں سے نکل کر کانوں سے ٹکرائی تو تابندہ بی کی آنکھوں کی زمین گیلی ہونے لگی تھی۔ انہوں نے وہاں سے نکل کر دوسرے کمرے کو دیکھا اس کی بھی یہی حالت تھی۔ وہ کمرے سے نکل آئی تھیں۔

"ساجدہ۔" ریلنگ سے جھک کر انہوں نے صحن میں لگے نل پر کپڑے دھوتی ساجدہ کو پکارا۔

"جی۔"

"دونوں کمروں میں بلب وغیرہ کچھ بھی نہیں۔" انہوں نے ریلنگ پر جھکے جھکے ہی پوچھا۔

"مجھے نہیں پتا، اصل میں ان دونوں کمروں کی چابیاں صرف اماں کے پاس ہی ہوتی ہیں وہی اندر جاتی ہیں۔" ساجدہ نے بتایا۔

"اچھا تم ایسا کرو مجھے دو بلب منگوا دو میں ان کمروں کی صفائی کر لیتی ہوں۔" انہوں نے کہا۔

ساجدہ نے کچھ دیر بعد دو بلب منگوا دیے تھے، جھاڑ پونچھ کا سامان لیے وہ اوپر آ گئی تھی۔ حویلی میں رہتے ہوئے انہوں نے بہت سے کام اپنے ذمہ لے رکھے تھے مگر ایسے تمام کام ملازمین کے سپرد تھے۔

اوپر والے حصے میں دو کمروں کے علاوہ ایک طرف برآمدے میں کچن سیٹ کیا ہوا تھا اور بائیں طرف واش روم تھا۔

انہوں نے کھڑکیاں کھول دی تھیں کچھ دیر بعد ساجدہ بھی اوپر آ گئی تھی دونوں نے مل کر پورشن صاف کیا تھا۔ الماریاں، کھڑکیاں دروازے، چھتیں سبھی کچھ روشن روشن سا ہو گیا تھا۔ کم از کم ان کو دو تین گھنٹے لگ گئے تھے ہر چیز کی صفائی میں۔ پرانا سامان نکال کر اس نے باہر رکھا تھا کچھ کو دھوپ لگوائی تھی بہت سارا سامان خالہ بی ان گزرے ماہ سال میں نکال نکال کر استعمال کر چکی تھیں بس چیدہ چیدہ چیزیں موجود تھیں۔

ساجدہ نے دوپہر کا کھانا تیار کرنا تھا اس کے دونوں بیٹوں نے دو بجے اسکول سے آ جانا تھا جبکہ تابندہ خود چیزوں کو دھوپ میں پھیلا کر کمروں سے نکلنے والا ساز وسامان ردی، کاغذات اور چند اور چیزیں چیک کرنے لگی تھیں۔

گھر کی تعمیر کے سلسلے میں خریدے جانے والے سامان کی کئی رسیدیں تھیں مختلف مختلف اوقات میں مختلف جگہوں سے خریدا جانے والا ساز وسامان، حساب کتاب کی ڈائری، پاسپورٹ کالج کی ڈائری، نوٹس، کتابیں ادب اور لٹریچر کی کتابیں ڈائریاں اور تعلیمی اسناد انہوں نے بہت احتیاط سے تمام چیزوں کو صاف کرتے ایک شاپنگ بیگ میں ڈالا تھا۔

”یہاں سے صرف کپڑے ہی لے کر جاؤ گے تم لوگ باقی ساز وسامان کا کیا کرو گے؟“ ماضی کے جھروکوں سے پھر کوئی آواز گونجی تھی۔

”سکندر کہتے ہیں سب کچھ بنالیں گے، کپڑے وغیرہ روزمرہ کی ضرورت ہیں باقی سب کچھ تو ارینج ہو سکتا ہے۔“

”اور کچن کے لیے برتن بھی درکار ہوں گے تب تک باقی سیٹنگ نہیں ہو جاتی ان کی تو ضرورت ہے۔“

”بالکل ابھی تو میری اپنی طبیعت ایسی ہے کہ میں شاپنگ نہیں کر سکتی ذرا جو سنبھلتی ہے تو پھر کر لیں گے مل کر، سکندر نے گھر کی سجاوٹ کا سارا کام مجھ پر چھوڑ رکھا ہے۔“ تابندہ نے نم آنکھوں سے برآمدے میں بنے اوپن کچن کی طرف دیکھا۔ ان کے دل میں عجیب سی کیفیت پیدا ہونے لگی تو وہ اٹھ گئی تھیں۔

سامان وغیرہ کو اسی طرح دھوپ میں چھوڑ کر وہ نیچے آ گئی تھیں نماز پڑھ کر کھانا کھا کر وہ پھر سے اوپر آئی تھیں ساجدہ کے دونوں بیٹے آ چکے تھے وہ بھی اوپر آ گئے تھے۔ ان کے ساتھ مل کر انہوں نے پھر سے کمرے کی سیٹنگ کی تھی۔ بچے بہت خوش تھے جن کمروں کو تالا لگا دیکھتے تھے اب ان کمروں میں چل پھر رہے تھے۔

ساجدہ ایک خاموش طبع خاتون تھیں۔ وہ سوال جواب نہیں کرتی تھی جبکہ اس کے بچے بہت متجسس تھے وہ مختلف سوال وجواب کر رہے تھے۔

”اگر یہ آپ کا گھر تھا تو پھر ہم ادھر کیوں رہ رہے ہیں۔“ چھوٹے بچے نے ایک سوال کا جواب ملنے پر پھر پوچھا تھا۔

”اس لیے کہ میں نے یہ گھر تمہاری دادی کو دے دیا تھا۔“

”اور آپ اتنا عرصہ کہاں تھیں، امی کہتی ہیں کہ آپ کہیں نوکری کر رہی تھیں اب واپس آ گئی ہیں۔“ سوال کا جواب ملنے پر اس نے جھٹ اگلا سوال کیا تھا انہوں نے مسکرا کر دیکھا۔

”ہاں میں واقعی کہیں نوکری کر رہی تھی۔“

”آپ کے بچے کدھر ہیں؟“ اس نے پھر پوچھا۔

”چپ، امی نے منع کیا تھا نا کہ آنٹی سے زیادہ سوال کر کے تنگ نہیں کرنا۔“ بڑے بھائی نے چھوٹے کو ڈانٹا۔

”ہاں میں بھول گیا تھا۔“ چھوٹا ایک دم مودب ہو گیا تھا۔

تابندہ خاموش رہی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد دونوں کمرے سیٹ ہو گئے تھے۔

”یہ ایک کمرہ تمہارا ہے اور ایک چھوٹے کا، جب تم دونوں کچھ اور بڑے ہو جاؤ گے تو ادھر رہنا۔“ تابندہ نے بچوں سے

کہا تو دونوں حیران ہوگئے۔

"واقعی؟" چھوٹے کی آنکھیں پھیل گئی تھیں۔

"ہم اب ان کمروں میں آیا جایا کریں گے تو کوئی منع تو نہیں کرے گا نا؟" وہ پوچھ رہے تھے تابندہ نے سر ہلا دیا تھا۔

"بالکل یہ اب تم دونوں کے کمرے ہیں۔"

"میں امی کو بتا کر آتا ہوں۔" چھوٹا ایک دم خوش ہوکر نیچے کی طرف بھاگا تھا بڑا بھی پیچھے لپکا تھا۔

تابندہ بی نے ایک گہرا طمانیت بھرا سانس لیا اور پھر کمرے کی طرف دیکھا تھا۔



وہ گھر لوٹی تو سیدھا اپنے کمرے میں آئی تھی، کتابیں اور بیگ رکھ کر لباس بدل کر وہ باہر آ گئی تھی اسے سخت بھوک لگ رہی تھی۔ آج کا سارا دن کالج میں بہت بزی رہا تھا۔ وہ ابھی فریج کھول کر دیکھ ہی رہی تھی جب لائبہ بھابی اندر داخل ہوئی تھیں۔

"شادی کے بعد آج کالج میں پہلا دن کیسا گزرا؟" انہوں نے مسکرا کر پوچھا۔

"بہت بزی۔" اس نے کہا تو وہ آگے بڑھی تھیں۔

"ہٹو تم میں کھانا نکال دیتی ہوں۔" انہوں نے کہا تو وہ چیئر پر ہی بیٹھ گئی۔

"بڑی خاموشی ہے گھر میں باقی لوگ کدھر ہیں۔" اس نے پوچھا۔

"صبا اور عائشہ دونوں چلی گئی ہیں دونوں پھپھو بھی ساتھ گئی ہیں ورنہ پاپا اور اماں اپنے اپنے کمرے میں جب کہ مصطفیٰ اور ماموں جان کے ساتھ چیک اپ کرا کر ابھی اپنے کمرے میں گیا ہے۔"

"اوہ......" مصطفیٰ کے ذکر پر وہ ایک دم چونک کر سیدھی ہوئی تھی۔

لائبہ نے اوون میں سالن گرم کردیا تھا۔ وہ خاموشی سے کھانا کھانے لگی تھی۔ کھانا کھا کر وہ لائبہ کے پاس کچھ دیر رکی اور پھر اپنے کمرے میں آ گئی تھی بیگ سے موبائل نکال کر اس نے حویلی کے نمبر ملائے تھے۔

بابا صاحب سے بات ہوئی تھی۔ اس نے تابندہ سے بات کروانے کا کہا تو پتا چلا کہ وہ گاؤں میں کسی کے گھر گئی ہوئی ہیں۔ اس کا دل ایک دم سکڑا۔ جب سے وہ رخصت ہوکر آئی تھی ایک بار بھی تابندہ سے بات نہیں ہوئی تھی نجانے وہ کیوں اسے نظر انداز کررہی تھیں۔ اسے لگ رہا تھا کہ جیسے وہ جان بوجھ کر اس سے بات نہیں کررہی ہیں۔ اس کے اندر ایک دم حساسیت کے طوفان اٹھنے لگے تو خود کو سمجھاتے وہ کمرے سے باہر نکل آئی تھی۔ مصطفیٰ والے کمرے کی طرف نگاہ اٹھی تو قدم من من بھر کے ہوگئے۔

وہ ادھر جانے کے بجائے ماں جی کے کمرے کی طرف چلی آئی ابھی اس نے دستک دینے کو ہاتھ اٹھایا ہی تھا کہ ایک ادھ کھلے دروازے سے آتی آواز سن کر ساکت ہوگئی۔

"تابندہ حویلی چھوڑ کر چلی گئی ہے اور آپ یہ بات مجھے اب بتا رہے ہیں۔" شہوار کو لگا جیسے اس نے سننے میں غلطی کی ہے۔

"اتنے دن ہوگئے اور آپ نے کچھ خبر بھی نہ لی، کوئی پتا نہ کرایا؟" مہرالنساء فکرمندی سے کہہ رہی تھیں۔

"پتا تو تب کراتا جب وہ انجانے میں گم ہوتیں وہ خود سے حویلی چھوڑ کر گئی ہیں۔ باقاعدہ بابا صاحب کے نام خط لکھ کر۔"

"میرے اللہ۔" شہوار کو لگا کہ جیسے اس پر گھر کی چھت آ گری ہے۔ اس نے ساکت نظروں سے ادھ کھلے

دروازے کو دیکھا۔

"پتا نہیں وہ کہاں گئی ہوں گی ان کا تو اس دنیا میں کوئی بھی نہ تھا۔" مہرالنساء از حد پریشان ہو چکی تھیں۔

"نہیں، مجھے لگتا ہے تصویر کے دو رخ ہیں ایک وہ رخ جو تابندہ نے ہمیں دکھایا ہے اور دوسرا کوئی اور رخ ہے۔ جس سے صرف وہی واقف ہے آپ کو یاد ہوگا ماضی میں جب بھی تابندہ سے اس کے رشتہ داروں کے بارے میں سوال کیا وہ گھبرا جایا کرتی تھی میں نے ہمیشہ یہ سمجھا کہ وہ اپنے دشمنوں سے خوف زدہ ہے مگر اب مجھ لگ رہا ہے کہ ہم بے وقوف بنائے گئے ہیں۔ تابندہ بی کے ماضی میں بہت کچھ چھپا ہوا ہے۔" شاہزیب صاحب کہہ رہے تھے۔

اور دروازے کے پاس کھڑی شہوار کو لگا کہ جیسے لحہ لحہ اس کے جسم سے جان نکلتی جارہی ہے۔

"یہ کیسے ہوسکتا ہے، تابندہ کا ہمارے ساتھ کوئی ایک دن کا ساتھ نہ تھا، برسوں ہم نے ساتھ گزارے تھے کسی کے کردار کی پہچان ایک لحہ میں ہو جاتی ہے وہ کوئی ایسی ویسی خاتون نہ تھیں۔" مہرالنساء کے لہجے میں ایک دم خوف سمٹ آیا تھا۔

"میں بھی کرداری لحاظ سے انہیں غلط نہیں کہہ رہا۔ مگر مجھے لگتا ہے انہوں نے ہم سے بہت کچھ چھپا رکھا تھا۔"

شہوار کو لگا وہ ابھی ندامت و شرمندگی سے پورے قد سمیت گرنے والی ہے اس نے ایک دم دیوار کو تھاما۔

وہ نجانے کیوں اپنی پہچان کے حوالے سے ہمیشہ خوف زدہ رہی تھی تو کیا اس کے وہ سارے خوف، سارے وسوسے اور سارے خدشات اب درست ثابت ہونے والے تھے۔

شہوار کو لگا کہ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا ہے۔

"میں تو اب شہوار کے حوالے سے بھی شک کا شکار ہو رہا ہوں۔" شاہزیب صاحب کی آواز اسے لگا یہ آخری کیل تھی جو اسے تابوت میں بند کرنے کو کافی تھی۔

"کیا مطلب، کیسا شک؟" مہرالنساء نے بے تابی سے پوچھا تھا۔ جواب میں نجانے شاہزیب صاحب نے کیا کہا تھا۔ شہوار نے ایک دم اپنا چکراتا سر تھاما تھا مگر سب بے سود تھا۔ آج وہ بھری دنیا میں بالکل تنہا رہ گئی تھی۔

اس کی ذات کا سارا مان،

ساری اکڑ

سارا غرور

آج خاک میں مل گیا تھا۔

اس کی ذات کا نشان آج پھر شک کی لپیٹ میں تھا اس کے سر پہ ہمیشہ چادر ڈالنے والے بھی آج مشکوک تھے۔ اسے لگا اس کو سانس بہت گھٹ گھٹ کر آ رہا ہے۔ وہ بس مرنے والی ہے۔ وہ بس ابھی ٹوٹی ہوئی عمارت کی طرح زمین بوس ہو جائے گی۔ اس نے خود کو سنبھالنا چاہا تھا۔

بمشکل واپسی کے لیے قدم بڑھائے تھے مگر اب کی بار ذہن پر چھانے والا اندھیرا ایسا تھا کہ وہ پورے قد سے زمین پر گر گئی تھی۔

بند ہوتی آنکھوں سے اس نے بس یہ دیکھا تھا کہ اس کی چیخ اور بند ہوتی آواز سن کر مہرالنساء اور شاہزیب صاحب فوراً کمرے سے باہر آئے تھے اور تیزی سے اس کی طرف لپکے تھے۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)




ٹوٹا ہوا تارا
سمیرا شریف طور

قسط نمبر 15

سب امتحان عشق کے اپنے کرے رہے
ہم کوزہ گر کے چاک پہ برسوں پڑے رہے
ان کی نگاہیں شوخ تھیں ہم تھے حیا پسند
مشتاق وہ ہم اپنے کہے پر اڑے رہے

گزشتہ قسط کا خلاصہ

پولیس کی پیش رفت اور آنے والے خطرات کے پیش نظر شہزاد ملک چھوڑ دیتا ہے جبکہ دوسری طرف ایاز اپنے منصوبے میں ناکام ہونے پر ایک مرتبہ پھر انتقام کی آگ میں بھڑک اٹھتا ہے۔ دوسری طرف گھر والوں کے بروقت اسپتال لے جانے پر کاشفہ کی جان بچ جاتی ہے۔ عبدالقیوم کے اثر ورسوخ کی بدولت پولیس کیس بننے سے رہ جاتا ہے۔ عادلہ اسپتال میں ولید کو دیکھ کر کافی متاثر نظر آتی ہے اسے اپنی بہن کا انتخاب پسند آتا ہے۔ شہوار اپنے رویے کی بدصورتی محسوس کرتے مصطفیٰ کی بدگمانی دور کرنے کی غرض سے اسے فون کرتی ہے جبکہ مصطفیٰ اس کا نمبر دیکھتے ہی فون آف کر دیتا ہے۔ شاہ زیب اسپتال جانے سے پہلے شہوار کو بھی ساتھ لے جانا چاہتے ہیں تاکہ وہ مصطفیٰ سے مل سکے لیکن شہوار اپنی دوستوں کی آمد کا ذکر کرتے جانے سے انکار کر دیتی ہے۔ انا بھی شہوار کے رویے میں موجود لاتعلقی مصطفیٰ کے لیے محسوس کر کے تاسف کا شکار نظر آتی ہے۔ مصطفیٰ کی حالت قدرے سنبھلتی ہے تو اسے ڈسچارج کر دیا جاتا ہے۔ اس کے گھر آنے پر سب ہی باہر موجود ہوتے ہیں جبکہ مصطفیٰ شہوار کو نا پا کر ایک مرتبہ پھر بدگمانی کا شکار ہونے لگتا ہے ماں جی مصطفیٰ کے کمرے میں شہوار کو بھی لے آتی ہیں جبکہ مصطفیٰ ماں جی کے سامنے خود پر ضبط کیے رکھتا ہے لیکن ماں جی کے باہر جاتے ہی وہ شہوار کو سخت سناتا ہے۔ اپنے والدین کی خوشی کی خاطر مصطفیٰ اس رشتے کا بھرم قائم رکھتا ہے اور شہوار کی خاموشی کو وہ اس کی ناپسندیدگی اور زبردستی کے رشتے کا مفہوم دیتا ہے جبکہ شہوار اس کے بگڑے تیور دیکھ کر بھونچکا رہ جاتی ہے۔ دوسری طرف تابندہ بوا غیر موجودگی پر اس کا دل عجیب خدشات میں گھر جاتا ہے۔ مصطفیٰ خرابی طبیعت کو یکسر نظر انداز کیے آفس جوائن کر لیتا ہے۔ گھر والوں کے سمجھانے کے باوجود وہ آفس پہنچ کر تمام حالات کا نئے سرے سے جائزہ لیتا ہے اور ایاز اور اس کے دوستوں کے متعلق تمام معلومات حاصل کرتا ہے۔ جب ہی اسے شہزاد کے بیرون ملک جانے کا علم ہوتا ہے۔ امجد خان لالا رخ کیس کے متعلق تمام معلومات کی فائل بھی مصطفیٰ کے حوالے کر دیتا ہے۔ ان حالات میں شہوار بھی کالج جانا شروع کر دیتی ہے اگرچہ اماں جی ابھی ایاز والے واقعے کو لے کر خاصی فکر مند ہوتی ہیں۔ کاشفہ کی حالت سنبھلنے پر اسے ڈسچارج کر دیا جاتا ہے۔ ولید سے بات ہونے پر وہ ایک مرتبہ پھر اسے اپنی طرف مائل کرنا چاہتی ہے جبکہ اس کے یہ انداز واطوار ولید کو بالکل بھی پسند نہیں آتے۔ خودکشی کی اس کوشش پر بھی وہ اسے سخت سناتا ہے۔ جبکہ دوسری طرف انا یہ تمام باتیں سن لیتی ہے۔ ولید کے منہ سے کاشفہ کی محبت اور پھر خودکشی کا سن کر اس کا دل خون کے آنسو روتا ہے وہ ان حالات میں کاشفہ کے ساتھ ولید کو بھی ذمہ دار ٹھہراتی ہے جبکہ دوسری طرف کاشفہ، انا کو مار ڈالنے کی باتیں کرتے ولید کو طیش میں مبتلا کر دیتی ہے۔

تابندہ خالہ بی کے گھر کا خرچہ خود برداشت کرتی اوپر کے دونوں کمرے جہاں ان کی بہت سی یادیں وابستہ ہوتی ہیں ماجدہ کے حوالے کر دیتی ہیں۔ شاہ زیب، تابندہ کے حویلی چھوڑنے کی بات مہرالنساء کو بتاتے ہیں جس پر مہرالنساء بھی خدشات کا شکار ہونے لگتی ہے۔ اب شہوار کی ذات بھی ان کے لیے مشکوک ہونے لگی ہے کہ نجانے اس کے پیچھے کیا ماضی ہے۔ جبکہ دروازے کے باہر کھڑی شہوار اپنی ذات کی شناخت پر انگلیاں اٹھتے دیکھ کر ہوش وحواس سے بیگانہ ہو جاتی ہے۔ اس کے تمام خوف حقیقت کا روپ دھار لیتے ہیں۔

(اب آگے پڑھیے)

❀......❀......❀

وہ کچن میں کھڑی اپنے لیے چائے بنا رہی تھی جب ولید بازو پر کوٹ ڈالے دروازے پر آ رکا تھا۔ انا اس کی موجودگی سے لاعلم چائے کی طرف متوجہ تھی۔ بال کیچر میں جکڑے پشت پر بکھرے ہوئے تھے ڈوپٹا کندھے پر تھا اور چہرے پر بلا کی سنجیدگی تھی۔

پچھلے کچھ دنوں سے اس کا رویہ مسلسل لاتعلقی والا تھا اور ولید کو اس کا یہ رویہ اندر ہی اندر پریشان کیے ہوئے تھا۔ ولید نے ہلکے سے ناک کیا تو وہ بے اختیار پلٹی اور ولید کو دیکھ کر اس کے چہرے پر گزرے دن والے تاثرات پیدا ہوئے تھے۔

"کیا حال ہے؟" ولید مسکرا کر آگے بڑھا جبکہ وہ خاموشی سے آنچ دھیمی کرتے ٹرے میں مگ رکھنے لگی تھی۔

"میں سمجھ نہیں پا رہا تم ایساری ایکٹ کیوں کر رہی ہو؟ سب کچھ اچھی طرح سمجھنے اور جاننے کے باوجود۔" ولید نے جھنجلا کر کہا۔

"میں کوئی ری ایکٹ نہیں کر رہی، آپ کو خوامخواہ فیل ہو رہا ہے۔" سنجیدہ انداز میں کہہ کر وہ مگ میں چائے انڈیلنے لگی۔

"تو پھر مجھ سے بات چیت کیوں بند ہے؟" ولید نے ٹوکا۔

"غلط فہمی ہے آپ کی۔" چائے انڈیل کر خالی پاٹ سنک میں رکھ کر وہ ٹرے اٹھا باہر چل دی۔

"چائے پینی ہے تو لاؤنج میں آ جائیں۔" وہ سنجیدگی سے کہہ کر دروازے کی طرف بڑھی تھی۔

"رکو۔" ولید نے کہا تو وہ رک گئی۔

"میں فریش ہو کر آتا ہوں مصطفیٰ کے پاس جانا ہے تم بھی ریڈی ہو جاؤ چلتے ہیں۔" ولید نے اپنا پروگرام بتایا تو وہ الجھی۔

"کیوں خیریت؟" اس نے پریشان نظروں سے ولید کو دیکھا۔

"ہاں ویسے ہی مصطفیٰ کی عیادت کو جانا ہے گھر شفٹ ہونے کے بعد میں اس سے رابطہ نہیں کر پایا۔" ولید نے کہا۔

"آج تو وہ آفس بھی گئے تھے شہوار بھی کالج آئی تھی اس نے ذکر کیا۔" انا نے سرسری کہا۔

"او اچھا یعنی کہ وہ اب کافی کور کر چکا ہے۔" انا خاموش رہی۔

"میں فریش ہو کر آتا ہوں تم بھی ریڈی ہو جانا۔" ولید کہہ کر اس کے پاس سے گزر کر چلا گیا تو انا نے خود کو خاصا بے بس سا محسوس کیا۔

اس رات ولید کے منہ سے کاشفہ کے متعلق سننے کے باوجود اس بے نہ تو ٹھیک سے خفا ہو پا رہی تھی اور نہ ہی بدظن۔ اندر ہی اندر وہ نجانے کیا کیا سوچ کر گھائل ہوتی رہی تھی اور اب ولید کے پکارنے پر وہ ایک دم اپنی ساری انا بھلا

کراس کوانکار نہ کرپائی تھی۔ وہ روشی اور ماموں کو چائے دے کر اپنا مگ لے کر کمرے میں آ گئی تھی چائے پینے کے دوران وہ جلدی جلدی ڈریس اپ بھی ہوئی تھی اور چینج کرکے وہ دوبارہ لاؤنج میں آئی تو ولید موجود تھا۔ اسے دیکھ کر فوراً کھڑا ہو گیا۔

وہ روشی اور ماموں کو بتاچکا تھا۔ سو وہ خاموشی سے اس کے گاڑی میں آ بیٹھی تھی۔ فرنٹ سیٹ پر بیٹھی وہ خاموش ہی رہی تھی۔

کچھ دیر تک گاڑی میں خاموشی رہی تھی ولید کو اس کی خاموشی بڑی شدت سے محسوس ہونے لگی تھی۔

''اتنی خاموشی کیوں؟'' گاڑی مین روڈ پر ڈالتے ولید نے کہا تو وہ چونک کر متوجہ ہوئی تھی۔

''آپ کی طرف سے یا میری طرف سے؟'' انا کے الفاظ پر وہ ہلکا سا مسکرایا۔

''شاید میری طرف سے ہی ہے۔'' انا خاموش رہی وہ یونہی باہر دیکھتی رہی مگر جیسے ہی گاڑی کو ٹرن ہوتے دیکھا وہ چونکی۔

''کدھر جارہے ہیں؟''

''بس یونہی لونگ ڈرائیو کا موڈ ہو رہا ہے۔'' ولید نے مسکرا کر کہا۔

''مگر ہم تو مصطفیٰ بھائی کے ہاں جارہے تھے نا؟''

''مصطفیٰ سے میں مل چکا ہوں اس وقت تمہارا موڈ دیکھتے میرا موڈ آؤٹنگ کا بنا تھا تمہیں کہتا تو شاید تم انکار کرتیں سو مجھے مصطفیٰ کا نام لینا پڑا۔'' انا نے لب بھینچ کر گھورا۔

''آپ نے مجھ سے جھوٹ بولا۔'' اسے رہ رہ کر اپنے اوپر تاؤ آنے لگا۔ ولید نے مسکرا کر کندھے اچکائے۔

''آپ کس قدر جھوٹے ہیں میں آئندہ آپ کی کسی بات پر اعتبار نہیں کروں گی۔'' اپنے حلیے کو دیکھتے وہ پچھتائی شہوار کے ہاں جانے کے خیال سے وہ اچھی طرح ڈریس اپ ہوئی تھی اور لپ اسٹک بھی لگائی تھی۔

''تمہیں بے وقوف بنانا کوئی مشکل کام تو نہیں۔'' ولید نے ہنس کر کہا تو انا نے لب بھینچ کر گھورا۔

''ویسے لگ تو کافی پیاری رہی ہو، بس اس طرح منہ پھلا کر بیٹھو گی تو ساری خوب صورتی ماند پڑ جائے گی۔'' ولید چھیڑ رہا تھا انا غصے سے گھور کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

''کیتھی پاکستان آئی ہوئی ہے کل سے وہ ہوٹل میں ٹھہری ہوئی ہے اس وقت ہم اسی سے ملنے جارہے ہیں وہ تم سے ملنا چاہتی تھی میں نے تو بہت اصرار کیا تھا کہ وہ ہمارے گھر رک جائے مگر وہ مانی ہی نہیں اس وقت بھی کال کی کہ ڈنر اکٹھے کرتے ہیں تمہیں بھی لے آؤں۔'' ولید نے مسکرا کر بتایا تو وہ چونک گئی۔

ابھی تو کاشفہ والا مسئلہ دل قبول نہیں کر رہا تھا اور اب یہ کیتھی نامی نئی مصیبت ٹپک پڑی تھی۔ انا کے اندر ایک دم شدید اضطراب سر ابھارنے لگا تھا۔

''وہ پاکستان کیوں آئی ہے؟'' اسے لگا جیسے اس کی آواز کسی گہرے کنوئیں سے آ رہی ہے۔

''اسے یہاں کوئی کام تھا، اکیلی نہیں ہے وہ ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن میں جاب کرتی ہے ان کی کمپنی کے کچھ لوگ یہاں آئے ہوئے ہیں اپنی ٹیم کے ساتھ وہ بھی آئی ہے اسی لیے اپنی ٹیم کے ساتھ ہوٹل میں مقیم ہے۔'' ولید نے تفصیل سے بتایا۔ ولید نے ایک فلاور شاپ کے سامنے گاڑی روک دی تھی۔

''جسٹ دن منٹ میں ابھی آیا۔'' وہ کہہ کر چلا گیا تبھی ان کی گاڑی کے ساتھ ایک اور گاڑی بھی آ کر رکی تھی۔ انا نے سرسری سا دیکھا تو چونکی ساتھ والی گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھی کاشفہ اسے کھا جانے والی نظروں سے گھور رہی تھی۔

کاشفہ کے ساتھ ڈرائیونگ سیٹ پر کوئی اور لڑکی بھی تھی۔ چند پل وہ اسے گھورتی رہی اور پھر ان کی گاڑی وہاں سے چلی گئی۔ دو تین منٹ بعد ولید ایک خوب صورت ریڈ روزز کے بکے کے ہمراہ شاپ سے نکل کر گاڑی میں آ کر بیٹھ گیا تھا۔ انا نے خاموشی سے بکے کو دیکھا تھا۔

''کئی ماہ بعد ملاقات ہو رہی ہے اب اس طرح خالی ہاتھ جاتیں تو اچھا نہیں لگتا۔'' ولید نے بھی اس کو پھولوں کو دیکھتے محسوس کیا تو کہا وہ خاموش رہی۔

گاڑی کچھ دیر بعد ایک شاندار سے ہوٹل کی پارکنگ میں جا کر رکی تھی۔

''ہاں کیتھی کہاں ہو تم؟'' گاڑی پارک کرنے کے بعد ولید نے کیتھی سے رابطہ کیا۔ انا باہر دیکھنے لگی۔ دونوں ابھی بھی گاڑی میں ہی تھے۔

''اوکے، میں پارکنگ میں ہی ہوں آ رہا ہوں۔'' اس نے انا کو اترنے کا اشارہ کیا تھا وہ باہر نکل گئی تو وہ بھی ڈور لاک کرتا باہر نکل آیا اور پھر اس کے ہمراہ عمارت کے اندر آئی تو کیتھی بھی تیزی سے سیڑھیاں اترتے ان کی طرف آئی تھی۔

''ہیلو ولید۔'' وہ ایک دم بے قراری سے ولید کی طرف بڑھی تھی۔

انداز ایسا تھا کہ جیسے ابھی ولید سے لپٹ جائے گی مگر ولید کے پاس پہنچ کر وہ ایک دم رکی تھی گویا خود پر قابو پالیا تھا اور بے تحاشا بے قراری سے اس نے ولید کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

''ولید اٹس آ گریٹ سرپرائز فار می یو آر ہیئر آئی ڈونٹ بلیو اٹ۔'' وہ بے قراری سے کہہ رہی تھی ولید مسکرایا۔

''ہاؤ آر یو؟'' ولید نے پوچھا تھا انداز نارمل تھا۔

''آئی ایم فائن اینڈ یو؟'' وہ پوچھ رہی تھی انا عجیب سی کیفیت میں گھری بس دونوں کو دیکھ رہی تھی۔

انتہائی خوب صورت ویسٹرن لک کی مالک یہ کیتھی اس قدر اٹریکٹیو اور پیاری بھی ہو سکتی ہے انا سوچ بھی نہیں سکتی تھی کیتھی اپنی تصاویر سے بڑھ کر خوبصورت تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کا حال احوال دریافت کر رہے تھے انا خالی الذہنی کیفیت سے ان کو دیکھ رہی تھی۔

ولید کے چہرے پر مسکراہٹ تھی جبکہ کیتھی تو اس قدر پر جوش و خوش ہو رہی تھی کہ گویا اسے ہفت اقلیم کی دولت مل گئی ہو۔

''کیتھی لیٹس میٹ انا اینڈ انا یہ کیتھی ہے۔'' ولید نے دونوں کا تعارف کرایا تو کیتھی نے پہلی بار ولید سے توجہ ہٹا کر اس سے چند قدم کے فاصلے پر کھڑی انا کو بغور دیکھا اور اگلے پل ہی اس کے چہرے کی رنگت بدلی تھی اور پھر وہ مسکراتی انا کی طرف بڑھی تھی۔

''ہیلو۔'' انا نے سنجیدگی سے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا مگر کیتھی بہت اپنائیت و محبت سے اس کا ہاتھ تھام کر اس کے گلے لگ گئی تھی۔

انا ایک دم ساکت ہوئی تھی۔

''میں نے روشی اور انکل سے تمہارا بڑا ذکر سنا تھا یو آر سو کیوٹ اینڈ پریٹی۔'' وہ ٹوٹی پھوٹی اردو میں کہہ رہی تھی اور انگلش لہجہ انا حیران ہوئی۔

''آپ کو اردو آتی ہے۔'' وہ حیرت سے پوچھ رہی تھی ولید مسکرایا۔

''بالکل...... ولید، مصطفیٰ اور روشی سے سیکھی تھی میں نے بس بولنا آتی ہے لکھنا نہیں۔'' وہ کہہ رہی تھی انگلش لہجے میں اردو بولتی وہ کافی پیاری لگ رہی تھی۔ انا نے ایک گہرا سانس لیا۔

"کیتھی اٹس فاریو۔" ولید نے ہاتھ میں پکڑا بکے اسے دیا تو وہ ایک دم پرجوش سی ہوگئی۔

"تھینکس ولید۔ یونو ریڈ روز مائی فیورٹ فلاور۔" بکے کو چہرے کے قریب کرتے اس نے کہا۔

"آئی نو۔" ولید نے کہا تو کیتھی کے چہرے پر ایک دم رنگوں کی برسات اتری تھی۔ انا ایک بار پھر الجھنے لگی تھی۔

وہ کیتھی کے ساتھ میٹنگ ہال میں آگئے تھے۔ جہاں پہلے سے ہی ٹیبل ریزرو تھی کیتھی نے ویٹر کو سرو کرنے کا آرڈر کیا اور اس کے بعد وہ اور ولید نجانے کہاں کہاں کی باتیں لے کر بیٹھ گئے تھے۔ یونیورسٹی جاب اور بھی نجانے کیا کیا۔ انا ایک دم اکتاہٹ محسوس کرنے لگی۔ اسے رہ رہ کر ولید پر غصہ آ رہا تھا خوامخواہ اسے اپنے ساتھ گھسیٹ لایا تھا۔ وہ ایک دم چہرے پر بیزاریت لیے گلاس وال سے باہر دیکھنے لگی تھی۔

"تم روشی کو بھی لے آتے میں تو اپنی ٹیم کے ساتھ ہوں خود سے نکل نہیں سکتی میں اس سے بھی مل لیتی۔" کیتھی ولید سے کہہ رہی تھی انا نے اسے دیکھا اور پھر بغور دیکھنے لگی۔

وہ بے حد خوب صورت لڑکی تھی ڈریسنگ بھی اس کے کلچر کے مطابق تھی ٹی شرٹ اور ٹراؤزر میں وہ خاصی اٹریکٹیو لگ رہی تھی۔

"ولید نے بتایا آپ میڈیکل پڑھ رہی ہیں؟" اس نے پوچھا تو انا نے محض سر ہلایا۔

"ولید مصطفیٰ اور روشی کے ساتھ میرا بہت سارا وقت گزرا ہے اور بہت اچھا بھی پہلے مصطفیٰ پاکستان آ گیا اور پھر یہ لوگ بھی میں ان کو بہت مس کرتی رہی ہوں۔" وہ مسکرا کر بتا رہی تھی انا محض سر ہلا گئی۔

"مصطفیٰ کی شادی کا پتا چلا تھا اس کو بھی میں نے پاکستان پہنچتے ہی کال کی تھی۔ بٹ اس نے پک ہی نہیں کی۔ وہ شاید اپنے ہنی مون ٹرپ پر ہے؟" وہ اس سے بات کرتے کرتے ولید سے پوچھنے لگی تھی۔

ولید اسے مصطفیٰ کی شادی اور پھر ایکسیڈنٹ کا بتانے لگا تو کیتھی کو سن کر بہت صدمہ پہنچا تھا جس کا اظہار وہ بار بار کر رہی تھی۔ پھر ویٹر کھانا لے آیا تو کیتھی ان کو سرو کرنے لگی۔

کھانا کھاتے ہوئے بھی وہ دونوں مسلسل اپنی باتوں میں لگے رہے تھے۔ ولید تو گویا اسے یہاں لاکر بھول ہی گیا تھا۔ انا کے اندر عجیب وغریب ابال سے اٹھنے لگے تھے۔ وہ پہلے ہی کاشفہ کو لے کر از حد چڑی ہو رہی تھی اوزاب کیتھی۔ اسے لگ رہا تھا کہ وہ جو بمشکل اپنے آپ کو سنبھال رہی ہے ایک دم پھٹ پڑے گی۔ اس نے کیتھی کے اصرار کے باوجود بہت جلد کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا تھا۔

"کیا ہوا کھانا پسند نہیں آیا؟" کیتھی نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"نہیں کھانا تو بہت اچھا ہے بٹ اس وقت مجھے بھوک محسوس نہیں ہو رہی۔" ولید نے بھی اسے دیکھا تو اس کے چہرے کے تاثرات کا بغور جائزہ لیا تھا۔

"انا اتنی جلدی ہر کسی سے بھی فرینک نہیں ہوتی، یو ڈونٹ وری۔" وہ اس سے اور بھی سوال کر رہی تھی جب ولید نے کہا تھا وہ بھی کھانا ختم کر چکا تھا انا اب فوراً سے بیشتر یہاں سے اٹھنا چاہتی تھی۔

"یہ تو کوئی اچھی بات نہیں۔"

"ولی چلیں۔"

"ارے اتنی جلدی کچھ دیر اور رکتے نا پلیز۔" وہ ولید سے مخاطب تھی۔ انا ایک دم کھڑی ہوگئی۔

"نہیں، کافی دیر ہوگئی ہے۔" تنے تنے اعصاب لیے اس نے کہا تو ولید کو بھی اٹھنا پڑا تھا۔

"اوکے کیتھی، کھانا بہت اچھا تھا پھر ملیں گے انا کو علم نہ تھا کہ میں یہاں آ رہا ہوں میں اسے مصطفیٰ کے گھر کا کہہ کر لایا!

تھا۔" مسکرا کر کہتے انا کی سنجیدگی کی وجہ بیان کی۔
انا نے ولید کو سنجیدگی سے دیکھا۔
"اوکے، میں مصطفیٰ سے بھی ملنے جاؤں گی تم بھی وقت نکال کر چکر لگانا دونوں چلیں گے۔" کیتھی نے مسکرا کر کہا۔
"اوکے۔" اس نے بھی کہا۔
پھر کیتھی نے ولید سے ہاتھ ملایا اور انا سے گلے ملی اور انہیں باہر تک سی آف کرنے آئی تھی۔



اسے ایک دم چکرآیا تھا انکشاف ہی ایسا تھا کہ جس نے اس کے حواس مختل کردیے تھے وہ دھڑام سے گری تھی۔ ہاتھ لگنے سے دیوار کے ساتھ رکھا اسٹینڈ گرا تھا شہوار کے گرنے کی آواز سن کر اپنے روم سے مہرالنساء فوراً باہر نکلی تھیں۔ وہ شہوار کو دیکھ کر ایک دم گھبرا گئی تھیں۔
"شہوار۔" وہ فوراً اس کے پاس آئی۔ شاہزیب صاحب بھی ان کی گھبرائی ہوئی آواز سن کر آگئے تھے۔
"کیا ہوا؟"
"پتا نہیں۔" انہوں نے شہوار کو سیدھا کیا وہ بے ہوش تھی۔
"کہیں اس نے ہماری باتیں تو نہیں سن لیں۔" شاہزیب صاحب نے ازحد پریشانی سے بیگم کو دیکھا تو وہ بھی پریشان ہوگئی۔
شاہزیب صاحب نے اسے بہت احتیاط سے اٹھایا تو مہرالنساء نے بھی ساتھ سہارا دیا تھا وہ اس کو اپنے روم میں لے آئے تھے۔
"شہوار بیٹا...... اٹھو...... ہوش کرو۔" بستر پر لٹا کر انہوں نے اس کے رخسار تھپتھپائے تھے۔ مہرالنساء نے خوفزدہ نظروں سے دیکھا۔
"پانی لائیں۔" شہوار کی نبض دیکھی جس کی رفتار نارمل تھی انہوں نے بیگم کو کہا تو مہرالنساء فوراً باہر چلیں گئیں۔ واپسی پر ان کے ساتھ لائبہ بھی تھی۔ پانی کے چھینٹے مارے اور چند اور حربے آزمانے کے بعد شہوار کو ہوش آگیا تھا۔
"آہ......!" وہ کراہ رہی تھی اور آنکھیں کھول دی تھیں۔ خالی خالی آنکھوں سے اس نے خود پر جھکے چہروں کو دیکھا۔
"شہوار کیا ہوا طبیعت ٹھیک ہے؟" مہرالنساء نے ازحد شفقت سے پوچھا۔
شہوار کچھ پل قبل کی تمام باتیں یاد آئیں تو اس کے اندر اذیت و تکلیف کا طوفان امڈ پڑا تھا اور بے اختیار آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے۔
"مجھے بتائیں میری امی کدھر ہیں؟" اس کے لبوں سے سوال نکلا تو مہرالنساء نے گھبرا کر شوہر کو دیکھا اور شاہزیب صاحب نے ایک گہرا سانس لیا تب لائبہ نے بڑی حیرانی سے سب کو دیکھا تھا۔
"شہوار بیٹا گھبراؤ نہیں وہ آجائیں گی۔" شاہزیب صاحب نے کہا تو وہ شدت سے رونے لگی تھی۔
اس کے پاس خون کے بہت سارے رشتے نہیں تھے کہ وہ یہ خبر سن کر صبر کرلیتی اسے تو لگ رہا تھا کہ اس خبر نے گویا اس کے وجود کے ٹکڑے ٹکڑے کرڈالے ہیں۔
"مجھ سے کوئی جھوٹ نہیں بولیں، میں نے آپ کی تمام باتیں سنی ہیں پلیز مجھے بتائیں میری امی کہاں ہیں؟" وہ نڈھال سے انداز میں بستر پر اٹھ بیٹھی تھی۔ مہرالنساء کے ہاتھ تھام کر اس نے دونوں میاں بیوی سے پوچھا۔
"وہ حویلی سے جاچکی ہیں۔" شاہزیب صاحب نے آہستگی سے کہا تو لائبہ نے حیران ہوکر دیکھا۔

"کہاں؟" شہوار نے پوچھا۔
"ہمیں علم نہیں، تابندہ نے بابا صاحب کے نام جو خط چھوڑا تھا اس میں بھی بس یہی ذکر کیا تھا کہ وہ واپس آجائیں گی اور آ کر آپ کے تمام سوالوں کے جواب دیں گی۔" شاہزیب صاحب نے سنجیدگی سے کہا تو شہوار کے اندر جیسے بھانبھڑ جلنے لگے تھے۔
"ایسے کون سے سوال تھے جن کے لیے انہیں حویلی چھوڑنا پڑی۔" وہ ہچکیوں سے رو رہی تھی۔ مہرالنساء نے فوراً اسے ساتھ لگالیا تھا۔
"صبر کرو، تابندہ نے اگر کہا ہے کہ وہ واپس آئے گی تو ضرور آئے گی۔"
"ایسا کون ہے جس کے پاس وہ گئی ہیں۔ میں نے جب بھی پوچھا ہمیشہ یہی جواب ملا کہ میرا کوئی بھی رشتہ موجود نہیں سوائے ان کے مجھے ہمیشہ وہ ٹالتی رہیں۔" وہ ہچکیوں سے روتے کہہ رہی تھی۔
"ہم نے کبھی بھی تابندہ یا تمہارے ماضی کے بارے میں بہت گہرائی سے جاننے کی کوشش نہیں کی تھی بس تابندہ نے جو کہا ہم نے یقین کرلیا تھا۔" مہرالنساء نے کہا تو اس نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔
"مگر مجھ سے تو ہمیشہ یہی کہا گیا انکل کہ آپ ددھیال والوں کے پاس گئے تھے ان سے ملنے، امی کو ان لوگوں سے خطرہ تھا تو انہوں نے وہ جگہ چھوڑ دی تھی اور حویلی میں پناہ لے لی تھی۔" اس نے مہرالنساء اور شاہزیب دونوں کو دیکھا تھا۔
"ہاں گیا تو میں واقعی تھا مگر تب مجھے کچھ خاص سراغ نہ ملا تھا کہ میں شک کرتا۔ سکندر اس شخص کا بھتیجا تھا جس سے میں ملا تھا اور وہ ایک مفلوک الحال شخص تھا اس نے سکندر کی دولت و جائیداد پر قبضہ کیا تھا اور اس کی اولاد ساری دولت و جائیداد سمیٹ کر اس شخص کو ایک ملازم کے آسرے پر چھوڑ کر باہر چلی گئی تھی۔ اس کے بعد پھر میرا دوبارہ کبھی اس جگہ جانا ہی نہ ہوا۔" شاہزیب صاحب نے سنجیدگی سے کہا تو شہوار کے رونے میں شدت در آئی۔ اس کی ماں اس کے وجود کو ایک سوالیہ نشان بنا کر جاچکی تھیں۔ نجانے لوگ اب اس کی ذات کو کس کس طرح ڈسکس کرنے والے تھے۔
"تم ٹینشن نہ لو سب ٹھیک ہوجائے گا، تابندہ واپس آجائے گی۔" مہرالنساء نے تسلی دینا چاہی تھی مگر شہوار کی کسی بھی طرح تسلی و تشفی نہیں ہو پارہی تھی۔
اسے لگ رہا تھا کہ وہ دنیا کے سامنے ایک تماشہ بننے والی ہے۔
"تابندہ نے ہم سے کبھی بھی دل کی بات نہیں کی تھی کہ جس سے اندازہ ہوتا کہ اس کا کوئی رشتہ دار یا جاننے والا موجود ہے۔ نجانے کہاں گئی ہوگی؟" مہرالنساء نے مزید کہا۔ لائبہ تمام صورتحال سمجھ چکی تھی اس نے ایک گہرا سانس لیا تھا۔
"میں نے کچھ لوگوں کو ہدایات دی ہیں کہ وہ پتا کرائیں کہ تابندہ کہاں جاسکتی ہیں ہوسکتا ہے کوئی سراغ مل ہی جائے۔" شاہزیب صاحب نے بھی کہا مگر شہوار کے دل کو جو زخم لگا تھا وہ اب تسلی کے ان چند بولوں سے نہیں بھرنے والا تھا۔
اس کے ساتھ نجانے اب کیا ہونے والا تھا۔ یہ سوال ایسا تھا کہ وہ شدت سے رو دی۔ وہاں موجود تینوں نفوس ایک دوسرے کو دیکھ کر نظریں چرا رہے تھے۔

❀......❀......❀

وہ عجیب سے ہارے ہوئے انداز میں بیٹھی ہوئی تھی۔ آنکھوں میں آنسو تھے۔

"وہ اس کے ساتھ تھی میں اس کی خاطر سوسائیڈ کرتی ہوں اور اسے کوئی فرق ہی نہیں پڑتا، اس نے ایک بار بھی میرا حال تک نہ پوچھا میرا جی چاہ رہا ہے کہ میں ساری دنیا کو آگ لگا دوں۔" شدت سے روتے ہوئے کہا تو دوست نے ترحم بھری نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"تم اسے بھول کیوں نہیں جاتیں کیوں خود کو تکلیف دے رہی ہو۔"

"نہیں بھول سکتی میں اسے..... اسے بھولنے کا سوچتی ہوں تو مجھے لگتا ہے کہ میری سانسیں تھم جائیں گی۔"

"تو پھر کیا کرو گی، وہ تمہیں صاف جواب دے چکا ہے تم نے اس کے لیے سوسائیڈ کی کوشش کی تم بچ گئی مگر تمہارے جان پر کھیل جانے کے باوجود وہ تمہارے پاس تمہاری خیریت تک پوچھنے نہیں آیا۔" دوست نے سنجیدگی سے کہا تو اس کے رونے میں شدت آ گئی۔

"میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتی۔" روتے ہوئے اس نے کہا تو اس کی دوست نے بڑی ترحم آمیز نگاہ اس پر ڈالی تھی۔

"اور وہ تمہیں صاف انکار کرچکا ہے اس کی ایک منگیتر ہے اور وہ اسے لائیک بھی کرتا ہے۔"

"بات مت کرو اس لڑکی کی۔" اس نے ایک دم پھٹ پڑنے والے انداز میں ٹوکا تھا۔

"وہ میرے ساتھ بالکل ٹھیک چل رہا تھا کبھی بھی اس نے یہ احساس نہیں ہونے دیا تھا کہ وہ اس کی منگیتر ہے اور اب ایک دم جب میں اس کے معاملے میں اس حد تک جاچکی ہوں وہ کہتا ہے وہ اسے پسند کرتا ہے۔" روتے ہوئے اس نے کہا۔

"میں اس لڑکی کو زندہ نہیں چھوڑوں گی میں زندگی میں پہلی بار خود سے ہاری ہوں اور میں اس لڑکی کی وجہ سے خاموش نہیں بیٹھوں گی۔" روتے روتے ایک دم آنسو صاف کرتے ہوئے اس نے کہا تو دوست نے چونک کر دیکھا۔

"وہ تمہارے اس رویے کی وجہ سے تم سے اب بدظن ہوچکا ہے میرا نہیں خیال کہ وہ اب تم سے دوبارہ ملنے کی کوشش بھی کرے گا۔" دوست کا تجزیہ تلخ تھا۔ کاشفہ کے چہرے کے عضلات ایک دم کشیدہ ہوگئے تھے۔

"وہ اگر مجھے نہ ملا تو میں کسی کو بھی اسے پانے نہیں دوں گی، میں نے پہلی نگاہ میں اسے پسند کیا تھا۔ میں نے زندگی میں پہلی بار خود سے کسی کو چاہا ہے اور اسے مجھے قبول کرنا ہی ہوگا ورنہ پھر میں جو کروں گی وہ بھی سب دیکھیں گے۔" رونے کے بعد اس کے انداز میں اب ایک دم سختی سی در آئی تھی۔

"اور وہ لڑکی میں اسے اس قابل ہی نہیں رہنے دوں گی کہ وہ اسے لائیک کرے میں اسے اس کی نظروں سے گرادوں گی۔ ایسے کہ وہ خود اس سے دور ہو کر مجھے اپنانے پر مجبور ہوجائے گا۔ میں اسے مجبور کردوں گی دیکھنا تم۔"

شدید جذباتیت میں وہ نجانے کیا کیا کہہ رہی تھی۔ اس کی دوست نے اس کی بات پر اسے دیکھتے ایک گہرا سانس لیا تھا۔



کیتھی سے مل کر وہ دونوں گاڑی میں آبیٹھے تھے۔ دونوں کے درمیان بالکل خاموشی تھی۔ ولید نے کئی بار نگاہ انا کے خاموش وجود پر ڈالی تھی۔

"کیسی لگی تمہیں کیتھی؟" انا نے گردن گھما کر ولید کو دیکھا۔

"اچھی ہے۔" لفظی جواب دے کر وہ پھر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

"مصطفی کی طرف چلیں؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں مجھے گھر جانا ہے۔ اگر آپ کا موڈ ہے تو پھر مجھے گھر ڈراپ کردیں۔" سنجیدگی سے کہہ کر وہ پھر خاموش

ہوگئی تھی۔

"آئس کریم لوگی۔" انا نے الجھ کر ولید کو دیکھا اسے لگا ولید اسے محض جان بوجھ کر ان باتوں میں انوالو کررہا ہے۔

"نہیں۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیا بات ہے موڈ کیوں خراب ہو رہا ہے۔" ولید نے مسکرا کر پوچھا۔ انا نے اسے دیکھا۔

"غلط فہمی ہے آپ کی۔" وہ پہلے ہی کیتھی کو لے کر الجھی ہوئی تھی ایسے میں ولید کا اس طرح چھوٹے موٹے سوالات کرنا اس کے اندر کے اضطراب کو ہوا دے رہا تھا۔

"بعض اوقات غلط فہمی بھی خوش فہمی میں مبتلا کردیا کرتی ہے مگر جو آپ کے مزاج کے تمام رنگوں کو پڑھ لینے کی صلاحیت رکھتے ہوں ان کو پھر غلط فہمی لاحق نہیں ہوتی۔" ولید نے ہنس کر کہا۔

انا کے اندر عجیب سی جنگ چھڑ گئی تھی اور وہ لب بھینچ کر بیٹھی رہی۔

پچھلے دنوں شہوار کی شادی کے دوران وہ ولید کا رویہ دیکھ کر نجانے خود کو کیا کیا سمجھنے لگی تھی مگر اب پھر وہی سرد مہری کیفیت میں خود کو ڈوبتا محسوس کررہی تھی۔

ولید نے اسے بغور دیکھا..... انا کا ہر انداز چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ وہ ان لمحوں میں مارے باندھے بیٹھی ہوئی ہے۔

ولید نے ایک گہرا سانس لیا..... وہ جان سکتا تھا کہ اسے کیا چیز تنگ کررہی ہوگی۔ وہ دونوں کچھ ہی دیر میں گھر پہنچ گئے تھے۔ انا کو لگا وہ جیسے ایک دم سکون میں آ گئی ہو۔

ولید نے جیسے ہی گاڑی روکی تھی انا تیزی سے نکل کر اندر چلی گئی تھی۔ ولید بھی کی چین لہراتا اندر چلا آیا تھا۔ اس کا ارادہ لاؤنج کی طرف جانے کا تھا مگر پھر اس کا موبائل بجنے لگا۔ اس نے سیل دیکھا کاشفہ کی کال تھی۔ اس نے لب بھینچ لیے تھے۔

اسے یہ لڑکی اپنی زندگی کی سب سے بھیانک غلطی لگ رہی تھی۔ اس نے کال کاٹ دی تھی اور اپنے کمرے میں چلا آیا تھا اور چینج کرکے وہ واش روم سے نکلا تو اپنے بستر پر ضیاء صاحب کو دیکھ کر ٹھٹکا۔

"مصطفی کیسا ہے اب؟" ولید ان کے پاس بیٹھا تو انہوں نے پوچھا وہ مسکرایا۔

"بہتر ہے گھر شفٹ ہوچکا ہے۔"

"اچھی بات ہے، تم مصطفی کو انوائٹ کرلینا دعوت پر اگر گھر نہیں کرنا ہے تو بھی ٹھیک ہے اگر باہر کسی ہوٹل میں بلوانا ہے تو بھی سوچ لو۔"

"جی میں بھی سوچ رہا تھا وہ آج آفس بھی گیا تھا اس کا مطلب ہے وہ اپنی روٹین لائف میں آرہا ہے میں بات کروں گا دیکھیے کب مانتا ہے، جس دن راضی ہوا بلا لیں گے۔"

"اس کے علاوہ مجھے تم سے ایک اور بات بھی کرنا تھی۔"

"جی کہیے۔"

"میں چاہتا ہوں اب تمہاری اور انا کی شادی ہوجائے؟" بابا نے کہا تو ولید چونکا۔

"اتنی جلدی کیا ہے، منگنی تو ہوچکی ہے انا بھی ابھی پڑھ رہی ہے آرام سے اس کی ایجوکیشن کمپلیٹ ہوجائے تو دیکھیں گے۔" ولید نے ٹالنا چاہا۔

"لیکن میں منگنی کے بعد رشتہ لٹکانے کے حق میں نہیں ہوں۔" انہوں نے سنجیدگی سے کہا۔

"انا بتا رہی تھی کہ تم دونوں کیتھی سے مل کر آئے ہو، وہ پاکستان آئی ہوئی ہے تم نے بتایا ہی نہیں۔" انہوں نے مزید کہا

تو ولید ٹھٹکا۔

وہ جانتا تھا کہ ضیاء صاحب کو کبھی بھی کیتھی پسند نہیں رہی تھی۔

''جی، وہ کسی کام سے آئی ہوئی ہے ہوٹل میں ٹھہری ہے مجھے بھی کال کرکے اس نے اطلاع دی تھی تو میں ملنے چلا گیا۔''

''تمہیں انا کو لے کر نہیں جانا چاہیے تھا۔'' ضیاء صاحب نے سنجیدگی سے کہا ''وہ لڑکی ذات ہے نجانے کیا کیا سوچے وہ جس وقت سے گھر آئی ہے اس کا انداز بہت بدلا ہوا ہے میں تو پریشان ہوگیا ہوں۔''

''بابا کیتھی اب وہ والی کیتھی نہیں رہی وہ بہت بدل چکی ہے وہ جانتی ہے انا مجھ سے انگیجڈ ہے وہ انا سے ملنا چاہتی تھی اور بس۔''

''پھر بھی مجھے کیتھی کا یہاں آنا اور انا کو ملوانے لے جانا اچھا نہیں لگا مجھے تو یہی پتا تھا کہ تم دونوں مصطفیٰ کی طرف جا رہے ہو۔'' ضیاء صاحب نے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا تو وہ خاموش ہی رہا۔

''لڑکیاں بہت حساس ہوتی ہیں وہ بہت جلد چھوٹی چھوٹی باتوں کو فیل کرلیتی ہیں اور انا تو ہے ہی بہت بچی اور حساس میں نہیں چاہتا کہ تمہاری طرف سے اسے کوئی دکھ ملے۔''

''کیا انا نے آپ سے کچھ کہا ہے؟'' ولید نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''نہیں خود ہی یہ احساس ہو رہا ہے تو تمہارے پاس چلا آیا۔''

''ایسا کچھ نہیں بابا کیتھی کو کل بھی میں جسٹ فرینڈ سمجھتا تھا اور آج بھی۔'' ولید نے مسکرا کر کہا۔

''اور انا؟'' انہوں نے سنجیدگی سے سوال کیا۔

''آپ کو کیا لگتا ہے؟'' مسکرا کر ان کا ہاتھ تھاما تو وہ مسکرائے۔

''مجھے تم سے کبھی کوئی شکایت نہیں ملی بس چاہتا ہوں کہ انا ہمیشہ خوش رہے۔'' ولید نے گہرا سانس لیا۔

''آپ بے فکر رہیں میری طرف سے کبھی کوئی کوتاہی نہیں ہوگی۔'' ولید نے رسانیت سے کہا۔

''تو پھر میں صبوحی سے شادی کی بات کروں؟'' انہوں نے پھر وہی بات چھیڑی۔

''ابھی نہیں دیکھیں میرے لیے اپنی خواہش سے زیادہ اہم انا کی اسٹڈی ہے اسے اسٹڈی کمپلیٹ کرنے دیں پھر جو کہیں گے وہی ہوگا۔'' ولید نے کہا تو انہوں نے ایک گہرا سانس لیا۔

''ٹھیک ہے لیکن اگر درمیان میں صبوحی یا وقار نے شادی کی بات کی تو پھر میں انکار نہیں کروں گا۔'' انہوں نے بستر سے اٹھتے ہوئے ولید کو باور کروایا۔

''او کے جیسا آپ چاہیں گے وہی ہوگا۔ لیکن ابھی ویٹ کرلیں۔'' انہوں نے مسکرا کر بیٹے کو دیکھا۔

''مصطفیٰ سے بات کرکے ٹائم لے لینا۔'' انہوں نے باہر نکلنے سے پہلے پھر کہا۔

''جی میں کال کروں گا۔'' ولید نے جواب دیا تو وہ مسکرا کر باہر چلے گئے اور ولید نے مسکرا کر ان کو جاتے ہوئے دیکھا۔



وہ گھر آئی تو عجیب ہیجانی انداز میں مبتلا تھی۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ ہر چیز کو تہس نہس کردے۔ اس نے اپنا بیگ اپنے بستر پر اچھال دیا تھا۔

ہاتھ میں موبائل لے کر وہ نمبر ملانے لگی تھی کچھ دیر بعد اس کی کال کاٹ دی گئی تھی۔ کاشفہ کو لگا وہ احساس توہین سے

جل اٹھی ہے۔ اس نے موبائل بستر پر پھینکا اور خود زمین پر گر گئی۔ وہ آج ولید کی گاڑی میں انا کو دیکھ کر فنا ہو رہی تھی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کچھ کر بیٹھے۔

اس کے بعد سے وہ مسلسل ایک ان دیکھی آگ میں جل رہی تھی۔ اس کو وہ لمحے بھول نہیں پا رہے تھے جب انا ولید کی گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کا انداز کتنا استحقاق بھرا تھا۔

کاشفہ اپنے اندر ایک ان دیکھی آگ جلتے محسوس کر رہی تھی۔ وہ اٹھ کر پھر ٹہلنے لگی۔ اب کی بار ذہن مختلف باتوں کو سوچ رہا تھا۔

ولید اس سے مکمل طور پر برگشتہ ہوچکا تھا وہ اس کو اپنی زندگی میں پھر کیسے لائے سوچ سوچ کر پاگل ہونے لگی تو بے اختیار بستر پر گر کر سسکنے لگی تھی۔



مصطفیٰ کمرے سے باہر آیا تو ملازمہ نے اسے بتایا کہ ڈنر پر سب اس کا انتظار کر رہے ہیں تو وہ اسی جانب آگیا تھا۔

وہاں سبھی موجود تھے وہ بھی سجاد بھائی کی برابر والی کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔ اس نے سب کو دیکھا مگر متلاشی نظریں کسی اور کو بھی تلاش کر رہی تھیں۔

وہ آج آفس سے واپسی پر ڈاکٹر سے چیک اپ کروانے کے بعد جلدی آگیا تھا۔ وہ گھر پہنچ کر مغرب تک سوتا رہا تھا پھر کچھ وقت تک وہ لیپ ٹاپ کھول کر بیٹھ گیا تھا۔ مگر اس سارے عرصے میں لاشعوری طور پر وہ شہوار کا منتظر رہا تھا مگر وہ کمرے میں نہیں آئی تھی اور اب ڈائننگ ٹیبل پر بھی موجود نہ تھی۔

''شہوار نہیں آئی؟'' مہر النساء کو دیکھ کر ملازمہ سے پوچھا۔

''میں بلانے گئی تھی وہ کہتی ہیں انہیں بھوک نہیں۔'' ڈائننگ ٹیبل پر اس وقت سبھی موجود تھے مہر النساء لائبہ کو دیکھ کر ایک گہرا سانس لے کر خاموش ہوگئی تھیں۔

شہوار اپنی ماں کے متعلق یہ انکشاف سن کر بہت بکھری ہوئی تھی وہ ان کے کمرے سے نکل کر اپنے کمرے میں چلی گئی تھی اور اس کے بعد وہ کمرے سے باہر نہیں نکلی تھی اور اب کھانے کے لیے بھی نہیں آئی تھی۔

''میں خود دیکھتی ہوں۔'' مہر النساء اٹھنے لگی تھیں۔

''رہنے دیں، وہ ابھی کافی بکھری ہوئی ہے شاید سب کے سامنے آنا بہتر فیل نہ کرے آپ یوں کریں کھانا اس کے کمرے میں ہی بھجوا دیں۔'' شاہزیب صاحب نے آہستگی سے کہا۔

مصطفیٰ جو ان کے بائیں جانب بیٹھا ہوا تھا اس نے چونک کر ان کی نہ صرف بات سنی تھی بلکہ حیران ہوکر دیکھا بھی تھا۔

''ٹھیک ہے میں کھانا وہیں لگوا دیتی ہوں۔'' انہوں نے آہستگی سے کہا اور پھر ملازمین کو بلوا کر اسے شہوار کے کمرے تک ہی کھانا لے جانے کا کہا۔

''کیا ہوا شہوار کو؟'' عباس بھائی نے پوچھا۔

''بس طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔'' ماں جی سہولت سے کہہ کر کھانا کھانے لگی تھیں ابھی تابندہ کی غیر موجودگی کی خبر شاہزیب صاحب، مہر النساء، لائبہ اور شہوار کے علاوہ مردوں میں سے کسی کو بھی نہ تھی۔ مصطفیٰ نے خاموشی سے سب کو دیکھا تھا۔

صبح کالج جاتے وقت اس نے اسے دیکھا تھا اور اس کے بعد سے نظر نہیں آئی تھی اب اس کی طبیعت کا سن کر اک تجسس سا ابھرا تھا۔ مگر براہ راست کسی سے پوچھنا اچھا نہ لگا تو خاموش ہی رہا۔

کھانا کھا کر سب سے پہلے مہرالنساء اٹھی تھیں۔ باقی لوگ بھی اٹھ گئے تھے، مصطفیٰ بھی نیپکن سے ہاتھ صاف کرتا اٹھ گیا تھا۔ وہ اپنے کمرے میں جاتے ہوئے ایک پل کو شہوار کے کمرے کے پاس سے گزرتے رکا تھا دروازہ نیم وا تھا۔ وہ سارا دن اس کے کمرے میں نہیں آئی تھی یقیناً کالج سے آنے کے بعد وہ اسی کمرے میں ہی تھی کچھ سوچتے وہ دروازے کی طرف بڑھا تھا۔

"میں کیا کروں، میرا دل نہیں مان رہا وہ میری ذات کو سب کے سامنے ایک سوالیہ نشان بنا کر چلی گئی ہیں، میں کیسے یقین کرلوں۔" شہوار کی آواز پر وہ ایک دم رکا تھا۔

شہوار شاید رو رہی تھی اس کی سسکیوں میں ادا کیے گئے الفاظ مصطفیٰ کے کانوں میں اترے تھے وہ چونک اٹھا تھا۔

"پھر بھی میں یہی کہوں گی کہ خود کو سنبھالو، ابھی ہم کسی کو بھی یہ بات نہیں بتا رہے مگر لوگوں کو پتا تو چلے گا ہی نا۔ اس طرح حوصلہ ہار کر کمرے میں بند ہو کر بیٹھ جاؤ گی تو بیٹا بیمار پڑ جاؤ گی۔" مہرالنساء کی دلاسہ دیتی آواز آئی تھی اور پھر اس کی شدت سے رونے کی آواز آئی تھی۔

"تو میں کیا کروں، کیسے خود کو سنبھالوں، میرے پاس جینے کے لیے صرف یہی ایک رشتہ تھا بہت سارے جواز تھے میں تو ان کی خاطر سب نبھاہ رہی تھی۔" ہچکیوں میں کہنے لگے ناقابل فہم جملے تھے۔ مصطفیٰ الجھ گیا تھا نجانے کیا بات تھی وہ کیوں ایسے رو رہی تھی۔

"ایسے نہیں کہو ہم سب ہیں تمہارے ساتھ۔ جہاں تک تابندہ کی بات ہے ہمارا برسوں کا ساتھ رہا ہے۔ میں اندازہ لگا سکتی ہوں بغیر کسی ٹھوس وجہ اور مصلحت کے تابندہ نے اتنا بڑا قدم نہیں اٹھایا ہوگا۔" تابندہ کے نام پر مصطفیٰ مزید الجھ کر رہ گیا تھا۔

"تھوڑا سا کھانا کھالو باہر بھی تمہارا پوچھ رہے تھے مصطفیٰ بھی پریشان ہوگا چلو اٹھو منہ ہاتھ دھو خود کو سنبھالو اچھا سا لباس پہنو اور کھانا کھاؤ اور اپنے کمرے میں جاؤ۔"

"میرا ابھی دل نہیں کر رہا کھانا کھانے کو۔" روتی آواز میں شہوار نے کہا تھا۔

"او کے منہ ہاتھ دھو کر آؤ، میں اب تمہیں روتے نہ دیکھو ورنہ میں سمجھوں گی کہ تمہیں میری پروا نہیں۔" مہرالنساء کے لہجے میں محبت بھری سرزنش تھی۔ مصطفیٰ اندر جانے کے بجائے اپنے کمرے میں آ گیا تھا۔

ذہن بار بار انہی باتوں میں الجھنے لگا تو کچھ سوچتے اس نے حویلی کا نمبر ملایا۔ بارات سے واپسی کے بعد مصطفیٰ کی تابندہ بی سے ایک بار بھی بات نہیں ہوئی تھی ورنہ تو وہ اس کو دن میں ایک بار کال ضرور کرتی تھیں۔

چند دن تو وہ اسپتال میں رہا تھا ان کی غیر حاضری پر غور نہ کرسکا تھا مگر اب شہوار کی باتیں سن کر اسے ایک دم ان کی یاد شدت سے آئی تھی۔

تاج نے کال ریسیو کی تھی مصطفیٰ نے اس کو تابندہ کو بلانے کا کہا تو وہ کہنے لگی۔

"وہ اس وقت یہاں نہیں ہیں۔"

"کہاں گئی ہیں؟"

"جی معلوم نہیں، بابا صاحب کو خبر ہوگی۔"

"ٹھیک ہے بابا صاحب کو بلاؤ۔" بہت دن ہوئے مصطفیٰ کی ان سے بھی کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔

کچھ دیر بعد اس کی بابا صاحب سے بات ہو رہی تھی اِدھر اُدھر کی چند باتوں کے بعد مصطفیٰ نے ڈائریکٹ بات کی تھی۔

"تابندہ بوا کہاں گئی ہیں؟"

"تمہیں کس نے بتایا؟" بابا صاحب نے چونک کر پوچھا۔

"کیا مطلب اتنے دن سے ان کا کوئی رابطہ ہی نہیں تو سوچا ان سے بات کرلوں مگر تاج کہہ رہی تھی کہ وہ یہاں نہیں ہیں آپ کو بتا کر کہیں گئی ہیں۔"

"اچھا ہاں وہ کہیں باہر گئی ہیں شاید کسی کے گھر۔" مصطفیٰ کو صاف لگا کہ بابا صاحب کا انداز ٹالنے والا تھا وہ اگر شہوار کی مہرالنساء سے ہونے والی بات چیت نہ سن چکا ہوتا تو شاید ٹال جاتا۔

"کب تک آ ئیں گی؟"

"آ جاتی ہے کچھ دیر میں تم سناؤ شہوار بیٹی کیسی ہے؟ جب سے رخصت ہو کر گئی ہے ایک بار بھی بات نہیں ہوئی۔ کال تو کرتی رہی ہے میں کہیں باہر ہوتا تھا خوش تو ہے نا وہ تمہارے ساتھ۔" بابا صاحب نے بات پلٹ دی تھی مصطفیٰ الجھا۔

"جی ٹھیک ہے وہ۔"

"گاؤں کب چکر لگا رہے ہو؟" انہوں نے محبت سے پوچھا۔

"جی ابھی تو فارغ نہیں ہوں، آج سے آفس بھی جوائن کرلیا ہے۔ دیکھیں کب وقت ملتا ہے؟" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"چلو ٹھیک ہے جب بھی سہولت ہو چکر لگا لینا اور شہوار بیٹی کا بہت خیال رکھنا کبھی بھی اسے احساس نہیں ہونے دینا۔" آخر میں بابا صاحب کا لہجہ سنجیدہ ہوگیا تھا۔

انہوں نے مصطفیٰ سے چند اور باتیں کی اور پھر ان سے ملنے کوئی آ گیا تو کال بند کردی تھی۔

مصطفیٰ شہوار کے رونے کی وجہ سوچنے لگا۔ کل وہ غصے میں تھا مگر آج قدرے مزاج کی گرمی کم ہوئی تھی لیکن شہوار کی طرف سے دل میں جو بدگمانی آ چکی تھی وہ ابھی بھی قائم تھی۔ وہ کال بند کر کے اپنا لیپ ٹاپ لے کر بیٹھ گیا تھا۔ اگر اس کے ساتھ یہ حادثہ نہ ہوتا تو کیا وہ پھر بھی اس طرح کمرے میں اس وقت تنہا ہوتا۔

دماغ میں عجیب و غریب خیالات آنے لگے تو اس نے یونہی کوفت سے سر اٹھایا مگر پھر ٹھٹک گیا شہوار کمرے میں داخل ہوئی تھی دونوں کی پہلی نگاہ بے ساختہ تھی۔

سرخ سوجی ہوئی آنکھیں تھیں شہوار کی وہ فوراً نگاہ جھکا گئی تھی۔ مصطفیٰ کی نگاہوں میں برہمی سی اترنے لگی۔

"شہوار کا وہ رونا ماں جی سے سب کہنا اس کے پس منظر میں کہیں اس رشتے سے متعلق ناپسندیدگی کا معاملہ تو نہیں۔" مصطفیٰ کے دل و دماغ میں سوالات نے اودھم مچایا تھا۔

شہوار جھجکتے ہوئے آگے بڑھی تھی۔ سر جھکا ہوا تھا اس نے آہستگی سے دروازہ بند کردیا تھا۔

چہرے پر سرخی تھی یوں جیسے وہ گھنٹوں روتی رہی ہے ناک بھی سرخ انار کی طرح دہک رہی تھی۔ مصطفیٰ نے اسے بغور دیکھا تھا۔

ہلکے بلو کلر کے فینسی لباس میں ملبوس تھی یقیناً ماں جی نے کمرے میں بھیجا ہوگا۔ مصطفیٰ نے لب بھینچ لیے تھے۔ شہوار آہستگی سے چلتی ہوئی بستر کے قریب آ ئی تھی۔

"ماں جی کہہ رہی تھیں آپ کی بینڈ تج دیکھ لوں اگر آپ۔" کچھ جھجکتے ہاتھ مسلتے اس نے بھاری ہوتی آواز سے کہنا چاہا تھا۔

"مجھے نہیں ضرورت کسی بھی بینڈ تج کی۔" مصطفیٰ کا انداز رکھائی لیے ہوئے تھا لہجے میں تلخی بھی تھی۔ وہ پھر لیپ ٹاپ سامنے رکھ کر دیکھنے لگا تھا۔

شہوار جو پہلے ہی شدت سے پریشان تھی مصطفیٰ کے اس رویے پر ایک دم ہرٹ ہوئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں ایک دم آنسو جمع ہوگئے تھے۔ وہ اچھی طرح سمجھ رہی تھی کہ مصطفیٰ اسے اس کے گزشتہ رویوں کی سزا دے رہا ہے۔

پہلے ہی وہ تابندہ کو لے کر گم صم تھی اوپر سے مصطفیٰ کا رویہ وہ نڈھال سے انداز میں صوفے پر جا بیٹھی تھی۔ مصطفیٰ نے لیپ ٹاپ سے توجہ ہٹا کر دیکھا تو چونکا وہ صوفے پر بیٹھی ہونٹوں کو دانتوں تلے دبائے آنسو بہا رہی تھی۔

"کیا مسئلہ ہے کیوں آئی ہیں آپ کمرے میں؟" لیپ ٹاپ سائیڈ پر کرتے مصطفیٰ نے سختی سے ٹوکا تو شہوار کے رونے میں ایک دم تیزی در آئی۔

وہ کبھی بھی ایسے لہجوں کی عادی نہ تھی اور یہاں کبھی بھی کسی نے اس طرح سختی سے مخاطب نہ کیا تھا اور اب مصطفیٰ کا یہ سلوک۔

"آپ میرے ساتھ ایسا کیوں کررہے ہیں؟" ہتھیلی سے آنسو صاف کرتے اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو مصطفیٰ کا برہم تاثرات لیے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ مصطفیٰ کا یہی رویہ سوچتے ابھی تک کمرے میں نہیں آئی تھی مگر اب۔

"کیا کررہا ہوں میں؟" وہی تلخی اور سرد پن لیے پوچھا تو شہوار نے لب بھینچ لیے۔

وہ پچھلے دو تین گھنٹوں سے تابندہ بی کو لے کر اس قدر آنسو بہا چکی تھی کہ اب آنکھیں بھی دکھ رہی تھیں۔

وہ خاموش رہی تھی بمشکل اپنے آنسو پینے کی کوشش کررہی تھی۔ اس کی خاموشی پر مصطفیٰ کے اندر نجانے کیسی آگ جلنے لگی تھی کہ اسے لگا کہ اگر وہ چند پل شہوار کے سامنے رہا تو یقیناً خود پر ضبط نہیں کرپائے گا۔

غصے سے بستر سے اتر کر ایک تلخ اور جامدی نگاہ شہوار پر ڈالی اور کمرے سے نکل گیا تھا۔ شہوار اپنی جگہ ساکت رہ گئی تھی۔ اس نے کبھی بھی نہیں سوچا تھا کہ مصطفیٰ اس کے ساتھ ایسا رویہ رکھے گا۔ اس کا دل پھوڑے کی طرح دکھنے لگا۔

ماں جی کے کہنے پر وہ منہ ہاتھ دھو کر لباس بدل کر اس کمرے تک آئی تھی۔ مگر مصطفیٰ کے اس رویے نے اس کے دل میں موجود احساس کو بجھا ڈالا تھا۔

وہ تو پہلے ہی بداعتمادی اور بے نام ونشاں والی فضا میں جی رہی تھی اوپر سے مصطفیٰ کے اس رویے نے ادھ موا کرڈالا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر بے اختیار سسک اٹھی تھی۔

کل شب مصطفیٰ رات بھر کمرے میں نہیں آیا تھا اور وہ ساری رات تکیے سے ٹیک لگائے جاگتی رہی تھی اور اب بھی مصطفیٰ کمرے سے جاچکا تھا۔ وہ کتنی دیر تک صوفے پر بیٹھی رہی اور پھر اٹھ کر وضو کرکے نماز پڑھنے لگی تھی۔

نماز ادا کرنے کے بعد وہ کتنی دیر تک بستر کے کنارے بیٹھ کر مصطفیٰ کا انتظار کرتی رہی تھی مگر بارہ بجے کے بعد ان کے دل میں موجود ہر احساس گویا اپنی موت آپ مرنے لگا تھا۔

وہ گزشتہ ساری رات جاگی تھی صبح کالج اور اس کے بعد وہ تابندہ کے متعلق جاننے کے بعد شدت سے روتی رہی تھی اس وقت اس کے اندر مزید رونے کی بھی طاقت نہ رہی تھی۔ اسے اپنا سر بھاری بھاری لگنے لگا تھا۔ اس نے آہستگی سے اٹھ کر لائٹس آف کردی تھیں بستر پر جانے کو اس کا دل نہیں کررہا تھا مگر وہ اب اپنی طرف سے کوئی کمی نہیں آنے دینا چاہتی تھی۔

اس کی ماں اس کے تمام سوالوں کا جواب دیے بغیر اسے چھوڑ کر جاچکی تھی۔ اس کی اپنی ذات اس کے اپنے لیے ایک سوالیہ نشان بن چکی تھی۔ اسے لگ رہا تھا کہ وہ اپنی ذات کا تمام تر مان اور غرور کھو چکی ہے وہ بے مایا ہوچکی ہے۔ مصطفیٰ کے بستر پر ایک کنارے پر لیٹ کر وہ پھر سسک اٹھی تھی۔

کتنی دیر تک وہ مصطفیٰ کا انتظار کرتی رہی اور پھر اس کی پہلے سے ہی سوجی بھاری آنکھیں مزید جلن سے بند ہونے لگیں۔ تو وہ خود کو سونے سے نہ بچاسکی تھی۔

کوئی دو بجے کے قریب مصطفیٰ نے کمرے میں قدم رکھا تو وہاں مکمل اندھیرا تھا اس نے نائٹ بلب جلایا تو ہلکی روشنی نے اندھیرے کی فضا کو توڑ دیا تھا۔

وہ کتنی دیر تک ٹی وی کھولے بیٹھا رہا تھا اور پھر ماں جی کے ٹوکنے پر وہاں سے اٹھ کر اوپر ٹیرس پر چلا گیا تھا گزشتہ ساری رات وہاں گزری تھی۔ مگر اب تھک ہار کر وہ واپس کمرے میں چلا آیا تھا۔ بستر کے دوسرے کنارے پر شہوار لیٹی ہوئی تھی۔

دوپٹہ نماز کے سے اسٹائل میں لپٹا ہوا تھا وہ سیدھی لیٹی ہوئی تھی بغیر بلینکٹ لیے ایک ہاتھ سینے پر تھا اور دوسرا پہلو میں مصطفیٰ ایک گہرا سانس لیتا بستر پر آبیٹھا۔ لاشعوری طور پر وہ شہوار کو دیکھنے لگا تھا۔

اس کا حسن ایسا سحر انگیز تھا کہ رات کی تاریکی میں مصطفیٰ کو مکمل طور پر اپنی طرف مائل کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ وہ سوئی ہوئی تھی مضطرب اور بے چین سی نیند تھی۔ چہرے پر سرخی اور آنسوؤں کے نشان واضح تھے۔ کھڑی ناک اور اس میں چمکتی لونگ۔

مصطفیٰ کو لگا اس نے بہت دن بعد اسے بغور دیکھا ہو اور وہ لب بھینچے اسے دیکھے گیا۔ وہ اس کے سلوک سے بہت زیادہ ہرٹ ہوا تھا اور گھر آنے کے بعد سے تو دل و دماغ مسلسل ایک جنگ سے دوچار تھا اور اب اس پر نگاہ پڑتے پھر سے اسپتال کے بستر پر لیٹے پل پل شہوار کی آمد کے انتظار سے جھیلی جانے والی اذیت یاد آنے لگی تو وہ لب بھینچ کر کروٹ بدل کر لیٹ گیا۔

ابھی وہ بمشکل سویا تھا کہ ایک دم عجیب سے احساس سے آنکھ کھل گئی تھی۔

"امی...... امی...... آپ مجھے چھوڑ کر مت جائیں، پلیز مت جائیں۔" تیز گھبرائی ہوئی آواز کانوں سے ٹکرائی تو مصطفیٰ فوراً اٹھا۔

شہوار شاید نیند میں بڑبڑا رہی تھی اس کی آواز بہت واضح تھی۔

"امی پلیز مت جائیں...... میں مرجاؤں گی آپ کے بغیر کیسے رہوں گی۔" وہ شہوار کے قریب جھکا تو وہ نیند میں گہری تھی لہجے میں تکلیف تھی۔ وہ اذیت سے سرہانے پر اپنا سر پٹخ رہی تھی۔

"شہوار......" مصطفیٰ نے فوراً پکارا۔

"شہوار کیا ہوا؟ اٹھو۔" مصطفیٰ نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھ کر جھنجوڑا تو وہ ایک دم آنکھیں کھول کر خود پر جھکے مصطفیٰ کو دیکھنے لگی۔ اس کا حلق بالکل خشک ہورہا تھا۔

یوں جیسے حلق میں کانٹے سے اگ آئے ہوں۔ چہرے پسینے سے تر تھا اور سانس غیر معمولی رفتار سے تیز تھی۔

وہ تو شاید خواب دیکھ رہی تھی۔ تابندہ بوا اسے چھوڑ کر جارہی تھیں اور وہ دیوانہ وار ان کے پیچھے بھاگی تھی اور ان کی چادر کا پلو تھام لیا تھا مگر اس کے باوجود وہ چلی گئی تھیں۔

خواب یاد آیا تو وہ ایک دم اٹھ بیٹھی۔

"امی.....امی مجھے چھوڑ کر چلی گئی ہیں۔" مصطفیٰ سیدھا ہوا اور حیرت سے اسے دیکھا۔

وہ شاید ابھی بھی خواب کے زیر اثر تھی آنکھوں سے باقاعدہ آنسو بہہ رہے تھے اس کی حالت اس وقت قابل رحم ہو رہی تھی۔

"تم نے شاید کوئی خواب دیکھا ہے۔" مصطفیٰ نے قدرے نرمی سے کہا۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں امی چلی گئی ہیں۔ میں ان سے پوچھتی بھی میں کون ہوں اور وہ میرے سوالوں کے جواب دیے بغیر چلی گئیں۔" وہ ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر رونے لگی تو مصطفیٰ چونکا۔

"تم خواب میں ڈر گئی ہو؟" مصطفیٰ نے پھر کہا تو اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ بس شدت سے روتی رہی۔

وہ تابندہ بوا کو یاد کرتے سوئی تھی اور تابندہ بوا کے خواب ہی اسے ستانے لگی تھیں اس کا ذہن اس وقت بالکل خالی ہو چکا تھا۔

"میرا خیال ہے تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں، پانی پیو گی؟" اسے اس طرح شدت سے روتے دیکھ کر مصطفیٰ الجھا تھا۔ پھر خود ہی بستر سے اتر کر لائٹ آن کی اور کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔ شہوار کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کیا کرے۔ وہ اپنے آپ کو سنبھالنا چاہ رہی تھی مگر سنبھال نہیں پا رہی تھی۔ اس کے دل کو ایک پل بھی قرار نہ تھا۔

کچھ پل بعد مصطفیٰ واپس کمرے میں آیا تھا ہاتھ میں گلاس اور جگ تھا۔

"یہ لو پانی پیو۔" گلاس میں پانی ڈال کر اس کی طرف بڑھایا تو اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔

سرخ متورم چہرہ کپکپاتے لرزتے ہونٹ، بھیگی پلکیں اور سوجی آنکھیں اور آنسوؤں سے تر رخسار ایک پل کو مصطفیٰ ساکت ہوا تھا۔

شہوار کی حالت بہت عجیب سی تھی۔ اس نے زندگی بھر شہوار کو اس حال میں نہ دیکھا تھا کبھی بھی نہیں۔ شہوار نے پانی کے لیے ہاتھ نہیں بڑھایا تھا اس نے بس نفی میں سر ہلایا تھا۔ رو رو کر اس کی ہچکیاں بندھ گئی تھیں۔

"پانی پی لو۔" مصطفیٰ کو اس کی حالت نے پریشان کر دیا تھا خود بخود لہجہ نرم ہو گیا تھا اس نے پھر نفی میں سر ہلایا تو دوبارہ کہے بغیر گلاس اس کے ہونٹوں سے لگا دیا تھا مجبوراً اس نے چند گھونٹ بھرے تھے۔ مصطفیٰ نے ڈریسنگ پر رکھا ٹشو باکس اٹھا کر اس کے سامنے رکھا۔

"چہرہ صاف کرو، بلکہ منہ دھو آؤ تو بہتر ہے۔" پانی پی کر وہ سر جھکا گئی تھی۔

مصطفیٰ کی بات پر بھی اس کے وجود میں کوئی جنبش نہ ہوئی تھی مصطفیٰ نے پانی اور گلاس سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا تھا دوبارہ بیڈ پر بیٹھ کر اسے دیکھا۔

وہ اب بھی سر جھکائے رو رہی تھی آنسو اس کے ہاتھوں پر گر رہے تھے۔ مصطفیٰ نے محسوس کیا بے تحاشا رونے سے اس کا وجود لرز رہا تھا۔ وہ حقیقتاً شاکڈ ہوا تھا۔

"شہوار۔" اس کے قریب ہوتے اس کا بازو تھامنا چاہا تو احساس ہوا وہ حدت سے تپ رہی تھی۔

"تمہیں بخار ہے؟" مصطفیٰ نے پوچھا۔

"مجھے امی کے پاس لے چلیں میں اگر ان سے نہ ملی تو میرا دل بند ہو جائے گا۔" اس نے مصطفیٰ کا ہاتھ دونوں ہاتھوں میں جکڑ لیا تھا۔

تابندہ بی کی طرف سے ملنے والا صدمہ ایسا تھا کہ اسے لگ رہا تھا کہ اس کے سوچنے سمجھنے کی تمام تر صلاحیتیں سلب ہو چکی ہیں اسے خود پر کوئی اختیار نہ رہا تھا۔

"ٹیک اٹ ایزی شہوار، کیا پرابلم ہے؟" مصطفیٰ نے تمام تر غصہ بھلائے اس کے لرزتے وجود کو بازو کے حصار میں لے لیا تھا وہ تو گویا پہلے ہی ٹوٹی ہوئی شاخ تھی اس کا حصار پاتے ہی ایک بار پھر شدت سے سسک اٹھی۔ مصطفیٰ کا یہ عمل بے ساختہ تھا۔ اس کا گریہ ایسا تھا کہ مصطفیٰ بے چین ہو گیا تھا۔

"مصطفیٰ امی مجھے چھوڑ کر چلی گئی ہیں میرے تمام اوہام سچ ثابت ہوئے ہیں انہوں نے ہمیشہ مجھ سے سب چھپایا اور پھر وہ چلی گئیں۔" لرزتے لہجے میں اس کے سینے کو اپنے آنسوؤں سے بھگوتے وہ ایسا انکشاف کر رہی تھی کہ مصطفیٰ گم صم ہو گیا تھا۔ ایک دم اسے احساس ہوا وہ خواب کی بات نہیں حقیقت بیان کر رہی ہے۔

"کہاں گئی ہیں وہ؟" مصطفیٰ نے چونک کر پوچھا۔

"مجھے نہیں پتا۔" اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"تمہیں کس نے بتایا کہ وہ چلی گئی ہیں اور کیوں گئی ہیں تم سے بات کی تھی انہوں نے۔" وہ پھر نفی میں سر ہلا گئی تھی۔ رونے کی شدت سے اس کی ہچکی بندھ گئی تھی اور سانس ناہموار۔

مصطفیٰ چند پل اسے روتے ہوئے دیکھتا رہا تھا اور پھر اسی طرح حصار میں لیے آگے جھک کر پانی والا گلاس اٹھا لیا تھا۔

"یہ پانی پی لو۔" اس کے ہونٹوں سے گلاس لگایا۔ اب کی بار اس نے گلاس خالی کر دیا تھا۔

"اور لو گی؟" محبت، نرمی و توجہ سے پوچھا۔ اس نے نفی میں سر ہلا دیا تھا۔ مصطفیٰ نے اسے دیکھا۔ اس کا چہرہ مسلسل گریہ وزاری سے بے انتہا سرخ ہو رہا تھا۔

"تمہیں بخار ہے؟" اس کا وجود آگ اگل رہا تھا مصطفیٰ کو اس کی حالت سے تشویش ہونے لگی تھی۔ مصطفیٰ نے کہا تو وہ خاموش رہی وہ بے انتہا نڈھال لگ رہی تھی۔ مصطفیٰ کا دل چاہ رہا تھا کہ ابھی جائے اور ماں جی سے بات کرے۔ اس کے ذہن میں شہوار والے کمرے میں دونوں کے درمیان ہونے والی گفتگو گونج رہی تھی مگر رات کے اس پہر وہ باہر جاتا تو یقیناً سبھی ڈسٹرب ہوتے۔

"لیٹ جاؤ، تمہیں بہت بخار ہے۔ اس طرح روؤں گی تو طبیعت مزید خراب ہو گی۔" مصطفیٰ نے کہا تو وہ خاموشی سے لیٹ گئی تھی ویسے بھی بے تحاشا رونے سے اب سر چکرا رہا تھا۔ مصطفیٰ نے بلینکٹ کھول کر اس پر ڈال دیا تھا۔

"میڈیسن لو گی تمہیں تیز بخار ہے؟" مصطفیٰ نے کہا تو اس نے مصطفیٰ کو دیکھا۔

دونوں کی نگاہیں ملی تھیں اور پہلی بار اتنی خراب طبیعت کے باوجود اس پہر مصطفیٰ کے ساتھ اپنے اس رشتے نے ایک عجیب سا احساس بخشا تھا۔

"نہیں سوؤں گی۔" وہ مصطفیٰ سے نگاہ چراتے کروٹ بدل گئی تھی۔ مصطفیٰ نے خاموشی سے اسے دیکھا تھا۔

کروٹ کے بل وہ پھر بغیر آواز پیدا کیے رونے لگی تھی آنکھوں سے آنسو خشک ہی نہیں ہو پا رہے تھے وہ جتنا صبر کرنے کی کوشش کر رہی تھی آنسو اتنے ہی بے اختیار تھے۔ مصطفیٰ نے اس کے لرزتے وجود اور ہلکی ہلکی سسکیوں کو سنا تو اندر اضطراب برپا ہونے لگا۔

"شہوار۔" مصطفیٰ نے پکارا تو وہ ایک دم ساکت ہوئی تھی۔

"یا تو ساری بات مجھے بتاؤ، یا پھر رونا بند کرو، میں پریشان ہو رہا ہوں۔" مصطفیٰ نے جھنجلاتی آواز میں کہا۔ مصطفیٰ کو لگا کہ اگر وہ اسی طرح روتی رہی تو صبح تک اس کی طبیعت بہت خراب ہو جائے گی وہ بستر سے اٹھا۔ دراز سے اپنی میڈیسنز نکال کر چیک کرنے لگا اور پھر ایک گولی لے کر گلاس میں پانی ڈال کر قریب آ گیا تھا۔

"یہ میڈیسن لے لو۔" مصطفیٰ نے کہا تو وہ ٹھٹھکی تھی۔

"یہ لے لو تمہارے نروز کو کچھ سکون ملے گا۔" مصطفیٰ نے کہا تو وہ بڑے نڈھال سے انداز میں اٹھ بیٹھی تھی۔ مصطفیٰ نے دیکھا اس سے گلاس لیتے اس کا ہاتھ لرز رہا تھا۔

مصطفیٰ کی ہتھیلی سے گولی لے کر اس نے منہ میں رکھ دی اور لرزتے ہاتھ سے پانی کا گلاس منہ سے لگالیا۔ مصطفیٰ نے گلاس واپس لے کر ٹیبل پر رکھا وہ دوبارہ لیٹ گئی تھی۔ اس نے آنکھوں پر بازو رکھ لیا تھا۔ مصطفیٰ نے نائٹ بلب کے علاوہ تمام لائٹس گل کردی تھیں۔

وہ واپس بستر پر آ کر بیٹھا تو چہرے پر سوچ کی گہری پرچھائیاں تھیں۔ ایک نظر تکیے سے اندھیرے میں شہوار کو دیکھا اور پھر لب بھینچ کر ایک گہرا سانس لیا تھا۔

"تابندہ بوا کیوں اور کہاں گئی ہیں؟" ذہن و دل پر بس اسی سوال نے ایک ہلچل مچادی تھی۔

وہ اسی طرح بیٹھا رہا تھا اور نجانے کیا کیا سوچتا رہا تھا۔ کچھ دیر بعد شہوار کی طرف جھک کر اس کی آنکھوں سے بازو ہٹایا تو وہ سو چکی تھی۔ مصطفیٰ نے اسے نیند کی گولی دی تھی۔

تبھی وہ کچھ پل میں ہی غافل ہوگئی تھی۔ شہوار کا بازو جل رہا تھا یقیناً اسے بخار تھا۔ مصطفیٰ ایک گہرا سانس لیتے ان پر بلینکٹ درست کرتے خود بھی اس کے قریب ہی نیم دراز ہوگیا تھا۔ شہوار کا رویہ اور تابندہ بوا کی ذات ایسے سوال تھے کہ اب اسے خاک نیند آنا تھی۔

وہ سو کر اٹھا تو کافی وقت ہوچکا تھا۔ اس نے گھڑی دیکھی تو دن کے نو بجا رہی تھی مصطفیٰ کو یاد آیا وہ رات تابندہ بی کے بارے میں سوچتے سوچتے سو گیا تھا۔ وہ فوراً اٹھا مگر پھر رک گیا۔ اس کے پہلو میں شہوار ابھی بھی موجود تھی اور بے خبر سو رہی تھی۔ مصطفیٰ نے اس کا بازو چھوا تو پریشان ہوا وہ ابھی بھی تیز بخار میں پھنک رہی تھی۔

"شہوار۔" مصطفیٰ نے اس پر جھکتے ہوئے پکارا تو اس نے کوئی رسپانس نہیں دیا تھا مصطفیٰ نے اس کا رخسار تھپتھپایا اور جھنجوڑا تو اس نے کراہ کے ساتھ آنکھ کھولی اور پھر بند کرلی تھی۔

"شہوار۔" شہوار کو پکارا۔

"ہوں۔" اس نے صرف ہنکارا بھرا تھا۔ مصطفیٰ نے چند پل اسے تشویش بھری نگاہوں سے دیکھا اور پھر بستر سے اتر آیا۔

مصطفیٰ نے پہلے منہ ہاتھ دھویا اور پھر کمرے سے نکل آیا تھا۔ وہ کچن کی طرف آیا تو ماں جی وہاں موجود تھیں اسے دیکھ کر مسکرائیں۔

"بہت لیٹ اٹھے تم آفس جاؤ گے یا نہیں؟" انہوں نے مسکرا کر پوچھا۔

"جی بس آنکھ دیر سے کھلی، کچھ لیٹ جاؤں گا۔"

"شہوار بھی کمرے سے باہر نہیں آئی۔ رات اس کی طبیعت کچھ ٹھیک نہ تھی تو مجھے تشویش ہو رہی تھی۔" ماں جی نے مزید پوچھا۔

"ساری رات بخار سے نڈھال رہی ہے ابھی بھی بخار کی غنودگی میں ہے۔"

"اوہ..... اچھا، اگر ایسی بات تھی تو رات میں ہی بتاتے ڈاکٹر کو کال کرلیتے۔" ماں جی فوراً پریشان ہو اٹھی تھیں۔

"میں نے سوچا کہ کیا رات گئے پریشان کروں آپ چل کر اسے دیکھیں میں ڈاکٹر کو کال کرتا ہوں۔" مصطفیٰ کے کہنے پر وہ فوراً کمرے میں چلی گئی اور مصطفیٰ نے کال کر کے امجد کو لیٹ آنے کی اطلاع دی اور پھر

ڈاکٹر کو کال کر کے فوراً پہنچنے کا کہا تھا۔ وہ کمرے میں دوبارہ آیا تو ماں جی شہوار کے ماتھے پر کپڑا گیلا کر کے رکھ رہی تھیں اور شہوار نیم غنودگی میں تھی۔

"دیکھو اتنی طبیعت خراب کرلی اس نے، رات میں ہی بتایا ہوتا تو گھر میں بخار کی دوا تو ہوتی ہی ہے وہی دیتے کچھ افاقہ تو ہوتا۔" ماں اسے اس طرح لیٹے دیکھ کر گھبرا گئی تھیں۔

"میں نے ڈاکٹر کو اطلاع کردی ہے وہ آجاتا ہے۔" وہ شہوار کے دوسری طرف آ بیٹھا تھا۔

"مجھے آپ سے بہت ضروری بات کرنی ہے شہوار رات تابندہ بوا کے کہیں چلے جانے کا ذکر کررہی تھی یہ کیا کہانی ہے اور آپ نے مجھ سے ذکر نہیں کیا، کیا معاملہ ہے، کہاں گئی ہیں اور کیوں؟" شہوار کے ماتھے پر گیلا تولیہ رکھتے ہوئے ان کے ہاتھ رک گئے تھیں۔ انہوں نے ایک گہرا سانس لیا تھا۔

شاہزیب صاحب نے مصطفیٰ کی طبیعت اور زخموں کے سبب اسے ابھی کچھ بھی بتانے سے گریز کیا تھا مگر اب جبکہ شہوار بتا چکی تھی تو وہ کیونکر چھپاتیں۔ انہوں نے شاہزیب صاحب سے جو بھی سنا تھا سب مصطفیٰ کو بتادیا۔

"اوہ..... ان بلیو ایبل..... کہاں جاسکتی ہیں وہ؟" مصطفیٰ حیرت زدہ تھا۔

"میں تو خود سوچ سوچ کر پاگل ہوچکی ہوں، کبھی کبھی دل میں عجیب سے خیال آنے لگتے ہیں تابندہ سے برسوں کا ساتھ رہا۔ مجھے نہیں لگتا وہ کوئی ایسی ویسی عورت ہوں گی خاندانی وقار اور رکھ رکھاؤ کے ہر انداز سے چھلکتا تھا اور جس طرح ہر نفع و نقصان سے بے نیاز ہو کر اس نے حویلی کے لیے ساری زندگی وقف کردی تھی کوئی ایسی ویسی عورت ہوتی تو قطعی نہ کرتی، میں تو خود حیران ہوں کہ نجانے کہاں چلی گئی ہے وہ۔"

"اور بابا صاحب کیا کہتے ہیں؟" مصطفیٰ نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"وہ خود الجھے ہوئے اور پریشان ہیں، ویسے کہہ رہے تھے کہ چند لوگوں کے ذریعے پتا کرا رہے ہیں مگر ایسی باتوں کا ایک دم کیسے پتا چلتا ہے۔" مصطفیٰ نے جواباً کچھ کہنا چاہا تو شہوار کو آنکھیں کھولتے دیکھ کر خاموش ہوگیا۔

شہوار کی آنکھیں بخار کی حدت سے سرخ ہو رہی تھیں۔ اس نے آنکھیں کھولی تھیں مصطفیٰ سے پہلی نگاہ ٹکرائی تھی اور اسے مکمل طور پر متوجہ دیکھ کر وہ پھر آنکھیں بند کرگئی تھی۔ مصطفیٰ نے ایک گہرا سانس لیا تھا۔

کچھ دیر بعد ڈاکٹر آ گیا تھا چیک اپ کرانے کے بعد اس نے انجکشن لگایا تھا۔ کچھ میڈیسن لکھ دی تھیں جو ماں جی نے اسی وقت ڈرائیور کو بلوا کر لانے بھی بھیج دی تھیں۔ لائبہ بھابی بھی آ گئیں تو مصطفیٰ بھی کمرے سے نکل گیا تھا۔

ڈاکٹر چلا گیا تو کچھ دیر بعد مہرالنساء نے اسے توس زبردستی کھلایا تھا رات بھی اس نے کھانا نہیں کھایا تھا اس کے بعد ڈرائیور میڈیسن لے آیا تھا انہوں نے خود میڈیسن کھلائی تھیں۔ بخار اور صدمے نے شہوار کو بری طرح نڈھال کردیا تھا۔

مصطفیٰ دوبارہ کمرے میں آیا تو ماں جی اور بھابی کمرے سے جاچکی تھیں اور شہوار لیٹی ہوئی تھی آنکھیں بند تھیں۔ چہرے سے نقاہت اور کمزوری صاف عیاں تھی میڈیسن لے کر وہ سو رہی تھی شاید۔ مصطفیٰ نے الماری سے اپنا ڈریس نکالا اور واش روم میں گھس گیا تھا۔

وہ خاموشی سے تیار ہوا اور اپنا لیپ ٹاپ لینے وہ بیڈ کی سائیڈ ٹیبل کی طرف آیا تو ایک پل کو شہوار کو دیکھ کر رک گیا تھا۔ آہستگی سے اس کے پاس بیٹھا تھا۔

رات وہ جس طرح شدت سے روئی تھی مصطفیٰ کے اندر تمام تر ناراضی ختم ہوچکی تھی مصطفیٰ نے اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھا۔ ہلکے ہلکے پسینے کے قطرے تھے بخار میں کمی ہوچکی تھی مگر ابھی بھی برقرار تھا۔ یقیناً میڈیسن کا اثر تھا۔ مصطفیٰ ایک دم

مطمئن ہوا تھا۔ وہ کمرے سے نکلا تو ماں جی اسے دیکھ کر رکیں وہ بھی کمرے میں ہی آ رہی تھیں۔
"آفس جا رہے ہو؟"
"جی۔"
"احتیاط سے جانا ڈرائیور چھوڑ آئے گا اور گارڈ کو ساتھ رکھنا۔" مصطفیٰ نے ایک گہرا سانس لیا۔
شاہزیب صاحب کی طرف سے یہ سخت ہدایات تھیں کہ وہ خود ڈرائیو نہیں کرے گا اور گارڈ ساتھ ضرور ہوگا۔
"آپ ٹینشن نہ لیں ان شاء اللہ اب کچھ نہیں ہوگا ایک بار ہماری بے خبری میں ہم پر حملہ ہوا ہے۔ یقیناً دشمن دوسری بار ایسی حرکت نہیں کرے گا۔" مسکرا کر کہا۔
"اللہ اپنی امان میں رکھے اتنا بڑا حادثہ ہوا میں تو ابھی تک اس سے ہی سنبھل نہیں پائی دھیان سے رہنا۔"
"جی ضرور۔" مصطفیٰ مسکرا کر باہر نکل آیا تھا بابا نے گارڈ کو گاڑی نکالنے کا کہا۔
وہ پہلے اسپتال گیا۔ ڈاکٹر نے بازو اور کندھے کا ٹریٹمنٹ کرایا تھا بازو بہتر تھا مگر کندھے کا زخم ٹھیک ہونے میں کچھ دن لگنے تھے۔
وہاں سے فارغ ہو کر وہ آفس آ گیا تھا وہاں بہت سارے امور اس کی توجہ کے طالب تھے۔ وہ ان میں لگ گیا تھا۔ ساڑھے بارہ بجے کچھ فرصت ملی تو گھر سے ساتھ لائے کچھ اہم کاغذات وہ دیکھنے لگا۔ کبھی کسی ضرورت کے تحت اس نے والٹ کھولا تھا اور ایک پل کو رکا تھا۔ تابندہ بوا سے اس نے ایک آئی ڈی کارڈ لیا تھا جو اس نے اپنے والٹ میں رکھ لیا تھا۔ گولیاں لگنے تک والٹ اس کے پاس تھا۔ پھر اس کی تمام اشیا شاہزیب صاحب کے پاس چلی گئی تھیں جو گھر واپسی پر مل گئی تھیں۔ مصطفیٰ نے کارڈ دیکھا اور پھر کچھ پل سوچا۔ کارڈ واپس والٹ میں رکھتے اس نے جلدی سے تمام کاغذات سمیٹ کر لاکر میں رکھتے گھنٹی بجائی تھی۔ کانسٹیبل فوراً چلا آیا تھا۔ ڈرائیور کو گاڑی ریڈی کرنے کا کہو۔
"کوئی پوچھے تو کہنا صاحب ضروری کام سے گئے ہیں۔" کانسٹیبل سلام کر کے چلا گیا تھا۔ مصطفیٰ نے چند جگہوں پر ایک دو ضروری کالز کی اور پھر گاڑی میں آ بیٹھا تھا۔
ڈرائیور کو ایڈریس سمجھا کر وہ خاموشی سے بیٹھ گیا تھا اگلی سیٹ پر گارڈ بھی موجود تھا۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ کی مسافت کے بعد گاڑی مصطفیٰ کے مطلوبہ ایڈریس پر جا رکی تھی مصطفیٰ نے بغور علاقے کو دیکھا۔ علاقہ جدید اور ایڈوانس رہائشی گھروں پر مشتمل تھا۔ ان کو مطلوبہ مکان پر پہنچنے میں کچھ وقت لگا تھا مگر جیسے ہی آئی ڈی کارڈ پر لکھے ایڈریس کے سامنے گاڑی رکی تو مصطفیٰ گاڑی سے باہر نکل آیا تھا گارڈ کو باہر نکلنے سے منع کر دیا تھا۔ گھر کے گیٹ پر بیل دی تھی کچھ دیر بعد ایک خوش پوش ضعیف عمر کا شخص برآمد ہوا تھا۔
"جی فرمایئے۔" بوڑھے نے سر سے پاؤں تک مصطفیٰ اور پھر کچھ فاصلے پر کھڑی گاڑی کو دیکھا تھا۔
"سکندر احمد ولد سبحان احمد کا گھر یہی ہے۔" اس نے مصافحہ کرنے کے بعد براہ راست پوچھا تھا۔
"نہیں۔" بزرگ نے سنجیدگی سے بتایا۔
"تو پھر یہ کس کا گھر ہے؟" مصطفیٰ نے نیم پلیٹ کو دیکھا جہاں فیاض لکھا ہوا تھا۔
"یہ تو ہمارا گھر ہے۔ فیاض میرے بیٹے کا نام ہے۔"
"آپ کب سے یہاں ہیں؟" مصطفیٰ نے مزید پوچھا۔
"آپ کیوں پوچھ رہے ہیں۔" مصطفیٰ ہلکا سا مسکرایا۔
"مجھے سکندر احمد ولد سبحان احمد سے ملنا ہے یہ ان کا آئی ڈی کارڈ ہے اور یہ ان کا ایڈریس ان سے ایک کام تھا سوال کی

لیے حاضر ہوا تھا۔" سکندر صاحب تو کب کے وفات پا چکے تھے وہ جانتا تھا مگر یونہی بوڑھے کو بتانے کو اس نے کہہ دیا اور کارڈ بھی دکھایا۔
"دیکھیں ہم نے دو سال پہلے یہ گھر کرائے پر لیا تھا ہمیں نہیں پتا اس سے پہلے یہاں کون لوگ رہائش پذیر تھے۔" بزرگ نے کہا تو مصطفیٰ چونکا۔
"ہو سکتا ہے مالک مکان کا نام سکندر وغیرہ ہو۔"
"نہیں ان کا نام تو کچھ اور ہے اصل میں وہ لوگ پاکستان میں نہیں رہتے۔ یہ گھر ان کے کچھ رشتہ داروں کی ذمہ داری میں ہے انہی کے توسط سے ہم یہاں پر رینٹ پہ آئے تھے۔" بزرگ نے تفصیلاً بتایا۔
"جی بہتر ہے۔ کیا مجھے ان رشتہ داروں یا مکان مالکان کا کونٹیکٹ نمبر مل سکتا ہے۔"
"مجھے زبانی تو یاد نہیں مگر اندر کسی سے پوچھ کر بتاتا ہوں۔" بزرگ کہہ کر واپس اندر چلے گئے تھے مصطفیٰ خاموشی سے وہاں کھڑا رہا۔ ناں جی سے سکندر صاحب کے بارے میں جان کر اور تمام تفصیل سننے کے بعد اس نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ اب خود اس سارے مسئلے تک پہنچنے کی کوشش کرے گا۔
شہوار ایک عرصے سے اپنی شناخت اور نجانے کیا کیا کہتی رہی تھی مگر ہمیشہ سے اس کے لیے ان باتوں کی کوئی اہمیت نہ تھی مگر رات جس طرح تابندہ بی کے بارے میں انکشاف سنا تھا اور اس سے بڑھ کر شہوار کی وہ حالت مصطفیٰ نے ایک دم فیصلہ کیا تھا کہ وہ اب خود اس سارے مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کرے گا۔ تابندہ بوا کے اس طرح منظر سے غائب ہو جانے پر اب مصطفیٰ کو لگ رہا تھا کہ جیسے یہاں کوئی چیز مس ہے۔ وہ صرف اس گمان میں یہاں تک آیا تھا کہ شاید تابندہ بوا یہاں آئی ہوں۔ بزرگ اندر سے واپس آ گئے تھے۔
انہوں نے ایک چٹ مصطفیٰ کی طرف بڑھائی تھی۔
"مالکان کا تو ہمیں نہیں پتا۔ لیکن جن کی ذمہ داری پر یہ گھر ہے ان کا یہ ایڈریس ہے ہر ماہ کرایہ لینے آتے ہیں۔" مصطفیٰ نے چٹ تھام لی تھی۔
"شکریہ بہت بہت۔"
"ایک اور سوال پوچھوں گا؟" مصطفیٰ نے کہا تو بزرگ نے سوالیہ دیکھا۔
"یہاں چند دن پہلے تابندہ نامی کوئی خاتون آئی تھیں؟"
"تابندہ۔" بزرگ نے سوچنے کی کوشش کی تھی اور پھر نفی میں سر ہلا دیا تھا۔
"نہیں یہاں اس نام کی کوئی خاتون نہیں آئیں۔" مصطفیٰ نے سر ہلا دیا اور مسکرا کر ایک بار پھر بزرگوار کا شکریہ ادا کرتے وہ واپس گاڑی میں آ بیٹھا تھا۔



وہ آفس میں تھی اپنے کیبن میں بیٹھی کوئی فائل دیکھ رہی تھی۔ جب وہاں ماموں کے ساتھ بھابی کو آتے دیکھ کر حیران ہوئی تھی۔
"آپ دونوں ادھر؟" آفس بوائے ان کو اس تک پہنچا کر پلٹ گیا تھا۔
"ہاں ابوبکر نے ایک فلیٹ پسند کیا ہے وہ دکھانا چاہ رہا تھا ہم نے سوچا رستے میں تمہیں بھی لے لیتے ہیں۔" بھابی نے بتایا تو اسے حیرانی ہوئی۔
"آپ دونوں بیٹھیں تو۔" وہ پہلی بار اس کے آفس میں آئے تھے وہ تو خوش ہو رہی تھی۔ سائیڈ پر رکھی کرسیوں کی

طرف اشارہ کیا تھا۔

"ابوبکر گاڑی رینٹ پر لے کر آیا ہے تم اپنے باس سے چھٹی لے لو تو چلتے ہیں۔" ماموں نے کہا تو اس نے جلدی جلدی اردگرد بکھرے کاغذات سمیٹے۔

"وہ باہر گاڑی میں ہی ہیں کیا، ان کو بھی اندر لے آتے؟" اس نے بھابی سے کہا وہ مسکرا دی۔

"میں بس یہ کام سمیٹ لوں، عباس صاحب کو ارجنٹلی چاہیے۔" وہ جلدی جلدی کمپیوٹر پر انگلیاں چلانے لگی تھی اس دوران آفس بوائے کو کہہ کر ان کے لیے کچھ لانے کو کہا تھا۔ اور کچھ دیر بعد وہ ان کو کولڈ ڈرنک تھما گیا تھا اس نے جلدی جلدی کاغذات کا پرنٹ نکال کر فائل بنائی تھی۔

"میں عباس صاحب سے بات کر کے آتی ہوں آپ ویٹ کریں۔" وہ فائل لے کر عباس صاحب کے کمرے میں چلی آئی تھی۔

"سر مجھے چھٹی چاہیے۔" عباس نے جیسے ہی اس کے ہاتھ سے فائل تھامی تھی اس نے فوراً کہا تھا۔

"خیریت؟" فائل ٹیبل پر رکھتے عباس نے پوچھا۔

"جی بس ایک ضروری کام ہے کہیں جانا تھا۔" اس نے کچھ جھجکتے ہوئے کہا۔

"لیکن یہ فائل تو بہت ضروری تھی آج ہی تمام جگہوں پر اس کی ایک ایک کاپیز ارسال کرنی ہیں۔" عباس نے سنجیدگی سے کہا۔

"بٹ سر مجھے انفارم کیے بغیر ماموں اور بھابی لینے آ گئے ہیں اتنا لمبا چوڑا کام نہیں ہے میں واپسی پر آ کر کر لوں گی۔ مجھے بس تھوڑی دیر کے لیے جانا ہے۔" اس نے کہا تو عباس نے فائل سے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

اور نجانے کیوں مصطفیٰ کی بارات والے دن واپسی پر وہ نگاہ کو بہت خاص لگی تھی اور تب سے بالکل اچانک نگاہ بھٹکنے لگی تھی۔ ایسا نہیں تھا کہ وہ کوئی نظر باز شخص تھا۔ مگر اس لڑکی میں ہی شاید کچھ خاص بات تھی جو وہ اپنی تمام تر سادگی اور احتیاط کے باوجود اپنی تمام تر توجہ اپنی طرف کھینچنے لگ گئی تھی۔

"او کے، مس ہادیہ کو بھیج دیں میں ان کو بریف کر دوں گا وہ کور کر لیں گی آپ ریلیکس ہو کر جائیں۔"

"آپ اپنا کام نمٹا کر آرام و سکون سے گھر جا سکتی ہیں مس ہادیہ کر لیں گی۔" عباس نے مسکرا کر کہا تو وہ ایک دم خوش ہو گئی تھی۔

"ویسے آپ نے اپنے ماموں سے ملوایا ہی نہیں آپ ان کو ادھر آفس میں ہی لے آتیں۔" عباس نے مزید کہا۔

"وہ ذرا جلدی میں ہیں تو......" اس نے فوراً کہا۔

"آپ کے ہاں ان سے ملاقات ہوئی تھی بہت ہی نائس انسان ہیں مجھے تو ان کی بات چیت اور رکھ رکھاؤ نے بہت متاثر کیا تھا۔" سر عباس کے منہ سے ماموں کی تعریف سن کر وہ ایک دم خوش ہوئی تھی۔

"اگر آپ ملنا چاہتے ہیں تو میں ان کو یہیں بلوا لیتی ہوں۔" اس نے فوراً کہا۔

"نہیں میں بابا کے کمرے میں جا رہا ہوں ان سے بھی ملتا ہوں ویسے بھی وہ ہمارے بزرگ ہیں اور اچھا نہیں لگتا کہ وہ خود چل کر یہاں آ کر مجھ سے ملیں بھلے میں آپ کا باس ہوں۔" عباس مسکرا کر کہتا اپنی سیٹ سے کھڑا ہو گیا تھا اس نے اس کی فائل بھی اٹھالی تھی۔

"اور وہ ہادیہ سے بات۔"

وہ میں خود کہہ دوں گا۔" وہ ایک دم ریلیکس ہوئی تھی۔ وہ سر عباس کے ہمراہ روم سے نکلی تھی۔

عفت سلطان

میرا نام عفت سلطان ہے' میری عمر 26 سال ہے' راولپنڈی میں رہتی ہوں' میرا پسندیدہ لباس شلوار قمیص ہے۔ ہم ذات کے جٹ ہیں' ہم تین بہنیں اور ایک بھائی ہے۔ میرا پسندیدہ رنگ گرے ہے' مجھے ان لوگوں سے نفرت ہوتی ہے جو اپنے وعدے پر قائم نہیں رہتے اور ان لوگوں سے جو اپنی تعریف خود کرتے ہیں۔ خوبی یہ ہے کہ ہر حال میں خود پر قابو رکھتی ہوں اور خامی یہ ہے کہ ہر مسئلے پر بے تحاشا سوچتی ہوں۔ امید ہے آپ کو میرا تعارف پسند آئے گا' شکریہ۔

"سر آپ کے بھائی اب ٹھیک ہیں؟" یونہی چلتے چلتے اس نے پوچھا تو عباس نے سر ہلا دیا تھا۔ وہ عباس کے ہمراہ اپنے کیبن کی طرف آئی تھی۔

ماموں اور بھابی سر عباس کو دیکھ کر احتراماً کھڑے ہو گئے تھے۔

"السلام علیکم، کیسے ہیں آپ؟" ماموں سے ہاتھ ملاتے عباس نے گرم جوشی سے پوچھا۔

"وعلیکم السلام، اللہ کا کرم ہے آپ کیسے ہو بیٹا، رابعہ سے آپ کے بھائی کے حادثے کا سنا تھا وہ اب ٹھیک ہیں؟" جواباً ماموں نے بھی خلوص سے پوچھا۔

"جی الحمدللہ مصطفیٰ بہت بہتر ہے اب تو آفس بھی جا رہا ہے آیئے آپ کو بابا جان سے بھی ملواتا ہوں۔" بھابی کو سلام کرتے وہ ماموں سے کہہ رہا تھا۔

"نہیں بیٹا! اس وقت کچھ ضروری کام سے جانا ہے ان شاء اللہ پھر ضرور ملاقات کا شرف حاصل کروں گا۔" ماموں نے کہا۔

"ویسے بھی رابعہ بٹی شاہزیب صاحب کی بہت تعریفیں کرتی ہے۔" عباس نے مسکرا کر دیکھا۔

"یعنی صرف بابا کی تعریفیں کی جاتی ہیں ہمارا کہیں کوئی ذکر نہیں ہوتا۔" انداز پر مزاح تھا ماموں مسکرا دیے۔

"چلیں پھر بیٹا جی پھر ملاقات ہو گی چلتے ہیں۔" ماموں نے پھر ہاتھ ملایا تو وہ ان دونوں کے ہمراہ چلتی باہر آ گئی تھی۔ ابوبکر موجود تھا۔

ابوبکر نے جو فلیٹ منتخب کیا تھا بہت اچھا تھا سیکنڈ فلور پر تھا۔ تین بیڈ روم ایک کچن اور لاؤنج تھا۔ سبھی کو فلیٹ پسند آیا تھا۔ ماموں کے مشورے پر وہ ماموں کے ایک اسٹوڈنٹ کے ساتھ مل کر اسپورٹس کا کاروبار شروع کر رہا تھا۔ ماموں اور ابی اس رشتے سے بہت خوش تھے۔ سو وہ بھی مطمئن تھی۔

فلیٹ دیکھ کر وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھے تو رابعہ کو ایک دم چونکنا پڑا سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آتی عادلہ اسے دیکھ کر تنفر سے رک گئی تھی۔ ماموں اور ابوبکر اوپر ہی تھے وہ ایک دم رک گئی تھی۔

عادلہ ایک بار ان کے گھر رشتہ آ چکی ہوتی تو وہ بھی تنفر سے دیکھ کر گزر جاتی مگر مشکل یہ تھی کہ بھابی ساتھ تھیں وہ بھی عادلہ کو دیکھ کر فوراً پہچان گئی تھیں۔

"ارے رابعہ دیکھو تمہارے سر کی وائف۔" بھابی نے کہا تو رابعہ نے لب بھینچ لیے۔

"ہیلو مس رابعہ، کیسی ہیں آپ؟" عادلہ نے پاس آ کر طنز سے کہا تھا۔ رابعہ نے تنفر سے رخ بدلا۔

"چلیں بھابی۔" وہ کہہ کر تیزی سے سیڑھیاں اترنے لگی تو بھابی الجھ گئی تھیں۔ رابعہ اپنے باس کی بیوی کو نظر انداز کر کے جا رہی تھی۔

"رکو" عادلہ رابعہ کے اس انداز پر ایک دم غصے سے پکار رہی تھی۔ رابعہ نے پلٹ کر دیکھا۔ عادلہ سیڑھیاں پھلانگتی

واپس اس تک آ گئی تھی۔

"تم سمجھتی ہو عباس جیسے مرد کو سب بتا کر تم میری پہنچ سے دور نکل جاؤ گی یہ مت بھولو وہ کلپس ابھی بھی میرے پاس ہیں اور تم تصور نہیں کرسکتی میں کس حد تک جاسکتی ہوں۔"

"میں تم جیسی عورت کے منہ نہیں لگنا چاہتی، جو کرسکتی ہو کرلو میں تم جیسی دو نمبر عورت سے ڈرتی نہیں ہوں۔" عادلہ کے آگ اگلتے لہجے پر اس نے بہت سرد لہجے میں کہا تھا۔

"اوہ یو شٹ اپ۔" وہ چیخی تھی۔

تبھی ماموں کے ساتھ ابوبکر بھی وہاں تک چلا آیا تھا۔

"کیا بات ہے بیٹا؟" ابوبکر تو عادلہ کو دیکھ کر فوراً ٹھٹکا تھا ماموں نے عادلہ کو کہا۔

عادلہ نے ایک قہر بھری نگاہ رابعہ پر ڈالی اور پھر کسی کو بھی دیکھے بغیر وہاں سے چلی گئی تھی۔ رابعہ نے سر جھٹکتے باقی سیڑھیاں بھی تیزی سے طے کرگئی تھیں۔

"کیا بات ہے رابعہ وہ تو تمہارے باس کی وائف تھی نا۔" بھابی اس کے پاس آ گئی تھیں انہوں نے حیرت سے پوچھا۔

"بس وہ باس کی وائف ضرور تھی مگر دونوں میں علیحدگی ہوگئی ہے۔"

"اوہ۔" ماموں اور ابوبکر بھی آ گئے تھے۔

"تو تم سے کیوں الجھ رہی تھی۔"

"دماغ خراب ہوچکا ہے اس عورت کا باس کے آفس میں کام کرتی ہوں تو اس بات پر دشمنی نکال رہی ہے۔" بمشکل خود پر ضبط کرتے اس نے کہا۔ ماموں نے خاموشی سے بات سنی تھی۔

"عجیب عورت ہے جاکر اپنے شوہر سے بات کرے تم پر کیوں زور چلا رہی تھی۔" بھابی نے حیرت کا اظہار کیا۔

"چھوڑیں بھابی ہوتی ہیں دنیا میں ایسی عورتیں بھی۔" ابوبکر نے اسے مشکل میں دیکھ کر بھابی کو ٹالا تو وہ سر ہلا گئی تھی۔

واپسی کے سفر میں رابعہ کے اندر عجیب و غریب سی توڑ پھوڑ شروع ہوگئی تھی۔ یہ عورت اسے اپنی زندگی کا سب سے بڑا عذاب لگ رہی تھی۔ وہ لب بھینچے باقی کا سارا رستہ خاموش بیٹھی رہی تھی۔



شہوار بیمار تھی انا کو کالج جاکر اسے نہ پاکر فون کرنے پر علم ہوا تھا۔ وہ سارا وقت مصروف رہی تھی واپسی پر ڈرائیور لینے آیا تو اس نے سوچا رستے سے شہوار کے ہاں بھی چکر لگائے گی۔ یہی سوچ کر اس نے ڈرائیور کو رستے سے کسی فلاور شاپ سے بکے لینے کا کہا تھا۔ ڈرائیور نے ایک شاپ کے سامنے گاڑی روکی تو گاڑی سے اتر کر اندر چلی گئی تھی۔

"انا۔" وہ اپنی پسند کا بکے بنوا رہی تھی جب اپنا نام پکارنے پر چونک کر پلٹی تو حیرت زدہ رہ گئی۔ اس کے سامنے کاشفہ کھڑی تھی۔

"مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔" وہ کہہ رہی تھی انا کے زاویے کشیدہ ہوئے۔

اس لڑکی کی وجہ سے اس کے اور ولید کے درمیان تعلقات خراب ہورہے تھے۔ وہ اچھی بھلی گزشتہ تمام سوچوں کو بھلا کر ولید کو قبول کرچکی تھی۔ مگر اب ایک بار پھر یہ لڑکی ایک طوفان بن کر اس کی زندگی میں آ گئی تھی۔

"جی کہیے۔"

غزل

بہت افسردہ لگتے ہیں مجھے اب یار کے قصے
گل و گلزار کی باتیں، لب و رخسار کے قصے
یہاں سب کے مقدر میں فقط زخم جدائی ہے
سبھی جھوٹے فسانے ہیں وصل یار کے قصے
بھلا عشق و محبت سے کسی کا پیٹ بھرتا ہے
سنو تم کو سناتا ہوں میں اخبار کے قصے
میرے احباب کہتے ہیں یہی ایک عیب ہے مجھ میں
سر دیوار لکھتا ہوں پس دیوار کے قصے
میں اس لیے لوگوں سے جاکر خود نہیں ملتا
وہی بے کار کی باتیں وہی بے کار کے قصے

لیلیٰ شاہ...... چک سادہ، گجرات

"ادھر نہیں، سامنے ہوٹل ہے ہم وہاں کچھ دیر بیٹھ کر بات کرسکتے ہیں۔" وہ بہت سنجیدگی سے کہہ رہی تھی۔

"ایم سوری۔ مجھے کہیں جانا ہے آپ نے جو بھی کہنا ہو وہ ولی سے کہہ دیجیے گا وہ مجھے بتادیں گے۔" انا نے سنجیدگی سے کہا۔

"میں تم سے بات کرنا چاہتی ہوں تم تھوڑی دیر میری بات سن لو تو کوئی حرج نہیں ہوگا۔" اب کے کاشفہ نے قدرے تیزی سے کہا۔

وہ مسلسل انا کے پیچھے رہی تھی مگر انا نے اس کے الفاظ سن کر ناپسندیدگی سے دیکھا۔

"مجھے کہیں جانا ہے ایم سوری میں کہیں نہیں چل سکتی۔ جو بھی کہنا ہو اسے ہی کہہ دینا میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔" ناگواریت سے گھڑی دیکھتے انا نے کہا تو کاشفہ نے انا کو دیکھا۔

اس کی آنکھوں میں جلتے شعلوں کی لپک تھی۔

"اوکے تم اپنا سیل نمبر دے دو تو میں تم سے کانٹیکٹ کرلوں گی۔"

"بٹ وائے؟" انا حقیقتاً الجھ گئی تھی۔

"مجھے تم سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔"

"آپ ابھی کہہ دیں جو کہنا ہے۔" اس نے اب کے کافی ناگواری سے کہا تھا۔

"بات طویل ہے لیکن تمہارے پاس وقت نہیں ہوگا۔" کاشفہ نے تیکھے انداز میں کہا۔

"اوکے ولی کا نمبر آپ کے پاس ہوگا ان سے میرا نمبر لے لیں۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"ایکسکیوزمی۔" وہ پلٹی تھی شاپ کیپر کو پے منٹ کرکے اس نے بکے لے لیا تھا۔

"سنو۔" وہ شاپ سے باہر نکلی تو کاشفہ پھر ایک دم اس کے رستے میں آ گئی تھی۔ انا نے بہت تیکھے انداز سے اسے دیکھا تھا۔

"تم ولید اور میرے درمیان سے ہٹ جاؤ تو تمہارے حق میں بہتر ہوگا ورنہ تم جانتی نہیں ہو کہ میں کیا کرسکتی ہوں۔"

انانے کاشفہ کے الفاظ پر ایک دم متوحش ہو کر اسے دیکھا تھا۔ وہ اس کے سامنے آ کر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بڑے پتھریلے انداز میں کہہ رہی تھی۔

''تم مجھے دھمکی دے رہی ہو؟'' انا ایک دم سنبھل کر نفرت سے بولی۔

''نہیں اپنے لفظوں میں تمہیں سمجھانا چاہ رہی ہوں۔'' کاشفہ کے انداز میں بے حسی اور نفرت تھی۔ انا نے اسے دیکھا وہ جامد و سرد تاثرات لیے اسے دیکھ رہی تھی۔

''ولید کسی کی جاگیر نہیں کہ تم زبردستی چھین جھپٹ لو، وہ تم سے محبت نہیں کرتا۔'' انا نے ایک دم غصے میں آتے ہوئے کہا۔

''وہ مجھ سے ہی محبت کرتا ہے اور پھر بہت جلد وہ تمہیں چھوڑ دے گا دیکھ لینا، تم سے تو وہ محض اپنی بہن کی خاطر تعلق نبھا رہا ہے۔'' انا کو لگا وہ زمین بوس ہونے والی ہے۔ کاشفہ کے الفاظ نے اس کے اندر زلزلوں کی سی کیفیت پیدا کر ڈالی تھی۔

''تم جھوٹ بول رہی ہو۔'' انا نے کپکپاتے الفاظ دلہجے میں کہا تھا۔ کاشفہ استہزائیہ ہنسی تھی۔

''تم غلط فہمی کا شکار رہنا چاہتی ہو تو بے شک رہو، ولید اور میری دوستی اس نہج پر ہے کہ میں اس کی خاطر خودکشی تک کر سکتی ہوں۔'' کاشفہ نے کہا تو انا چونکی۔

چند دن قبل ولید نے کہا تھا اس نے اس کی خاطر خودکشی کر لی ہے مگر وہ بچ گئی تھی ولید تو کچھ اور بھی کہہ رہا تھا۔

''ولید تم سے محبت نہیں کرتا وہ صرف مجھ سے محبت کرتا ہے مگر اپنی بہن کی خاطر تمہیں اپنا رہا ہے۔ لیکن میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔ جو چیز مجھے نہیں ملتی میں اسے اس قابل بھی نہیں رہنے دیتی کہ کوئی دوسرا اسے استعمال کر سکے۔ یہ تو پھر ایک جیتا جاگتا وجود ہے۔'' انا گم صم ہی اسے دیکھے گئی۔

''بہتر ہوگا کہ تم میرے اور ولید کے درمیان سے خود ہی نکل جاؤ، وہ تم سے محبت تو کرتا نہیں خوامخواہ خود کو ذلیل کیوں کروا رہی ہو۔'' کاشفہ اسے کہہ کر مسکرائی تھی۔ استہزائیہ اور طنزیہ ہنسی۔

انا کو لگا وہ گونگی بہری ہوگئی ہے۔ اسے لگا کہ کاشفہ کی آواز کسی گہرے کنوئیں سے آ رہی ہے۔

''نہیں ولید ایسا نہیں کر سکتا۔'' اس نے کہنا چاہا مگر آواز حلق میں پھنس گئی۔

وہ اتنی احمق نہ تھی کہ اس لڑکی کی باتوں میں آ جاتی مگر اس کے پاس ولید کی طرف سے کبھی محبت یا پسندیدگی کا کوئی لمحہ بھی تو نہ تھا کہ اس کی محبت ایک فخر اور مان سے اس کے وجود میں جھوم اٹھتی۔

''ولید ایسا کر چکا ہے اور عنقریب تمہیں چھوڑ کر میرے پاس آ جائے گا۔'' وہ کہہ کر ہنسی تھی۔

''میرا خیال ہے تم میری باتوں کو اچھی طرح سوچو گی اور ہاں میری باتوں کی تصدیق ولید سے بھی کر سکتی ہو۔'' وہ کہہ کر وہاں سے چلی گئی تھی۔ انا کو لگا وہ پتھر کا بت بن گئی ہو۔ وہ بڑے لرزتے کانپتے قدموں سے گاڑی میں آ کر بیٹھی تھی۔

''انا بی بی اب کدھر جانا ہے۔'' ڈرائیور پوچھ رہا تھا وہ چونکی تھی۔

''گھر چلو۔'' اس نے آہستگی سے کہا۔

''مگر آپ تو اپنی دوست کے گھر جانے کا کہہ رہی تھیں۔''

''کہا نا گھر چلو۔'' اس نے تلخی سے کہا تو ڈرائیور نے ایک دم سر ہلا کر گاڑی کا رخ موڑ لیا تھا۔



وہ آج بہت دن بعد ایاز سے ملنے آئے تھے۔ ایاز ٹی وی دیکھ رہا تھا۔ وہ ان کو دیکھ کر ایک دم خفا ہوا۔

غزل

تُو سجود و قیام کے پیچھے
اور میں ہوں امام کے پیچھے
جام کوثر کو آشکار کر
کون مخفی ہے جام کے پیچھے
سدرۃ المنتہیٰ سے آگے تو
کیا ہے مقام کے پیچھے
کون ہے لا سے لا الٰہ تک
کون ہے اس کلام کے پیچھے
کیا دکھاتا ہے روشنی دے کر
کیا چھپاتا ہے شام کے پیچھے
لفظ "کُن" سے جہاں بنا ڈالا
بھید کیا تھا تمام کے پیچھے
کھیل کیسا رچا دیا تُو نے
روزِ محشر کے نام کے پیچھے
میم سے پہلے مر گیا امجد
جب چلا الف لام کے پیچھے

(امجد بخاری)

طیبہ سعدیہ عطاریہ...... سیالکوٹ

...کہاں عذاب میں پھنسا دیا ہے آپ نے مجھے، میں فیڈ اپ ہو چکا ہوں اس سارے سلسلے میں، میں اب یہاں ...نہیں بیٹھ سکتا پلیز مجھے یہاں سے باہر نکلوائیں۔''

...میں نے تمہارے پیپرز تیار کرا دیے ہیں پاسپورٹ بھی نیا بنوا دیا ہے جیسے ہی سیٹ کنفرم ہوتی ہے تمہیں بتا دوں گا ...شناخت یہاں تک کہ ہر چیز بدل دی گئی ہے۔ بہت کیئرفل ہو کر تمہیں رہنا پڑے گا۔ میں نہیں چاہتا عین وقت پر ...رہو۔'' ڈیڈ کے الفاظ پر وہ ایک دم پرسکون ہوا تھا۔

''......''

...میں سب کیسے ہیں، مام..... کاشی اور عادلہ؟''

...ٹھیک ہیں۔''

...کا کچھ پتا چلا؟''

...کچھ لوگوں نے اغوا کر لیا تھا اور پھر چھوڑ بھی دیا تھا میں تو بہت پریشان تھا کہ اس کے سسرال والوں نے ہنگامہ ...دینا ہے مگر بچت رہی ان لوگوں کو شاید علم نہیں ہو سکا اور اس سے پہلے ہی عادلہ واپس بھی آ گئی۔''

...لوگوں نے اغوا کیا تھا اسے؟''

...نہیں چل سکا اس کو کسی نے اسپتال پہنچا کر ہمیں اطلاع کی تھی اور گاڑی ہمیں شہر سے باہر ملی تھی۔ وہ بالکل ٹھیک

حالت میں تھی عادلہ بھی بالکل ٹھیک ٹھاک تھی۔ میں تو ابھی تک اس اغوا پر الجھا ہوا ہوں آخر کیا مقصد تھا۔ ان لوگوں کا کوئی ڈیمانڈ اور نہ ہی کوئی نقصان ہوا۔"

"اوہ..... انٹرسٹنگ سچویشن ہے۔" ایاز نے گہرا سانس لے کر کہا۔

"میں آج کل کاشفہ کی وجہ سے پریشان ہوں۔"

"کیوں کیا ہوا؟" ایاز نے حیران ہو کر پوچھا۔

"ایک لڑکا ہے ولید تم شاید اسے جانتے ہو۔" ایاز نے سر ہلایا۔

"وہی جس نے کاشی کی جان بچائی تھی۔"

"ہاں وہی، وہ اس میں بہت زیادہ انوالو ہو چکی ہے جبکہ اس کی منگنی ہوگئی ہے۔ جس پر کاشی نے اس لڑکے سے بات کی لڑکے نے کاشی کو انکار کر دیا تو اس نے سوسائیڈ کر لی لڑکے کو کال کی اس نے مجھے کال کی بمشکل کاشی کو بچا سکے ہیں ہم اب کاشی پر ایک ہی دھن ہے کہ وہ ہر حال میں اس لڑکے کو پانا چاہتی ہے۔"

"اوہ آئی سی۔ تو پھر آپ اس لڑکے سے بات کریں اسے سمجھائیں کہ وہ کاشی سے شادی کرلے، اچھا لڑکا ہے وہ سب سے بڑھ کر شاندار پرسنالٹی کا مالک ہے۔" ایاز نے سہولت سے مشورہ دیا۔

"ہاں بات تو کرلوں مگر مجھے وہ لڑکا اس سارے معاملے میں انوالو نہیں لگ رہا میں اس سے کئی بار مل چکا ہوں اور ہر بار میں نے اندازہ لگایا وہ کاشی میں انوالو نہیں یہ کاشی کی یک طرفہ فیلنگز ہیں۔ پھر اب وہ لڑکا انگیجڈ ہے وہ کسی طور پر نہیں مانے گا۔ ہمارے اور ان کے اسٹیٹس میں بھی بہت فرق ہے امپاسبل ہے یہ سب۔" ایاز خاموش ہی رہا۔

"خیر چھوڑو اس بات کو، تمہیں ایک خبر دینی تھی۔"

"کیسی خبر؟"

"مصطفیٰ کو اس کی بارات والے دن واپسی پر کچھ انجان لوگ گولیاں مار کر چلے گئے تھے وہ بمشکل بچا تھا اور ان لوگوں کا شک تم پر ہے پولیس پورے زور و شور سے تمہیں تلاش کر رہی ہے اور تمہارے تمام دوستوں پر کڑی نظر ہے تمہارا دوست شہزاد بھی دبئی چلا گیا ہے ان لوگوں کا شک اور پختہ ہو گیا ہے۔" عبدالقیوم صاحب بتا رہے تھے جبکہ ایاز ہلکا سا مسکرایا۔

"تلاش کرنے دیں، ہمیں کیا میں کون سا ان لوگوں کے ہاتھ آنے والا ہوں۔"

"جو بھی ہے، جس نے بھی گولیاں ماریں اب شک تو تم پر ہے نا، اسی لیے میں نہیں آ رہا تھا۔" ایاز نے سر ہلا دیا۔ مصطفیٰ کو گولیاں مارنے والا قصہ تو اس نے اپنے باپ کو بھی نہیں بتایا تھا اور نہ ہی اس کا بتانے کا ارادہ تھا۔

"اب تم کو بہت احتیاط سے رہنا ہوگا۔ جب تک سیٹ کنفرم نہیں ہو جاتی میں تمہیں یہاں سے قطعی نہیں نکال سکتا جیسے ہی سیٹ اوکے ہوگی میں تمہیں بتا دوں گا۔"

"اوکے لیکن ذرا جلدی کیجیے گا مجھے لگتا ہے کہ جیسے میں کسی قید خانے میں بند ہوں۔" اس نے نخوت سے کہا تھا عبدالقیوم نے سر ہلا دیا تھا۔



مصطفیٰ کی آفیسرز کے ساتھ میٹنگ تھی فارغ ہوتے ہوتے بھی رات کے دس بج گئے تھے امجد ساتھ ہی تھا وہ خود اسے گھر ڈراپ کرنے آیا تھا۔

وہ اپنے کمرے میں آیا تو پہلی نگاہ بستر پر لیٹے وجود پر پڑی تھی وہ شاید سوئی ہوئی تھی اس نے ایک نظر ڈالی اور ہاتھ

شمیم تبسم

آنچل اسٹاف اور تمام قارئین کو میرا پیار بھرا اسلام قبول ہو مجھے شمیم تبسم کہتے ہیں میرا تعلق ضلع قصور کے گاؤں ... والہ سے ہے۔ 5 جولائی کو اس دنیا میں تشریف لائی اسٹار سرطان ہے جس کی خوبیاں اور خامیاں مجھ میں پائی جاتی ہیں۔ ہم چھ بہن بھائی ہیں سب مجھ سے بڑے ہیں اور شادی شدہ ہیں۔ میرا آخری نمبر ہے یعنی سب سے چھوٹی اور گھر والوں کی لاڈلی ہوں۔ میں اپنی ماں کے بہت زیادہ قریب ہوں اللہ ان کو صحت تندرستی دے۔ مجھے اپنے بھتیجوں اور بھانجوں سے بہت پیار ہے خاص طور پر عامرہ سے یہ میری فیورٹ بھتیجی ہے۔ میں ایم اے کر رہی ہوں شاعری سے بہت لگاؤ ہے۔ کھانے میں مچھلی اور بریانی پسند ہے اور چائے تو میری فیورٹ ہے اس کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ رنگوں میں سفید اور گلابی پسند ہے آنچل کا ہر سلسلہ بہت پسند ہے اسٹوریز کی کیا بات ہے رائٹرز میں میرا شریف طور، نازیہ کنول نازی اور عمیرہ احمد فیورٹ ہیں۔ میری دو دوست ہیں جن میں سعدیہ کی شادی ہو چکی ہے اور دوسری عائشہ ہے جو بہت اچھی ہے۔ اللہ اس کو خوش و خرم رکھے۔ تنہائی پسند ہوں اور بہت زیادہ حساس ہوں کسی کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی۔ غصہ بھی بہت جلد آ جاتا ہے لیکن جلدی ختم ہو جاتا ہے جو لوگ جھوٹ بولتے ہیں ان سے شدید نفرت ہے۔ اجازت چاہتی ہوں اللہ حافظ۔

میں تھامی تمام اشیاء ایک طرف ٹیبل پر رکھ دی اور آہستگی سے چلتا ہوا وہ شہوار کی طرف آیا تھا۔ بلینکٹ اوڑھ کر وہ کروٹ سے سوئی ہوئی تھی۔ چہرے پر بازو تھا وہ اس کا چہرہ نہیں دیکھ پایا تھا۔ مصطفیٰ نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر حرارت چیک کرنا چاہی۔ ٹمپریچر نارمل ہی تھا وہ قدرے ریلیکس ہوا تھا۔

اس کے پاس سے ہٹ کر وہ الماری سے اپنا لباس لے کر باتھ روم میں گھس گیا تھا۔ ابھی وہ چینج اور فریش ہو کر باہر نکلا ہی تھا کہ ماں جی دستک دے کر وہاں چلی آئی تھیں۔

"بڑا لیٹ آئے تم؟" وہ آئینے کے سامنے کھڑا بال بنا رہا تھا تو مسکرا کر پلٹا۔

"بس ایجنسی آفیسرز سے میٹنگ تھی۔"

"کھانا یہیں کھاؤ گے یا باہر؟" باقی سبھی کھانا کھا چکے تھے سو انہوں نے پوچھا تھا۔

"یہیں منگوا دیں۔" ماں جی کو جواب دے کر پھر شہوار کی طرف دیکھا۔

"شہوار کی طبیعت اب کیسی ہے؟"

"بہتر ہے اصل میں صدمے سے نڈھال ہے تابندہ سے بہت محبت کرتی ہے اتنا بڑا ذہنی صدمہ ہے اب آہستہ آہستہ ہی سنبھلے گی۔" انہوں نے دکھ سے کہا۔

"ڈاکٹر نے دوبارہ چیک کیا تھا کیا؟"

"ہاں شام میں چیک کرکے گیا تھا کھانا اور میڈیسن کھلائی تھی ابھی کچھ دیر پہلے سوئی ہے۔" ماں جی کی بات پر مصطفیٰ نے سر ہلا دیا تھا۔ ماں جی کھانے کا کہنے باہر نکل گئی تھیں۔

کھانا کھانے کے بعد مصطفیٰ کچھ دیر باہر آ کر بھائیوں کے ساتھ کچھ وقت گزارنے کے بعد وہ واپس اپنے روم میں آیا تھا۔ شہوار ابھی بھی سو رہی تھی۔ مصطفیٰ اپنے ساتھ لائی ہوئی فائلز میں سے ایک اٹھا کر بستر پر بیٹھ گیا تھا۔ امجد لالہ رخ کے بارے میں بہت کچھ بتا چکا تھا۔ اب وہ خود اس کیس کو تفصیل سے اسٹڈی کرنا چاہتا تھا۔

"نہیں......" مصطفیٰ نے ابھی فائل اوپن کی ہی تھی کہ شہوار ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی تھی۔ بالکل کل والی حالت تھی۔ شاید کل کی طرح وہ پھر خواب میں ڈر گئی تھی۔ مصطفیٰ فائل بند کرتے اس کے قریب ہوا تھا۔

"کیا ہوا؟" وہ جو گہرے گہرے سانس لے رہی تھی مصطفیٰ کی آواز پر فوراً اسے دیکھا تھا۔ اس کے چہرے پر ایک دم سرخی چھائی تھی اس نے اپنے سر پر دوپٹہ جمایا تھا۔ شہوار نے نفی میں سر ہلادیا تھا۔

"طبیعت کیسی ہے؟"

"بہتر ہے۔" اس نے آہستگی سے کہا۔ آواز میں ابھی بھی نقاہت تھی۔

"بخار اترا؟"

"جی۔"

"گڈ۔" مصطفیٰ خاموش ہوگیا۔

پچھلے دو دنوں کے درمیان جو کھنچاؤ والی کیفیت اور ماحول تھا وہ ایک دفعہ پھر مصطفیٰ کو یاد آنے لگا تو اس نے سر جھٹکا کہ بہرحال یہ سچ تھا کہ رات شہوار کی حالت اور رونا دیکھ کر اس کے اندر ناراضگی اور خفگی کی جو بھی کیفیت تھی وہ ایک دم زائل ہوگئی تھی۔

"گاؤں سے بوا جی کے متعلق کوئی اطلاع ملی؟" مصطفیٰ کے سوال پر اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھرنے لگیں۔ اس نے نفی میں سر ہلادیا۔

"رونے اور اس طرح سے ہمت ہارنے سے مسائل حل نہیں ہوتے، ہمت کرنا ہوگی ورنہ صدمے اور ٹینشن سے تمہارا اپنا ہی نقصان ہوگا۔" مصطفیٰ کے الفاظ پر وہ ایک دم شدت سے روئی تھی۔ مصطفیٰ نے لب بھینچ لیے۔ وہ اس وقت جس گرداب میں پھنسی ہوئی تھی اس میں سے فی الحال نکلنا بہت مشکل مرحلہ تھا۔

"مرنے والوں پر صبر آ جاتا ہے مگر جان بوجھ کر کھو جانے والوں پر دل راضی نہیں ہوتا، میں کیا کروں؟ میرے لیے تو میری اپنی ذات ہی سوالیہ نشان بن چکی ہے۔" روتے ہوئے اس نے کہا۔ جس طرح وہ اس وقت ذہنی کشیدگی کا شکار تھی ایسے میں اس کے سامنے ہمت کرو، صبر کرو کے الفاظ بے معنی تھے۔

"تو رونے سے بھی تو مسائل حل نہیں ہوتے۔" مصطفیٰ نے سنجیدگی سے کہا، اس نے مصطفیٰ کو دیکھا، مصطفیٰ کا لہجہ نارمل تھا۔ کل والی بے زاری نہ تھی۔

بلکہ آدھی رات میں جس طرح مصطفیٰ نے اس کا خیال رکھا تھا وہ ابھی تک سوچ سوچ کر اپنی رات والی جذباتیت پر نادم ہو رہی تھی۔

"اگر رونے سے مسائل حل ہوجاتے ہیں تو میں کبھی بھی رونے سے منع نہیں کروں گا۔" مصطفیٰ کی سنجیدگی پر اس نے بمشکل اپنے آنسو صاف کیے تھے۔

"مجھے گاؤں جانا ہے۔" کچھ توقف کے بعد اس نے کہا تو مصطفیٰ چونکا۔

"کیوں؟" شہوار خاموش رہی تھی۔

"فرار ہر مسئلے کا حل نہیں ہوتا تابندہ بوا چلی گئی ہیں چلو مان لیتا ہوں کہ یہ ان کی غلطی ہے کہ وہ کچھ بھی بتا کر نہیں گئیں لیکن جہاں تک میں جانتا ہوں وہ کوئی بھی قدم بلا سوچے سمجھے نہیں اٹھا سکتیں ہوسکتا ہے نہ بتا کر جانے کی کوئی سولڈ سا ریزن بھی ہو۔" مصطفیٰ نے تحمل سے کہا۔

"کیا ریزن ہوسکتا ہے؟" اس کی آواز رندھی ہوئی تھی۔

مصطفیٰ نے ایک گہرا سانس لیا۔ شہوار کو بغور دیکھا۔ چہرہ سرخی لیے ہوئے تھا آنکھوں کے پپوٹے سوجے ہوئے اور بھاری ہو رہے تھے ناک علیحدہ سرخ انگارے کی

طرح دہک رہی تھی لباس بھی وہی تھا۔ یعنی آج سارا دن بستر پر رہنے اور رونے کے سوا کوئی کام نہ ہوا تھا۔

"یہ تو اب بوا جی ہی بتا سکتی ہیں۔"

"دیسے میں آج ایک جگہ گیا تھا کوشش کرتا ہوں ایک دو دن میں ان تک رسائی حاصل ہوجائے۔" اس کی پریشانی دیکھتے مصطفیٰ نے کہا تو اس نے ایک دم چونک کر دیکھا۔

"کہاں، مطلب کہاں گئے تھے آپ؟"

"سکندر انکل کے آئی ڈی کارڈ پر جو ایڈریس تھا اسی کو تلاش کرنے نکلا تھا۔"

"تو پھر کچھ پتا چلا؟" اس کے لہجے میں ایک دم بے قراری سمٹ آئی تھی۔

"جس گھر کا ایڈریس لکھا ہوا تھا وہاں کچھ لوگ رینٹ پر رہ رہے ہیں اور گھر کے مالکان ملک سے باہر ہیں۔" شہوار کو لگا جیسے اس کی ساری امیدیں ایک دم دم توڑ گئی ہیں۔

"مجھے یقین ہے وہ ایسی کسی بھی جگہ پر نہیں گئی ہوں گی جہاں ہمیں شک ہو یا ہم پہنچ سکیں مجھے لگتا ہے وہ اب کبھی بھی واپس نہیں آئیں گی۔" وہ مایوسی کی انتہا پر تھی۔

"انسان کو کبھی بھی اور کسی بھی عالم میں امید کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیے۔ وہ مل جائیں گی میں خود ہر ممکن کوشش کروں گا۔" مصطفیٰ نے کہا تو وہ پھر سسک اٹھی۔

"اگر انہیں ملنا ہی ہوتا تو کم از کم مجھے تو بتا کر جاتیں وہ مجھ سے سب تعلق توڑ کر گئی ہیں۔" مصطفیٰ نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

ایک دم اس پر رحم آنے لگا۔ مصطفیٰ نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا ارادہ اس کا ہاتھ تھام کر دلاسہ دینے کا تھا۔ مگر پھر ہاتھ پیچھے ہٹالیا تھا۔

شہوار نے بڑی شدت سے مصطفیٰ کی اس حرکت کو نوٹ کیا تھا۔ کل جب وہ کمرے میں آئی تھی تو مصطفیٰ کا انداز حد درجہ شائستہ تھا مگر رات جس طرح وہ پیش آیا تھا اور اب جس طرح نرمی سے مخاطب تھا وہ سمجھ رہی تھی کہ مصطفیٰ پچھلی تمام ناراضگی کو بھول چکا ہے مگر اب جس طرح مصطفیٰ نے ہاتھ پیچھے ہٹایا تھا اس کے اندر تابندہ بوا سے ہٹ کر پہلی بار ایک عجیب سا احساس پیدا ہوا تھا۔

"رونے سے طبیعت مزید خراب ہوگی بہتر ہے پرسکون ہو کر سونے کی کوشش کرو اور ذہن سے فی الحال ہر طرح کی سوچ نکال دو۔" مصطفیٰ سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔

شہوار خاموشی سے آنکھیں صاف کرتے پھر نیم دراز ہوگئی تھی۔ مصطفیٰ نے ایک پل اسے دیکھا تھا۔ وہ آنکھیں بند کرچکی تھی، اس کی پلکیں ہلکا ہلکا لرز رہی تھیں۔ مصطفیٰ نے دوبارہ فائل کھولی مگر پھر لگا جیسے موڈ بدل گیا جب ہی اس نے آہستگی سے اٹھ کر فائلز الماری میں رکھیں اور لائٹ آف کرتے بستر پر آ گیا تھا۔



مصطفیٰ آفس میں تھا جب ولید اس سے ملنے آیا تھا۔ ولید نے مصطفیٰ کو اپنے ہاں انوائٹ کیا تو وہ الجھا۔

"اتنی جلدی بھی کیا ہے؟ ابھی تو آفس کے علاوہ اور کہیں جانے کا وقت ہی نہیں مل پا رہا عائشہ کی بھی کالز آئی تھیں چند دن رک جاؤ پھر انوائٹ کرلینا۔" مصطفیٰ نے کہا۔

"بابا نے بطور خاص تمہیں انوائٹ کرنے بھیجا ہے بلکہ وہ کہہ رہے تھے کہ رات تم لوگ ڈنر پر آ جاؤ، اگر انکار کرتے ہو تو میں بابا سے بات کرا دیتا ہوں وہ خود ہی تم کو ہینڈل کرلیں گے۔" ولید نے کہہ کر کال ملا کر مصطفیٰ کو سیل تھما دیا تھا۔

مصطفیٰ پہلے تو ٹالتا رہا مگر پھر ایک دم مانتے ہی بنی۔

"چلو پھر طے ہوا کہ تم لوگ رات ڈنر پر ہماری طرف آرہے ہو۔" مصطفیٰ نے بابا سے بات کر کے سیل اسے تھمایا تو ولید نے مسکرا کر پوچھا۔

"ہاں انکل کو انکار نہیں کرسکتا۔"

"انکل آنٹی اور باقی سب لوگ بھی انوائٹڈ ہیں سبھی کو لے کر آنا ہے اوکے۔" ولید جانے کے لیے کھڑا ہوگیا۔

"اوکے کوشش کروں گا بیٹھو چائے پی کر جانا۔"

"نہیں آفس سے آیا ہوں تم لوگ وقت پر پہنچ جانا۔" وہ کہہ کر وہاں سے نکل آیا تھا۔ وہ جیسے ہی اپنے آفس میں آیا تو چونکا کاشفہ اس کے آفس میں بیٹھی ہوئی تھی۔ ولید کی بھنوئیں تن گئی۔

"ہیلو۔" کاشفہ اسے دیکھ کر مسکرا کر کھڑی ہوئی تھی۔

ولید نے اس پر ایک سرد سی نگاہ ڈالی تھی۔ یہ لڑکی دن بدن اس کی نظروں میں اپنے مقام سے گرتی جارہی تھی۔

"کیسے ہو؟" وہ اپنی سیٹ پر آ کر بیٹھا تو اس نے پوچھا۔

"تم کیوں آئی ہو یہاں؟" ولید نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"تم مسلسل مجھے اگنور کررہے ہو، میری کال تک پک نہیں کررہے، میں تمہارے لیے پاگل ہورہی ہوں تم ایسا کیوں کررہے ہو ولید۔" اس کے سوال پر وہ بھی ایک دم تنفر سے گویا ہوئی تھی۔

"میں نے محض تم سے سلام دعا کا تعلق رکھا تھا رہ گئی دوستی کی بات وہاں بھی میں نے اپنی لمٹس کراس کرنے کی قطعی کوشش نہ کی تھی۔ میں نہیں سمجھتا کہ میرے کسی بھی عمل سے تمہیں شہ ملی ہو۔" ولید نے سرد انداز میں کہا۔

"ولید میں تمہاری خاطر بالکل بدلنے کو تیار ہوں۔" وہ عاجزی سے بولی۔

"مگر مجھے تمہارے بدلنے سے کوئی سروکار نہیں۔" ولید نے کہا تو کاشفہ آنکھوں میں غضب لیے اسے دیکھے گئی۔

"تو تم مجھے انکار کررہے ہو۔" وہ ایک دم پھنکاری تھی ولید نے استہزائیہ دیکھا۔

"انکار تو میں بہت پہلے سے کررہا ہوں تم خود ہی اس حقیقت کو قبول کرنے پر تیار نہیں ہو۔" ولید کا انداز بھی تمسخرانہ تھا۔

کاشفہ ایک دم اپنی جگہ سے اٹھی کھڑی ہوئی تھی۔

"ولید یاد رکھنا میں بہت فیئر ہو کر تمہاری طرف بڑھی تھی اس لیے کہ میرے دل نے خود سے پہلی بار کسی مرد کی طلب کی تھی اور میں نے اپنی طلب میں پاگل ہو کر تمہاری خاطر خودکشی کی کوشش تک کرلی کہ شاید تم پگھل جاؤ، لیکن ولید میں اب خود کو ڈی گریڈ نہیں کروں گی۔ اب میں وہ کروں گی جو تمہارے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوگا۔ ایک عورت سب کچھ برداشت کرسکتی ہے مگر اپنی تذلیل نہیں، یاد رکھنا ولید مجھ سے دوستی تو کی تھی تم نے اور اسی دوستی کو میں معاف نہیں کروں گی۔" وہ نخوت و تنفر سے کہتے وہاں سے نکل گئی تھی۔

ولید نے از حد اضطراب میں گھرتے اسے وہاں سے جاتے دیکھا تھا۔ پھر غم و غصے سے سامنے پڑی فائل اٹھا کر ایک طرف پٹخ دی تھی۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)







ٹوٹا ہوا تارا

سمیرا شریف طور





قسط نمبر 27

روٹھنے والے کو کس دل سے منانے جائیں
نئے مل جائیں گے اگر زخم پرانے جائیں

مینہ نہ برسے تو ہے پیاس سے دھرتی بے کل
بارشیں ہوں تو پرندوں کے ٹھکانے جائیں

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

شاہ زیب اور مہر النساء کے سامنے اپنی ذات کی تحقیر ہوتے دیکھ کر شہوار صدمے سے نڈھال ہوش و خرد سے بے گانہ ہو جاتی ہے۔ تابندہ بی کے اچانک غائب ہو جانے سے اس کو اپنے تمام خدشات درست محسوس ہوتے ہیں۔ دوسری طرف مصطفیٰ کا سخت رویہ اسے کلفت میں مبتلا کر دیتا ہے۔ ان حالات میں شدید بخار میں مبتلا وہ مصطفیٰ کے رحم و کرم پر ہے جب ہی مصطفیٰ ان تمام حقائق سے آگاہ ہوتے اسے دلاسہ دیتا اور اپنے رویے کو شہوار کے لیے نرم کر لیتا ہے۔ دوسری طرف مصطفیٰ کے لیے بھی تابندہ کا یہ عمل کافی حیران کن ہے جبکہ دیگر گھر والوں کو اس بات سے آگاہ نہیں کیا جاتا۔ انا، کاشفہ کو لے کر سخت اضطراب میں مبتلا ہے جب ہی اس دوران یتیمی بھی پاکستان چلی آتی ہے۔ ولید یتیمی سے ملنے جاتا ہے اور انا کو بھی ملانے کی غرض سے ساتھ لے جاتا ہے جبکہ اس ملاقات کے دوران انا خود کو نہایت غیر اہم تصور کرتی ہے ایک مرتبہ پھر ولید اور اس کے تعلقات ابتری کا شکار ہونے لگتے ہیں۔ رابعہ، گھر والوں کے ہمراہ ابوبکر کے ساتھ ملنے دیکھنے آتی ہے جب ہی اس کی ملاقات عادل سے ہو جاتی ہے عادل ایک مرتبہ پھر دھمکی آمیز رویہ اپناتی ہے جبکہ ماموں اور بھابی کے سامنے رابعہ شدید خفت میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ شہوار کی علالت کا سن کر انا اس سے ملنے جاتی ہے لیکن راستے میں کاشفہ سے ملاقات ہو جاتی ہے۔ وہ ولید کی جانب سے ... کہتے انا اور ولید کے رشتے کو زبردستی کا تعلق قرار دیتی انا کو ولید کی طرف سے بدگمان کرنے کی بھرپور سعی کرتی ... میں انا انتہائی پریشانی کے عالم میں گھر لوٹ آتی ہے۔ دوسری طرف عبدالقیوم ایاز کو باہر بھیجنے کی پوری تیاری ... ہیں اپنی ملاقات کے دوران وہ مصطفیٰ پر ہونے والے حملے سے بھی ایاز کو آگاہ کرتے ہیں جبکہ ایاز اپنے باپ کو ... بتانے سے گریز کرتا ہے۔ وہ کاشفہ والا تمام معاملہ بھی ایاز کے سامنے رکھتے ہیں۔ مصطفیٰ اپنے طور سکندر علی ... کے ایڈریس پر پہنچ کر تابندہ کا متعلق معلومات حاصل کرنے میں ناکام رہتا ہے اب وہاں کرایہ دار کی حیثیت سے کچھ لوگ مقیم ہوتے ہیں۔ وہاں سے مالک مکان کا نمبر لے کر مصطفیٰ نئے سرے سے کوشش شروع کر دیتا ہے۔ ایک مرتبہ پھر ولید کے گھر پہنچ کر اپنی محبت کا یقین دلاتے اسے قائل کرنے چاہتی ہے۔ جبکہ کاشفہ کے دھمکی آمیز رویوں کی بدولت ولید کی نظروں میں کاشفہ کا مقام گر جاتا ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

❖❖......○○......❖❖

اس کی طبیعت کافی سنبھلی ہوئی تھی۔ وہ میڈیسن لے کر باہر نکلی تو مامی جی نے کمرے میں بلوا لیا۔ وہ مہر النساء کے

کمرے میں آئی تو انہوں نے اسے ولید کے ہاں دعوت کا بتایا۔
"اتنی جلدی، کچھ دن بعد چلے جاتے تو.....؟" وہ ابھی تک تابندہ بی والے انکشاف کو قبول نہیں کر پا رہی تھی۔ ایسے عالم میں وہ کیسے چلی جاتی جبکہ یہ سلسلے تو دل کی خوشی سے مشروط ہوتے ہیں۔ جبکہ اس کا دل ہی بجھ گیا تھا۔
"میں نے مصطفیٰ کو کہا تھا وہ کہہ رہا تھا کہ ولید کے والد صاحب نے خود بات کی تھی سوائے ہامی بھرنا پڑی۔" شہوار خاموش ہوگئی۔
"انہوں نے سب ہی کو انوائٹ کیا ہے میں اور شاہ زیب بھی تمہارے ساتھ چلیں گے مصطفیٰ نے ان کو بھی کال کردی ہے۔ وہ وقت پر گھر آ جائیں گے۔ شام سے پہلے نکلنا ہے۔" شہوار نے سر ہلایا۔ وہ ان کے پاس سے اٹھ کر واپس مصطفیٰ والے کمرے میں آ گئی۔
دو دن کے بخار نے جسم میں نقاہت سی بھر دی تھی اب تھوڑا بہت چلنے پھرنے سے ہی تھکن کا احساس ہونے لگا تھا۔ کمرے میں آ کر الماری کھول کر لباس دیکھنے لگی تو موبائل بجنے لگا۔ شہوار نے سیل دیکھا۔ مصطفیٰ کا نام جگمگا رہا تھا۔ شہوار نے ایک گہرا سانس لیتے کال ریسیو کی۔
"السلام علیکم۔"
"وعلیکم السلام۔"
"طبیعت کیسی ہے؟" مصطفیٰ نے پوچھا۔
"جی بہتر ہوں۔" آواز میں تھکن اور نقاہت تھی۔
"بخار اترا۔" مصطفیٰ کا انداز نارمل تھا۔
"جی۔"
"ناشتہ اور میڈیسن لی؟"
"جی۔" وہ الماری کے پٹ کھلے چھوڑ کر بیڈ پر بیٹھ گئی۔
"بات یہ ہے کہ ولید کی فیملی کی جانب سے ڈنر پر انوائٹ کیا گیا ہے میں نے ماں جی کو فون کیا تو تھا لیکن پھر سوچا آپ کو بھی کہہ دوں۔"
"جی ابھی انہوں نے بتایا ہے۔"
"او کے اگر امید ہے کہ آپ وقت پر تیار ہو جائیں گی؟" مصطفیٰ پوچھ رہا تھا... انداز سنجیدہ تھا۔
"جی۔" دوسری طرف ایک پل کو مصطفیٰ چونکا۔
"او کے میں مغرب سے پہلے گھر آ جاؤں گا ٹھیک ہے۔"
"جی۔" شہوار کی وہی فرماں برداری تھی۔ دوسری طرف مصطفیٰ دوبارہ چونکا تھا۔
"یہ بیماری تو بڑی فائدہ مند ثابت ہوئی ہے، کہیں.... نہیں کی جگہ جی...... جی کا کلمہ پڑھا دیا ہے اس نے تو۔" مصطفیٰ کے لہجے میں ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔ شہوار ایک دم جھینپ گئی۔
"خیریت ہے نا اتنی فرماں برداری مجھے ہضم نہیں ہو رہی۔" مصطفیٰ کا انداز چھیڑنے والا تھا۔
وہ لب دانتوں تلے دبا کر خاموش رہی۔ مصطفیٰ کا وہی سابقہ انداز تھا کیئرنگ اور پرجوش۔
"شہوار؟" اس کی خاموشی پر مصطفیٰ نے پکارا۔
وہ پھر بھی خاموش رہی تھی دوسری طرف مصطفیٰ نے گہرا سانس لیا۔

"اوکے بزی ہوں گھر آ کر بات ہوگی وقت پر ریڈی ہو جایئے گا اوکے۔" دوسری طرف مصطفیٰ کے پاس کچھ لوگ چلے آئے تو اس نے جلدی سے بات سمیٹی تھی۔

"جی۔" اس نے پھر آہستگی سے کہا۔

"اللہ حافظ۔" مصطفیٰ نے کال بند کردی۔

وہ جو اسپتال سے واپسی کے بعد والے مصطفیٰ کے رویے پر پریشان تھی اور اب، پھر اس کو پرانے رویے میں دیکھ کر ایک دم پرسکون ہوگئی تھی۔ یوں لگا جیسے دل و دماغ ایک دم ہلکے پھلکے سے ہوگئے ہوں۔ جسمانی کمزوری کے باوجود وہ پھر سے اٹھ کر الماری کی طرف بڑھی اور رانا کے ہاں جانے کے لیے کپڑوں کا انتخاب کرنے لگی۔

❖❖.....○○.....❖❖

ناشتہ کرنے کے بعد وہ کالج نہیں گئی تھی۔ ذہن اتنا الجھا ہوا تھا کہ وہ خود کو کالج جانے کے لیے آمادہ نہیں کر پا رہی تھی کچھ دیر تو وہ کتابیں لے کر بیٹھی رہی مگر پھر ذہن الجھا رہا تو وہ لیٹ گئی۔ آج کل پھر اس کے اندر کی بے چینیوں نے آنکھوں کو رت جگے سونپ رکھے تھے ذہن اتنا تھکا ہوا تھا کہ وہ خود کو سونے سے نہ روک پائی تھی۔ نجانے کب تک سوتی رہی کہ روشانے کے جھنجوڑنے پر آنکھ کھلی تھی۔

"کیا بات ہے، کالج بھی نہیں گئی اور نہ ہی کمرے سے نکلی ہو۔" اسے اسی طرح لیٹے دیکھ کر روشی نے پوچھا۔

"میرا موڈ نہیں ہو رہا تھا۔"

"موڈ کیوں نہیں ہو رہا تھا۔" روشانے نے اس کا چہرہ دیکھا۔ بڑا اپسیٹ سا اترا تھا۔

"ضروری نہیں کہ ہر بات کی کوئی وجہ ہو۔" وہ کچھ تلخی سے کہہ کر بستر سے اتر کر واش روم میں گھس گئی۔ روشانے نے حیرت سے اسے جاتے دیکھا۔ چند دن سے وہ اسے بڑی گم صم اکھڑی اکھڑی اور بیزار سی لگ رہی تھی۔

"وہ منہ ہاتھ دھو کر تاول سے چہرہ خشک کرتی واپس لوٹی تو آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر خود کو دیکھنے لگی۔

آنکھیں سوجی سوجی اور سرخ ہو رہی تھیں۔ اس نے بے دردی سے لب بھینچ کر انگلیوں سے آنکھوں کو مزید رگڑا۔

"تمہیں پتا ہے بابا اور ولید نے مصطفیٰ اور اس کی فیملی کو ڈنر پر انوائٹ کیا ہے۔" روشانے نے بتایا تو وہ چونک کر پلٹی۔

"اچھا کب۔؟" اس کے لیے یہ خبر بالکل غیر متوقع تھی۔

"رات کا کہہ رہیں تھے۔"

"اوہ...."

"ہمیں بھی ابھی بابا نے بتایا ہے۔ پھوپو بوتیک نہیں جا رہیں گھر پر رات کو مہمان ہوں گے تو وہ گھر پر ہی رک گئی ہیں۔"

"شادی کی دعوت دی ہے کیا؟" وہ تاول واپس غسل خانے میں لٹکا کر روشانے کے سامنے آ بیٹھی۔

"ہاں مصطفیٰ بھائی بھی اب ٹھیک ہو چکے ہیں جاب پر جا رہے ہیں بابا کہہ رہے تھے کہ جتنی جلدی ہو سکے یہ فرض نبٹا لیا جائے۔"

"شہوار بھی آئے گی؟" شہوار کے تصور سے ہی اس کا موڈ ایک دم فریش ہوگیا تھا۔

"بالکل ظاہر ہے اسی کی شادی کے اعزاز میں ڈنر ہوگا۔" اس نے گردن ہلائی۔

"پھوپو کہہ رہی تھیں کہ تمہیں اٹھا دوں۔ کھانے پینے کی زیادہ تر چیزیں ریڈی میڈ منگوائی ہیں اور کچھ گھر پر بنانا ہوگا۔ تم تھوڑا

ہے اور کام کافی سارا ہے تم ایسا کرو صغراں کو ساتھ لے کر گھر کی صفائی کرالو۔" روشانے نے کہا تو اس نے سر ہلا دیا۔

"اوکے میں کرلوں گی۔" اس کے کہنے پر روشانے مسکرائی اور پھر بغور اس کو دیکھا اور پھر چونکی۔

"تمہاری آنکھوں کو کیا ہوا ہے؟"

"کیا ہوا ہے؟" ثنا نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"ریڈ ہورہی ہیں۔"

"ہاں صابن چلا گیا تھا آنکھوں میں چلن ہورہی ہے۔"

"اوہ...... لیکن تمہارا چہرہ بھی سرخ سرخ ہورہا ہے۔"

"میرا چہرہ قدرتی طور پر ریڈ کلر رکھتا ہے، عام روٹین میں بھی یہ سرخ ہی رہتا ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن اتنا ریڈ بھی نہیں ہوتا۔" روشانے کے لہجے میں تشویش تھی۔

"میرا خیال ہے وقت کم ہے اور کام بہت زیادہ ہے باہر چلتے ہیں رہ گیا میرا چہرہ اس پر ایسا تار چڑھاؤ آتے رہتے ہیں تم سب کو تو اب تک عادی ہو جانا چاہیے تھا۔" سنجیدگی سے کہہ کر بستر سے اٹھ کر وہ کمرے سے نکل گئی۔ روشانے نے اسے بڑی سنجیدگی سے جاتے دیکھا تھا۔

❖❖......○○......❖❖

عباس کو شاہزیب صاحب نے اپنے آفس میں بلایا تھا وکیل صاحب وہیں موجود تھے انہوں نے عباس کو ایک فائل دی۔ عباس نے فائل دیکھی تو ایک دم لب بھینچ لیے تھے۔

"ہمارے خاندان میں آج تک ایسا سانحہ نہیں ہوا لیکن اپنے بزرگوں کی قدروں کو توڑ کر اب ہم یہ سب کرنے پر مجبور ہیں۔ فائل ریڈی ہے تم دستخط کردو آج ہی وکیل صاحب پیپرز بھیج دیں گے پہلے ہی اس معاملے کو بہت لٹکا چکے ہیں اب مزید تاخیر نہیں چاہتے ہم۔" شاہزیب صاحب نے کہا۔

عباس نے ایک بار پھر پیپرز کو دیکھا۔ نگاہوں میں معصوم سے آفاق کی شبیہ لہرائی تو ہونٹ دانتوں تلے بھینچ لیے۔

"اس رشتے کا انجام شاید یہی تھا۔" عباس کے اندر ماضی کے کئی واقعات نے اودھم مچا ڈالا تھا۔ عادلہ کو بہت محبت اور دھوم دھام سے وہ لوگ بیاہ کر لائے تھے۔ لیکن عادلہ جو کچھ کرچکی تھی ان جیسے خاندان میں ایسی عورتیں کم ہی نبھاہ کر پاتی ہیں ورنہ اتنے سال عباس نے تو پوری کوشش کی تھی کہ اس رشتے کو برقرار رکھے۔

اس نے سنجیدگی سے تمام پیپرز سائن کردیے تھے۔

"ابھی اپنی والدہ سے ذکر مت کرنا وہ کچھ پریشان ہیں اوپر سے مصطفیٰ والا حادثہ، میں خود ہی موقع دیکھ کر بات کرلوں گا۔" شاہزیب صاحب نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر دلاسا دیا تو وہ بغیر کچھ کہے وہاں سے نکل گیا اور انہوں نے بہت دکھ سے اسے وہاں سے جاتے دیکھا تھا۔

عباس اپنے کمرے میں آیا اور پھر اپنی تمام چیزیں سمیٹ کر وہ موبائل اور کی چین اٹھا کر رابعہ کی کیبن کی طرف چلا آیا۔

"مس رابعہ میرے ساتھ چلیں پلیز۔" عباس کی آواز سن کر وہ ایک دم کھڑی ہوگئی تھی۔

"جی سر؟" وہ کچھ سمجھ نہ پائی تھی۔

"میں باہر ویٹ کررہا ہوں۔" عباس کا انداز بہت سنجیدہ تھا۔

وہ کہہ کر چلا گیا تھا جبکہ وہ ایک دم چونکی تھی وہ کچھ بھی نہ سمجھ پائی تھی اس نے آفس بوائے کو بلا کر سر کے ساتھ جانے

کی اطلاع دی اور خود کمپیوٹر بند کرکے تمام چیزیں سمیٹ کر بیگ اٹھا کر چادر درست کرتی باہر آ گئی تھی۔
عباس گاڑی میں بیٹھا اس کا منتظر تھا اسے دیکھ کر فرنٹ ڈور کھول دیا۔ وہ الجھ گئی تھی۔ اس کے بیٹھتے ہی عباس نے گاڑی اسٹارٹ کرکے بڑھا دی تھی۔ عباس کا انداز بہت سنجیدہ تھا آنکھوں پر گلاسز لگا رکھے تھے رابعہ نے بغور دیکھا۔
"سر ہم کہاں جارہے ہیں؟" کچھ توقف کے بعد اس نے پوچھا تو عباس چونکا۔ رابعہ کے چہرے پر پریشانی تھی۔
عباس نے خاموشی سے ایک طرف گاڑی روک دی تھی۔
"میں سمجھتا تھا کہ میں بہت مضبوط اعصاب کا مالک ہوں مگر جب سے عادلہ میری زندگی میں آئی تو مجھے لگا ہر دن میرا امتحان کا دن ہے اور ہر روز میں نے اس عورت سے اذیت اٹھائی تھی اس عورت نے مجھے اور میری فیملی کو صرف ذہنی اذیت کے سوا اور کچھ نہیں دیا۔" عباس نے گہرا سانس لیتے سیٹ کی پشت سے سر ٹکاتے کہا اتنی بے مقصد گفتگو وہ سمجھ نہیں پارہی تھی۔
"سر ہم کہاں جارہے ہیں؟" اس نے پھر پوچھا۔
"آپ پریشان ہو رہی ہیں۔" عباس نے چہرہ موڑ کر پوچھا تو وہ خاموش ہی رہی۔
وہ کل سے عادلہ کو لے کر خود بھی پریشان تھی صبح آفس آتے ہی عباس سے سامنا ہوتے ہی اس نے عادلہ کا رویہ سنا ڈالا تھا اس کے بعد عباس شاہ زیب کے پاس چلا گیا تھا اور ان سے کہہ کر اس مسئلے کا اب باقاعدہ حل چاہا تھا جواباً چند گھنٹوں میں انہوں نے وکیل کو بلوا کر اس سے کاغذات پر دستخط لے لیے تھے۔ درحقیقت عباس خود سے زیادہ رابعہ کو لے کر شرمندہ تھا اور اب جبکہ ایک فیصلے پر وہ مہر ثبت کرآیا تھا تو دل و دماغ توڑ پھوڑ کا شکار ہو رہے تھے۔
"ایم سوری مجھے آپ کو اس طرح اپنے ساتھ نہیں لانا چاہیے تھا۔" عباس نے کہا تو وہ چونکی اسے پہلی بار محسوس ہوا عباس پریشان ہے۔
"عادلہ نے آپ کے ساتھ جو کچھ کیا اس کو لے کر میں بہت ٹینس ہوا ہوں آپ کو جو بھی اذیت سہنا پڑ رہی ہے اس کی اہم وجہ صرف میں ہوں اس لیے میں وہ سارا قصہ ہی تمام کر آیا ہوں۔"
"جی سر۔" اس نے حیرانگی سے کہا۔
"میں عادلہ کو ڈائیورس دے چکا ہوں۔" عباس نے مزید کہا تو وہ ایک دم ساکت ہوئی تھی اس نے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔
"مجھے لگا آفس میں بیٹھ کر میں آپ سے بات نہیں کرپاؤں گا اور نہ ہی تسلی دے پاؤں گا اسی لیے آپ کو باہر لے کر آنا پڑا۔" عباس کا انداز بہت سنجیدہ تھا۔
"میں اب تک اس عورت کو محض اپنے بیٹے کے لیے برداشت کرتا رہا تھا۔ اس عورت نے ہمارے خاندان کو ایسے ناقابل تلافی نقصان دیے ہیں جس کا کوئی ازالہ ہی نہیں۔" عباس کے لہجے میں دکھ تھا۔
"ہم نے بہت محبت سے عادلہ سے رشتہ جوڑا تھا۔ ہمیں اندازہ ہی نہ تھا کہ عادلہ اور اس کا خاندان اول درجے کے گھٹیا لوگ ہیں۔ میں نے ہر مرحلے پر عادلہ کے ساتھ کمپرومائز کی کوشش کی تھی۔ اس کو میری فیملی اور اس کی قدریں قید خانہ لگتی تھیں اور پھر وہ رشتہ نبھانا چاہتی ہی نہ تھی۔" عباس دھیمے لہجے میں بول رہا تھا۔
"آپ کو بہت دکھ ہو رہا ہے نا سر؟" رابعہ کو عباس کے رویے سے محسوس ہوا تو فوراً پوچھا۔
"مجھے خوش ہونا چاہیے کہ دکھی میں خود بھی اندازہ نہیں کرپارہا۔"
"لیکن میں مطمئن ضرور ہوں کہ اب میرا ایسی گھٹیا عورت سے کوئی ریلیشن نہیں رہا۔" عباس نے ایک دم مطمئن

لہجے میں کہا۔

"آپ نے آفاق کو دیکھا ہے؟" ایک دم بات بدلتے عباس نے پوچھا۔

"آپ کا بیٹا؟"

"ہاں......!"

"جی آپ کے بھائی کی شادی پر دیکھا تھا ماشاءاللہ بہت کیوٹ ہے۔"

"وہ اتنا پیارا ہے کہ خود بخود اس کی طرف متوجہ ہونے کو دل کرتا ہے اور وہ سنگ دل عورت اس نے اس کی ایک بھی ذمہ داری نبھانا پسند نہیں کی بلکہ وہ تو اسے پیدا کرنے پر ہی آمادہ نہ تھی لیکن میری وجہ سے مجبور ہوئی اور پھر اس نے اسے لاوارثوں کی طرح پھینک دیا اور پھر میرے دل میں عادلہ کے لیے کچھ باقی نہ رہا۔ جب بھی آفاق کو دوسروں کے پاس دیکھتا ہوں تو میرا جی چاہتا ہے کہ میں اس عورت کو شوٹ کردوں جو ماں کے نام پر محض ایک دھبہ ہے۔" عباس نے ایک دم مشتعل ہوتے اسٹیئرنگ پر ہاتھ مارا تو رابعہ سہم گئی تھی۔

"سر پلیز۔" اس نے بے اختیار عباس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو عباس نے لب بھینچ لیے۔

وہ کچھ پل ایسے ہی بیٹھا رہا تھا رابعہ نے اپنا ہاتھ ہٹالیا تھا۔ اور پھر خود پر قابو پاتے اپنے اعصاب کو نارمل کرتے اس نے گہرا سانس لیا تھا۔

"ایم سوری۔ مجھے لگ رہا تھا کہ میرے اندر ایک دم غبار سا بھر گیا ہے۔ میں نے اگر کسی سے کچھ شیئر نہ کیا تو واقعی کچھ غلط کر بیٹھوں گا۔" عباس نے سنجیدگی سے کہا۔

"کوئی بات نہیں سر۔" وہ محسوس کررہی تھی کہ عباس اس وقت خاصا ڈسٹرب ہے۔

"مجھے آپ کو پریشان نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

"کوئی بات نہیں سر اگر آپ مجھ سے کچھ شیئر کریں گے تو یہ میری خوش بختی ہوگی۔" اس نے مسکرا کر کہا تو عباس نے اسے دیکھا۔

چند دن پہلے عباس کے اندر اس لڑکی کو دیکھ کر عجیب سے احساسات پیدا ہوئے تھے اور اب پھر اسے دیکھ کر دل میں عجیب سا سکون اترا تھا۔ ورنہ وہاں تو آگ لگی ہوئی تھی۔ سب کچھ بھسم کردینے والی آگ جس پر اب چھینٹے سے پڑنے لگے تھے۔

"آپ بہت ڈیفرنٹ ہیں مس رابعہ۔" عباس نے کہا تو وہ ہلکا سا مسکرادی۔

"مجھے بہت افسوس ہے کہ ہمارے اولین تعلقات خاصے ناخوش گوار رہے تھے لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں عادلہ کی ذات سے آپ کو کوئی بھی نقصان نہیں پہنچنے دوں گا۔ میری ذات کو بنیاد بنا کر عادلہ نے آپ کو نقصان پہنچانے کا جو بھی سلسلہ شروع کیا ہے اس کو ختم کرنا میری ذمہ داری ہے۔" عباس نے کہا تو وہ سر ہلاگئی۔

"تھینکس سر لیکن آپ کی ڈائیورس کے سلسلے میں مجھے بہت دکھ ہورہا ہے کہ میری وجہ سے آپ کو یہ سب......!" وہ کچھ مزید بھی کہنے والی تھی عباس نے ایک دم روک دیا۔

"نہیں رابعہ...... میں نے عادلہ کو ویسے بھی چھوڑنا ہی تھا بس یہ تھا کہ جو کام مجھے کل کرنا تھا وہ آج کرڈالا اس میں آپ کا کوئی قصور نہیں آپ گلٹی محسوس نہ کریں بہرحال مجھے یہ سب کچھ کرنا ہی تھا۔" عباس کے کہنے پر وہ سر ہلا کر رہ گئی۔

"بہرحال مجھے دکھ ہوا ہے۔ ریلیشن جو بھی ہو بڑی مشکل سے بنتا ہے ہزاروں قربانیاں دینا پڑتی ہیں یہ تعلق تو ایک کچے دھاگے کی طرح ہے۔ جو ذرا کھنچاؤ لگا اور دباؤ آگیا فوراً ٹوٹ گیا ایسے تعلق کو صرف محبت ہی مضبوط بناتی ہے اور اگر

محبت ختم ہے تو تعلق ٹوٹنے میں لمحہ نہیں لگتا۔"
"ہاں ٹھیک کہہ رہی ہیں رابعہ، ہر تعلق کو محبت ہی مضبوط بناتی ہے ورنہ تعلق تو لمحوں میں ٹوٹ جاتے ہیں۔" عباس کے لہجے میں ایک دم پھر تلخی سی اتر آئی اور رابعہ نے ایک گہرا سانس خارج کیا۔



ماں جی اور شاہزیب صاحب تیار ہو گئے تھے شاہزیب صاحب کچھ دیر پہلے گھر لوٹے تھے مصطفیٰ نے کچھ دیر میں پہنچ جانے کا کہا تھا اور شہوار کا دل عجیب سا ہو رہا تھا۔
ایک طرف تابندہ کا غم دوسری طرف مصطفیٰ کا رویہ۔ وہ چاہنے کے باوجود خوش نہیں ہو پا رہی تھی لایعنی سوچوں نے اس کے اعصاب کو شل کر رکھا تھا اور پھر بیماری سے پیدا ہو جانے والی نقاہت نے اس کے اندر سے گویا ہر امنگ ہی چھین لی تھی۔
ماں جی کے کہنے پر اس نے لباس بدل لیا تھا لائبہ مصطفیٰ کے کمرے میں اس کے منع کرنے کے باوجود اسے میک اپ کر رہی تھی کہ مصطفیٰ چلا آیا۔
"السلام علیکم!" مصطفیٰ کمرے میں داخل ہوا تھا۔ شہوار جھینپ گئی تھی دوپٹہ بستر پڑا ہوا تھا اور پشت پر بالوں کا آبشار۔
"وعلیکم السلام کیسے ہیں دیور جی۔" بھابی نے چھیڑا تو وہ مسکرایا۔
"اے ون۔" مصطفیٰ نے بیگ اور دوسری چیزیں بستر پر رکھ دی تھیں ایک نگاہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی شہوار پر ڈالی۔ وہ سر جھکائے ہوئے تھی خوب صورتی بے مثال تھی مصطفیٰ کی نگاہ ایک دم ٹھہر سی گئی تھی لائبہ اس کا میک اپ کر چکی تھی اور اب چیزیں سمیٹ رہی تھی۔
"کیسی لگ رہی ہے شہوار؟" لائبہ مصطفیٰ کی نگاہ کی وارفتگی دیکھ چکی تھی شرارتاً پوچھا تو مصطفیٰ مسکرا دیا۔
"مجھے تو کبھی بھی بری نہیں لگی، خواہ مخواہ تکلف کیا اتنے رنگ ضائع کر کے میں تو بہت پہلے سے قبول کر چکا ہوں۔" مصطفیٰ کے الفاظ پر شہوار ایک دم ست سی گئی تھی۔ بھابی کھلکھلا کر ہنسی تھیں۔
"یعنی کہ ذہنی لاک مار رہے ہو؟"
"میں یہ کام نہیں کرتا۔"
"حیرت ہے پولیس آفیسر ہو کر مار دھاڑ سے خود کو بری الذمہ قرار دے رہے ہو۔" بھابی چھیڑ رہی تھیں وہ ہنس دیا۔ وہ الماری کی طرف بڑھا تو شہوار نے اٹھ کر بستر سے دوپٹہ اٹھا کر خود پر ڈال لیا تھا یوں کہ بالوں کا آبشار بھی چھپ گیا تھا۔
"میں چلتی ہوں، باقی تیاری تو تم آرام سے کر لو گی۔" بھابی نے اسے چھیڑا تو اس کا رنگ سرخ پڑ گیا تھا اس نے سر ہلا دیا۔ اس کے دل کو کچھ سکون ہوتا تو شاید وہ بھی اس چھیڑ چھاڑ کو کچھ انجوائے کرتی مصطفیٰ الماری کھولے کھڑا تھا وہ شاید نیا لباس دیکھ رہا تھا۔
"تم دونوں میں بول چال بند ہے کیا؟" بھابی نے ایک دم نوٹ کیا تو فوراً کہا۔ مصطفیٰ اپنا لباس خود نکال رہا تھا انہیں عجیب لگا تھا۔ شہوار اپنی جگہ چور سی بن گئی۔
"آپ کے کپڑے واش روم میں لٹکا دیے ہیں۔" بھابی کی بات کو نظر انداز کرتے اس نے مصطفیٰ سے کہا مصطفیٰ نے ہنس کر دیکھا وہ ڈریسنگ پر بکھری مختلف چیزیں سمیٹنے میں لگی ہوئی تھی۔ مصطفیٰ واش روم میں گھس گیا۔

بھابی نے مختلف جملوں سے چھیڑتے وہاں سے چلی گئیں تو وہ بڑے بے حال سے انداز میں بستر کے کنارے بیٹھ گئی۔ اسے اپنا سر چکراتا محسوس ہورہا تھا اوپر سے بھنسی لباس میک اپ جیولری اس نے اپنا سر دونوں ہاتھوں سے تھام لیا اوپر سے نازبر جانے کی ٹینشن۔

مہرالنساء کو اس نے بتا دیا بھی تھا کہ وہ نہیں جا پائے گی مگر پھر مصطفیٰ کے رویے کو سوچ کر تیار ہوگئی تھی۔ لیکن کمزوری اعصاب پر غالب تھی۔ مصطفیٰ واش روم سے نکلا تو اسے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے آنکھیں موندے بیٹھے دیکھ کر ٹھٹکا اور اس کے قریب چلا آیا۔

"طبیعت ٹھیک ہے؟" مصطفیٰ نے پوچھا تو اس نے ایک دم پلکیں وا کی تھیں۔

"جی۔" فوراً سر پر دوپٹہ جمایا۔

"چلنا ہے؟"

"جی۔" وہ کہہ کر بیڈ سے اتر آئی اور صوفے پر بیٹھ کر سوٹ کے ہم رنگ ہلکی ہیل والی جوتی پہننے لگی۔

مصطفیٰ ڈریسنگ کے سامنے کھڑا ہو کر تولیے سے اپنے بال خشک کررہا تھا تولیہ سائیڈ پر ڈال کر وہ بال بنانے لگ گیا تھا۔ شہوار جوتا پہن کر کھڑی ہوئی تو اپنا سر پھر چکراتا محسوس ہوا۔ وہ لب دبائے مصطفیٰ کی طرف آئی اور گیلا تولیہ اٹھانے کو جھکی تو پھر ایک دم آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا تھا۔

اس نے فوراً اسٹول پر ہاتھ رکھا مگر پھر بھی لڑکھڑا گئی تھی مصطفیٰ جو آئینے میں اسے دیکھ رہا تھا ایک دم پلٹا تھا۔

"کیا ہوا؟" مصطفیٰ نے فوراً اسے تھاما۔

اس کا دل تو پہلے ہی چکرا رہا تھا۔ آنکھوں میں ایک دم نمی سی آئی تھی مصطفیٰ نے کندھوں سے تھام کر سیدھا کیا اور پھر اس کی کلائی چھو کر دیکھی تو چہرے پر تشویش کی کیفیت پیدا ہوئی۔

"بخار تو ابھی بھی ہے۔" وہ سر جھکائے آنسو روکنے کی کوشش میں تھی جو ایک دم بہنے کو بے تاب تھے۔

"کیا ہوا ہے؟" مصطفیٰ پریشان ہوگیا۔

وہ خود پر ضبط کرتی پلٹنے لگی تو مصطفیٰ نے کندھوں پر ہاتھ ڈال کر روک لیا۔

"میڈیسن لی؟" اس نے سر جھکائے سر ہلا دیا تھا مصطفیٰ نے بغور دیکھا وہ ہلکا ہلکا لرز رہی تھی ایک پر اعتماد لڑکی کا اس وقت سارا اعتماد ریزہ ریزہ ہوگیا تھا۔

"لگ تو نہیں رہا۔ میڈیسن لی ہوتی تو اس کا اثر بھی ہوتا بخار تو پھر بھی محسوس ہو رہا ہے۔" مصطفیٰ کے لہجے میں تشویش تھی۔

"بس ٹھیک ہوں ہلکی سی حرارت ہے بس جس کی وجہ سے سر چکرا گیا تھا۔" وہ مصطفیٰ کے سامنے کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھی۔ خود کو سنبھالتے نارمل انداز میں کہنا چاہا مگر آواز کی لڑکھڑاہٹ برقرار تھی۔

"اگر زیادہ طبیعت خراب ہے تو ہم ڈنر کینسل کردیتے ہیں۔" مصطفیٰ نے کہا تو اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ مصطفیٰ کی آنکھوں اور چہرے پر اس کے لیے تشویش تھی۔

"نہیں میں ٹھیک ہوں بس ہلکی سی کمزوری ہے ورنہ میں خود انکار کردیتی۔" مصطفیٰ ہلکا سا مسکرا دیا۔

"اوکے۔"

شہوار نے سر اٹھا کر دیکھا تو مصطفیٰ کو مکمل طور پر اپنی جانب متوجہ پا کر اس کا دل ایک دم تیز رفتاری سے دھڑکنے لگا تھا۔

"آپ تیار ہو جائیں دیر ہو رہی ہے۔" اس نے کانپتی لڑکھڑاتی آواز میں بمشکل کہا۔

"تیار بھی ہو جائیں گے پہلے تو مجھے یہ بتاؤ ہمارے درمیان یہ کشیدگی کب تک چلے گی؟" مصطفیٰ کا انداز بہت سنجیدگی سے پوچھا تو شہوار ایک دم ہی کنفیوژ ہو گئی۔

"خفا تو آپ ہیں؟" نظریں چرا کر اس نے مصطفیٰ کے ہاتھ ہٹا کر پیچھے ہٹنا چاہا تھا۔ لہجے میں ہلکی سی خفگی در آئی تھی۔ مصطفیٰ نے اسے دونوں ہاتھوں سے تھام کر اس کی وہاں سے ہٹنے کی کوشش ناکام بنا دی۔

"کیا مجھے خفا نہیں ہونا چاہیے تھا؟" مصطفیٰ نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے پوچھا تو وہ ایک دم پلکیں گرا گئی۔ خوشنما رنگوں سے سجی آنکھیں بڑی دلکش لگ رہی تھیں اور خوب صورت کام سے مزین لائٹ پنک سوٹ نے اس کی سہانی رنگت کو مزید دوآتشہ کر ڈالا تھا وہ اس وقت نگاہوں کو خیرہ کرتی جگمگ جگمگ کر رہی تھی۔

"میں اسپتال میں جس حالت میں تھا وہاں میں نے سب سے زیادہ تمہارا انتظار کیا تھا سبھی لوگ آئے تھے سوائے تمہارے کیا اب بھی میں دل میں بدگمانی نہ لاتا۔" مصطفیٰ کا انداز سنجیدہ تھا۔

"میں آپ سے سوری کر چکی ہوں۔" وہ پہلے ہی نڈھال سی تھی اس طرح مسلسل کھڑے رہنے سے اسے لگا کہ جیسے اس کی ٹانگیں شل ہو جائیں گی۔

"میں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا تھا میں جانا چاہتی تھی لیکن......!" وہ کہتے کہتے رکی پھر اس نے لب دانتوں تلے دبا لیے تھے۔

"میں ایسا مرد نہیں ہوں کہ خوامخواہ دل میں بدگمانی رکھوں اگر یہ تابندہ بوا والا معاملہ نہ ہوتا تو میں نے تم سے بہت بری طرح نبٹنے کا سوچ رکھا تھا لیکن تمہاری یہ بیماری اور حالات دیکھ کر دل پسیج گیا ورنہ تو وہ حالت کرتا کہ تم خود مجھ سے پناہ مانگتی۔" لہجے میں نرمی بھی تھی لیکن خفگی بھی۔

شہوار کا دل ایک دم اتھل پتھل ہونے لگا اس نے مصطفیٰ کو دیکھا...... وہ بڑی مشکل سے خود پر قابو پائے ہوئے تھی ورنہ لگتا تھا کہ گویا ابھی گر جائے گی اوپر سے مصطفیٰ کے تیور وہ مسلسل خود کو سنبھالے ہوئے تھی۔

"ایم سوری۔" اس نے پھر کہا۔

"میں جانتی ہوں کہ میں غلطی کر رہی ہوں لیکن میں جن حالات سے گزر رہی تھی پھر ایک دم بدلنا کچھ وقت تو لگتا ہے نا آپ بھلے مجھ سے خفا ہوں لیکن میں سچ کہہ رہی ہوں میں نے جان بوجھ کر ایسا کچھ نہیں کیا تھا۔ بس اس وقت میں آپ سے سامنا کرنے کی خود میں ہمت نہیں کر پا رہی تھی۔" اس نے آہستگی سے دل کی بات کہہ ڈالی۔

وہ مصطفیٰ کی ناراضی دیکھ چکی تھی اس کے دل میں ایک دم خوف بیٹھ گیا تھا۔ مصطفیٰ کا رویہ اب بدلا تھا تو وہ دل ہی دل میں اسے اب شکایت کا کوئی بھی موقع نہ دینے کا ٹھان چکی تھی۔

"میں نے تو کئی بار آپ سے موبائل پر رابطہ کرنا چاہا آپ تو میری کال تک ریسیو نہیں کرتے تھے۔" اس کا دل دکھا ہوا تھا ایک دم آواز میں نمی آ ٹھہری تھی۔

"ہاں تو کیوں کرتا کوئی اتنے خلوص سے، بے پناہ محبت سے تمہاری طرف بار بار بڑھے اور تم بار بار نظر انداز کرو میں انسان تھا آخر کب تک برداشت کرتا۔" مصطفیٰ نے کہا تو اس کی آنکھوں میں ایک دم نمی سمٹ آئی تھی۔

"مجھ جیسی لڑکی آپ جیسے انسان کے قابل نہیں ہے میں ایک ایسی لڑکی جس کی حقیقت یہ ہے کہ اس کی ماں تک اس کو چھوڑ کر چلی گئی ہے اس سے اس قدر محبت کی جائے۔" اس کا دل تو پہلے ہی غم سے لبریز تھا مصطفیٰ کے الفاظ نے گویا

اور زخم لگا دیے تھے آنسو بہنے لگے تھے۔ مصطفیٰ نے بہت محبت سے دونوں کندھوں سے تھام کر اسے اپنے قریب کرلیا تھا۔

"میرے لیے صرف تم اہم ہو، مجھے کسی بھی چیز سے کوئی فرق نہیں پڑتا اور یہ بات میں کئی بار کہہ چکا ہوں۔" مصطفیٰ کے لہجے میں نرمی تھی اور بہت محبت سے اس کو سمیٹا تھا رخساروں پر بہنے والے آنسو صاف کیے تھے۔

"امی نے ایسا کیوں کیا...... کیوں؟" تابندہ کے اس عمل نے اس قدر توڑ دیا تھا کیا سے لگتا تھا کہ اس کی ساری انا، ساری اکڑ سارا زعم پانی کے جھاگ کی مانند بیٹھ چکا تھا وہ اس سارے خاندان کے سامنے آنکھیں چرانے پر مجبور ہوگئی تھی۔

"وہ آ جائیں گی میں خود ان کو تلاش کروں گا۔" مصطفیٰ نے دلاسہ دیا۔

"میرے لیے اپنی پہچان کا واحد سہارا وہی تھیں۔ اب میں دونوں ہاتھوں سے خالی ہوں کس کس کے سوالوں کے جواب دوں گی۔"

"شہوار میرے لیے یہ سب باتیں بے معنی ہیں۔ میں جتنا بھی تابندہ بوا کو جانتا ہوں اس کی روشنی میں یہی کہوں گا کہ انہوں نے بلا سوچے سمجھے ایسا قدم نہیں اٹھایا ہوگا کہ وہ گئی بغیر بتائے یوں چلے جانے والی بات تو میں سمجھتا ہوں کہ یقیناً اس کی بھی کوئی ٹھوس وجہ ہوگی اور میں بہت جلد اس وجہ تک پہنچ جاؤں گا مجھ پر یقین کرو میں انہیں تلاش کرلوں گا۔" مصطفیٰ نے اس کے آنسو صاف کیے تھے۔ انداز میں محبت و توجہ کی آمیزش تھی۔ شہوار کا وجود اس توجہ پر پگھلنے لگا اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی دروازہ بجا تھا۔

"شہوار...... لائبہ بھابی کی پکار تھی وہ اپنا چہرہ صاف کرتے مصطفیٰ سے دور ہوئی تو مصطفیٰ پھر آئینے کے سامنے ٹھہر گیا تھا لائبہ اندر آ گئی تھیں۔

"جی بھابی۔" خود کو سنبھالتے اس نے کہا۔

"اگر تم دونوں تیار ہو گئے ہو تو باہر آ جاؤ ماں جی بلا رہی ہیں۔" انہوں نے کہا۔

"جی آتے ہیں۔ بس یہ تیار ہو جائیں۔" شہوار نے کہا تو انہوں نے اسے بغور دیکھا اور پھر مصطفیٰ کو۔

شہوار کا چہرہ سرخ اور آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں میک اپ بھی کاجل سمیت بھیگا بھیگا سا تھا وہ بستر کے کنارے بیٹھ گئی تھی انداز نقاہت لیے ہوئے تھا۔

"کیا بات ہے تمہاری طبیعت ٹھیک ہے؟" اس کا ڈھیلا انداز دیکھ کر وہ پریشان ہوگئی تھیں انہوں نے پوچھا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"بخار ہو رہا ہے پھر سے۔" مصطفیٰ نے کہا۔

بال بنا کر اس نے کوٹ پہنا تو بھابی نے تشویش زدہ نظروں سے دیکھا۔

"میڈیسن لے لو، وہاں جا کر بیٹھنا پڑے گا طبیعت زیادہ خراب ہو جائے گی پھر سے۔" انہوں نے قریب آ کر ہاتھ تھام کر فکر مندی سے کہا تو وہ مسکرائی۔

"جی لے لیتی ہوں۔" اس نے اثبات میں سر ہلا دیا تو مصطفیٰ نے بہت غور سے اسے دیکھا تھا۔



ولید کے ہاں ڈنر پر مصطفیٰ کے گھر والوں کے علاوہ کینتھی بھی انوائٹڈ تھی۔ جہاں سب ہی اسے دیکھ کر چونکے تھے مصطفیٰ ایک دم خوش ہوا اور وہیں انا کا دل ایک دم بجھ سا گیا تھا۔ ضیاء صاحب کو بھی کینتھی کا آنا اچھا نہ لگا تھا تاہم انہوں

نے ولید سے پوچھ لیا۔
"مجھے ولید نے قطعی نہیں بتایا تھا کہ تم پاکستان آ چکی ہو۔" مصطفیٰ نے کہا۔
"ولید مجھے منع کر چکا تھا۔ وہ تمہیں سرپرائز دینا چاہتا تھا۔" کیتھی نے مسکرا کر کہا۔
"سرپرائز تو واقعی مجھے ملا ہے۔ تمہیں یہاں دیکھ کر بہت خوشی ہو رہی ہے۔" مصطفیٰ کا انداز پرجوش تھا۔ ولید مسکرا رہا تھا۔
"ولید نے بتایا تھا تمہارے ایکسیڈنٹ کے متعلق، میں نے سوچا تھا کہ تم سے ملوں گی مگر ولید نے منع کر دیا تو میں رک گئی تھی۔" وہاں سبھی موجود تھے۔ کیتھی سے سبھی ملے تھے۔ روشانے بھی بڑی خوش اخلاقی اور گرم جوشی سے ملی تھی۔ بس انا اور ضیا صاحب کا انداز ہی سنجیدہ تھا۔ چائے کے بعد کھانے کا دور چلا تھا۔
شہوار آج کل پرہیزی کھانوں پر تھی اس کی طبیعت کے سبب کسی نے اسے کچھ کھانے کو اصرار بھی نہ کیا تھا تاہم وہ ان سب کے ساتھ کچھ نہ کچھ لیتی رہی تھی۔ کھانے کے بعد سب بڑے محفل جما کر بیٹھ چکے تھے سب ہی لاؤنج میں آ گئے تھے۔ کھانے کے بعد انا نے چائے بنا کر بڑوں کو پہنچائی اور ان سب کے لیے کافی بنا کر جب وہ لاؤنج میں آئی تو وہاں ایک رونق لگی ہوئی تھی۔
"مصطفیٰ رئیلی یو آر سو لکی، یور وائف از سو پریٹی۔" کیتھی کہہ رہی تھی سبھی مسکرا دیے تھے مصطفیٰ نے مسکرا کر شہوار کو دیکھا تو وہ نظریں جھکا گئی۔ انا نے خاموشی سے سب کو کافی سرو کی اور پھر شہوار کے پاس آ بیٹھی تھی۔
"تم اگر لیٹنا چاہو تو میرے کمرے میں چل کر آرام کر سکتی ہو۔" انا نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔
"مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تم اتنی بیمار ہو تم کالج نہیں آ رہی تھی تو میں سمجھی کہ نارمل روٹین کا بخار ہے میں کال کرتی رہی ہوں تم نے بھی ذکر نہ کیا۔"
"بس یونہی میں نے سوچا تمہیں کیا پریشان کروں۔ ایک دو دن میں سنبھل جاؤں گی لیکن یہ بخار تو لمبا ہی ہوتا جا رہا ہے۔" اس نے دھیمے سے کہا اور پھر سامنے دیکھنے لگی۔ روشانے کے ساتھ بیٹھی کیتھی وہاں امریکہ کی باتیں شیئر کر رہی تھی۔
"کیتھی بہت پیاری لڑکی ہے...... ہے نا۔" کافی کا سپ لیتے شہوار نے کہا تو انا نے بغور کیتھی کو دیکھا۔ وہ خوب صورت ڈریسنگ۔ اور میک اپ نے اسے بہت ہی پیارا انداز دیا تھا۔
"یہ مصطفیٰ اور ولید بھائی کی فرینڈ تھی۔ مجھے سن کر بڑی حیرت ہو رہی ہے۔ ان کے انداز کو دیکھ کر لگتا ہے کہ ان کی آپس میں کافی بنتی رہی ہے۔" شہوار نے مزید کہا تو انا نے سنجیدگی سے سر ہلا دیا۔
"تم یہ جان کر شاید حیران ہو کہ یہ کیتھی ولید کو پسند کرتی تھی اور شادی کرنا چاہتی تھی لیکن ماموں نہ مانے تو یہ لوگ واپس آ گئے تھے پھر......!" انا نے آہستگی سے کہا تو شہوار نے چونک کر دیکھا۔
"اوہ...... رئیلی...... ؟" انا نے سر ہلا دیا۔
"انٹرسٹنگ۔"
"کیا ولید بھائی بھی ایسا چاہتے تھے؟"
"ہے نا۔" اس نے کہا تو شہوار نے اب کے بہت غور سے کیتھی کو دیکھا۔
"یہ تو بہت ہی پیاری ہے۔" اس کے لہجے میں تشویش پیدا ہوئی تھی۔
"تم دونوں کیا سرگوشیاں کر رہی ہو۔" مصطفیٰ نے ان دونوں کو آپس میں بات کرتے دیکھ کر ٹوکا تو انا نے مسکرا کر

کہا۔

"آپ کی برائیاں کر رہے تھے ہم۔"

"اوہ..... واقعی؟" مصطفیٰ نے شہوار کو دیکھا وہ جھینپ کر چہرہ پھیر گئی۔

"شہوار سے کیا پوچھتے ہیں میرے کہنے پر یقین نہیں ہے۔"

"شہوار سے مجھے یہی توقع تھی۔" مصطفیٰ نے مصنوعی تاسف سے کہا تو شہوار ایک دم گھبرا گئی۔

"میں نے کوئی برائی نہیں کی۔ بلکہ ہم تو کوئی اور ہی بات کر رہی تھیں۔" اس کا صفائی پیش کرنے کا انداز اتنا بے ساختہ تھا کہ بھی کھلکھلا کر ہنس دیے تو شہوار ایک دم پزل ہوئی تھی۔

"مصطفیٰ بھائی پلیز شہوار کو کنفیوژمت کریں اس کی طبیعت پہلے ہی خراب ہے۔" انا نے فوراً اس کی فیور کی۔

"کاش میں ان محترمہ کو کچھ کہہ سکتا۔ کنفیوژ کرنا تو بہت دور کی بات....." سبھی ہنس دیے تھے۔ شہوار کے لیے مصطفیٰ کا یہ روپ بڑا انوکھا سا تھا۔

آج سارا وقت مصطفیٰ کا رویہ اس کے لیے بڑا مہربان رہا تھا۔ لیکن یہاں آنے کے بعد اس کا ذہن کافی حد تک پرسکون ہوا تھا۔

"کیتھی تم جانتی ہو یہ ولید اور انا آپس میں فیانسی بھی ہیں؟" مصطفیٰ نے روشانے کے ساتھ باتوں میں مصروف کیتھی کو ایک دم پکار کر کہا تھا وہ چونکی۔ اس نے ولید اور انا دونوں کو دیکھا تھا۔

"یس..... ولید نے بتایا تھا جب روشی کی شادی تھی تبھی بتایا تھا۔" انا نے چونک کر دیکھا۔ ولید مسکرا رہا تھا۔

"مجھے بہت خوشی ہوئی ہے۔" کیتھی نے مسکرا کر کہا۔

"کچھ عرصے سے کیتھی سے رابطہ نہیں رہا تھا اس لیے مجھے کنفرم نہیں تھا کہ یہ جانتی بھی ہے کہ نہیں۔"

"جانتی تو میں بہت پہلے سے ہی تھی تب سے جب انکل نے بتایا تھا کہ وہ ولید کی شادی پاکستان میں اپنی بھانجی انا سے کریں گے۔" کیتھی نے مزید کہا۔

"کیتھی سے متعلق ایک خبر میرے پاس بھی ہے۔" ولید نے مسکرا کر کہا تو کیتھی بھی مسکرائی تھی اس کا انداز بہت پر اعتماد تھا۔

"یہ بھی انگیجڈ ہو چکی ہے۔" اس کی اطلاع پر سبھی حیران ہوئے تھے روشانے اور انا بھی۔

"رئیلی.....؟" روشانے نے پوچھا تو وہ مسکرائی۔

"کون ہے وہ؟" روشانے نے مزید پوچھا۔

"میرا کولیگ ہے ہم لوگ نہیں جانتے اسے۔" روشانے نے سر ہلا دیا تھا۔

"کانگریچولیشن ہنس آ گڈ نیوز۔" مصطفیٰ نے بھی کہا تو وہ مسکرا دی۔

"تھینکس۔"

انا نے بہت الجھ کر سب کو دیکھا۔ سبھی کا انداز بہت نارمل سا تھا اور سب سے زیادہ حیرت اسے مسکراتے ہوئے ولید کو دیکھ کر ہو رہی تھی۔ تو کیا وہ سب جو اسے علم ہوا تھا وہ سب غلط تھا وہ جو روشی نے کیتھی کے بارے میں بتایا تھا اس کے اندر عجیب سی بے سکونی نے بسیرا کیا تھا۔

"اگر وہ سب محض جھوٹ تھا تو پھر یہ لڑکی یہاں کیوں آ گئی ہے۔" اس دن کیتھی سے ہونے والی ملاقات ایک دم اس کے ذہن کی سطح پر روشن ہوئی تو ساتھ ہی کیتھی کا والہانہ پر جوش خیر مقدم بھی یاد آیا۔ کیسے وہ ولید کو دیکھ کر اس کی طرف

بڑھ گئی تھی اور کتنی خوش تھی وہ اچانک روٹھ گئی تھی۔
کیتھی جو کچھ سوچتی سب سے زیادہ تو اسے کم بخت کاشفہ کی باتوں نے الجھا کر رکھ دیا تھا نجانے وہ خود پر کیسے کنٹرول کر رہی تھی ورنہ دل تو چاہ رہا تھا کہ ایک دم ولید کے سامنے جا کھڑی ہو جائے اور تمام حساب بے باق کر دے۔ اس نے سنجیدگی سے مصطفیٰ، احسن اور کیتھی کے ساتھ مصروف گفتگو ولید کو دیکھا جبکہ روشی اب شہوار سے باتیں کر رہی تھی۔ اس نے ولید کو چند ثانیوں تک بغور دیکھا تھا۔
ہمیشہ کی طرح نک سک سا تیار وہ اس وقت بھی اس کے دل کی دھڑکنوں کو منتشر کر گیا تھا اناکے اندر ایک دم سرد مہری سی اترنے لگی تھی۔ وہ لب بھینچ کر خاموشی سے اٹھ کر باہر نکل گئی تھی۔
مصطفیٰ کی کسی بات کا جواب دیتے ولید نے خاموشی سے اسے باہر جاتے دیکھا تھا۔ وہ اس سے بات نہیں کر رہی تھی بلکہ دو دن سے اس کے سامنے بھی نہیں آ رہی تھی اس کے انداز میں وہ اپنے لیے بڑی سرد مہری سی محسوس کر رہا تھا۔ اس کا انداز سنجیدہ سنجیدہ سا تھا کئی بار ولید کا دل چاہا کہ اس سے بات کرے مگر پھر ہر بار رک جاتا۔ اب بھی اسے باہر جاتے دیکھ کر وہ دوبارہ مصطفیٰ سے باتوں میں لگ گیا تھا لیکن اندر ہی اندر انا کا رویہ اسے تکلیف دے رہا تھا۔

❖❖......OO......❖❖

وہ نماز پڑھ کر کمپیوٹر کے سامنے بیٹھ گئی تھی کچھ دیر وہ نیٹ سرچنگ کرتی رہی تھی پھر اس کا موبائل بجنے لگا تو اس نے موبائل اٹھا لیا تھا انجان نمبر تھا۔
"ہیلو۔" اس نے کال ریسیو کی۔
"رابعہ بول رہی ہو نا۔" دوسری طرف سے تصدیق چاہی گئی تھی وہ چونکی۔
"آپ کون؟"
"میں عادلہ بات کر رہی ہوں۔" نخوت سے کہا تو رابعہ نے گہرا سانس لیا۔
سر عباس اسے طلاق دے چکے تھے شاید اس کو اطلاع پہنچ چکی ہوگی جب ہی اب پھر اس کو تنگ کرنے کے لیے کال کی تھی۔
"جی فرمایئے۔"
"تم سمجھتی ہو عباس کے ساتھ اس کے آفس میں کام کرتے اس کے ساتھ گاڑیوں میں گھومتے اپنی اوقات بھول گئی ہو تو میں تم جیسی لڑکیوں کو ان کی اوقات بہت اچھی طرح یاد کرا سکتی ہوں۔" دوسری طرف وہ زہریلے ناگ کی طرح پھنکاری تھی۔
"نہ میں اپنی اوقات بھولی ہوں اور نہ ہی حیثیت۔ میں شاہزیب کے آفس میں کام کرنے والی ایک ورکر ہوں اگر میں ان لوگوں کے ساتھ ان لوگوں کی گاڑی میں موجود ہوں تو بھی میرا کردار آپ جتنا گرا ہوا نہیں ہے۔" وہ کیوں اس عورت سے ڈرتی ایک دم نفرت سے کہا۔
"پتا تو تمہیں اب چلے گا کہ کس کا کردار گرا ہوا ہے اور کس کا نہیں بڑی پارسائی پھرتی ہو لمبی چادر اوڑھ کر دنیا والوں کو دھوکہ دیتی ہو آج میں نے اپنی آنکھوں سے تمہیں اس فراڈ انسان کے پہلو میں عیاشیاں کرتے دیکھا تھا۔" دوسری طرف تو وہ گویا پھٹ پڑی تھی۔
"شٹ اپ۔" رابعہ بھی پھنکاری تھی۔
"تمہاری یہ نام نہاد نیک نامی میں ساری پبلک کے سامنے کھول دوں گی کہ تم اپنی شکل سے بھی نفرت کرنے پر مجبور

ہو جاؤ گی۔ عباس نے تمہارے کہنے پر مجھے اتنے دن قید کیا۔ تم سمجھتی ہو کہ تم نے مجھے یوں ذلیل کرا کر کوئی معرکہ سر کرلیا ہے تو بھول ہے تمہاری اصل میں ذلالت کیا ہوتی ہے تمہیں پتا اب چلے گا۔“ انتہائی غصے سے کہتے وہ پھنکاری تھی۔

”انتظار کرنا تم۔“ رابعہ نے کال بند کردی تھی۔ وہ اٹھ کر کمرے میں ٹہلنے لگی تھی۔

اچھی بھلی زندگی تھی نجانے کہاں سے یہ نحوست آ پکی تھی۔ اس کا جی چاہا کہ ابھی کال کر کے سر عباس کو اس کی دھمکیوں کے بارے میں بتادے مگر وہ پھر ارادہ بدل گئی۔ وہ پہلے ہی اس کو طلاق دینے کی وجہ سے ہرٹ تھے وہ انہیں یہ بتا کر مزید پریشان ہی کرتی۔ وہ بہت نڈھال انداز میں دوبارہ کرسی پر گر گئی تھی اور خود ہی اس عورت کی دھمکیوں سے نبٹنے کا حل سوچنے لگی تھی۔



گھر واپسی پر شہوار کو لگا تھا کہ اس کے جسم کی حرارت کچھ اور بڑھ گئی ہے۔ ساڑھے گیارہ بجے تک وہ لوگ گھر واپس آ گئے تھے۔ وہ لوگ آنے ہی نہیں دے رہے تھے مگر شہوار کی طبیعت کی وجہ سے انہوں نے آنے کی اجازت دی تھی۔ گھر آتے ہی وہ کپڑے بدل کر بستر پر گر گئی تھی وہاں مسلسل بیٹھے رہنے سے جسم کا انگ انگ ٹوٹ رہا تھا۔ اس نے پلکیں موند لی تھیں۔ مصطفیٰ کمرے میں آیا تو اسے بستر پر دراز دیکھ کر رکا اور پھر گہرا سانس لیتے اپنا لباس لے کر واش روم میں گھس گیا۔

شہوار نے مصطفیٰ کو دیکھا اور پھر آنکھیں بند کرلی۔ مصطفیٰ واپس کمرے میں آیا اور موبائل سائیڈ ٹیبل پر رکھتے وہ بستر کی طرف آ گیا تھا۔ سرہانے شہوار کے قریب بیٹھتے وہ اس کی طرف جھکا تھا۔

”شہوار۔“ اس نے پکارا تو اس نے فوراً پلکیں وا کر کے دیکھا۔

مصطفیٰ اس کے قریب ہی بستر پر موجود تھا اس کی طرف جھکا بڑی توجہ سے دیکھ رہا تھا وہ پلکیں جھکا گئی تھی۔

”آتے ہی بستر میں گھس گئیں کم از کم میرا انتظار تو کیا ہوتا ورنہ کیا لباس بھی بدل لیا۔“ مصطفیٰ کہہ رہا تھا شہوار کے چہرے کا رنگ ایک دم سرخ ہونے لگا۔

”میری طبیعت خراب ہو رہی تھی۔“ اس نے آہستگی سے کہا۔ ”سر میں درد ہو رہا تھا۔“ آواز میں نقاہت اور تھکن موجود تھی۔

”مجھے تو لگ رہا ہے مجھ سے بچنے کے بہانے ہیں یہ سب ورنہ بخار وخار تو کچھ بھی نہیں۔“ مصطفیٰ کا انداز سنجیدہ تھا جبکہ آنکھوں میں چمک سی تھی۔

شہوار ایک دم گھبرا گئی تھی وہ مصطفیٰ کی شرارت سمجھ نہ پائی تھی۔

”میں جھوٹ نہیں بول رہی خود چیک کرلیں۔“ اس نے اپنا ہاتھ مصطفیٰ کی طرف بڑھایا جسے اس نے تھام لیا تھا۔

مصطفیٰ نے اس کا ہاتھ دونوں ہاتھوں میں لے کر نرمی سے دبانا شروع کردیا تھا۔

مٹے مٹے میک اپ سے اس کے خوب صورت نقوش مزید اجاگر ہو رہے تھے مصطفیٰ کے لہجے میں خود بخود نرمی در آئی تھی۔ شہوار نے سر ہلا دیا تھا۔ اس نے اٹھنا چاہا تو مصطفیٰ نے ایک دم روک دیا۔

”لیٹی رہو۔“ شہوار دوبارہ لیٹ گئی تھی لیکن وہ مصطفیٰ سے نگاہیں چرا رہی تھی۔

”آپ کا زخم کیسا ہے اب؟“ چند پل نظریں چرانے کے بعد اسے کچھ نہ سوجھا تو اپنی طرف مسلسل دیکھتے مصطفیٰ کی توجہ ہٹانے کو اس نے پوچھا تو مصطفیٰ ہلکا سا مسکرالیا۔

”میرے زخم کا کچھ جلدی خیال نہیں آ گیا؟“ وہ شرمندہ ہوئی۔

"ابھی تو بہت جلدی پوچھ لیا ہے، کچھ عرصہ انتظار کر لیتیں جب پھر کوئی نیا زخم لگتا پھر پوچھ لیتیں۔" انداز میں شرارت تھی وہ ہاتھ مسلنے لگی۔

"میں آپ سے بار بار ایکسیوز کر چکی ہوں آپ مجھے بار بار شرمندہ مت کریں۔" مارے شرمندگی کے اسے ایک دم رونا آنے لگا تھا اور آواز بھی رندھ گئی تھی۔

"کوئی بھی میری کیفیت نہیں سمجھ سکتا میرے جیسی لڑکیاں اندر سے کیسی توڑ پھوڑ کا شکار ہوتی ہیں۔ مجھے امی نے بھی بھی میری پہچان کے حوالے سے کوئی اعتماد نہیں دیا ایسے میں اگر میں کچھ منفی رویوں کا اظہار کر رہی تھی تو غلط کیا تھا؟ ان کی محبت ان کے خلوص پر شک نہیں لیکن میری ذات کی تسکین کے لیے جو حوالے درکار تھے وہی مجھے میسر نہ تھے تو کیا میں بداعتمادی اور احساس کمتری کا شکار نہ ہوتی کیا میں منفی رویے اختیار نہ کرتی؟" وہ ایک دم رو پڑی اور اس کے رونے پر مصطفیٰ پریشان ہو گیا تھا۔

"ارے.....ارے یہ کیا ہو رہا ہے۔" وہ رونے لگی تو مصطفیٰ نے فوراً اسے کندھوں سے تھام کر اپنے ساتھ لگا لیا۔

"مجھے آپ کی محبت اور آپ کے خلوص پر کوئی شک نہیں لیکن جس طرح قدم قدم پر میری ذات کے حوالے سے سوال اٹھائے گئے ہیں کیا میں منفی نہ سوچتی؟ کیا میں سبھی سے بدظن نہ ہوتی؟ لیکن ان سب باتوں کے باوجود میں نے آپ سے شادی کی پھر وہ واقعہ ہو گیا۔ میں نے خود مہمانوں میں سے کچھ لوگوں کو کہتے سنا تھا کہ دلہن منحوس ہے آپ کے ساتھ جو بھی حادثہ ہوا اس کی وجہ میں تھی اور میں نہیں چاہتی تھی کہ میری ذات پھر آپ کے کسی نقصان کا سبب بن جائے۔ اس کے علاوہ قدرت کی طرف سے میں نے کوئی حقیقی رشتہ نہیں دیکھا مگر آپ سب لوگوں کی محبتوں کی مقروض ہوں۔" وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ مصطفیٰ حیران ہو رہا تھا۔

"لوگوں کی تو عادت ہے باتیں کرنے کی بھی جیسی تھے تم خوامخواہ خود کو پریشان کرتی رہیں کم از کم مجھ سے کہا تو ہوتا۔" مصطفیٰ نے نرمی سے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے اس کو دلاسا دینے کی کوشش کی۔

کچھ پل رونے کے بعد شہوار کو اپنی کنڈیشن کا احساس ہوا تو اس نے دور ہونا چاہا تھا مگر مصطفیٰ نے اس کی آنکھوں میں جھانکا تو وہ نظریں چرا گئی تھی۔

"ابھی کچھ دیر اور رو لو اسی بہانے مجھے احساس تو ہو گا کہ میرے پہلو میں میری نئی نویلی دلہن ہے۔" مصطفیٰ کا انداز گمبھیرتا لیے ہوئے تھا، وہ نروس ہو گئی تھی۔

"دیکھیں مجھے تنگ نہیں کریں میری طبیعت پہلے ہی بہت خراب ہے۔" اس نے روٹھے پن سے کہا تو نگاہیں جھکی ہوئی تھیں مصطفیٰ کو ہنسا دیا۔

"یہ بہانے نہیں چلے گا اب پہلے جو بھی حالات تھے جو بھی وجوہات تھیں ان کو رہنے دیتا ہوں لیکن اب تو صلح ہو جانی چاہیے ہماری۔" مصطفیٰ کے الفاظ پر وہ ایک دم شرما گئی تھی۔ اس نے مصطفیٰ کی گرفت سے نکلنا چاہا تھا مگر مصطفیٰ کے تیور تو کچھ اور ہی کہہ رہے تھے۔

"آپ جانتے ہیں کہ میری طبیعت کتنی خراب ہے اگر آپ نے مجھے تنگ کیا تو میں آپ سے بات نہیں کروں گی۔" مصطفیٰ نے اسے گھورا۔

"مجھے دھمکی دے رہی ہو؟" شہوار خاموش ہی رہی۔

"او کے، چلو دیکھتا ہوں یہ بہانے کب تک چلتے ہیں۔" مصطفیٰ نے بازو ہٹا لیے تھے۔ شہوار سرخ چہرہ لیے نظریں چرا تی پیچھے ہٹی تھی۔

مصطفیٰ نے مسکرا کر دیکھا تو وہ لب دباتی اپنے آپ کو نارمل کرنے کی کوشش میں ہلکان ہوتے نظریں چرا رہی تھی۔

❖❖......○○......❖❖

کیتھی رات ان کے ہاں ہی رک گئی تھی صبح اس نے جانا تھا انا تیار ہو کر کالج کے لیے نکلی تو وہ بھی سب سے الوداعی کلمات کہتے ولید کے ساتھ جانے کو تیار کھڑی۔ انا سے بھی وہ گرمجوشی سے ملی تھی۔

''تم سے مل کر اور تم لوگوں کے گھر میں وقت گزار کر بہت اچھا لگا۔'' مسکرا کر کہہ رہی تھی۔ انا نے بھی مسکرا کر سر ہلا دیا۔

''آؤ انا میں تمہیں بھی ڈراپ کر دوں گا میں اسی جانب جا رہا ہوں۔'' ولید نے اسے کالج جانے کے لیے تیار دیکھ کر کہا۔

''نو تھینکس میں ڈرائیور کے ساتھ چلی جاؤں گی۔'' انداز میں رکھائی تھی۔

صبوحی نے چونک کر اسے دیکھا وہ چند دنوں سے انا کا رویہ محسوس کر رہی تھی ولید کے ساتھ اس کی بول چال تقریباً بند تھی۔

''چلی جاؤ نا ولی کے ساتھ ہی مجھے کچھ دیر بعد ڈرائیور کو لے کر روشنی کے ہمراہ ڈاکٹر کے پاس جانا ہے۔'' ماما کے کہنے پر اس کے چہرے پر ناگواری چھائی تھی۔

ماما، ولید اور کیتھی کو رخصت کرنے باہر آئی تھیں جبکہ باقی لوگ اندر سے ہی سلام دعا کر چکے تھے۔

''تو کچھ دیر بعد چلی جایئے گا آپ دونوں۔'' اس کے الفاظ پر ولید نے اسے بغور دیکھا۔

''نہیں مجھے آج ذرا جلدی جانا ہے اس لیے میں یہ کام جلدی کروں گی۔ ڈاکٹر سے ٹائم لے چکی ہوں۔'' انا کے تیور بگڑے ہوئے تھے۔

''ٹھیک ہے۔'' وہ کہہ کر اپنی چادر سنبھالتی بہت خفگی سے گاڑی کی طرف بڑھی تھی ولید بھی ساتھ تھا ولید نے اس کے لیے فرنٹ ڈور کھولا تھا مگر وہ نظر انداز کرتے پچھلے دروازے کی طرف بڑھی جو لاک تھا۔

''تم آگے بیٹھو نا۔'' ولید نے آہستگی سے کہا تو اس نے سنجیدگی سے دیکھا۔ کیتھی ماما کے گلے مل کر ان کی طرف آ رہی تھی۔

''کیتھی کو بٹھا لیجئے گا یہ دروازہ کھولیں۔'' لہجے میں تلخی تھی۔

کیتھی ان کے قریب آ گئی تھی انا پچھلی سیٹ کے دائیں دروازے کے پاس کھڑی تھی ولید نے کیتھی کے لیے پچھلا بایاں دروازہ کھول دیا تھا۔ وہ بیٹھ گئی تھی۔ ولید نے اسے پھر فرنٹ سیٹ کی طرف آنے کا اشارہ کیا تو وہ سلگ اٹھی اور ماما اسے اس طرح کھڑے دیکھ کر قریب چلی آئیں۔

''کیا بات ہے انا بیٹھ نہیں رہی تم۔'' انہوں نے ٹوکا تو وہ ولید کو غصیلی نگاہوں سے دیکھتے گھوم کر بائیں طرف فرنٹ سیٹ کے کھلے دروازے سے اندر بیٹھ گئی تو ولید نے مسکرا کر دروازہ بند کیا اور خود گھوم کر ڈرائیونگ سیٹ پر آ بیٹھا۔

انا کا موڈ سخت آف تھا مگر وہ کیتھی کی وجہ سے صبر کیے ہوئے تھی۔ ولید نے گاڑی گیٹ سے نکال کر سڑک پر ڈال دی تھی۔ ایک نظر اسے دیکھا اور پھر بیک ویو مرر سے کیتھی کو۔

''کیسا لگا کیتھی تمہیں ہمارے یہاں رات رکنا۔'' ولید نے ڈرائیو کرتے ہوئے پوچھا تو وہ مسکرا دی۔

''بہت اچھا اور مصطفیٰ سے ملاقات کو بہت انجوائے کیا میں نے ڈنر بھی بہت اچھا تھا اور اسپیشلی یہاں سب کا رویہ اور پیار، مجھے بہت امپریس کیا ہے اس سب نے۔'' وہ مسکرا کر کہہ رہی تھی۔ انا نے اس کی طرف دیکھا وہ خوش مزاج

لڑکی تھی۔
"کب تک پاکستان میں رکنے کا ارادہ ہے؟" اس نے پوچھا۔
"ہے بی نیکسٹ ویک میں ہم لوگ چلے جائیں۔" کیتھی کی بات پرانا نے اسے الجھ کر دیکھا۔
"انکل بتا رہے تھے کہ وہ اب جلدی ہی تمہاری شادی کر رہے ہیں تم نے تو ذکر ہی نہیں کیا۔" کیتھی نے مسکرا کرانا کو دیکھتے پوچھا تو انا چونکی تھی ولید نے مسکرا کرانا کو دیکھا تھا۔
"ہاں تو وہ مجھے بھی کہہ رہے تھے چونکہ ابھی ایسا کچھ فائنل نہیں ہوا تو میں نے بھی ذکر نہیں کیا۔" انا پریشان ہوگئی تھی۔ اس کے علم میں ایسی کوئی بات نہ تھی۔
"چلو جب بھی فنکشن ہو مجھے بتا دینا میں انا کے لیے اچھا سا گفٹ سینڈ کروں گی۔" انا کو دیکھ کر مسکرا کر اس نے کہا۔
ولید نے انا کو دیکھا وہ الجھی ہوئی تھی لیکن کیتھی کی بات پر محض مسکرائی تھی۔
"انا بہت کم بولتی ہیں؟" وہ کہہ رہی تھی۔ ولید ہنسا دیا۔
"میرے لیے یہ نئی اطلاع ہے۔" انا کو اس کا یہ مذاق قطعی نہ بھایا تھا۔
"ایسی کوئی بات نہیں آپ دونوں بات کر رہے تھے میں سن رہی تھی۔" اس نے مروتاً کہا تو کیتھی مسکرائی۔
"ولید، روشی اور مصطفیٰ تینوں کے ساتھ میرا بہت اچھا وقت گزرا ہے ان لوگوں سے بے تکلفی بھی ہے یہ لوگ تو پاکستان آ گئے تھے اور پھر میں نے بہت مس کیا سب کو۔" کیتھی بتا رہی تھی اس نے سر ہلا دیا۔ انا نے محسوس کیا کیتھی واقعی ان سب سے خاصی بے تکلف تھی۔
خصوصاً ولید سے جبھی اس کا رویہ بھی ویسا ہی تھا بے تکلف اور اپنائیت سے لبریز۔
"پھر کب پاکستان کا چکر لگاؤ گی؟" ولید نے کیتھی سے پوچھا۔
"کنفرم نہیں ابھی بھی آفس کی جانب سے ٹیم کے ساتھ آئے ہوں جب سے یہ نیو جاب شروع کی ہے اکثر کسی نہ کسی ملک کے ٹور پر رہتے ہیں۔ کبھی یہاں کبھی وہاں۔" وہ بتا رہی تھی انا نے توجہ سے اس کی بات سنی تھی۔
"اوکے جب بھی دوبارہ پاکستان کا چکر لگا ہم سے ملنے ضرور آنا۔" ولید نے کہا۔
"وائے ناٹ، تم دونوں بھی شادی کے بعد امریکا کا چکر لگانا۔" کیتھی نے کہا تو ولید نے مسکرا کر انا کو دیکھا وہ نگاہ چرا گئی۔
"شیور۔" اس نے مسکرا کر کہا۔
"تمہارا موڈ کیوں آف ہے؟" کیتھی کو جواب دے کر اس نے آہستگی سے اسے ٹوکا۔
"آپ سے مطلب؟" ولید کے سوال پر اس نے سنگ کر کہتے رخ بدل لیا تھا۔
"کیتھی موجود نہ ہوتی تو میں بتاتا کہ میرا تم سے کیا مطلب ہے؟" ولید تین چار دنوں سے اس کا رویہ برداشت کر رہا تھا اب ایک دم سنجیدگی سے کہا۔
"مجھے تم سے کسی عقل مندی کی پہلے بھی توقع نہیں تھی لیکن میں ان گزرے ایک دو دن میں دیکھ رہا ہوں کہ تم حد سے زیادہ روڈ ہوتی جا رہی ہو۔" کیتھی کی وجہ سے آہستگی سے بول رہا تھا۔
"میں آپ سے کسی بھی سلسلے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتی۔ آپ کے ساتھ آپ کی مہمان موجود ہے میں نہیں چاہتی کہ کوئی بدمزگی ہو۔ بہتر یہی ہے کہ خاموشی کے ساتھ مجھے کالج ڈراپ کر دیں۔" انا کے لہجے میں بڑی گستاخانہ سی تھی۔ ولید نے الجھ کر اسے دیکھا تھا۔

جس دن سے کاشفہ کے بارے میں بتایا تھا اس کا رویہ بدل گیا تھا لیکن اس کے بعد وہ اس سے کیتھی سے ملنے گئی تھی کچھ نارمل ہوگئی تھی لیکن اس کے بعد اس کا رویہ بالکل بدل ہی گیا تھا بلکہ وہ فیل کر رہا تھا کہ وہ اسے دیکھتے ہی منظر سے غائب ہو جاتی تھی وہ اس سے بات نہیں کر رہی تھی۔ کل بھی وہ اس سے بہت متنفر اور اکھڑی اکھڑی سی تھی۔ اسے دیکھتے ہی اس کے چہرے پر ناگواری چھانے لگی تھی۔ ولید نے اسے دیکھا وہ بیگ کے اسٹریپ سے کھیلتی اس کو مکمل طور پر نظر انداز کرتے باہر کی طرف متوجہ تھی۔ کچھ دیر بعد اس کا کالج آ گیا تھا وہ کیتھی کو اللہ حافظ کہہ کر گاڑی سے اتر گئی تھی۔

اس کے اترنے کے بعد کیتھی پچھلا دروازہ کھول کر اگلی سیٹ پر بیٹھ گئی تھی اتنا سنجیدگی سے دیکھتے کالج کے گیٹ سے اندر گھس گئی تھی۔

❖❖.....○○.....❖❖

وہ کمرے سے نکلی تو چوکیدار اس کے لیے ایک لفافہ لیے چلا آیا۔

"یہ پوسٹ مین آپ کے لیے دے گیا تھا۔" عادلہ نے اس کے ہاتھ سے لفافہ لے لیا تھا۔ خاکی لفافہ جو رجسٹر کروا کر بھیجا گیا تھا۔ عادلہ نے حیران ہو کر الٹ پلٹ کر اسے دیکھا۔ وہ سٹنگ روم میں چلی آئی تھی مام وہاں موجود تھیں۔ اس نے ان کے پاس صوفے پر بیٹھ کر لفافہ چاک کیا تھا۔

"کیا ہے یہ؟" انہوں نے پوچھا تو عادلہ نے کندھے اچکائے۔

اس نے اندر سے برآمد ہونے والے کاغذات کو بغور دیکھا جوں جوں اس کی نظر ان کاغذات پر پھسلتی جا رہی تھی اس کا رنگ بدلتا جا رہا تھا۔

"کیا ہوا کیا ہے یہ؟" مام نے پوچھا۔ عادلہ کو لگا اس کے اندر ایک آگ بھڑک اٹھی ہو۔

"عباس نے ڈائیورس پیپرز بھجوائے ہیں۔" اس نے کاغذات سینٹرل ٹیبل پر پھینکتے ہوئے کہا۔

"اوہ....." مام ایک دم منہ پر ہاتھ رکھ کر حیرت زدہ رہ گئی تھیں۔ وہ عباس کے ساتھ خود بھی رہنا نہیں چاہتی تھی مگر اب ان کاغذات کو دیکھ کر عادلہ کو لگ رہا تھا کہ جیسے عباس نے اسے بھری بزم میں ذلیل کر دیا ہو۔ اس کے منہ پر تمانچہ دے مارا ہو۔ وہ طیش کے عالم میں اٹھ کر ٹہلنے لگی تھی۔

"میں جانتی ہوں اس نے ایسا کیوں کیا ہے؟" کاغذات پر ایک غصیلی نگاہ ڈال کر وہ بھڑکی تھی۔

"وہ کنزرویٹو، جاہل انسان میں نے ہمیشہ اسے اس کی اوقات میں رکھا تھا اس کی اتنی جرأت۔" وہ طیش میں تھی۔

"دفع کرو تم خود بھی تو ایسا ہی چاہتی تھی۔" مام نے اس کے غصے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں چاہتی تھی لیکن میں اس کو بتانا چاہتی تھی کہ میں کس حد تک جا سکتی ہوں۔ میں خود کورٹ میں اس کی عزت نیلام کرنا چاہتی تھی۔" اسے رہ رہ کر افسوس ہو رہا تھا کہ اس نے یہ کام پہلے کیوں نہیں کیا۔ عباس اس سے برتری لے گیا تھا۔

"گولی مارو، تمہیں کون سا رشتوں کی کمی ہے بلکہ کورٹ میں تو تم اب بھی جا سکتی ہو آفاق کو لینے کا کیس کر دو، دیکھو کیسے ان لوگوں کی عزت نیلام ہوتی ہے۔" مام نے اسے نئی راہ دکھائی تو ایک دم ٹھٹکی۔

عباس نے اسے کئی دن ایک ویران سنسان گھر میں قید کر رکھا تھا اس کے اندر انتقام کی ایک آگ بھڑک رہی تھی کر وہ سابقہ کو برا بھلا کہہ رہی تھی۔ عباس نے بے شک اسے طلاق دے دی تھی لیکن تڑپ کا پتا تو اس کے اپنے اندر ہی تھا۔

"چھوڑوں گی تو میں بھی نہیں اسے دیکھے گا کیا حالت بناتی ہوں میں اس کی۔" وہ تنفر سے کہہ کر کاغذات تھام کر

کمرے میں چلی گئی۔ ماما نے اس کے جانے کے بعد ایک گہرا سانس لیا اور ایک بار پھر ٹی وی کی طرف متوجہ ہوگئی تھیں۔

❖❖.....○○.....❖❖

ابوبکر نے جو گھر لیا تھا وہ اس کی ڈیکوریشن کروا رہا تھا وہ ہر کام ان لوگوں کے مشورے سے کر رہا تھا ماموں اور ثریا بیگم اس سے بہت خوش تھے۔ وہ آفس سے لوٹی تو امی نے اسے پاس بٹھالیا۔

"یہ جاب چھوڑو اور گھرداری سیکھو۔ ابوبکر گھر سیٹ کر رہا ہے میں اور تمہارے ماموں سوچ رہے ہیں کہ اس یا اگلے ماہ میں تمہیں رخصت کردیں آج سہیل کی بھی کال آئی تھی وہ اس ماہ میں پاکستان آرہا ہے چھٹی لے کر پھر شادی کرکے ہی جائے گا۔" امی کہہ رہی تھیں اور اسے حیرت ہو رہی تھی۔

"اتنی جلدی کس بات کی ہے اور جاب چھوڑنا ضروری ہے کیا؟" اس نے کہا تو امی نے گھورا۔

"مجھے جاب کرنے والی لڑکیاں بالکل بھی پسند نہیں لیکن تمہارے ماموں کی وجہ سے خاموش ہوں سہیل ایک ماہ کی چھٹی پر آرہا ہے پھر پتا نہیں کب چکر لگے ویسے بھی ابوبکر سے بات کرلی ہے میں نے وہ بھی لمبا چوڑا کنڑا کٹ نہیں پالنا چاہتا سادگی سے نکاح اور رخصتی ہوگی۔" امی نے سنجیدگی سے اسے کہا تو وہ حیرت زدہ رہ گئی۔ یعنی سب طے ہوچکا تھا۔ اس کے اندر خوش گوار سی کیفیت پیدا ہونے لگی تھی۔

"جاؤ جاکر اپنی بھابی کا ہاتھ بٹاؤ جاب اور کمپیوٹر کے سوا تمہیں کوئی اور کام دکھائی ہی نہیں دیتا کل آفس جانا اور اپنے سر سے بات کرلینا۔ میں نہیں چاہتی تم اب جاب کرو۔" امی کا دوٹوک انداز تھا وہ منہ بسورتی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ بجائے کچن میں جانے کے وہ دوبارہ اپنے کمرے میں چلی آئی شام کے وقت کمرے سے نکلی تھی ابوبکر آچکا تھا۔

بھابی نے اس کی چائے اس کے کمرے میں پہنچانے کا کہا تو وہ کچھ سوچتی ٹرے لیے اوپر چلی آئی تھی۔ اس نے دستک دی اور جواب کا انتظار کرنے لگی۔

"آجائیں۔" وہ اندر داخل ہوئی تو وہ اسے دیکھ کر چونکا۔

"ارے آپ نے کیوں زحمت کی؟ میں خود نیچے آنے والا تھا۔"

"کوئی بات نہیں، ماموں گھر پر نہیں تھے میں نے سوچا کہ خود چائے دے آؤں۔" اس نے ٹرے ٹیبل پر رکھ دی۔

"تھینکس۔"

"مجھے آپ سے ایک بات کہنی تھی۔" کچھ سوچتے اس نے کہا تو وہ چونکا۔

"جی کہیے۔"

"امی چاہ رہی تھیں کہ میں جاب چھوڑ دوں۔" اس نے کہا تو وہ سنجیدگی سے دیکھنے لگا۔

"امی کی خواہش ہے کہ شادی سے پہلے میں یہ جاب چھوڑ دوں جبکہ میں فوراً یہ جاب نہیں چھوڑ سکتی۔ پہلے مجھے نوٹس دینا ہوگا اس کے بعد ہی کچھ ہوگا۔"

"نہیں میں ایسا کچھ نہیں چاہ رہا اگر آپ جاب کرنا چاہ رہی ہیں تو بھی مجھے کوئی اعتراض نہیں آپ خوشی سے جاب جاری رکھ سکتی ہیں۔" رابعہ نے ایک گہرا سانس لیا۔

"تھینکس۔ میں جاب چھوڑ دوں گی لیکن ابھی فوری نہیں چھوڑ سکتی پہلے نوٹس دوں گی پھر جو سر لوگ فیصلہ کریں گے۔"

"اٹس اوکے، مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" وہ مسکرائی۔

"آپ اپنے گھر کا سنائیں کہاں تک کام پہنچا۔" ابوبکر نے چائے کا مگ لے لیا۔

"ابھی تو رینٹ پر ہی لے رہا ہوں ساتھ ساتھ کوئی مناسب جگہ دیکھ کر ذاتی گھر بناؤں گا سیٹنگ کر رہا ہوں کچھ دن میں یہ کام بھی ہو جائے گا ایک سیکنڈ ہینڈ گاڑی لینے کا سوچ رہا ہوں پبلک ٹرانسپورٹ میں پرابلم ہوتی ہے۔" وہ پرعزم تھا مضبوط ارادوں کا مالک۔ رابعہ نے اس کے الفاظ پر سر ہلا دیا تھا۔

"آپ سنائیں آپ کے سر کی وائف نے پھر تو تنگ نہیں کیا نا اس دن کے بعد۔"

"نہیں کال آئی تھی مگر اس سے زیادہ کچھ نہیں کیا سر نے اسے ڈائیورس پیپر بھجوا دیے ہیں۔"

"اوہ عجیب عورت ہے اگر وہ چاہتی تو گھر بسا سکتی تھی۔"

"جتنا میں اس عورت کو سمجھی ہوں وہ خود پسند اور مغرور عورت ہے ایسی عورتوں کے لیے کسی کی عزت بے عزتی کوئی معنی نہیں رکھتی ورنہ ہی ایسی عورتیں گھر بناتی ہیں۔" رابعہ کے لہجے میں سنجیدگی در آئی تھی۔

"بہرحال عباس اور ان کی فیملی نے ایک اچھا فیصلہ کیا ہے۔ وہ عورت واقعی ان کو ڈیزرو نہیں کرتی تھی۔" ابوبکر نے بھی اپنا خیال ظاہر کیا تو وہ محض سر ہلا گئی تھی۔

"او کے چلتی ہوں۔" ابوبکر چائے پی چکا تھا خالی مگ ٹرے میں رکھ کے وہ پلٹی تھی ابوبکر نے اسے بغور دیکھا سلیقے سے دوپٹہ اوڑھے مناسب قد و قامت کے ساتھ وہ کافی اٹریکٹو لگی تھی۔

ابوبکر نے خاموشی سے اسے کمرے سے نکل کر سیڑھیاں اترتے نیچے جاتے دیکھا تھا۔



وہ ساجدہ کے دونوں بیٹوں امجد اور شایان کے ساتھ مارکیٹ آئی تھیں انہوں نے امجد اور شایان کے لیے کپڑے خریدے جو بہت اچھے اور قیمتی تھے اور ان کپڑوں کو دیکھ کر دونوں بے انتہا خوش ہوئے تھے انہوں نے ان کی پسند کے اسپورٹس بیٹ اور دوسرا سامان بھی خریدا تھا شایان نے کیرم اور لیڈو بھی لیا تھا۔ اس کے علاوہ انہوں نے ان کے باپ فرید کے لیے بھی کچھ سامان لیا تھا۔ وہ اس وقت ان کی ماں اور دادی کے لیے کچھ دیکھ رہی تھیں جب ان کی نگاہ گلاس وال کے دوسری طرف کھڑے وجود پر پڑی تھی۔ وہ چونک گئی تھیں۔ انہیں لگا کہ انہوں نے اس وجود کو کہیں دیکھا ہے۔ وہ بے اختیار گلاس وال کے قریب ہوئی تھیں۔ اس وجود کے ساتھ ایک لڑکا بھی تھا۔ دونوں کوئی بات کر رہے تھے پھر دوسرے وجود نے سر ہلایا تھا لڑکے نے ہاتھ سے کسی رکشے کو اشارہ کیا تو تابندہ بی کو لگا ان کا وجود ایک دم ساکت ہو گیا ہے۔ وہ دونوں رکشے میں بیٹھ رہے تھے۔

وہ ایک دم حرکت میں آئی تھیں تیزی سے بھاگنے والے انداز میں وہ سب ساز و سامان وہیں چھوڑ کر باہر کی طرف بھاگی تھیں۔ لوگوں نے حیران ہو کر ان کو دیکھا تھا۔ امجد اور شایان بھی گھبرا گئے تھے۔ وہ بھی تیزی سے سڑک کی طرف آئی تھیں لیکن اب وہاں کچھ بھی نہ تھا۔

رکشہ اپنی سواریوں سمیت جا چکا تھا تابندہ بی کو لگا کہ جیسے ان کا وجود ایک دم برف کے تودے میں دب گیا ہے۔ وہ کچھ پل نہایت اضطراب سے ارد گرد دیکھتی رہی تھیں اور پھر انتہائی مایوسی کی کیفیت میں واپس دکان کی طرف چلی آئی تھیں۔

وہ برسوں بعد اسے دیکھ رہی تھیں لیکن آنکھوں پر یقین نہیں تھا۔ شاید ان کو کوئی غلط فہمی ہو گئی تھی وہ وجود شاید کوئی اور تھا۔ وہ جیسا سوچ رہی تھیں ویسا کچھ نہ تھا۔ وہ نہایت مایوسی کی کیفیت میں سارا ساز و سامان سمیٹتے بل پے کر کے بچوں کو لے کر باہر نکل آئی تھیں۔ اب ان کا ذہن مزید شاپنگ کے لیے پرسکون نہ تھا۔

بچے ان کے گم صم انداز پر پریشان ہو رہے تھے لیکن کچھ پوچھ نہیں رہے تھے۔ گھر آنے کے بعد بھی وقفے وقفے سے انہیں وہ سین یاد آ رہا تھا۔ انہیں لگ رہا تھا کہ جیسے ان کی نظر کو دھوکا ہوا ہے۔ انہوں نے پہچاننے میں کوئی غلطی کر ڈالی ہے۔ وہ وجود شاید کوئی اور تھا۔ وہ سارا وقت عجیب خالی الذہنی کیفیت میں غرق رہی تھیں۔ ساجدہ بچوں اور فرید کا ساز و سامان دیکھ کر خفا ہوئی تھی۔ اسے یہ سب تکلفات شرمندہ کر رہے تھے۔ وہ اس کو ٹال کر اوپر چلی آئی تھیں۔

وہی کمرے، وہی در و دیوار تھے۔ لیکن یہاں کے مکین زندگی کا سفر مکمل کر چکے تھے۔ ان کی آنکھوں میں آنسو آنے لگے تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیں۔ وہ جب سے آئی تھیں بہت حوصلے سے رو رہی تھیں مگر اب انہیں لگ رہا تھا کہ اگر چند دن تک وہ مزید اسی کیفیت میں رہیں تو ان کا دل پھٹ جائے گا۔ انہیں رو رو کر شہوار کی یاد آ رہی تھی۔ وہ کیسے ہر وقت اپنے اصل کے بارے میں جاننے کے لیے بے چین رہا کرتی تھی۔ کیسے کیسے سوالات کیا کرتی تھی اور وہ ہر بار اسے ٹال جاتی تھیں۔

وہ اسے بھلا کیا جواب دیتی کہ سچ کیا ہے، وہ کون ہے؟ وہ بھلا کیسے اس کو بتا دیتیں اور اب اتنے دن گزر جانے کے باوجود انہیں کچھ بھی حاصل نہ ہوا تھا۔ انہیں تو ہر چہرے میں، ضحیٰ کے چہرے نظر آنے لگے تھے۔ وہ رک رک کر لوگوں کے چہرے دیکھنے کی کوشش کرتی تھیں کہ شاید کوئی بچھڑا ہوا لوگوں کی بھیڑ میں نظر آ جائے۔

''کیا مجھے واپس چلے جانا چاہیے اور جا کر شہوار کو سب حقیقت بتا دینی چاہیے؟'' وہ سوچ سوچ کر ہارنے لگیں تو دل نے کہا۔

''ایسے کیسے چلی جاؤں؟'' ان کے دماغ نے نئی تکرار کی۔

''ابھی تو میرے ہاتھ کوئی جواب نہیں آیا اس الجھتے ہوئے ریشم کا ایک سرا تک تو ملا نہیں محض گمان پھر کیسے جا کر ان لوگوں پر ایک نئی قیامت توڑ دوں؟ ویسے بھی نجانے اب تک میری گمشدگی سے ان لوگوں نے نجانے کیا کیا انداز ے لگا لیے ہوں گے۔'' دماغ کی جنگ بڑھنے لگی تو ان کے آنسوؤں کی رفتار میں تیزی آتی چلی گئی تھی۔ آج جس چہرے کا گمان کرتے ہوئے باہر بھاگی تھیں وہ چہرہ تو ان کے دل و دماغ کے اب کسی گوشے میں نہ تھا اور جو تھا اس کا کہیں سراغ ہی نہیں مل رہا تھا۔

''یا اللہ عمر بیت گئی اس آبلہ پائی میں یا میرے مالک میری مشکل آسان فرما اور میرے لیے سچ کی راہیں کھول دے میری بچی کی زندگی کا سوال ہے۔ میرے مالک، میرے پروردگار مجھے سیدھا راستہ دکھا۔'' وہ شدت سے رونے لگیں تو خود بخود دل مطمئن ہوتا چلا گیا تھا۔



ولید اپنے آفس میں تھا جب اس کے نمبر پر بار بار کاشفہ کی کال آ رہی تھی وہ مسلسل اگنور کر رہا تھا لیکن جب پھر کال آئی تو اس نے بہت غصے سے کال پک کی تھی۔

''کیا مسئلہ ہے تمہیں؟'' وہ پھٹ پڑا۔

''تم کیسی بے حس لڑکی ہو تمہیں ذرا بھی اندازہ نہیں کہ تم اپنی ان حرکتوں سے صرف اور صرف میرے دل میں اپنے خلاف نفرت پیدا کر رہی ہو۔''

''ولید مجھے تم سے بات کرنی ہے۔'' دوسری طرف کاشفہ تحمل سے بولی۔

''شٹ اپ میں تم سے بات کرنا تو دور تمہاری شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتا۔ اب خبردار جو تم نے مجھے ڈسٹرب کیا تو، یہ مائی لاسٹ وارننگ۔'' وہ سختی سے بولا۔

"بٹ ولید..." کاشفہ نے کچھ کہنا چاہا تھا لیکن ولید نے بغیر کچھ سنے کال کاٹ دی تھی اور اپنا موبائل ٹیبل پر پھینکتے اس نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھام لیا تھا۔ لب بھینچے ہوئے تھے۔

کاشفہ سے سلام دعا بڑھانا اسے اپنی زندگی کی سب سے بڑی بھول لگی تھی۔ کاشفہ کسی آسیب کی طرح اس کی ذات سے چمٹنے کی سر توڑ کوشش کر رہی تھی۔ دوسری طرف انا کا رویہ بھی بدل چکا تھا۔ جس دن سے اس نے کاشفہ کی سیو سائیڈ کی وجہ بتائی تھی، وہ اس سے بہت زیادہ بدظن لگ رہی تھی۔ بے شک انا نے آج تک اس کے سامنے اپنے جذبات کا اظہار نہیں کیا تھا لیکن اپنی طرف اٹھنے والی اس کی ہر نگاہ سے وہ اس کے اندر کا احوال ضرور پڑھ لیا کرتا تھا۔ وہ جان بوجھ کر اسے بولنے پر اکساتا رہتا تھا لیکن انا کے اندر چھڑی جنگ کا عکس صاف اس کے چہرے پر دکھائی دیتا تھا۔

ان کے درمیان ایک رشتہ قائم ہو چکا تھا۔ رشتہ قائم ہونے کے بعد انا کے اندر ہونے والی تبدیلیوں پر وہ بہت مطمئن ہو چکا تھا لیکن اب اس کاشفہ کی وجہ سے اسے لگ رہا تھا کہ بہت کچھ گڑبڑ ہونے والی ہے۔

ولید نے اپنا سر اپنے ہاتھوں سے اٹھایا تو انداز پر سوچ تھا۔ کاشفہ سے تو وہ دوٹوک بات کر ہی چکا تھا لیکن اب انا سے بھی تفصیلی بات چیت کرنے کا موقع آ چکا تھا۔ اسے لگ رہا تھا کہ اگر اس نے انا سے ابھی کوئی بات نہ کی تو وہ مزید بدگمانی کا شکار ہوتی چلی جائے گی۔

بہرحال اس کی حساس طبیعت کا وہ اچھی طرح اندازہ لگا چکا تھا وہ اب ایک واضح حل چاہتا تھا۔ ایک فیصلہ کرتے ولید نے اپنے اعصاب کو پرسکون کرتے ایک گہرا سانس لیا تھا۔

❖❖......○○......❖❖

مصطفیٰ کو ایمرجنسی کیس کے سلسلے میں ایک دن کے لیے سلام آباد جانا پڑ گیا تھا۔ وہ آفس سے ہی چلا گیا تھا وہ بڑی تھا کسی ساتھی کو بھیج کر اس نے کپڑے وغیرہ منگوا لیے تھے وہاں جا کر تین دن لگ گئے وہ ادھر سے فارغ ہوا تو آفیسرز سے میٹنگ کی کال آ گئی تھی ایمرجنسی میں اسے ہیڈ آفس بلا لیا گیا تھا۔ اس نے سوچا کہ وہ شہوار کو کال کرے۔

ولید کے ہاں دعوت سے واپسی کے بعد اگلی صبح وہ آفس سے ہی اسلام آباد چلا آیا تھا۔ اس نے کال ملائی تو شہوار کال پک نہیں کر رہی تھی شہوار کی بیماری کی وجہ سے وہ سارا غصہ بھول چکا تھا لیکن تین چار بار نمبر ملانے پر بھی کال ریسیو نہ ہوئی تو اس کا غصہ پھر بڑھنے لگا تھا۔ اس نے ایک بار پھر کال دی تھی۔ بیل جا رہی تھی اور پھر کال ریسیو کر لی گئی تھی۔

"السلام علیکم!" شہوار بولی۔

"کال پک کیوں نہیں کر رہی تھیں۔" مصطفیٰ نے غصے سے پوچھا۔

"وہ میں کلاس میں بزی تھی۔" شہوار نے پرسکون لہجے میں کہا تو مصطفیٰ چونکا۔

"کہاں ہیں اس وقت؟"

"کالج آئی ہوئی ہوں۔"

"اوہ......" مصطفیٰ ایک دم پرسکون ہوا تھا۔

"کس کے ساتھ آئی ہیں؟" مصطفیٰ کا پھر وہی انداز تھا کیئرنگ۔

"وہ کل چھوڑ گئے تھے۔"

"گڈ اور طبیعت کیسی ہے۔"

"جی بہتر ہوں اسی لیے تو آج کالج آئی ہوں۔"

"نا کس، اکیلے کہیں بھی آنے جانے کی ضرورت نہیں ٹھیک ہے۔" مصطفیٰ نے سنجیدگی سے باور کرایا تھا۔

"جی بہتر۔"

"اور سناؤ اور کیا ہو رہا ہے۔" مصطفیٰ نے مسکرا کر پوچھا۔

"کچھ نہیں بس اتنے دن بعد کالج آئی ہوں تو کافی حرج ہو چکا ہے۔ سوچ رہی ہوں وہ سب کیسے کور ہوگا۔" شہوار نے تفصیلی جواب دیا۔

"اور اس کے علاوہ؟" مصطفیٰ نے پھر پوچھا۔

"کچھ بھی نہیں۔" شہوار کی وہی سنجیدگی تھی۔

"اور......" مصطفیٰ نے جان بوجھ کر کہا تو دوسری طرف وہ سوچنے لگی کہ اور کیا بتائے۔

"اور آپ کیسے ہیں؟" جب کچھ نہ سوجھا تو یہی پوچھ لیا۔

"ہاں، وہ پوچھیں ہمارا حال اور ہم حیرت سے مر ہی نہ جائیں۔" مصطفیٰ کا انداز ایک دم شرارتی ہوا تھا۔ شہوار جھینپ سی گئی تھی۔ بڑا برجستہ انداز تھا۔

"اب ایسی بھی بات نہیں ہے۔" دوسری طرف سے جب شہوار سے کچھ بھی نہ بن پڑا تو چڑ کر کہا تو مصطفیٰ ہنس دیا۔

"تو پھر کیسی بات ہے؟" مصطفیٰ نے چھیڑا تو وہ مزید چڑ گئی۔

"آپ نے کال کیوں کی؟"

"کیوں بھئی بغیر کسی ریزن کے اپنی نئی نویلی بیگم کو کال نہیں کر سکتا ہوں۔" شہوار کا چہرہ سرخ ہونے لگا تھا۔ مصطفیٰ ان دو تین دن میں اس کو کئی بار کال کر چکا تھا لیکن تب وہ بزی تھا بس حال احوال کی حد تک بات ہوئی تھی۔

"آپ جس کام کے لیے گئے ہوئے تھے وہ کمپلیٹ ہو گیا۔" اس نے پوچھا تو مصطفیٰ کو ایک دم احساس ہوا کہ اس نے شہوار کو کیوں کال کی ہے۔

"ہاں کام تو ہو گیا ہے لیکن آفیسرز کی طرف سے ایک ارجنٹ میٹنگ کی کال آ گئی ہے ہو سکتا ہے میں آج واپس نہ آ سکوں۔" مصطفیٰ نے بتایا تو دوسری طرف شہوار چونکی۔

"لیکن پہلے تو ذکر نہیں کیا تھا آپ نے؟"

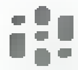
"ہاں ابھی کچھ دیر پہلے کال آئی تھی۔" مصطفیٰ کے بتانے پر شہوار خاموش رہی تھی اس نے ایک دو پل کو کچھ سوچا تھا اور پھر کہا۔

"آپ نے امی کے بارے میں کچھ پتا کرایا۔" اس کے لہجے میں ایک آس تھی۔

"اس سے اگلے دن تو یہاں آ گیا تھا اب یہاں سے واپس آ کر پتا کراؤں گا امجد خان تو خود بزی ہے ورنہ اسے کہتا۔" مصطفیٰ کی بات پر وہ ایک دم بجھ سی گئی تھی۔

"پتا نہیں وہ کہاں ہوں گی اور کس حال میں ہوں گی میرا دل ہر وقت پریشان رہتا ہے۔ میں جب بھی ان کے بارے میں سوچتی ہوں تو دل رکنے لگتا ہے آج بھی آنٹی جی نے زبردستی کالج بھیج دیا ورنہ میرا دل نہیں مان رہا تھا آنے کو۔" ایک دم اس کا لہجہ بجھ سا گیا۔

"پریشان نہیں ہوتے وہ ٹھیک ہوں گی میں ان شاء اللہ جلد ہی پتا کر لوں گا۔ ڈونٹ وری سب ٹھیک ہو جائے گا اور یہ تم نے بہت اچھا کیا گھر رہ کر سوچ سوچ کر بیمار ہونے سے بہتر ہے کہ اسٹڈی میں بزی ہو کر ٹینشن ریلیف کی جائے ویسے بھی وقت کے ساتھ ہر چیز نارمل ہونے لگتی ہے۔" مصطفیٰ کا انداز دلاسے سے بھرپور تھا۔



"کاش میرا دل ٹھہر جائے میں اس صدمے کو جھیلنے کی طاقت پیدا کر لوں۔ میں جب بھی یہ سوچتی ہوں کہ امی مجھے

چھوڑ کر چلی گئی ہیں تو میرا دل پھٹنے لگتا ہے۔" اس کی آواز میں نمی سی آ گئی تھی مصطفیٰ ایک دم پریشان ہوا۔

"سوچنے سے اور پریشان ہونے سے کرائسز ختم نہیں ہو جاتے۔" مصطفیٰ نے پھر ہمت بندھانا چاہی تو دوسری طرف شہوار نے ایک دم خود کو حوصلہ دیا۔

"ہاں ان کے بغیر زندگی گزر رہی ہے لیکن میرے دل کو تو ایک مسلسل روگ لگ گئی ہیں وہ، کاش وہ مجھے ایک بار مل جائیں اور پھر میں ان کو کبھی بھی نہیں جانے نہ دوں۔ ان سے اپنی ہر خطا کی معافی مانگ لوں۔" مصطفیٰ نے ایک گہرا سانس لیا۔

ابھی زخم ہرا تھا سو ہر پل ٹیس دے رہا تھا اسے اس کی حالت کا اندازہ ہو رہا تھا۔ شاید کچھ وقت گزرنے کے بعد وہ سنبھل جائے اور اسے بھی سکون آ جائے۔

"پریشان ہونے کی ضرورت نہیں سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اس وقت تو میٹنگ کے لیے نکلنا ہے پھر بات ہوگی۔ اوکے اپنا بہت سارا خیال رکھنا ٹھیک ہے۔" مصطفیٰ کے پاس وقت کم تھا اس نے فوراً بات سمیٹی تھی۔

"جی۔"

"آپ بھی اپنا خیال رکھیے گا۔" اس نے کہا تو مصطفیٰ مسکرا دیا جو بڑی بھرپور مسکراہٹ تھی۔

"کاش میں اس جملے کو ریکارڈ کر کے اپنے پاس محفوظ رکھ سکتا۔" اس کی بات پر دوسری طرف شہوار ہلکا سا جھینپی تھی۔

"اوکے میں کال بند کر رہی ہوں، اللہ حافظ۔" جھینپ کر اس نے کہا تو مصطفیٰ کے ہونٹوں پر ایک دم مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔

"سنو تو۔" دوسری طرف شہوار رک گئی تھی۔

"جی۔"

"آئی مس یو ویری مچ، ول یو مس می؟" لہجے میں جذبات کا رچاؤ تھا دوسری طرف سے شہوار نے کال کاٹ دی تھی مصطفیٰ نے موبائل کو کان سے ہٹا کر اسے گھورا اور پھر ایک گہرا سانس خارج کیا۔

"ایک تو یہ لڑکی بھی نا۔" وہ بڑبڑایا۔



شہوار چلی گئی تو وہ بھی ڈرائیور کا انتظار کرتے گیٹ کی طرف چلی آئی تھی ڈرائیور ابھی تک لینے نہیں آیا تھا اس نے اسے کال کی تو علم ہوا کہ گاڑی خراب ہے اور اسے خود ہی واپس جانا ہوگا یا پھر کچھ وقت انتظار کرنا ہوگا۔ انا کا کوفت سے برا حال ہونے لگا تھا۔

جاننے والی سبھی لڑکیاں جا چکی تھیں ورنہ وہ کسی سے لفٹ ہی لے لیتی۔ گھر میں صرف دو گاڑیاں تھیں ایک ولید کی اور ایک ان کی۔ ولید گاڑی خود یوز کرتا تھا جبکہ ان لوگوں کی گاڑی سبھی کے استعمال میں تھی ڈرائیور پہلے اسے پھر باقی لوگوں کو واتا لے جاتا تھا۔

اس نے سوچا کہ ولید کو کال کرے کہ وہ اسے پک کرلے مگر پھر ارادہ ترک کرنا پڑا پچھلے چند دنوں سے ولید کے ساتھ وہ اس قدر کھنچاؤ اور تناؤ کا شکار ہو چکی تھی کہ اب خود سے اس سے رابطہ کرنے پر اس کی انا آڑے آ گئی تھی۔ اس نے سوچا کہ وہ خود ہی روڈ تک چلی جائے گی اور پھر وہاں سے کوئی سواری لے لے گی۔ وہ ساتھی لڑکیوں کے ساتھ روٹ بس کا ویٹ کر رہی تھی جب ایک گاڑی ان کے پاس آ کر رکی تھی۔

وہ جو اپنے ہی دھیان میں کھڑی تھی گاڑی سے نکلنے والے وجود کو دیکھ کر چونکی تھی۔

"کیسی ہو انا؟" اس کے سامنے مصطفیٰ کے کزن کی بیوی شائستہ کھڑی تھی۔

"آپ؟"

"میں شائستہ زاہد کی وائف، زاہد مصطفیٰ کا کزن، شہوار کی شادی میں ہم ملے تھے۔" شائستہ نے اس سے ہاتھ ملاتے اپنا تعارف کرایا تو وہ مسکرائی۔

"جی بہت اچھی طرح جانتی ہوں میں۔" ان کو دیکھ کر اسے دلی خوشی ہوئی تھی۔ فوراً خوش اخلاقی سے کہا۔

"میں حماد کے ساتھ یہاں کسی کام سے آئی تھی گھر واپس جا رہے تھی کہ یہاں تمہیں دیکھا تو حماد کو گاڑی روکنے کا کہا۔" شائستہ نے خلوص سے کہا۔

"آپ یقیناً اسی شہر میں رہتی ہیں نا۔"

"بالکل ہم ادھر ہی رہتے ہیں جبکہ باقی فیملی گاؤں میں ہوتی ہے۔" انا نے مسکرا کر گاڑی کی طرف دیکھا فرنٹ سیٹ پر بیٹھا مصطفیٰ کا کزن حماد اسے ہی دیکھ رہا تھا اس نے فوراً شائستہ کو دیکھا۔

"تم یہاں کہاں کھڑی تھی؟"

"دراصل گاڑی خراب تھی روٹ کی بس کا انتظار کر رہی تھی۔"

"آؤ ہمارے ساتھ ہم ڈراپ کر دیں گے۔" شائستہ نے خلوص سے کہا۔

"ارے نہیں آپ کو خوامخواہ زحمت ہوگی۔"

"زحمت کیسی آؤ تکلف مت کرو پلیز آؤ نا۔" شائستہ نے اصرار کیا تو وہ بادل ناخواستہ اس کے ساتھ پچھلی سیٹ کی طرف آبیٹھی تھی۔ حماد گاہے بگاہے اس کو دیکھ رہا تھا اور وہ اسے نظر انداز کیے شائستہ کے ساتھ باتوں میں لگی رہی تھی۔ گھر پہنچ کر وہ بصد اصرار ان دونوں کو اندر لے آئی تھی۔ ماموں اور روشی گھر پر ہی تھے وہ ان کے ساتھ لاؤنج کی طرف آئی تو وہاں ولید کو بھی دیکھ کر چونکی۔

ولید اس وقت گھر پر نہیں ہوتا تھا وہ حماد سے خوش اخلاقی سے ملا تھا۔ وہ خود کچن کی طرف چلی آئی تھی۔ ان لوگوں کے لیے چائے اور دیگر لوازمات صغراں کے ساتھ تیار کرنے لگ گئی تھی۔

"ارے تم تو خوامخواہ تکلفات میں پڑ گئی ہو آؤ بیٹھو ادھر۔" وہ شائستہ کے ساتھ بیٹھ گئی تھی روشی چائے سرو کرنے لگ گئی تھی۔

وہ یونہی شائستہ کی کسی بات پر ہنسی تو حماد فوراً متوجہ ہوا تھا۔ لاشعوری طور پر اس کی نگاہ انا پر جم ہی گئی تھی ولید جو اس کے قریب ہی تھا اس نے بہت ناگواری سے انا کو دیکھا تھا۔ وہ ایک لمحے میں حماد کی نگاہ کا ارتکاز محسوس کر گیا تھا۔

"انا ایک گلاس پانی کا لا دو ذرا۔" اس کے بعد بھی گاہے بگاہے حماد کی نگاہ اس کی طرف اٹھی تو انا کو وہاں سے اٹھانا ہی مناسب سمجھا تھا۔ فوراً بہانے سے کہا تو انا نے سنجیدگی سے اسے دیکھا تھا۔

"روشی لا دیتی ہے۔" سنجیدگی سے کہہ کر وہ پھر شائستہ کے ساتھ بات کرنے لگی تھی۔

"میں لا دیتی ہوں۔" روشی فوراً وہاں سے چلی گئی تھی۔ ولید نے بڑے ضبط سے انا کو دیکھا۔ وہ بالکل عین حماد کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔

گاہے بگاہے حماد گاہے بگاہے اسے دیکھ رہا تھا روشی نے اسے پانی لا دیا تھا۔ ولید ضبط کیے بیٹھا ہوا تھا ضیاء صاحب حماد سے بات چیت جاری رکھے ہوئے تھے۔ کچھ دیر بعد وہ لوگ جانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے تو انا بھی کھڑی ہوگئی تھی۔

"ایک بار پھر شائستہ بھابی آپ کا اور حماد صاحب آپ دونوں کا بہت بہت شکریہ۔" وہ خوش اخلاقی سے کہہ رہی تھی ولید نے سنجیدگی سے دیکھا تھا۔

"اٹس او کے ماٹس آنر فاری۔"

"پھر بھی آپ لوگوں نے آؤٹ آف دے جا کر میری ہیلپ کی ہے ورنہ میں روٹ بس کے انتظار میں نجانے کب تک خوار ہوتی۔" وہ مسکرا کر حماد کے سامنے کھڑی براہ راست مخاطب تھی۔ ولید کو مکمل طور پر نظر انداز کر رکھا تھا۔

ولید نے ادھر حماد سے ہاتھ ملا لیا تھا جبکہ وہ شائستہ کے ساتھ گیٹ تک آ گئی تھی۔

"اب تو آپ کو ہمارے گھر کا ایڈریس معلوم ہو گیا ہے آتی رہیے گا۔" انا نے خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیا تو وہ دونوں مسکرائے تھے۔

"ہم تو آ جائیں گے لیکن کسی دن آپ بھی ہماری طرف چکر لگائیے گا نا۔" حماد نے کہا تھا وہ ہنس دی۔

"او کے کسی دن شہوار کے ساتھ آؤں گی۔"

"ہم انتظار کریں گے۔" شائستہ نے کہا تو وہ مسکرا کر سر ہلا گئی تھی۔ وہ دونوں چلے گئے تھے۔

ان کو سی آف کر کے وہ لاؤنج کی طرف جانے کی بجائے اپنے کمرے کی طرف چلی آئی تھی۔ کاریڈور سے گزرتے وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھی تھی۔

"انا......" ولید کی پکار پر وہ ایک دم رکی۔

"یہ مصطفی کے کزن کی وائف اور اس کا بھائی کہاں مل گئے تھے تمہیں۔" انداز تفتیشی تھا انا نے چونک کر دیکھا۔

"کیوں انہوں نے بتایا نہیں آپ کو۔" انا نے سرد مہری سے پوچھا۔

"میں جو پوچھ رہا ہوں اس کا جواب دو۔" ولید قریب آ رکا تھا لہجے میں تلخی تھی۔

وہ پہلے ہی کاشفہ کے دیے گئے کو لے کر ٹینس تھا اور اب مزید انا کے یہ تیور؟

"میں آپ کے کسی بھی سوال و جواب کی پابند نہیں ہوں۔" ولید کے تحکم بھرے انداز پر وہ ایک دم بھنا کر بولی۔

"شٹ اپ انا۔" ولید کو ایک دم غصہ آ گیا تو انا بغیر کچھ کہے جانے لگی تو ولید فوراً سامنے آ گیا تھا۔

"تمہارے ساتھ مسئلہ کیا ہے جس دن سے کاشفہ کے متعلق تمہیں بتایا ہے تمہارا تو رویہ ہی بدل چکا ہے آخر کیوں کر رہی ہو تم ایسا۔" ولید نے دو ٹوک انداز میں پوچھا تو انا نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

"میں کسی بھی ٹاپک پر کوئی بات نہیں کرنا چاہتی۔ راستہ چھوڑیں میرا۔" لہجے میں تلخی در آئی تھی۔

"جب تک بات کلیئر نہیں ہو گی تم یہاں سے ہل بھی نہیں سکتی۔" ولید مزید پھیل کر کھڑا ہو گیا تھا۔ انا نے غصے سے دیکھا۔

"اول تو مجھے آپ کی کسی بھی راہ چلتی فرینڈ کے ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا چاہے وہ کاشفہ ہو یا کیتھی اور دوسرا یہ کہ آپ کو کوئی حق نہیں کہ آپ اس طرح میرا راستہ روک کر مجھ سے باز پرس کریں۔" وہ اندر سے بھری بیٹھی تھی ایک دم پھٹ پڑی۔

"فرق نہیں پڑتا تو کیوں اس طرح بی ہیو کر رہی ہو؟ کاشفہ کے بارے میں جو بھی تھا تمہیں سب بتا دیا تھا جب سب کچھ کلیئر تھا تو ایسی حرکتوں کا مقصد۔"

"میں کہہ چکی ہوں کہ میں آپ کے سامنے آپ کے کسی بھی سوال کی جواب دہ نہیں ہوں۔" وہ تلخی سے کہہ کر سائیڈ سے ہو کر جانے لگی تھی ولید کا دماغ ایک دم گھوم گیا تھا۔ اس نے بہت جارحانہ انداز میں انا کا بازو پکڑ کر دھکیلا تو وہ دیوار

مسکراہٹ

ایک شخص دوسرے سے I am Going کا مطلب کیا ہے؟
دوسرا۔ "میں جارہا ہوں۔"
پہلا شخص۔ "ایسا تو نہیں جانے دوں گا، پہلے مطلب بتاؤ۔"

سائرہ حبیب، حنیفہ خان موان ... عبدالحکیم

کے ساتھ جا ٹکرائی۔

"آہ......" اس کا بازو بری طرح دیوار سے ٹکرایا تھا وہ کراہ کر رہ گئی تھی۔

"بی ہیو یور سیلف ولی۔" وہ تکلیف سے ایک دم چیخ اٹھی تھی۔ ولید نے سنجیدگی سے اسے دیکھا تھا۔

"جب میں تم سے بات کر رہا ہوں تو میری بات کا جواب دو اور خبردار تم یہاں سے ہلی بھی تو۔" اندر کا سارا ابال نکل گیا تھا۔

اس کے قریب ہو کر دیوار پر ہاتھ رکھ کر اس نے کہا تو انا کے چہرے پر پانی بہنے لگا

"کیا مسئلہ ہے، تمہیں کیوں دماغ خراب کر رہی ہو تم اپنا بھی اور میرا بھی۔" وہ اس کی تکلیف اور آنسوؤں کو مکمل طور پر نظر انداز کیے ہوئے تھا۔

"آپ ایک انتہائی مغرور اور خود پسند انسان ہیں میں کیوں جواب دوں آپ کو؟ میں جس کے ساتھ مرضی آؤں جاؤں آپ کو کیا فرق پڑتا ہے خبردار آئندہ میرے کسی بھی معاملے میں انٹرفیئر کرنے کی کوشش کی تو۔" بازو کو دوسرے ہاتھ سے دباتے وہ تنی سے کہہ رہی تھی۔ ولید نے غصے سے اسے گھورا۔

"دماغ خراب ہو چکا ہے تمہارا۔ کون سا غرور اور خود پسندی دیکھ لی تم نے میرے اندر؟" ولید کا انداز بے انتہا سنجیدہ تھا۔

"ہاں ہو چکا ہے آپ کو کیا فرق پڑتا ہے۔" وہ بالکل بدلحاظی سے مخاطب تھی۔ ولید نے چند لمحے تاسف سے اسے دیکھا۔

"میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم اتنی بددماغ لڑکی ہو سکتی ہو۔"

"چلیں اب تو پتا چل گیا ہے نا ویسے بھی زبردستی گلے پڑا ڈھول بجانا پڑ رہا ہے آپ کو میری تمام خامیوں کا علم ہو چکا ہے فیصلہ کر کیوں نہیں لیتے پھر۔" وہ تو جیسے ایک دم دوٹوک انداز پر اتر آئی تھی۔

"شٹ اپ۔" اس کے الفاظ پر ولید ایک دم بھنایا تھا۔

"واٹ آ نان سینس، کیوں کر رہی ہو تم ایسا؟" تنی سے باز پرس کی تھی انا کے چہرے کی طرف بغور دیکھا تھا شاید کوئی سراغ مل جائے۔

"میرے سامنے سے ہٹ جائیں مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی۔" چہرہ پھیرتے اس نے تنی سے کہا۔

ولید چند لمحے بہت تاسف سے گھورتا دیکھتا رہا اور پھر لب بھینچ کر تیزی سے وہاں سے چلا گیا تھا۔ انا نے غصے سے اسے جاتے دیکھا تھا اور پھر تیزی سے وہاں سے بھاگ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ آئی تھی۔

❖❖......○○......❖❖

ولید کا غصہ سے برا حال تھا وہ اپنے کمرے میں ٹہل رہا تھا اور بڑی شدت سے انا کے رویوں کو محسوس کر رہا تھا۔ انا

پہلے بھی اس کی طرف سے خفگی کا اظہار کرتی تھی لیکن کبھی بھی یہ بالحاظ بدتمیزی والا انداز نہ تھا۔ جبکہ آج تو وہ مکمل طور پر بدلی ہوئی تھی۔ تو صرف اس بات کو لے کر بدظن ہو چکی تھی کہ اس نے انا کو کاشفہ کے بارے میں سب کچھ سچ سچ بتاڈالا تھا۔ اگر ایسی بات تھی تو کم از کم وہ اظہار تو کرتی۔ جبکہ وہ تیمی کے پاس اس کے ہمراہ گئی تھی تب تک وہ اس قدر خفا تو نہ تھی جس قدر اب محسوس ہو رہی تھی۔

ولید کو اس کی اس درجہ شدید خفگی کی کوئی خاص وجہ سمجھ نہیں آ رہی تھی سوائے اس کے کہ وہ اس کو کاشفہ کے بارے میں بتا چکا تھا۔ وہ بہت دیر تک الجھتا رہا تھا لیکن انا کی خفگی کا کوئی سرا ہاتھ نہ لگا تو وہ کمرے سے نکل آیا تھا۔ شام کا وقت تھا بابا لان میں بیٹھے ہوئے تھے ہاتھ میں کوئی اخبار تھا۔ وہ ان کے پاس آ گیا وہ آج آفس سے جلدی اٹھ گیا تھا صرف اپنے اس ذہنی خلجان سے بچنے کے لیے لیکن گھر آ کر انا کے رویے کو لے کر اور ڈسٹرب ہو گیا تھا۔

"کیا ہو رہا ہے بابا؟" ان کے پاس بیٹھتے اس نے مسکرا کر پوچھا۔

انہوں نے اخبار سائیڈ پر رکھتے اسے مسکرا کر دیکھا۔

"کچھ خاص نہیں صبح کا باسی اخبار ایک بار پھر دیکھ رہا تھا۔"

"اچھا مجھے آپ سے ایک بات کرنی ہے۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"ہاں کہو۔" ولید ایک پل رکا انداز سوچنے والا تھا ضیاء صاحب نے بغور دیکھا تھا۔

"کیا بات ہے کوئی پریشانی ہے کیا۔"

"ایسی کوئی بات نہیں۔"

"تو پھر۔"

"آپ نے مجھ سے انا کے بارے میں بات کی تھی نا۔" اس نے ٹھہر کر کہنا شروع کیا۔

"انا کے بارے میں؟" انہوں نے ناسمجھی سے دیکھا۔

"آپ شادی کا ذکر کر رہے تھے۔"

"ہاں تو؟"

"میں ریڈی ہوں۔ آپ پھوپو سے بات کریں اور جب بھی آپ کا موڈ ہو تاریخ رکھ لیں۔" اس نے سنجیدگی سے کہا تھا ضیاء صاحب ایک دم خوش ہو گئے تھے۔

"کیا واقعی؟" وہ بے یقین تھے۔

"بالکل۔" وہ سنجیدہ تھا۔

"جیتے رہو تم نے تو میرے دل کی خواہش پوری کر دی ہے۔ میں آج ہی صبوحی اور وقار سے بات کرتا ہوں۔" وہ ایک دم پرجوش ہو گئے تھے۔ ولید مسکرا دیا۔

"میں نے آپ کو کہا تو تھا کہ میں سوچ کر آپ کو بتا دوں گا۔"

"بہت اچھا فیصلہ کیا تم نے۔" وہ واقعی بہت خوش تھے۔ وہ مسکرا کر کھڑا ہو گیا۔

"او کے مجھے کسی کام سے کہیں جانا ہے پھر بات ہوگی۔" وہ کہہ کر کھڑا ہوا تو انہوں نے سر ہلایا وہ کی چین ہلاتا اپنی گاڑی کی طرف بڑھا تھا وہ مسکرا کر اسے جاتا دیکھتے رہے تھے۔



وہ آف ٹائم سے پہلے سرعباس کے روم میں آ گئی تھی۔

حدیث رسول ﷺ

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں حضور ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا۔ ہمارے نزدیک مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس دینار اور درہم اور سامان دنیا نہ ہو۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میری امت کا مفلس شخص وہ ہے جو کہ قیامت کے دن نماز، روزہ، حج زکوٰۃ اور دیگر بہت سی مقبول عبادتیں) لے کر آئے گا مگر حال یہ ہوگا کہ اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا پیٹا ہوگا تو اس کی نیکیوں میں سے ایک حق والے کو (اس کے حق کے بقدر) نیکیاں دی جائیں گی ایسے دوسرے حق والے کو اس کی نیکیوں میں سے (اس کے حق کے مطابق) نیکیاں دی جائیں گی پھر اگر دوسروں کے حقوق چکانے سے پہلے اس کی ساری نیکیاں ختم ہوگئیں تو (ان کے حقوق کے بقدر) حقداروں اور مظلوموں کے گناہ (جو انہوں نے دنیا میں کیے ہوں گے) ان سے لے کر اس شخص کے کھاتے میں ڈال دیے جائیں گے اور پھر اس کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ (مسلم)

ثمینہ مغل...... ایبٹ آباد

''سر مجھے آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے اگر آپ فری ہیں تو میں بات کرلوں۔'' اس نے کہا تو عباس نے اسے دیکھا۔

''بیٹھیں۔'' وہ کرسی پر بیٹھ گئی۔

''جی کہیے...... کیا بات ہے آپ کچھ الجھی ہوئی ہیں۔''

''وہ مجھے آپ کو انفارم کرنا تھا کہ میں یہ جاب چھوڑنا چاہتی ہوں۔'' عباس چونکا۔

''کیوں بھئی خیریت؟''

''جی سر، وہ دراصل میری شادی کا سلسلہ چل رہا ہے تو امی چاہتی ہیں کہ میں اب جاب چھوڑ دوں۔'' جھجکتے ہوئے اس نے کہا تو عباس خاموش رہ گیا بہت سنجیدگی سے اسے دیکھے گیا تھا۔

''کب ہے شادی؟''

''شاید اسی یا نیکسٹ منتھ۔''

''لیکن ارجنٹلی تو جاب نہیں چھوڑ سکتیں آپ۔'' عباس کا لہجہ ایک دم پروفیشنل ہوگیا تھا۔

''اسی لیے تو نوٹس دے رہی ہوں۔'' عباس خاموش ہوگیا۔

''کہاں ہو رہی ہے آپ کی شادی؟'' کچھ توقف کے بعد عباس نے پوچھا۔

''آپ ابوبکر کو جانتے ہیں ان سے ملے بھی ہیں وہی ہیں۔'' عباس نے سر ہلایا۔

''ناکس مین ہیں ابوبکر تو اوکے گڈ لک۔'' عباس نے کہا تو وہ ہلکا سا مسکرائی۔

''اوکے آپ نوٹس ٹائپ کرکے دے دیں میں بابا کو فارورڈ کر دیتا ہوں۔ آپ کی موجودگی میں ہی کسی اور ایمپلائی کا بندوبست کرلیتے ہیں۔ آپ اسے ٹرینڈ کر دیجیے گا لیکن آپ سے یک گلہ ہے؟'' عباس نے بات کرتے کرتے ایک دم سنجیدگی سے کہا تو وہ چونک کر دیکھنے لگی۔

''جی سر۔''

''آپ کی شادی کا سلسلہ چل رہا تھا آپ بروقت انفارم کر دیتیں اب ایک دم بتا رہی ہیں تو حیرانی ہو رہی ہے مجھے۔''

"آئیم سوری سر لیکن یہ ہمارا گھریلو ایشو تھا آفس میں اپنے ایشوز ڈسکس کرنا مجھے اچھا نہیں لگا تھا۔ اب جبکہ میں بتا چکی ہوں اور آفس بھی دے رہی ہوں نوکری نہیں چھوڑ رہی۔ جب تک آپ کے رولز کے مطابق ڈوریشن کمپلیٹ نہیں ہو جاتا میں جاب پہ آتی رہوں گی۔" اس نے سنجیدگی سے سب کہہ دیا تھا عباس خاموش ہو گیا تھا۔

"سر میں جاؤں اب؟" وہ کھڑی ہوگئی تو عباس نے سر ہلا دیا۔ وہ اٹھ کر نکل آئی۔

یہ لڑکی اپنے انداز و اطوار سمیت دل کو اچھی لگی تھی لیکن اب اس کی شادی کا سن کر دل کو ناگواری سی ہو رہی تھی۔ ایک دم عباس کا موڈ نارمل ہوا تھا۔ وہ لب بھینچ کر سر جھٹک کر دوبارہ اپنی فائلز کی طرف جھک گیا تھا۔

❖❖......○○......❖

اس کی گھر آ کر بھی مصطفیٰ سے بات ہوئی تھی اس نے کل واپسی کا بتایا تھا وہ چینج کر کے روم سے باہر آ گئی تھی آج دوپہر میں شائستہ بھابی اور حماد آئے ہوئے تھے گھر واپسی تک وہ لوگ جا چکے تھے وہ کچن میں آئی تو ماں جی موجود تھیں۔

"السلام علیکم۔"

"وعلیکم السلام جیتی رہو کیسا گزرا آج کا دن؟" انہوں نے مسکرا کر پوچھا۔

"اچھا گزر گیا۔"

"طبیعت ٹھیک رہی۔"

"جی۔"

"کچھ کھاؤ گی؟" انہوں نے مسکرا کر پوچھا۔

"میں خود لے لیتی ہوں آپ آرام کریں۔"

"تم بیٹھو میں نکال دیتی ہوں۔" انہوں نے محبت سے کہا تو وہ خاموشی سے کرسی پر بیٹھ گئی۔

"مصطفیٰ سے بات ہوئی۔" انہوں نے کھانا گرم کرتے ہوئے پوچھا۔

"جی۔"

"کب تک واپس آ رہا ہے؟"

"کل صبح آنے کا کہہ رہے تھے۔"

"ایک تو میں مصطفیٰ کی اس جاب کے حق میں نہ تھی۔ صرف اس کے باپ کی وجہ سے خاموش رہی اور اب نہ دن کا پتا نہ رات کا۔ ابھی شادی کو دن ہی کتنے ہوئے ہیں کچھ چھٹیاں بڑھا لیتا تو کیا جاتا اوپر سے ہر وقت دھڑکا لگا رہتا ہے مجھے اللہ اپنی امان میں رکھے آمین۔" کھانا گرم کرتے ہوئے وہ اپنے خیالات کا اظہار کرتی رہی تھیں۔

بہر حال مصطفیٰ کو مس تو وہ بھی کر رہی تھی لیکن سب کی طرح برملا اظہار نہیں کر سکتی تھی۔

"واپس آتا ہے تو میں اسے کہتی ہوں چند چھٹیاں لے لے اور تمہیں گھمانے پھرانے لے جائے۔ سبھی لوگ رشتہ داروں عزیزوں پر بلا رہے ہیں میں تو تمہاری اور مصطفیٰ کی طبیعت کی وجہ سے ٹال رہی تھی عائشہ اور صبا بھی کہہ رہی تھیں کہ تم کو ان کے ہاں ایک دو دن کے لیے بھیجوں تمہاری طبیعت بھی سنبھل جائے گی۔" گرم کھانا لا کر اس کے سامنے رکھتے انہوں نے محبت سے کہا تو وہ مسکرا دی۔

"جی ٹھیک ہے وہ آئیں گے تو کسی چھٹی والے دن چلے جائیں گے۔" انہوں نے محبت سے شہوار کو دیکھا۔ ذاتی طور پر انہیں شہوار بہت پسند تھی۔

دھیمے سے بولنے والی اپنی ذات تک محدود رہنے والی عادلہ کے بعد تو انہوں نے ہمیشہ شہوار کو مصطفیٰ کا سوچا تھا

غزل

فکر ملاقات کبھی تو ان کو ستاتی ہوگی
کبھی تنہائی میں یاد بھی رُلاتی ہوگی
جب خیالوں میں ہوتی ہوگی ملاقات ہم سے
پھر دیوانی سی حالت ہو جاتی ہوگی
پاس ہوں تو کسی بات کی فکر نہیں ہوتی
بچھڑتے وقت جدائی بھی تڑپاتی ہوگی
مانا کہ ان کو ہم سے محبت نہیں ندیم
مگر گزرے لمحوں کی یاد تو آتی ہوگی

ملک ندیم عباس.....ڈھکو ساہیوال

حقیقی طور پر تابندہ کے چلے جانے سے شہوار جس طرح بکھری تھی ان کا دل اس کے لیے مزید نرم ہوگیا تھا۔

"خوش رہا کرو تم میرے بیٹے کی خوشی اور میرے گھر کی رونق ہو۔" اس کے پاس ہی بیٹھے انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا تو شہوار کی آنکھیں بھیگ گئیں تھی۔

"آپ بہت اچھی ہیں۔ آپ اور لائبہ بھابی نہ ہوتیں تو شاید ی کے جانے کا سن کر جس طرح میں بکھری ہوں کبھی سنبھل نہ پاتی اور نجانے کہاں ہوں گی۔" وہ ان کا ہاتھ تھام کر ایک دم رو دی تھی۔ یہ حادثہ تو اس کے دل کا روگ بنتا جارہا تھا۔

"ارے..... ایسا نہیں کہتے۔" انہوں نے ساتھ لگالیا۔

"تم ہمیں ہمیشہ سے ہی عزیز ہو اور رہو گی رہ گئی تابندہ کی بات میں اندازہ لگا سکتی ہوں کہ اس نے بلاسوچے سمجھے کوئی قدم نہ اٹھایا ہو گا وہ کوئی ایسی ویسی عورت نہ تھی۔ وہ باعزت اور حیادار عورت تھی ایک عرصہ ہمارے ساتھ گزارا ہے اس نے۔ بہنوں کی طرح عزیز تھی وہ مجھے تم فکر نہیں کیا کرو وہ آجائے گی۔" اس کو دلاسہ دیتے آنسو صاف کرتے انہوں نے کہا تو وہ خاموش ہی رہی۔

"آپ بہت اچھی ہیں اگر آپ نہ ہوتیں تو میرے لیے ان حالات میں جینا مشکل ہو جاتا۔" وہ دل سے ان کی اچھائی کی معترف تھی۔

"سب کے ساتھ نیکی کرنے والی بس اللہ کی ذات ہے، میں تو اس کی عام سی بندی ہوں۔ بس تم اور مصطفی مجھے بہت عزیز ہو بہت ارمانوں سے میں تمہیں بیاہ کر اپنے گھر لائی ہوں میری دعا ہے اللہ تمہیں ہمیشہ ہنستا مسکراتا اور آباد رکھے، آمین۔" انہوں نے دل کی گہرائیوں سے دعا دی۔ شہوار کو لگا کہ وہ ایک دم نہال ہوگئی ہو۔ سرکتی ہوئی زمین پھر سے اس کے پاؤں تلے آگئی ہو۔

"کبھی بھی خود کو تنہا مت سمجھنا تم میرے لیے بہو سے بڑھ کر میری بیٹی ہو کبھی بھی یہ خیال مت کرنا کہ تمہارا کوئی میکہ نہیں ہے مصطفی کوئی زیادتی کرتا ہے تو ڈائریکٹ مجھ سے کہنا فوراً اس کے کان کھینچوں گی۔ کوئی زیادتی نہیں ہونے دوں گی تمہارے ساتھ۔" ان کی اس قدر محبت کی وجہ سے آنکھیں بھر آئی تھیں۔ انہوں نے محبت سے اس کی آنکھیں صاف کی تھیں۔

"کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے پہلے یہ کھالو اتنے دنوں میں دیکھو کیسی کمزور ہو رہی ہو یہ سارا ختم کرنا ہے اور اپنی صحت کا خاص خیال رکھا کرو میرا مصطفیٰ ہمیشہ فریش رہنے والا انسان ہے میں چاہتی ہوں میری بہو بھی اسی طرح فریش اور ترو تازہ رہے۔" وہ جھینپ گئی۔

وہ واقعی خوش نصیب تھی کہ ماں کے بعد اسے واقعی ماں کی طرح محبت کرنے والی ہستی ملی تھی۔

"آپ بہت اچھی ہیں۔" وہ بے اختیار کہہ اٹھی تھی وہ ہنس دی تھیں۔

"جلدی سے کھانا ختم کرلو میں ملازمہ کو بھیجتی ہوں وہ تمہیں چائے بنا کر دیتی ہے۔" وہ کہہ کر چلی گئی۔

دل و دماغ سے تمام بوجھ سرکتے محسوس ہوئے تھے اسے لگا کہ جیسے ماں جی کی محبت نے اس کے دل کو بہت سارا نہال کر ڈالا ہے۔ وہ ایک دم فریش ہوئی تھی۔ وہ اندازہ کرسکتی تھی ان حالات میں ان جیسے پرخلوص محبت کرنے والے لوگوں کا ساتھ میسر آنا بھی ایک نعمت سے کم نہ تھا۔



وہ دل و دماغ سے تمام بوجھ ہٹا کر کھانے کی طرف مکمل طور پر متوجہ ہو چکی تھی۔ ولید شادی کے لیے راضی ہے ماموں نے بابا پاپا سے بات کرلی تھی ان کو بھلا کب اعتراض ہوسکتا تھا اناکو علم ہوا تو وہ ایک دم ساکت ہو چکی تھی۔ وہ ولید سے لاکھ بدظن سہی لیکن دل میں کبھی بھی یہ خیال نہیں آیا تھا کہ یہ تعلق ختم ہو جائے یا ٹوٹ جائے۔

وہ تو ایسی دیوانی تھی کہ ہر حال میں ولید کو پانا چاہتی تھی لیکن اب ایسے عالم میں اس کو لگ رہا تھا کہ اس کا دل بالکل ویران بنجر گھر کی طرح ہے جہاں کوئی احساس کوئی جذبہ باقی نہیں رہا۔ ولید کے منہ سے کاشفہ کے متعلق سن کر وہ شاک میں آئی تھی لیکن بدظن نہ ہوئی تھی مگر کاشفہ کی زبان سے وہ سلگتے زہریلے الفاظ سن کر وہ بالکل ہی ڈھے گئی تھی۔

ولید کاشفہ کو پسند کرتا ہے اس کو محض اپنی بہن کی خاطر قبول کر رہا ہے یہ ایسی حقیقت تھی جس نے اس کے اندر گویا ہر احساس ختم کر ڈالا تھا۔ اس کا جی چاہتا تھا کہ وہ چیخ چیخ کر رو دے، چلائے اپنے اندر کا سارا غبار نکال دے لیکن وہ اپنی ذات سے لڑ لڑ کر ہار گئی تھی جو کسی بھی طور ولید سے دستبرداری کے لیے آمادہ ہی نہ تھی۔ اور اب یہ شادی کا سلسلہ کیا ولید واقعی جسٹ کمپرومائز کر رہا ہے وہ اصل میں کاشفہ کو پسند کرتا ہے اور محض روشی کے لیے اسے قبول کر رہا ہے۔

اگر یہ سچ ہوا تو کیا ہوگا کیا وہ واقعی ہمیشہ کے لیے ولید کی محبت سے محروم رہے گی کاشفہ نے ولید کے لیے خودکشی کی تھی ولید نے خود بتایا تھا۔ کاشفہ ولید کی محبت میں اتنا آگے بڑھ چکی تھی تو کیا واقعی اس سارے میں ولید بھی انوالو تھا۔ وہ سوچ سوچ کر الجھنے لگی تو کمرے سے نکل آئی تھی۔ رات کا وقت تھا سبھی اپنے اپنے کمروں میں تھے۔ وہ راہداری سے گزرتے رک گئی تھی ولید ٹی وی لاؤنج میں صوفے پر لیٹا ہوا تھا سامنے ٹی وی چل رہا تھا وہ کئی ثانیے تک وہیں منجمد کھڑی دیکھتی رہی تھی۔ ٹی وی پر کوئی ٹاک شو چل رہا تھا۔ وہ خاموشی سے اندر آگئی تھی۔ ولید اسی طرح لیٹا ہوا تھا وہ قریب آئی تو پتا چلا وہ سو چکا ہے اس کا موبائل ٹیبل پر پڑا ہوا تھا۔

وہ خاموشی سے سائیڈ صوفے پر بیٹھ گئی تھی اس نے اس کا موبائل اٹھالیا تھا کچھ سمجھ نہ آئی تو وہ موبائل چیک کرنے لگی۔ وہ خود بھی نہیں جانتی تھی کہ وہ ایسا کیوں کر رہی ہے۔ موبائل چیک کرتے وہ ولید کو بھی دیکھ رہی تھی وہ مکمل طور پر نیند میں تھا۔ کاشفہ کی کئی کالز تھیں ریسیو مسڈ کالز اس کا دل پھر ایک دم اچاٹ ہونے لگا تھا۔ کاشفہ کے ان گنت میسجز ان باکس میں تھے۔ بہت ساری شاعری تھی ایک میسج پر وہ ٹھٹک گئی تھی۔

"مجھے اس طرح تم اس مقام پر آ کر چھوڑ نہیں سکتے تم مجھے چھوڑ بھی دو تو بھی میں اب تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گی تم نے مجھے غلط جج کیا ہے میں وہ نہیں ہوں جو تم سمجھے ہو اور میں جو ہوں وہ تمہیں بہت جلد پتا چل جائے گا۔" عجیب سا میسج

میرے دل کی آواز

- بے حیائی کی انتہا ہوتی ہے جب باپ بیٹی کو گالی دیتا ہے۔
- کسی کا باطن معلوم کرنا چاہو تو اس کے غصے کا انتظار کرو۔
- اپنے اخلاق کو پھولوں جیسا بناؤ جو دوسروں کی روح کو معطر کردے۔
- کسی کے ٹکڑوں پر نظر رکھنے سے اچھا ہے کہ خود محنت کرکے دوسروں کی مدد کرو۔
- نفس کی مانو گے تو تباہ ہو جاؤ گے کیونکہ شیطان کا شکار ہمیشہ نفس ہوتا ہے۔
- اپنی زبان کو قابو میں رکھو ایسا نہ ہو کہ مدمقابل مجبور ہو کر تمہیں نقصان پہنچا دے اور تمہاری عزت نفس کو ٹھیس پہنچا دے جس کی پاداش میں تمہارا ضمیر ملامت کرے۔
- صرف آنکھوں کو حیا کی ضرورت ہے ورنہ پردہ تو دل کا ہی کافی ہے۔

تھا۔ وہ الجھ گئی تھی۔ اس نے ولید کو دیکھتے اگلا میسج اوپن کیا تھا۔

"میں تمہاری خاطر بدلنے کو تیار ہوں ولید پلیز ایک بار تم میری بات سن لو آئی سوئیر میں تمہاری خاطر سب کچھ کرنے کو تیار ہوں پلیز مجھے اس طرح ریجیکٹ مت کرو۔" وہ الجھ گئی تھی اس دن کا شفہ کچھ اور انداز میں کہہ رہی تھی اور آج اس کے الفاظ کچھ اور تھے۔ اس نے ایک اور میسج اوپن کیا تو ٹھٹکی۔

"تم یہ سب اس لیے کر رہے ہو کہ وہ تمہاری بہن کی نند ہے ورنہ تم نے ہمیشہ مجھ سے فرینڈ شپ رکھی تھی اب اپنی بہن کے لیے تم مجھے چھوڑ رہے ہو۔" انا کا دل خراب ہونے لگا تھا۔

وہ کاشفہ کا نمبر نوٹ کرتے موبائل واپس ٹیبل پر رکھتے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ ولید کو دیکھا وہ سو رہا تھا۔ اس نے لب بھینچ کر ٹی وی آف کیا تھا اور باہر نکلنے سے پہلے لائٹ آف کی تھی۔ لاؤنج کا دروازہ بند کرتے وہ واپس اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔ بستر پر اس کا موبائل پڑا ہوا تھا۔ اس نے ذہن میں نوٹ شدہ نمبر سیل پر ڈائل کیا اور خاموشی سے دوسری طرف ہونے والی کال بیل سننے لگی تھی۔



اس کی مصطفیٰ سے بات ہوئی تھی مصطفیٰ نے بتایا تھا کہ وہ کل لیٹ ہو جائے گا شاید صبح نہیں شام کو آئے۔ شہوار کا دل مصطفیٰ کی یہ بات سن کر ایک دم بجھ سا گیا تھا۔ تین چار دن ہو گئے تھے اسے گئے ہوئے اسے لگ رہا تھا کہ جیسے صدیاں بیت گئی ہیں اس نے مصطفیٰ سے کچھ نہیں کہا بس خاموش ہو گئی تھی۔

اس کا پچھلے دنوں سے بہت سارا حرج ہو چکا تھا وہ اپنی بکس لے کر بیٹھ گئی تھی۔ تین چار گھنٹے وہ اپنی بکس کے ساتھ دماغ کھپاتی رہی تھی۔ وہ سونے کا سوچ کر اٹھی تو اس کے موبائل پر میسج ٹون بجنے لگی۔ کتابیں سمیٹتے اس نے سیل دیکھا مصطفیٰ کا میسج تھا۔ مصطفیٰ کا نام دیکھ کر اس کے ہونٹ مسکرائے تھے۔

"کیا کر رہی ہو؟"

"کچھ نہیں بس پڑھ رہی تھی۔" اس نے ریپلائی کیا۔

"کیا پڑھ رہی تھیں۔"

"اسٹڈی کر رہی تھی۔" اس نے کراؤن کے تکیے سے کمر لگاتے بڑے ریلیکس موڈ میں جواب دیا۔

کچھ پچھلے دنوں سے مصطفیٰ کی غیر موجودگی کا احساس اور کچھ آج ماں کی باتوں کا اثر تھا اس کا رویہ ایک دم بڑا

مفاہمت آمیز تھا۔

"میرا بہت سارا حرج ہو چکا تھا سوچا اسٹڈی کو بھی اب پراپر ٹائم دیا کروں۔" اس نے ٹیکسٹ میسج کیا۔

"سبھی کی فکر ہے صرف میری ہی فکر نہیں ہے۔" مصطفی کا میسج آیا تو وہ خاموش ہوگئی اب بھلا جواب میں کیا لکھتی کتابیں اٹھا کر اس نے سائیڈ پر رکھ دیں نماز وہ پڑھ چکی تھی سو وہ وہیں نیم دراز ہوگئی تھی۔

"ریپلائی تو کرو۔" اس کی خاموشی پر دوسرا میسج آیا۔

"مجھے ڈسٹرب مت کریں آرام سے اسٹڈی کرنے دیں۔" مسکرا کر ٹائپ کرتے اس نے سینڈ کیا۔

"او...... ظالم لڑکی...... کیا میں تمہیں ڈسٹرب کررہا ہوں؟" ناراضی والی اسمائیلز تھیں وہ ہنس دیں۔

"تو اور کیا، دھیان سے پڑھنے ہی نہیں دے رہے۔" وہ بھی ایک دم بہادر بنی تھی۔

"کبھی اتنے دھیان سے میری جان مجھے پڑھو نا۔" عجیب سا میسج تھا وہ ایک دم سرخ پڑگئی وہ کئی ثانیے تک موبائل کی اسکرین پر جگمگاتے لفظوں کو دیکھے گئی تھی۔ میسج ٹون ایک بار پھر بجی تو وہ چونکی۔

"کیا ہوا؟" یک میسج پھر آ گیا تھا۔

"کیا مجھے پڑھنے کا موڈ نہیں۔" ساتھ خوب صورت اسمائیلز تھیں، اس نے ایک گہرا سانس لیا۔

"آپ تو اتنی دور بیٹھے ہوئے ہیں آپ کو کیسے پڑھوں؟" وہ جانتی تھی وہ کیا ٹائپ کررہی ہے لیکن اس وقت اس پر مصطفی کا احساس مکمل طور پر حاوی تھا اس نے میسج سینڈ کردیا۔

"اف...... کیا ڈائیلاگ مارا ہے۔ دل تو کررہا ہے اڑ کر تمہارے پاس پہنچ جاؤں پھر دیکھیں محترمہ شہوار صاحبہ مجھے کیسے پڑھتی ہیں۔" شہوار کا رنگ ایک دم سرخ انار کی طرح دہکنے لگا تھا کافی دیر تک خاموشی رہی تھی۔

"اچھا بس اب مجھے نیند آرہی ہے۔" کچھ سوچتے اس نے ریپلائی کیا۔

"لیکن ابھی تو تم خود ہی کہہ رہی تھیں کہ پڑھ رہی ہو اور میں تمہیں ڈسٹرب کررہا ہوں۔" جواب فوراً حاضر تھا۔

"لیکن اب نیند آرہی ہے سونے لگی ہوں آپ بھی سو جائیں اللہ حافظ۔" اس نے فوراً بات ختم کرنا چاہی۔

ابھی وہ سیدھی ہی ہوئی تھی موبائل بجنے لگا تھا اب کے مصطفی کی کال تھی۔ وہ ایک دم سرخ پڑگئی تھی۔ لرزتے ہاتھوں سے اس نے کال ریسیو کی اور خاموشی سے موبائل کان سے لگالیا تھا۔

"شہوار۔" مصطفی نے پکارا۔

"جی۔" وہ ایک دم بہت کنفیوژ ہوئی تو مصطفی ہنس دیا۔

"تم شرمارہی ہو؟" وہ پوچھ رہا تھا۔ شہوار کو خوامخواہ برا لگنے لگا۔

وہ اتنی دور تھا کون سا قریب تھا جو وہ ایسے ری ایکٹ کررہی تھی کم از کم بات تو کرہی سکتی تھی۔

"نہیں تو۔" اس نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی۔

"اچھا میں سمجھا کہ شاید میرے ڈائیلاگز مارنے پر تم شرمارہی ہو، سوچا کال کروں علم تو ہو کہ کیسے شرماتی ہو تم، میرے سامنے تو تم ہمیشہ خونخوار بلی کی طرح ری ایکٹ کرتی رہی ہو سوچا یہ شرمانے والا پیچ بھی نوٹس کروں کیسا لگ رہا ہے۔"

اف یہ مصطفی اور اس کی باتیں وہ حقیقتاً شرمندہ ہوگئی تھی۔

"آپ مجھے تنگ کررہے ہیں۔" وہ فوراً برامان گئی۔

"واللہ...... اتنا بڑا الزام...... اتنے دور بیٹھے شوہر پر ایسا الزام لگارہی ہو اب تو حسرت ہی ہے۔" مصطفی رات کے لمحے اس ...... پرجوش تھا کہ شہوار کی تمام حساسیات یک دم شل ہوگئی تھیں۔

"اچھا یہ بتاؤ مجھے مس کر رہی ہو؟" وہ بالکل خاموش تھی اس کی خاموشی محسوس کرتے مصطفیٰ نے ٹریک بدلا تھا۔ وہ اور کنفیوژ ہوگئی تھی۔

"نہیں۔" اس نے خود کو سنبھالتے کہا تھا۔ مصطفیٰ ہنس دیا تھا۔ بڑی جاندار اور کھنکتی ہنسی تھی شہوار کا دل ایک دم بے تحاشا شدت سے دھڑکنے لگا تھا۔

"جو جھوٹ بولتا ہے وہ سیدھا جہنم میں جاتا ہے۔ کبھی دل کی بات بھی کہہ دیا کرو۔" مصطفیٰ نے چھیڑا۔

"میرا دل مکمل طور پر میرے کنٹرول میں ہے مجھے خوامخواہ پزل نہیں کریں۔" وہ کون سا قریب تھا خود کو سنبھالتے چہ کر بولی۔

"ذرا یہی ڈائیلاگ دل پر ہاتھ رکھ کر کہو نا۔" مصطفیٰ کے لب و لہجے میں ایک دم ہزار ہا جذبوں کی گرماہٹ اور نرماہٹ در آئی تھی۔ وہ مکمل طور پر پزل ہوگئی تھی۔

"مصطفیٰ پلیز۔" وہ ہنس دیا تھا پرجوش زندگی کی حرارت سے بھرپور ہنسی۔ شہوار کا دل جیسے بے قابو ہوگیا تھا۔

"تو پھر کہو نا دل یو مس ہی؟"

"مجھے نیند آرہی ہے۔ اللہ حافظ۔" اس نے فوراً کال بند کرنا چاہی تھی۔

"بڑی ظالم ہو خیر واپس آ کر اچھی طرح خبر لوں گا اتنی دور تڑپتے سلگتے شوہر کے لیے دو لفظ بھی بولنے کو تیار نہیں یار شوہر ہوں تمہارا تمہاری ذات پر پورا اختیار ہے میرا اب ایسی بھی کیا بے گانگی۔" مصطفیٰ کا انداز ایک دم روٹھا روٹھا سا تھا۔

شہوار کا دل ایک دم بے چین ہوگیا تھا تاہم وہ لب کچلتے خاموش رہی تھی۔

"او کے کل واپسی پر بات ہوگی اپنا خیال رکھنا خوامخواہ کی کوئی بات نہیں سوچنا ٹھیک ہے۔" اگلے ہی پل مصطفیٰ نے سنجیدگی سے کہا۔

وہ پریشان ہوگئی تھی مصطفیٰ کی سنجیدگی اس کے دل میں ایک دم بوجھ بڑھانے لگی تھی۔

"آپ خفا ہوگئے ہیں۔" اپنی تمام انا کو پس پشت ڈالتے اس نے فوراً پوچھا۔

"تمہیں میری خفگی کی کوئی پروا ہے کیا؟" سنجیدہ انداز تھا۔ وہ فوراً پریشان ہوگئی۔

"دیکھیں مصطفیٰ ایسے مت کریں آپ مجھے اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں کس مزاج کی ہوں آپ اس طرح ناراض ہو کر کال بند کریں گے تو میں ساری رات سو نہیں پاؤں گی۔" وہ لاشعوری طور پر اتنا برا اظہار کر گئی تھی کہ دل میں مصطفیٰ کی خفگی کا احساس ایسا شدید تھا کہ اسے خود بھی پتا نہیں چلا تھا کہ وہ کیا کہہ گئی ہے۔

"ارے..... پھر کہو ذرا کیا کہا ہے؟" مصطفیٰ تو ایک دم نہال ہوگیا تھا۔ "شہوار، ہونا پھر سے؟" وہ فوراً بے قرار ہوا تھا پھر پکارا تو شہوار چونکی تھی۔ شہوار کو ایک دم احساس ہوا تھا وہ کیا کہہ گئی ہے۔

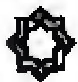
"مجھے نہیں پتا اب مجھ سے بات نہیں کیجیے گا۔" وہ ایک دم خود سے بھی خفا ہوگئی تھی فوراً کال بند کردی تھی اتنی شرمندگی فیل ہونے لگی تھی اسے اب خود پر غصہ آ رہا تھا نجانے مصطفیٰ نے کیا سوچا ہوگا۔ اگلے ہی پل مصطفیٰ کا میسج آ گیا تھا۔

"تھینک یو سو مچ سویٹ ہارٹ..... لو یو.....!" ساتھ اسمائیلو کتنی خوب صورت بھرپور وہ اور سرخ ہوگئی تھی پھر میسج آیا

"سی یو سوئٹ ڈریمز، مس یو۔" وہ اندازہ لگا سکتی تھی کہ اس کے اس اظہار پر مصطفیٰ کس قدر خوش ہوا ہوگا مصطفیٰ کا سوچتے اس کے لبوں پر مسکراہٹ سمٹ آئی تھی۔

وہ موبائل کان سے لگائے سن رہی تھی۔
"ہیلو! کون......!" نسوانی آواز پر وہ سنبھلی تھی۔
"کاشفہ بول رہی ہیں؟" اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔
"ہاں.....لیکن تم کون؟"
"انا بات کررہی ہوں ولید ضیا احمد کی کزن۔"
"اوہ......" دوسری طرف فوراً پہچان لیا گیا تھا۔
"ولید اور میری شادی کی بات چل رہی ہے لیکن اس سے پہلے میں تم سے چند باتیں پوچھنا چاہتی ہوں تم نے اس دن پھولوں کی دکان پر جو کچھ کہا وہ کس حد تک سچ ہے۔" انا کا انداز سنجیدہ تھا۔
"ولید سے پوچھو۔ وہ بتائے گا ہمارے درمیان کیا کچھ تھا۔" دوسری طرف کے جواب نے انا کو ساکت کردیا تھا۔
"کیا کچھ تھا؟"
"ایک لڑکی کسی لڑکے کے لیے جان سے ہاتھ دھونے کی کوشش کیوں کرتی ہے۔" سلگتا انداز تھا۔ انا کو لگا اس کے جسم سے جیسے سارا خون نچوڑ لیا گیا ہو۔
"مجھے یہ بتاؤ ولید بھی تم سے محبت کرتا تھا یا نہیں۔" اسے اپنی آواز کسی گہرے کنوئیں سے آتی محسوس ہورہی تھی۔
"تمہارے درمیان میں آنے سے پہلے تک مجھے یہی یقین تھا کہ وہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔" الفاظ ایسے تھے کہ انا ایک دم بستر پر گرگئی تھی۔
"وہ اب تمہاری وجہ سے مجھے رد کررہا ہے لیکن اب میں کسی بھی صورت اسے نہیں چھوڑوں گی۔ بہت مجبور ہوکر ولید کی طرف بڑھی تھی اس کی خاطر میں اپنی فیملی اپنی سوسائٹی اپنا سرکل سب کچھ چھوڑنے کو تیار تھی اور اس نے مجھے چیٹ کیا۔ میں کئی بار اس کی طرف گئی۔ اس کے سامنے گڑگڑائی جب تم جیسی لڑکی متبادل مل رہی ہو تو پھر کون ماضی کی غلطیوں کو یاد رکھتا ہے۔" وہ بے انتہا نفرت سے کہہ رہی تھی۔
"ولید کو کہہ دینا اب اس کے برے دن شروع ہوچکے ہیں۔ میرے ساتھ دھوکہ کرکے اچھا نہیں کیا۔ کاشفہ لوگوں کے دلوں سے کھیلتی تھی لیکن کوئی اس کے دل سے کھیل جائے اور وہ چپ چاپ سہہ لے ایسا نہیں ہوگا۔ اب وہ بھی انجام کے لیے تیار رہے، ایک ایک کرکے اس کے سب رشتے اس سے چھینوں گی تم بھی دیکھنا اور وہ بھی دیکھے گا۔" نفرت اور غصے سے وہ کہہ رہی تھی ادھر کال بند ہوگئی تھی۔ انا کو لگا جیسے اس کا وجود بالکل ساکت ہوگیا ہے۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)




ٹوٹا ہوا تارا

قسط نمبر 28

ڈسنے لگی ہے اب شب فرقت کی تیرگی
آجاؤ صبح روشن منور لیے ہوئے
ہر غم پر ہے اک نئی الجھن کا سامنا
ہم آئے ہیں عجب مقدر لیے ہوئے

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

مصطفیٰ ولید کے کہنے پر دعوت قبول کر لیتا ہے شہوار بھی وہاں شرکت پر بغیر کسی انکار کے حامی بھر لیتی ہے جس پر مصطفیٰ اس کے مصالحت آمیز انداز پر حیران رہ جاتا ہے جب ہی وہ اپنے درمیان حائل ناراضگی کو دور کرنے کی سعی کرتا ہے ایسے میں شہوار بھی مصطفیٰ کے بدلتے رویے کو دیکھ کر ساری تلخی کو ختم کر کے اس رشتے کو نئے انداز میں آگے بڑھانے کا ارادہ کر لیتی ہے۔ انا کی بدگمانی ولید کو سخت مضطرب کر دیتی ہے۔ دعوت پر کیتھی کو مدعو دیکھ کر وہ پھر سے خود ترسی کا شکار ہونے لگتی ہے دوسری طرف ولید کی زبانی اسے کیتھی کی منگنی طے ہو جانے کا پتا چلتا ہے لیکن اس کا دل پھر بھی کیتھی کی طرف سے صاف نہیں ہو پاتا۔ عباس اور عادلہ کے بڑھتے تنازعات کے پیش نظر شاہ زیب وکیل کے ذریعے طلاق کے کاغذات عادلہ کو بھجوا دیتے ہیں۔ اپنے رشتے کے اس انجام پر عباس نہایت مضطرب حالت میں رابعہ سے اپنے حالات شیئر کرتے اسے ہر طرح کے تحفظ کا یقین دلاتا ہے جبکہ رابعہ اس علیحدگی کا ذمہ دار خود کو گردانتی شرمندگی محسوس کرتی ہے۔ دوسری طرف عادلہ انہیں ایک ساتھ دیکھ کر بھڑک اٹھتی ہے اور فون پر رابعہ کی پارسائی پر طنز کرتے اسے دھمکیوں سے نوازتی ہے جبکہ رابعہ عباس کی پریشانی کے خیال سے اسے کچھ بھی بتانے سے گریز کرتی ہے۔ طلاق کے کاغذات دیکھ کر عادلہ انتقام کی آگ میں مزید بھڑک اٹھتی ہے۔ کیتھی رات ولید کے گھر ہی قیام کرتی ہے صبح انا کو کالج چھوڑنے کے دوران کیتھی بھی ان کے ہمراہ ہوتی ہے۔ ولید اس دوران بھی انا سے بات کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن وہ اسے بغیر کوئی موقع دیے چپ چاپ اتر جاتی ہے واپسی پر اسے تنہا گھر آنا پڑتا ہے جب ہی راستے میں مصطفیٰ کے کزن حماد اور شائستہ اسے گھر ڈراپ کرنے کی آفر کرتے ہیں ناچار وہ ان کے ہمراہ گھر آتی ہے جبکہ حماد اور انا کو دیکھ کر ولید حماد سے متعلق پوچھ گچھ کرتا ہے جس پر انا نہایت بدتمیزی سے اس کے کسی بھی سوال کا جواب دینے سے انکار کرتے مشتعل انداز میں اس زبردستی کے بندھن کو ختم کرنے کی بات کرتی ہے جبکہ ولید بھونچکا رہ جاتا ہے ضیاء صاحب کے پوچھنے پر وہ فوراً ہی انا سے شادی پر آمادگی ظاہر کرتا ہے جبکہ انا اس کے دوہرے رویے پر شدید الجھن کا شکار ہوتی ہے۔ مصطفیٰ کام کے سلسلے میں اسلام آباد چلا جاتا ہے ایسے میں شہوار اس کی کمی شدت سے محسوس کرتی اپنی بدلتی حالت پر خود بھی حیران رہ جاتی ہے۔ تابندہ بوا شاپنگ کے دوران اجنبی کو دیکھ کر ٹھٹک جاتی ہیں انہیں وہ چہرہ بے حد شناسا لگتا ہے لیکن جب ہی وہ بھیڑ میں ان کی نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے شہوار کی یاد محسوس کرتے وہ واپسی کا ارادہ کرتی ہیں لیکن اس کے کسی بھی سوال کا جواب نہ دے پانے پر وہ ایک مرتبہ پھر اپنی کوششوں میں مصروف ہو کر اپنا ارادہ ترک کر دیتی ہیں۔ رابعہ اپنی شادی کے متعلق عباس کو انفارم کرتے اپنی جاب چھوڑنے کی بات کرتی ہے جبکہ عباس یہ سب جان کر عجیب سی کشمکش کا شکار ہو جاتا ہے۔ انا ایک آخری کوشش کے طور پر ولید کے نمبر سے

کاشفہ کا نمبر لیتی ہے۔ اسی دوران کاشفہ کی مسڈ کالز اور ڈھیروں محبت بھرے میسجز دیکھ کر اس کا شک یقین میں بدلتا جاتا ہے۔ جبکہ دوسری طرف کاشفہ سے بات ہونے پر وہ ولید کے بڑھتے ہوئے تعلقات اور محبت کی داستان سنا کر انا کو مورد الزام ٹھہراتی ہے کہ اب یہ وہ صرف اس کی وجہ سے دھوکا کر رہا ہے اور وہ ولید کو اس کے لیے کبھی معاف نہیں کرے گی جبکہ انا مزید خوف کا شکار ہو جاتی ہے۔

(اب آگے پڑھیے)



ولید آفس جا رہا تھا گاڑی ابھی تک ٹھیک نہ ہوئی تھی ماما نے اسے کہہ دیا تھا کہ ولید کے ساتھ کالج چلی جائے وہ ڈراپ کر دے گا۔ اس نے انکار کرنا چاہا مگر ماما نے دوٹوک انداز میں کہا تو وہ گھسٹتی جھلستی ولید کی گاڑی میں جا بیٹھی تھی۔ ولید جب باہر آیا تو اسے پچھلی سیٹ پر دیکھ کر ٹھٹکا۔

دونوں کے درمیان کل جو منہ ماری ہو چکی تھی اس کو لے کر وہ خود بھی انا سے کافی کھچاؤ محسوس کر رہا تھا اب اسے دیکھ کر اس کا چہرہ ایک دم سنجیدہ ہو گیا تھا۔ بہت سنجیدگی کے عالم میں وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا تو انا بھی بگڑے تیوروں سمیت چہرہ موڑے باہر دیکھتی رہی تھی۔

ماما کا اصرار نہ ہوتا تو شاید وہ آج اپنا کالج جانا ہی موقوف کر دیتی۔ وہ بالکل سرد و سپاٹ تاثرات لیے باہر دیکھتی رہی انداز بالکل لاتعلق اور سرد مہر تھا گویا سرے سے کوئی آشنائی ہی نہ ہو۔ ولید نے کئی بار بیک ویو مرر سے اسے دیکھا تھا۔

"ایسا کب تک چلے گا؟" ولید اس سے لاکھ خفا سہی لیکن انا کی طرح بہت دیر تک دل میں غصہ دبا کر نہیں رکھ پاتا تھا آخر کار مخاطب کر ہی لیا۔ انا ولید کے الفاظ پر چونکی اور پھر لب بھینچ گئی۔

وہ رات کاشفہ سے بات نہ کر چکی ہوتی تو شاید اس کی پہل سے پگھل جاتی لیکن اب تو دل بھانبھڑ کی طرح جل رہا تھا۔ اس کی آنکھیں سرخ تھیں اور چہرہ بے تاثر۔

"انا! میں تم سے مخاطب ہوں۔" اس کی خاموشی پر ولید نے غصے سے زچ ہو کر ایک دم تلخی سے کہا۔

"مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی' آئندہ مجھے مخاطب کرنے کی قطعی ضرورت نہیں۔" وہ تلخی سے کہہ کر خاموش ہو گئی۔

ولید کے اندر ایک دم شدید اشتعال کی لہر اٹھی اور اس نے ایک دم گاڑی ایک طرف کھڑی کی اور پلٹ کر اسے دیکھا۔ گاڑی رکنے پر انا نے بھی چونک کر اسے دیکھا' ولید کی آنکھوں سے آنکھیں ملی تھیں۔ ولید بے پناہ غصے سے دیکھ رہا تھا وہ تنفر سے دیکھ کر چہرہ موڑ گئی۔

"یہ سب کیا ہے' کیوں کر رہی ہو تم ایسا؟" وہ خاموش رہی تھی۔

"جہاں تک میں جانتا ہوں تم کاشفہ کی وجہ سے ری ایکٹ کر رہی ہو۔ کاشفہ کو لے کر اگر ایسا کر رہی ہو تو حماقت کا ثبوت دے رہی ہو۔" ولید نے خاصے ضبط سے کہا تھا' دل چاہ رہا تھا کہ اس پتھر کے بت کو جھنجوڑ کر رکھ دے۔

"ایک لڑکی آپ کے لیے اپنی جان کی قربانی دینے کی کوشش کرے اور آپ کی بے حسی کا یہ عالم ہے کہ آپ کے لہجے میں کوئی افسوس ہی نہیں۔" وہ بولی تو ولید نے ایک گہرا سانس خارج کیا۔

"میں کلیئر کر چکا ہوں کہ میرا کاشفہ کے کسی بھی ری ایکشن سے کوئی تعلق نہیں اپنے ہر نفع' نقصان کی ذمہ دار وہ خود ہے۔" ولید نے کہا تو انا نے استہزائیہ دیکھا۔ ولید نے دیکھا انا کی آنکھیں سرخ اور بوجھل تھیں گویا وہ ساری رات روتی رہی تھی۔

"وہ ایک جذباتی لڑکی ہے جو دوسروں کو اپنی ذاتی ملکیت سمجھنے کی کوشش کررہی ہے میں کے کسی بھی عمل کا میں ذمہ دار نہیں ہوں۔"

"اس سے دوستی تو کی تھی نا آپ نے؟"

"ہاں لیکن اس کی بھی کوئی وجہ تھی اگر مجھے اندازہ ہوتا کہ وہ اس طرح انوالو ہوجائے گی تو شاید میں کبھی بھی ایسی حماقت نہ کرتا۔" ولید نے کہا تو انا کے ہونٹوں پر استہزائیہ تبسم لہرایا۔

"پھر بھی خود کو بری الذمہ سمجھ رہے ہیں ایک لڑکی سے دوستی کرتے ہیں اس کے ساتھ وقت گزرتے ہیں اس کو اہمیت دے کر اس سے پھر بے زاری کا اظہار کرتے ہیں اس سے بڑھ کر بے حسی کیا ہوگی۔ میں سمجھتی تھی کہ آپ بہت اچھے انسان ہیں لیکن مجھے کبھی اندازہ ہی نہ تھا کہ آپ نے ایسے شقی القلب اور ظالم انسان بھی ہیں کہ ایک لڑکی آپ کی خاطر اس حد تک آچکی ہے اور آپ خود کو بے گناہ کہہ رہے ہیں۔" وہ بولی نہیں پھٹ پڑی تھی جو دل میں آیا کہہ دیا۔

"شٹ اپ۔" ولید اس کے لب و لہجے اور الفاظ پر ایک دم مشتعل ہوا۔

"خبردار! مزید تم نے ایک لفظ بھی کہا تو......؟" ولید اس کے الفاظ پر ایک دم بھڑک اٹھا تھا۔ "دس از ٹو مچ۔" انگلی اٹھا کر وارن کیا۔

"کیوں چپ رہوں سچ اتنا برا کیوں لگ رہا ہے؟ حقیقت کے آئینے میں اپنی تصویر دیکھیں نا اب کیوں چلا رہے ہیں؟"

"انا خبردار! جسٹ اسٹاپ اٹ.....!" ولید اتنے غصے میں بولا کہ وہ چپ ہوگئی۔ ولید اسے دیکھتے گہرے گہرے سانس لے رہا تھا گویا خود پر بمشکل قابو پا رہا ہو۔

"میرے الفاظ جھوٹ تو نہیں ہیں سچ ہی تو کہا ہے پہلے کیتھی پھر کاشفہ اور اب میں۔ پتا نہیں کتنوں کو دھوکہ دیں گے آپ۔" وہ سر سے پاؤں تک بدظن ہوچکی تھی رندھی ہوئی آواز میں کہا۔ ولید نے لب بھینچ کر اسے دیکھا۔

"بات اعتبار اور بھروسے کی ہوتی ہے تم نے تو اول روز سے ہی مجھ پر بھروسہ کب کیا تھا جو تمہیں دھوکہ دیتا میں۔" کچھ لمحے سنبھلنے کے بعد ولید نے کہا۔

"ہمیشہ شک کے تناظر میں دیکھا تم کیا سمجھتی ہو میں نا سمجھ تھا کچھ اندازہ نہ لگا سکتا تھا۔ تم جو مرضی سمجھتی رہو اب تمہارے سامنے ایک لفظ بھی اپنی صفائی میں نہیں کہوں گا۔" ولید نے سرد مہری سے کہتے تیزی سے گاڑی ڈرائیو کی۔

انا نے بے بسی سے اسے دیکھ کر چہرہ موڑ لیا تھا آنکھوں میں ڈھیر سارا پانی جمع ہوگیا تھا وہ سوچتی رہی تھی کہ شاید ولید سب بیانات کی تردید کردے مگر ولید تو خاموش ہوگیا تھا۔ اس کے دل پر ایک دم بوجھ بڑھ گیا تھا باقی رستہ دونوں کے درمیان بالکل ہی خاموشی رہی تھی۔



نانو دبی کا دل بڑا بوجھل سا ہو رہا تھا انہیں شہوار شدت سے یاد آرہی تھی۔ ایک بار کون کا جی چاہا کہ وہ ایک بار جا کر اس سے مل آئیں وہ کون سا بہت دور تھی اسی شہر میں تو تھی ان کے نزدیک۔ لیکن پھر یہ سوچ کر رہ گئیں کہ وہ اتنے سارے لوگوں کے سوالوں کے بھلا کیا جواب دیں گی۔ وہ کچھ سوالوں کی تلاش میں یہاں آئی تھیں لیکن اب لگ رہا تھا کہ ان کے ہاتھ بالکل خالی ہیں۔ انہیں کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ اپنے سوالوں کی تلاش کا کام کہاں سے شروع کریں کوئی سرا ہی نہیں مل رہا تھا۔

کچھ سوچ کر وہ ساجدہ کو بتا کر ایک دفتر میں چلی آئی تھیں یہ ٹریول ایجنسی کا دفتر تھا برسوں پہلے وہ کسی کے ساتھ اس دفتر

نمرہ آرائیں

السلام علیکم جی آپ حیران ہورہے ہیں کہ یہ کون ہے جو بن بلائے مہمان کی طرح حاضر ہوگئی ہے لیجیے ہم اپنا تعارف کرواتے ہیں میرا نام نمرہ ہے میٹرک کی اسٹوڈنٹ ہوں۔ 5 مئی کو اس جہان فانی میں تشریف لائی ٹنڈوالہ یار میں رہتی ہوں مجھے سرخ گلاب بہت پسند ہے رنگوں میں کالا اور سفید بہت پسند ہے۔ لباس میں لانگ شرٹ اور فلیپر بڑا سادوپٹہ بہت پسند ہے آنچل سے رشتہ تقریباً چار سال پرانا ہے فیورٹ رائٹرز نازیہ کنول نازی سیدہ نایاب جیلانی ہے۔ پسندیدہ شعرا میں وصی شاہ ساغر پروین احمد فراز پسند ہیں۔ اب آتے ہیں میری فیملی کی طرف ہم پانچ بہن بھائی ہیں میرا نمبر دوسرا ہے مجھ سے دو بڑے بھائی ہیں گھر میں اور میرے بعد دو بہنیں اور ایک بھائی ہے۔ پڑھائی کا بہت شوق ہے اور فیوچر میں ڈاکٹر بننے کا ارادہ رکھتی ہوں۔ دعا کیجیے گا کہ میں اپنے اس ارادے میں کامیاب ہوجاؤں غصہ بہت جلدی آجاتا ہے اور جذباتی تو بہت ہوں سیر وتفریح کا بہت شوق ہے۔ سیڈ سونگز پسند کرتی ہوں تنہائی پسند بھی ہوں سب سے زیادہ پیار اپنی امی اور ابو جانی سے کرتی ہوں اور دوستی بہت کم ہی لوگوں سے کرتی ہوں اور میچ تو بہت شوق سے دیکھتی ہوں اور بیسٹ کھلاڑی شاہد آفریدی اور بیسٹ سنگر عاطف اسلم ہے آپ سب ہمیشہ خوش رہیں میں آپ کے لیے ہمیشہ یہ دعا کروں گی اللہ حافظ۔

کے چکر لگا چکی تھیں لیکن اس وقت یہاں ٹریول ایجنسی کی جگہ کاروباری مراکز کا دفتر تھا۔ دفتر بند کیے گروہ بے حد مایوس ہوئی تھیں۔ انہیں لگ رہا تھا کہ جیسے ان کی ہر کوشش ناکام ہورہی ہے گزرے دنوں میں وہ مختلف جگہوں پر جاچکی تھیں لیکن کوئی سرا ہاتھ نہیں لگ رہا تھا۔ وہ رکشے میں بیٹھ کر ایک اور جگہ چلی آئی تھیں دو تین دنوں میں وہ یہاں مسلسل آرہی تھیں۔

بہت ہی خوب صورت گھر تھا تعمیر سے لگتا تھا کہ جیسے چند سال پہلے ہی تعمیر کیا گیا تھا۔ ہر بار کی طرح چوکیدار گیٹ پر موجود تھا وہ تابندہ کو دیکھ کر فوراً پہچان گیا تھا۔

"ہاں بی بی آج ہی آئے ہیں ٹھہرو تم میں ان سے پوچھ کر آتا ہوں۔" چوکیدار اندر چلا گیا اور تھوڑی دیر بعد واپس آیا۔

"آؤ۔" وہ کہہ کر پھر اندر کی طرف بڑھ گیا تو تابندہ اس کے ہمراہ چلتے اندر کی طرف چلی آئی تھیں۔ وہاں ڈرائنگ روم میں صوفے پر ایک درمیانی عمر کی خاتون موجود تھیں۔

"بیگم صاحب! یہ وہ بی بی ہیں جن کا میں نے آپ کو بتایا ہے۔" چوکیدار نے کہا۔

"السلام علیکم!" تابندہ نے سلام کیا۔

"وعلیکم السلام! جی آئیں بیٹھیں۔" خاتون نے بغور دیکھتے ہوئے کہا تو تابندہ ان کے سامنے صوفے پر بیٹھ گئی۔

"معذرت چاہتی ہوں میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔"

"جی ہم لوگ پہلی بار مل رہے ہیں میرا نام تابندہ ہے۔ یہ گھر جس میں آپ لوگ رہ رہے ہیں پچیس چھبیس سال پہلے یہ ہمارا گھر تھا۔ پھر میرے شوہر نے یہ گھر بیچ دیا تھا۔" تابندہ نے سنجیدگی سے بتایا۔

"اوہ اچھا۔"

"اب تو آپ لوگوں نے گھر کا نقشہ ہی بدل دیا ہے بہت ہی پیارا بن چکا ہے یہ گھر تو۔" تابندہ نے اطراف میں دیکھتے کہا۔

"شکریہ۔"

"آپ کی باقی فیملی؟" تابندہ نے اطراف میں دیکھتے خاتون سے پوچھا۔

"یہ گھر ہمارے سسر صاحب نے خریدا تھا ہم لوگ پنڈی میں رہتے تھے۔ میرے شوہر کی وہاں جاب تھی پھر ریٹائرمنٹ کے بعد ہم لوگ واپس یہاں شفٹ ہو گئے۔ سسر انتقال کر گئے ہیں اور باقی لوگوں کو حصہ دے دلا کر ہم نے یہ گھر رکھ لیا اور دوبارہ اس کی کنسٹرکشن کروائی ہے۔"

"اوہ......"

"اور آپ کی ساس اور باقی لوگ؟"

"دو نندیں ہیں وہ اپنے اپنے گھروں میں آباد ہیں ایک دیور ہے وہ باہر شفٹ ہو گیا ہے اور ساس کا بھی انتقال ہو چکا ہے۔" تابندہ کو لگا جیسے وہ ایک دم نا امید ہو گئی ہیں۔

"مجھے کچھ معلومات چاہیے تھیں اسی لیے میں یہاں آ رہی تھی۔" تابندہ نے بتایا تو لہجہ میں مایوسی تھی۔

"ہاں چوکیدار بتا رہا تھا۔" خاتون نے کہا۔

"بات اصل میں یہ ہے کہ......" تابندہ نے آہستگی سے خاتون کے سامنے کچھ کہنا شروع کیا' خاتون بہت دھیان سے ان کی بات سن رہی تھیں۔



انا شہوار کے ساتھ لان میں بیٹھی ہوئی تھی اس کا موبائل بجنے لگا تو اس نے موبائل دیکھا۔ کاشفہ کا نام دیکھ کر وہ الجھی تھی' وہ رات کاشفہ سے بات کرنے کے بعد اس کا نمبر سیو کر چکی تھی۔

"ہیلو۔" اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی کال ریسیو کی۔

"کاشفہ بول رہی ہوں۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"تو......؟" وہ ولید کے ساتھ ساتھ کاشفہ سے بھی بدظن ہو چکی تھی رکھائی سے بولی۔

"میں تم سے ملنا چاہتی ہوں۔" کاشفہ نے کہا تو وہ چونکی۔

"وہ کیوں؟" اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔"

"ہاں کہو۔"

"ایسے نہیں تم جب ملو گی تو پھر تب ہی بات ہو گی۔" وہ نخوت سے کہہ بولی۔

"ایم سوری میں تم سے نہیں مل سکتی اور نہ ملنا چاہوں گی۔" اس نے تلخی سے انکار کر دیا۔

"مجھ سے مل لیتیں تمہارا ہی فائدہ تھا۔ خیر ولید میری کالز پک نہیں کرتا اسے کہہ دینا کاشفہ اتنی جلدی ہار نہیں ماننے گی۔ میں نے کھیل شروع کر دیا ہے اب انجام بھی دیکھے۔" دھمکی آمیز انداز میں کہتے اس نے کال بند کر دی تھی۔ انا ایک دم ساکت رہ گئی۔

"کیا ہوا؟" اسے گم صم دیکھ کر شہوار نے پوچھا تو وہ سنبھلی پھر نفی میں سر ہلا کر اس نے موبائل کان سے ہٹا لیا۔

"کس کی کال تھی؟"

"ویسے ہی ایک جاننے والی تھی' ملنے کا کہہ رہی تھی تو میں نے منع کر دیا۔" اس نے خود پر قابو پاتے کہا تو شہوار نے سر ہلا دیا۔

"مصطفیٰ بھائی آ گئے اسلام آباد سے؟" اپنے ذہن کو اس نے بزی کرنا چاہا۔

"صبح بات ہوئی تھی تب تک تو نہیں آئے تھے پھر میں کالج آ گئی تھی اس کے بعد بھی تک کوئی رابطہ نہیں ہوا۔" شہوار

جب شام ذرا سی ڈھلنے لگی موسم بھی تھوڑا بدلنے لگا کالی گھٹائیں چھانے لگی جب روشنی مدھم ہو جائے اور پنچھی چھپ کر سو جائیں جب جھولے پھر سے لہرانے لگیں ماحول پہ مستی چھانے لگی جب کوئل کوکو کرتی ہو اور ٹھنڈی آہیں بھرتی ہو	تب بارش جم کر برستی ہے اور آنکھیں میری ترستی ہیں یادوں کے دریچے کھل جاتے ہیں کچھ دوست بہت یاد آتے ہیں یہ بارش جب بھی آتی ہے دل بھر کے مجھے رولتیں ہیں نزہت جبین ضیاء

نے مسکرا کر بتایا۔
"وہ اب ٹھیک ہیں نا؟"
"ہاں۔"
"تم لوگوں کا ولیمہ کب ہوگا؟"
"پتا نہیں اس پر تو ابھی گھر میں کوئی ڈسکشن نہیں ہوا پھر مصطفیٰ بھی مسلسل بزی ہیں پتا نہیں انکل کیا فیصلہ کرتے ہیں۔"
"مصطفیٰ بھائی بھی بے چارے کیا سوچتے ہوں گے زندگی کا اتنا اہم ایونٹ تھا اور وہ بھی اس حادثے کی نذر ہو گیا۔" انا نے کہا تو شہوار نے ایک گہری سانس لی۔
"ہاں شاید اس میں بھی کوئی مصلحت تھی ورنہ....." تابندہ کا خیال آیا تو وہ ایک دم خاموش ہو گئی۔
"ایاز کا کوئی پتا چلا؟" انا اس کا خاموش ہو جانا محسوس نہ کر پائی تھی۔ شہوار نے نفی میں سر ہلا دیا۔
"مجھے نہیں علم مجھ سے اس ٹاپک پر کوئی بھی بات نہیں کرتی۔"
"ایاز نے جو بھی کیا ہے بہت برا کیا ہے خیر بچے گا تو وہ بھی نہیں۔ مجھے یقین ہے مصطفیٰ بھائی اسے نہیں چھوڑیں گے۔" اس کی بات پر شہوار خاموش ہی رہی تھی۔
"کیا بات ہے میں کل سے محسوس کر رہی ہوں تم ابھی ابھی سی ہو۔ مصطفیٰ بھائی تو تمہارے ساتھ ٹھیک ہیں نا؟" وہ جو خود ابھی ہوئی تھی اس کے باوجود شہوار کی خاموشی اور مزاج کو نوٹ کر گئی تھی۔
"ہاں ٹھیک ہوں میں بس ویسے ہی طبیعت ڈل سی ہو رہی ہے۔" اس نے مسکرا کر کہا تو انا نے بغور دیکھا۔
"اور مصطفیٰ بھائی؟" اس نے پوچھا تو مصطفیٰ کے نام پر اس کے چہرے پر بے اختیار سرخی سی چھا گئی تھی۔
"وہ بھی ٹھیک ہیں۔"
"مصطفیٰ کے ساتھ جو رشتہ ہو چکا ہے ایسے عالم میں میں پرانی باتوں کو لے کر بیٹھی رہتی تو شاید میں بہت خسارے میں رہتی۔ میرے پاس تو ویسے بھی بہت سارے رشتے نہیں ہیں اس رشتے کو بھی کھو دیتی تو پھر میرے پاس بچتا کیا۔" انا کے بغور دیکھنے پر شہوار نے دھیمی آواز میں کہا تو انا ایک دم پرسکون ہو گئی تھی۔
"بہت ہی اچھا فیصلہ کیا تم نے میں جتنا بھی مصطفیٰ بھائی کو جان سکی ہوں اس میں سرفہرست یہی ہے کہ وہ ہمیشہ تمہاری ڈھال بن کر رہیں گے بس تم ان کو دل سے قبول کر لو۔" شہوار مسکرا دی۔
"ہاں وہ بہت اچھے ہیں۔" مصطفیٰ نے جس طرح گزرے دنوں میں ہر لمحہ ہر پل اس کا خیال رکھا تھا وہ ایک دم بدل

گئی تھی۔

''میں نے کبھی بھی ان کی ذات سے انکار نہیں کیا تھا اور نہ ہی ان کی اچھائیوں کو جھٹلایا تھا میں تو بس اپنی ذات کی تسکین چاہتی تھی۔ اپنی پہچان کے بارے میں جاننا تو سب ہی کا حق ہے نا؟ میری سوچ اب بھی وہی ہے لیکن مصطفیٰ کے ساتھ ہونے والے حادثے نے مجھے سمجھا دیا ہے کہ بعض رشتے قدرت کی طرف سے انعام بن کر ملتے ہیں اگر جان بوجھ کر ناشکری کریں تو کھو بھی جاتے ہیں اور میں مصطفیٰ کو اب کھونا نہیں چاہتی۔'' کہتے کہتے اس کی آواز میں کی گھل گئی تھی انا نے بہت محبت سے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

''ان شاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا تم آنٹی اور باقی لوگوں کا سناؤ سب ٹھیک تو ہیں نا؟'' انا کے سوال پر اس نے سر ہلا دیا تھا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ انا کے سامنے تابندہ بی کے چلے جانے کا ذکر کرے لیکن پھر دل مسوس کر رہ گئی۔

''نجانے انا کیا سوچتی۔'' اس کے دل میں ہوک سی اٹھنے لگی ایک گہرا سانس فضا میں خارج کیا۔

''اشو کلاس میں چلتے ہیں مجھے ابھی عطیہ سے نوٹس بھی لینے ہیں اور سر سے ڈسکشن بھی کرنا ہے۔'' اپنا دھیان بٹانے کو کہا تو انا بھی سر ہلا کر اپنی چیزیں سمیٹنے لگی تھی۔



''کچھ پتا چلا؟'' تابندہ بی گھر آئیں تو بہت مایوس تھیں۔ بے جان انداز میں چارپائی پر بیٹھیں تو خالہ بی نے پوچھا تھا۔ تابندہ نے نفی میں سر ہلا دیا۔

''نہیں۔'' لہجے میں صدیوں کی سی تھکن تھی۔

''خالہ بی کبھی کبھی مجھے لگتا ہے کہ جیسے میں برسوں سے غلطی پر غلطی کرتی آئی ہوں۔ مجھے شدت سے احساس ہو رہا ہے کہ کم از کم بابا صاحب کو سب سچ سچ بتا دینا چاہیے تھا۔ میں ہمیشہ اس خوف میں رہی کہ کہیں وہ سب جاننے کے بعد مجھے اور شہوار کو دھتکار نہ دیں اور میری بچی نجانے کن حالوں میں ہوگی۔ ایک عمر تڑپتے سلگتے گزار دی میں نے ان گنت خط لکھے لیکن کسی ایک کا بھی جواب نہ آیا۔ تھک ہار کر میں نے امید ہی چھوڑ دی تھی لیکن شہوار کے سوالوں نے مجھے پھر مجبور کر دیا اور اب لگ رہا ہے کہ مجھے حویلی نہیں چھوڑنا چاہیے تھی نجانے وہاں میرے بارے میں اب کیا رائے قائم ہو چکی ہوگی اور سب سے بڑھ کر نجانے شہوار کیا سوچتی ہوگی۔ میری مامتا کی تسکین تو شہوار کے وجود سے ہو گئی تھی لیکن میری بچی......'' وہ بات چھوڑ کر سسکنے لگی تھیں۔ خالہ بی نے ایک گہرا سانس لیا۔

''تم واپس چلی جاؤ شہوار کا شوہر پولیس میں ہے اس کو سب بتا دو وہ ضرور تمہاری مدد کرے گا۔ تم خود ہی تو کہتی ہو کہ وہ ایک اچھا انسان ہے۔'' خالہ بی نے مشورہ دیا تو وہ چہرہ صاف کر کے انہیں دیکھنے لگیں۔

''اور اگر اس نے سب جاننے کے بعد بھی ہمیں قبول نہ کیا تو؟'' ان کے لہجے میں خدشے و اندیشے بول رہے تھے۔

''شہوار اس کی بیوی ہے اب اس کو چھوڑے گا تو نہیں۔''

''وہ بہت خاندانی لوگ ہیں حسب نسب پر جان دینے والے۔ وہ تو عباس کی شادی غیروں میں کر دی تھی اور شہوار بھی انہی کے سامنے پلی بڑھی تھی کچھ مہر النساء کا خصوصی لگاؤ بھی تھا اور پھر میں نے ان کو یقین بھی دلا رکھا تھا کہ شہوار کسی چھوٹے موٹے خاندان سے نہیں ہے انہوں نے اس کو بہو بنا لیا تھا لیکن مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں حقیقت جاننے کے بعد اس بچی کی زندگی برباد نہ ہو جائے۔ میں نے ساری زندگی اسی کی خاطر تو برباد کی ہے اور اب آ کر سب کچھ تباہ نہیں کر سکتی۔'' تابندہ بی عجیب کشمکش میں تھیں خالہ بی خاموشی سے دیکھنے لگی تھیں۔

''میں سوچ رہی ہوں کہ اسے کال کروں اس سے بات کروں نجانے وہ میرے بارے میں کیا سوچتی ہوگی ہے بھی تو

بہت حساس۔" ان کے لہجے میں شہوار کے لیے محبت ہی محبت تھی۔ خالہ بی نے سر ہلا کر ان کا ہاتھ تھام لیا تھا۔
"اللہ تمہیں کامیاب کرے اور اس بچی کی بھی مشکلات آسان کرے بڑی بدنصیب ہے وہ بے چاری تو اللہ اسے بھی صبر دے۔"
"آمین۔" تابندہ بی نے دکھے دل سے آمین کہا اور پھر اٹھ کر کمرے سے باہر نکل آئی ان کا ارادہ کسی پی سی او شہوار کو کال کرنے کا تھا۔



شہوار ابھی کالج سے لوٹی تھی چینج کرکے وہ ابھی کمرے سے نکلنے والی تھی جب اس کا موبائل بجنے لگا تھا۔ اس نے اسکرین پہ دیکھی اجنبی نمبر تھا۔
"ہیلو۔" اس نے جھجکتے ہوئے کال پک کی تھی۔
"السلام علیکم؟" آواز سن کر وہ ایک دم الجھی تھی۔
"وعلیکم السلام! کون؟"
"کیسی ہو شہوار؟"
یہ آواز...... یہ آواز تو تابندہ بی کی تھی وہ فوراً پہچانی تھی۔
"امی جی آپ؟" وہ چیخ اٹھی تھی فرط مسرت سے اس کی آواز قدرے بلند ہوگئی تھی۔
"کہاں ہیں آپ...... اور آپ کیسی ہیں؟"
"میں ٹھیک ہوں ادھر ہی ہوں تم بتاؤ کیسی ہو؟ مصطفیٰ کیسا ہے؟" انہوں نے نم آواز میں کہا تو شہوار کا دل بھر آیا۔ وہ شدت سے رو دی۔
"پلیز جہاں بھی ہیں آپ واپس آجائیں میں آپ کو بہت یاد کرتی ہوں۔ مجھے کچھ نہیں چاہیے کوئی سوال و جواب نہیں کروں گی پلیز لوٹ آئیں۔" وہ ایک دم جذباتی ہو رہی تھی۔ دوسری طرف تابندہ بی کا دل اس کے آنسوؤں سے پگھل گیا تھا۔
"میں آجاؤں گی...... ضرور آؤں گی لیکن جس مقصد کو لے کر حویلی سے نکلی تھی اس کو پورا کرکے ہی اب لوٹوں گی۔"
"کہاں ہیں آپ؟" اپنے آپ کو سنبھالتے اس نے سوال کیا۔
"اسی شہر میں ہوں۔"
"مجھے ایڈریس دیں میں آجاتی ہوں آپ کو لینے۔"
"نہیں شہوار ابھی ممکن نہیں میں پہلے ہی پریشان ہوں بس تم سے بات کرنے کو دل بے قرار تھا تو کال کرلی۔ تم پریشان نہیں ہونا میں جہاں بھی ہوں محفوظ ہوں۔ مجھے بس تمہارا خیال تھا کہ میرے اس طرح چلے آنے سے تم خفا ہوگی اور نجانے کیا کیا سوچ لو۔ بیٹا کچھ غلط مت سوچنا بس یہ سمجھ لو کہ تمہاری ماں مجبور تھی میں جو بھی کر رہی ہوں تمہارے لیے اور اپنے لیے ہی تو کر رہی ہوں۔ میری ممتا تڑپ رہی ہے لیکن میں اپنی بیٹی سے نہیں مل سکتی اس سے زیادہ میری بے بسی اور کیا ہوگی۔" وہ رونے لگیں تھیں۔ شہوار بے دم ہو کر بستر کے کنارے پر ٹک گئی تھی۔
"ایسے مت کریں میں پہلے بھی لوگوں کے لیے ایک سوالیہ نشان تھی۔ پہلے لوگ میرے باپ کا حوالہ پوچھتے تھے اور اب ماں کا بھی پوچھا کریں گے پتا نہیں میں کس کس کو جواب دوں گی۔" وہ اذیت سے چیخ گئی تھی۔
"آپ نے اتنے حسب نسب والے اونچے لوگوں میں میرا رشتہ جوڑ دیا کس کس کو کیا جواز پیش کروں یہ سب ہی سوال

کرتے ہیں۔ یہ تو شکر ہے کہ یہ لوگ اتنے اچھے ہیں کوئی اور جگہ ہوتی تو ایک لمحہ نہ لگاتے مجھے گھر سے باہر نکال دیتے میں۔" روتے ہوئے اس نے کہا تو تابندہ بی کا دل کٹنے لگا۔

"شہوار بیٹا بس تھوڑا اور صبر کرلو اگر مجھے کچھ بھی ہاتھ نہ آیا تو بس لوٹ آؤں گی۔ وعدہ ہے آ کر سب کچھ بتا دوں گی بس چند دن اور۔" انہوں نے التجا کی تو شہوار نے اپنے آنسو صاف کیے۔

"مجھے بتائیں تو سہی اتنی رازداری کس چیز کی ہے؟ کہاں ہیں آپ اور کن لوگوں میں ہیں؟"

"وقت آنے پر سب بتا دوں گی بہت ہی اچھے لوگ ہیں میرے اپنوں سے بڑھ کر میرا ساتھ دیا تھا انہوں نے ہر دکھ سکھ میں۔ تم فکر نہیں کرو میں محفوظ جگہ پر ہوں۔" شہوار خاموش ہوگئی تھی۔

"چلتی ہوں پھر موقع ملا تو کال کروں گی تم بس پریشان نہیں ہونا اور باقی لوگوں کو بھی تسلی دینا میں جلد ہی آ جاؤں گی۔ اپنا بہت سارا خیال رکھنا' اللہ حافظ۔" انہوں نے کال کاٹ دی تھی۔ شہوار نے اپنے آنسو صاف کرتے موبائل بستر پر ڈال دیا۔

تابندہ بی سے بات کر لینے سے اسے لگ رہا تھا کہ اس کا دل ٹھہرنے لگا ہے اس کو قرار آنے لگا۔ ورنہ دل تو ہر وقت پریشان رہتا تھا۔ کچھ سوچتے اس نے فوراً مصطفیٰ کا نمبر ملایا' مصطفیٰ نے کال کاٹ دی تھی شاید وہ کہیں بزی تھا۔ وہ بعد میں کال کرنے کا سوچ رہی تھی تو میسج ٹون بج اٹھی تھی۔ مصطفیٰ کا میسج تھا۔

"میں کچھ بزی ہوں' ابھی آفس پہنچا ہوں' شام میں گھر آؤں گا پھر بات ہوگی۔" مصطفیٰ کا میسج پڑھ کر وہ مزید خود کو ریلیکس محسوس کرنے لگی تھی۔

منہ پر پانی کے چھینٹے مار کر وہ باہر آئی تھی۔ شادی کی تصویریں آ گئی تھیں۔ لائبہ' مہر النساء اور دریہ وہی دیکھ رہی تھیں' آفاق ماں جی کی گود میں تھا۔ وہ ان کو سلام کرتے ماں جی کے پاس ہی بیٹھ گئی اور آفاق کو گود میں لے لیا تھا۔

"دیکھو شہوار کتنی پیاری تصویریں آئی ہیں۔" لائبہ نے اس کے سامنے البم کیا تو وہ تصویریں دیکھنے لگی سب ہی تصویریں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں خصوصاً مہندی اور بارات کی مصطفیٰ کی چھب ہی نرالی تھی۔

"مصطفیٰ کو دیکھو کتنا شاندار لگ رہا ہے۔" دلہا بنے مصطفیٰ کی تصویر دیکھتے بھابی نے کہا تو وہ مسکرا دی۔ مصطفیٰ واقعی بہت شاندار لگ رہا تھا۔

"شہوار بھی تو کسی سے کم نہیں دیکھو کیسی شہزادی لگ رہی ہے واقعی آن بان ہے اس کی۔" ماں جی نے بہت محبت سے کہا تو وہ جھینپی۔ دریہ طنزیہ مسکرائی نہ چاہتے ہوئے بھی شہوار نے نوٹ کیا تھا' وہ اس کے بائیں طرف تھی۔

"شہزادیوں والی آن بان رکھنے کے باوجود حسب نسب تو نہیں بدل جاتے۔" وہ طنزیہ بڑبڑائی تھی ماں جی نے نہیں سنا تھا جبکہ اس کے قریب بیٹھی شہوار کے کانوں نے اس کا جملہ مکمل طور پر گونج گیا تھا۔ اس کا چہرہ ایک دم پھیکا پڑنے لگا تھا۔ خود بخود البم پر سے اس کی گرفت ڈھیلی ہوگئی تھی۔

"میں کھانا کھالوں پھر آتی ہوں۔" وہ آفاق کو واپس ماں جی کی گود میں بٹھا کر کچن میں آ گئی۔

وہ تابندہ کی کال کے بارے میں ماں جی کو بتانا چاہتی تھی لیکن دریہ کی وجہ سے خاموش رہی تھی۔ کھانا کھا کر وہ یونہی اِدھر سے اُدھر گھومتی رہی تھی۔ مغرب ہوئی تو وہ نماز پڑھ کر اچھا سا لباس پہن کر شدت سے مصطفیٰ کا انتظار کرنے لگی۔ عشاء کے بعد مصطفیٰ کی آمد ہوئی تو وہ کچن میں تھی۔ ملازمہ سے چائے بنوا رہی تھی ابھی سب ہی نے کھانا کھایا تھا۔ ملازمہ سے ہی اطلاع ملی تھی کہ مصطفیٰ آ گیا ہے' اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا تھا' عظمت چائے بنا چکی تھی وہ ٹرے لے کر جانے لگی تو اس نے منع کردیا۔

"مجھے دو میں لے جاتی ہوں۔" وہ خود لاؤنج میں چائے لے کر آئی۔
آج کتنے دنوں بعد گھر میں رونق لگی ہوئی تھی سبھی لاؤنج میں موجود تھے۔ خوش گپیاں لگائی جارہی تھیں وہ اندر داخل ہوئی تو ماں جی کے پاس بیٹھے مصطفیٰ نے فوراً اسے دیکھا تھا۔ رنگ اور زیک کیمی نیشن کے لباس میں وہ جگمگ جگمگ کررہی تھی۔
"السلام علیکم!" قریب آنے پر اس نے آہستگی سے مصطفیٰ کو سلام کیا۔ مصطفیٰ نے سر ہلا کر جواب دیا وہ سب کو چائے سرو کررہی تھی۔
"مصطفیٰ تو کھانا کھائے گا شہوار بیٹا! ملازمہ کو کہو وہ کھانا گرم کردے۔" وہ چائے دے کر پلٹی تو ماں جی نے کہا۔
وہ سر ہلا کر کچن میں آئی اور عظمت کو کھانا لگانے کا کہا پھر خود اس کے ساتھ لگ گئی تھی۔ مصطفیٰ کچن میں آیا تو وہ ٹیبل پر اس کے لیے برتن رکھ رہی تھی۔ مصطفیٰ کی نگاہوں نے اسے پلکیں جھکا دینے پر مجبور کردیا تھا۔ مصطفیٰ مسکرایا اور ٹیبل تک چلا آیا۔ وہ دوپٹہ درست کرتے پلٹی تھی وہ جب گیا تھا تو وہ بستر پر دراز تھی اور آج اس کے سامنے چل پھر رہی تھی مصطفیٰ کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا تھا۔ شہوار نے پانی کا جگ لاکر رکھا تو مصطفیٰ نے ملازمہ کو دیکھا۔
"تم جاؤ کسی بھی چیز کی ضرورت ہوئی تو ہم لے لیں گے۔" مصطفیٰ نے کہا تو ملازمہ مسکراتی ہوئی وہاں سے نکل گئی تھی مصطفیٰ نے اسے دیکھا۔
"کیسی ہو؟" مصطفیٰ نے پوچھا تو اس نے محض سر ہلا دیا۔
"ٹھیک ہوں۔"
"بیٹھو....." اس نے کھڑے کھڑے ہی مصطفیٰ کی پلیٹ میں کھانا نکالا تو مصطفیٰ نے کہا تو وہ خاموشی سے بیٹھ گئی۔
"کھانا کھالیا؟" مصطفیٰ نے پوچھا تو اس نے سر ہلا دیا۔ مصطفیٰ کھانا کھانے لگا اور وہ خاموشی سے انگلیاں مسلتی بیٹھی رہی۔ مصطفیٰ گاہے بگاہے اسے دیکھ رہا تھا اور ہر نگاہ پر اس کا چہرہ سرخ ہورہا تھا۔
"کوئی بات کرو یار!" مصطفیٰ نے ٹوکا تو اس نے مصطفیٰ کو دیکھا۔
"آپ ٹھیک ہیں؟" کچھ نہ سوجھا تو خیریت پوچھ لی۔
"تمہارے سامنے ہوں کیسا لگ رہا ہوں۔"
"اور آپ کا زخم؟"
"میرے زخم سے کچھ زیادہ لگاؤ نہیں ہوگیا جب بھی خیریت دریافت کروگی صرف اسی کا پوچھوگی۔" مصطفیٰ کی برجستگی پر وہ جھینپ سی گئی۔
"میں تو ویسے ہی پوچھ رہی تھی۔"
"کبھی او ویسے ہی میرے دل کی حالت کے بارے میں بھی پوچھ لیا ہوتا تو کیا تھا۔" مصطفیٰ کی بات پر اس کا چہرہ ایک دم سرخ ہوگیا تھا۔
"میں چائے بنالیتی ہوں آپ پئیں گے نا۔" وہ فوراً بات بدل کر اٹھی تو مصطفیٰ نے گھورا۔
"اگر کبھی ہمارے درمیان لڑائی ہوئی تو اس کی سب سے بڑی وجہ تمہارا یہ رویہ ہوگا۔" مصطفیٰ نے کہا تو اس نے ایک گہرا سانس لیتے مصطفیٰ کو دیکھا۔
"میں نے کیا کیا ہے اب؟"
"یہ بے رخی اور اس پر یہ انداز لاتعلقی کہیں دکھ سے میں گزر ہی نہ جاؤں۔" مصطفیٰ کا انداز غیر سنجیدہ تھا وہ مسکرائی تھی۔ وہ

پلٹ کر ساس پین میں پانی ڈال کر چولہے پر رکھنے لگی تھی۔
مصطفیٰ نے اس کی پشت کو گھورا تھا لمبی چٹیا پشت پر جھول رہی تھی۔ دوپٹہ سلیقے سے سر پر جما ہوا تھا کہیں بھی کوئی بے ترتیبی نہیں تھی انداز پُراعتماد تھا۔ مصطفیٰ نے خاموشی سے کھانا ختم کیا شہوار دل جمعی سے چائے بنا رہی تھی مصطفیٰ کرسی گھسیٹتا اٹھ کر اس کے قریب میں آ کھڑا ہوا۔
"مجھے یاد کیا؟" اس کی طرف جھک کر کندھے پر ٹھوڑی ٹکاتے مصطفیٰ نے کہا تو وہ ایک دم کنفیوز ہوگئی۔
"پلیز چائے بنانے دیں مجھے۔" وہ منمنائی۔
"چائے سے زیادہ کسی کو تمہاری چاہ کی ضرورت ہے اور تم ہو کہ لفٹ ہی نہیں کروا رہیں۔" مصطفیٰ نے چولہا بند کردیا اور اسے کندھوں سے تھام کر اپنے سامنے کرلیا۔
"کتنی ظالم ہو تم شوہر اتنے دن بعد گھر آیا ہے اور تم ہو کہ کوئی رسپانس ہی نہیں دے رہی ہو۔" مصطفیٰ نے شکوہ کیا تو وہ سر سے پاؤں تک سرخ ہوگئی تھی۔
"پلیز کوئی آ جائے گا۔" مصطفیٰ کی نگاہوں کی وارفتگیوں سے وہ کنفیوز ہو رہی تھی۔
"تو......؟"
"آپ بیٹھیں نا میں چائے لاتی ہوں۔" اس نے ٹالنا چاہا تب مصطفیٰ نے سنجیدگی سے دیکھا اس سے پہلے کہ وہ جواباً کچھ کہتا دریہ وہاں چلی آئی تھی۔ مصطفیٰ ایک دم گہرا سانس لیتا پلٹا اور شہوار بھی رخ موڑ گئی تھی۔
دریہ نے خاموشی سے یہ سب دیکھا تھا اس کے دل و دماغ پہلے ہی تکلیف میں رہتے تھے اب بھی تنفر سے شہوار کو دیکھا وہ دوبارہ چولہا جلا کر چائے کی طرف متوجہ ہوگئی تھی۔
"مصطفیٰ ایک کام ہے تم سے؟" شہوار کو نظر انداز کرکے دریہ نے کہا تو مصطفیٰ نے اسے دیکھا۔
"ہاں کہو۔"
"مجھے زاہد بھائی کے ہاں جانا ہے تم ڈراپ کردو گے ذرا؟" اس نے کہا تو شہوار نے فوراً پلٹ کر دیکھا۔
"اس وقت؟" مصطفیٰ نے گھڑی دیکھی نو بج رہے تھے۔
"ہاں شائستہ بھابی سے ایک کام تھا تو ابھی جانا ہے۔"
"یہ ابھی لوٹے ہیں تھکے ہوئے ہوں گے تم کسی اور سے کہو۔" شہوار کو دریہ کا اس بے وقت کہیں جانا ایک آنکھ نہ بھایا تھا اس نے فوراً کہا تو مصطفیٰ نے پلٹ کر دیکھا اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی تھی۔
"کوئی بات نہیں میں کر دیتا ہوں ڈراپ۔" محض شہوار کو ستانے کا مقصد تھا شہوار نے حیران ہوکر دیکھا۔
"کب تک واپسی ہوگی؟" مصطفیٰ نے دریہ سے پوچھا۔
"یہ تو وہاں جا کر پتا چلے گا... میں بیگ لے آتی ہوں۔" بڑے فاتحانہ انداز میں شہوار کو دیکھتے دریہ نے کہا۔ شہوار لب بھینچ کر ابلتی چائے کو دیکھنے لگی تھی۔
"اوکے میں چائے پی لوں پھر چلتے ہیں۔" مصطفیٰ نے کہا دریہ بیگ لینے چلی گئی تھی۔ شہوار نے خاموشی سے چائے کپ میں انڈیلی تھی۔ مصطفیٰ نے اسے بغور دیکھا تھا شہوار نے کپ اس کی طرف بڑھایا تو مصطفیٰ نے تھام لیا۔
"تم بھی چلو۔" اس نے بغور دیکھتے کہا۔
"نہیں مجھے اسٹڈی کرنی ہے میرے پاس وقت نہیں۔" شہوار کا انداز سنجیدہ تھا۔
"مجھے نہیں پتا یاد کرکر لینا ورنہ تنگ ہو جاؤ گی۔" مصطفیٰ نے سپ لیتے ہوئے کہا تو اس نے سنجیدگی سے مصطفیٰ

کو دیکھا۔
"آپ دریہ کو لے کر جائیں، مجھے واقعی اسٹڈی کرنی ہے۔" کہہ کر وہ ٹیبل سے برتن سمیٹنے لگ گئی تھی جب ہی دریہ بھی اپنا بیگ لے چلی آئی تھی۔
"چلیں مصطفیٰ۔"
"یہ چائے پی لوں، چلتے ہیں۔" مصطفیٰ نے کہا تو شہوار برتن سمیٹ کر سنک میں رکھنے لگی تھی، مصطفیٰ نے اسے بغور دیکھا تھا۔



وہ اپنے کمرے میں بکس کھولے بیٹھی ہوئی تھی جب صبوحی بیگم اس کے پاس آ بیٹھی تھیں اس نے بکس سے توجہ ہٹا کر انہیں دیکھا۔
"کیا بات ہے میں کچھ دن سے نوٹ کر رہی ہوں تم بہت اکھڑی اکھڑی سی ہو رہی ہو۔ کالج سے کمرے تک اور کمرے سے کالج تک، کوئی ایکٹیویٹی ہی نہیں۔" انہوں نے بیٹھتے ہی کہا تو انا نے چونک کر انہیں دیکھا۔
"ایسی کوئی بات نہیں اسٹڈی کا بہت حرج ہو چکا ہے بس اسی لیے بزی ہوں۔" اس نے سنجیدگی سے کہا صبوحی بیگم نے بغور دیکھا۔
"تمہیں پتا تو چل گیا ہوگا کہ ضیاء بھائی تمہاری اور ولید کی شادی کی تاریخ فائنل کرنے کی بات کی ہیں۔" انہوں نے کہا تو وہ سر جھکا گئی تھی۔
"جی۔"
"وہ تاریخ مانگ رہے ہیں میں نے سوچا تم سے بھی پوچھ لوں۔ تمہاری اسٹڈی کا شیڈول دیکھ کر ہی کوئی تاریخ رکھتے ہیں۔" انا کچھ پل کے لیے بالکل ساکت بیٹھی رہی۔
"ہاں تو پھر کون سی تاریخ ٹھیک رہے گی؟" انہوں نے پوچھا تو انا نے ایک گہرا سانس لیا۔
"ماما میں ابھی اس شادی کے حق میں نہیں ہوں، پلیز ماموں کو منع کر دیں۔" اس کا لہجہ سنجیدہ تھا۔ صبوحی بیگم نے چونک کر بیٹی کو دیکھا۔
"کیوں؟"
"میں بس ابھی اپنی ایجوکیشن مکمل کرنا چاہتی ہوں۔" اسے بس یہی بہانہ سوجھا۔
"ایجوکیشن بعد میں بھی مکمل ہو سکتی ہے۔"
"نہیں ماما میں ابھی کسی بھی قسم کے بکھیڑے میں نہیں پڑنا چاہتی۔ میرے لیے سب سے پہلے میری ایجوکیشن ہے پلیز آپ منع کر دیں۔" اس کا انداز قطعی تھا۔ صبوحی بیگم نے بہت الجھ کر اس کے رویے کو نوٹ کیا تھا۔
"انا! کیوں مجھے پریشان کر رہی ہو کیا مسئلہ ہے بیٹا! ولی نے کچھ کہا ہے کیا؟"
"ماما میں کہہ چکی ہوں نا کہ کوئی اور بات نہیں اور میں بس اپنی ایجوکیشن کمپلیٹ کرنا چاہتی ہوں پلیز آپ ماموں کو کہہ دیں اگر پھر بھی وہ اصرار کریں تو میں خود ان سے بات کر لوں گی۔" اس کا انداز بے لچک تھا صبوحی بیگم پریشان ہو گئی تھیں۔
منگنی کے بعد سے وہ انہیں خوش دکھائی دینے لگی تھی لیکن پھر کچھ عرصے سے وہ پرانے مزاج میں لوٹ گئی تھی۔ نجانے کیا بات تھی وہ اپنی فیلنگز بھی تو کسی سے شیئر نہیں کرتی تھی۔ وہ کتنے دنوں سے اس کے انداز و اطوار نوٹ کر رہی تھیں۔ نجانے کیوں انہیں محسوس ہو رہا تھا کہ انا کے انکار کے پیچھے کوئی اور وجہ ہے۔

"ٹھیک ہے میں بھائی صاحب سے بات کرتی ہوں اور تمہارے پاپا سے بھی۔ تمہاری رخصتی ہوجاتی یہ ہم سب کی خواہش ہے۔ وہ دونوں خود ہی اب تم سے بات کریں گے جو بھی کہنا ہے اپنے پاپا کو ہی کہنا وہ تو مکمل طور پر شادی پر رضا مند ہیں۔" وہ کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

"ایک دفعہ پھر سوچ لو کوئی جلدی نہیں۔ دو تین دن کا وقت ہے پھر جو بھی فیصلہ ہو بتا دینا۔" وہ کہہ کر چلی گئی تھیں۔

ان کے جانے کے بعد وہ ایک دم لب بھینچ گئی تھی۔ ہاتھ میں پکڑا ہوا پین کتابوں پر پھینک دیا۔

صبح ولید کے ساتھ ہونے والی تلخ کلامی کے بعد اس کا دل جل کر ایسا راکھ ہوچکا تھا کہ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ولید ضیاء سے جڑا نہ صرف ہر رشتہ ختم کروالے بلکہ ساری زندگی کے لیے خود کو اس کی نظروں سے دور کرلے۔ وہ کچھ دیر تک بے حس و حرکت بیٹھی رہی تھی اور پھر اٹھ کر کمرے سے باہر آئی تو لاؤنج میں ایک محفل جمی ہوئی تھی۔ سبھی موجود تھے۔

ماما پاپا احسن روشنی ماموں اور ولید..... سب سے پہلے ولید کی ہی نگاہ اس پر پڑی تھی وہ لاؤنج کے دروازے میں کھڑی تھی۔ ولید کے چہرے پر ایک دم سنجیدگی چھا گئی تھی اس نے چہرے کا رخ موڑ لیا تھا۔

انا کے اندر سلگتی آگ کا الاؤ مزید بھڑکنے لگا تھا۔ دوسری نگاہ ماموں کی اس پر پڑی تھی وہ اسے دیکھ کر مسکرائے تھے۔

"انا بیٹا! یہ میں کیا سن رہا ہوں۔" انہوں نے کہا تو وہ لب بھینچ گئی تھی یعنی ماما نے اس کا انکار سب تک پہنچا دیا تھا۔

"ادھر آؤ میرے پاس۔" انہوں نے بلایا تو وہ ان کے پاس صوفے پر آ بیٹھی تھی انہوں نے اسے بازو کے حصار میں لے لیا تھا۔ سبھی نے ان دونوں کو دیکھا تھا ماسوائے ولید کے۔ وہ ٹی وی کی طرف متوجہ تھا۔

"صبوحی بتا رہی تھی کہ تم نے ابھی شادی کے لیے انکار کردیا ہے۔" انہوں نے پوچھا تو وہ سر جھکا گئی ولید نے بھی اسے دیکھا انا نے سر ہلایا تھا۔

"کیوں بیٹا؟" انہوں نے پوچھا۔

"میں ماما کو وجہ بتا چکی ہوں۔" اس نے جواباً کہا۔

"بیٹا اتنا بڑا پرابلم نہیں ہے کہ تم اس کو وجہ بنا کر شادی سے انکار کرو۔ تم شادی کے بعد ایجوکیشن جاری رکھ سکتی ہو تمہاری دوست بھی تو شادی کے بعد پڑھ رہی ہے نا۔" انہوں نے کہا تو اس نے ایک گہرا سانس لیا۔

"شہوار کے ساتھ مسئلہ تھا اس لیے اس کی شادی ہوگئی تھی جبکہ میرے ساتھ کوئی پرابلم نہیں ہے میں اپنی ایجوکیشن مکمل کرنا چاہتی ہوں اور مجھے یقین ہے کہ آپ میں سے کوئی بھی مجھے فورس نہیں کرے گا۔" اس کا لہجہ اب قطعی تھا۔

"لیکن شہوار....." صبوحی بیگم نے کچھ کہنا چاہا تو ضیاء صاحب نے ہاتھ اٹھا کر روک دیا۔

"تمہاری بات ٹھیک ہے ہم تمہیں فورس نہیں کررہے لیکن یہ میری خواہش تھی کہ تمہاری اور ولید کی شادی ہوجاتی۔" ماموں نے رسانیت سے کہا۔

"میں آپ کی خواہش کا احترام کرتی ہوں ماموں لیکن میں خود کو ذہنی طور پر اس کے لیے تیار نہیں کر پا رہی۔ پلیز مجھے بار بار مت کہیں میرا جواب یہی ہوگا۔" وہ بہت سنجیدگی سے کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"ایکسکیوز می۔" وہ کہہ کر وہاں سے چلی گئی تھی ولید نے بہت ضبط سے اسے وہاں سے جاتے دیکھا تھا۔ وہ اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ وہ ایسا کیوں کررہی ہے؟

انا کے انکار پر اس کی انانیت پر ایک گہری چوٹ لگی تھی۔ وہ پہلے ہی اس کے رویوں کو لے کر الجھا ہوا تھا اور اب اس کے انکار نے اس کے دل و دماغ کو الجھا دیا تھا۔ اس نے دیکھا انا کے انکار کے بعد ضیاء صاحب کا چہرہ مرجھا گیا تھا۔ ولید کے اندر ایک دم شدید اضطرابی کیفیت نے جنم لیا تھا۔

"آپ پریشان نہ ہوں میں اس سے خود بات کروں گا وہ انکار نہیں کرے گی۔" وقار صاحب نے کہا تو ضیاء صاحب مسکرادیئے۔

"کوئی بات نہیں وہ اگر ابھی راضی نہیں تو کوئی زبردستی نہیں۔ یہ تو بس میری خواہش تھی ولید بھی کہاں راضی تھا وہ خود چاہتا تھا کہ پہلے انا کی ایجوکیشن مکمل ہو جائے اور اب وہ بھی یہی کہہ رہی ہے بچوں کی یہی خواہش ہے تو مجھے بھی کوئی اعتراض نہیں۔" ضیاء صاحب نے خود کو سنبھال لیا تھا جبکہ ولید خود کو سنبھال نہیں پا رہا تھا۔ وہ کچھ دیر بیٹھے رہنے کے بعد وہاں سے اٹھ گیا۔

اس کے اندر ایک عجیب سا طوفان اٹھ رہا تھا' وہ اپنے والے پورشن کی جانب جانے کی بجائے انا کے کمرے کی طرف چلا آیا تھا۔ اس نے دروازے پر ہاتھ رکھا تو وہ کھلتا چلا گیا تھا۔ انا بستر کے کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھی ہوئی تھی اردگرد بکس موجود تھیں' دروازہ کھلنے پر وہ فوراً سیدھی ہوئی تھی۔ ولید کو دیکھ کر اس نے فوراً اپنا چہرہ صاف کیا تھا۔ ولید کمرے میں چلا آیا تھا۔

"کیوں انکار کیا تم نے؟" اسے دیکھتے ولید نے پوچھا' لہجے میں تیزی تھی۔

"میں آپ کے سامنے جواب دہ نہیں ہوں۔" انا کے لہجے میں تیزی تھی۔

"کیا مسئلہ ہے تمہیں؟ سب کچھ سیدھا سیدھا چل رہا ہے کیوں سب خراب کرنے پر تلی ہوئی ہو۔"

"میں آپ سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتی' آپ چلے جائیں میرے کمرے سے۔" انا کی برہمی کا وہی عالم تھا۔

"تمہارا دماغ خراب ہے اور کچھ نہیں۔" ولید کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کھینچ کر ایک تھپڑ اس کے منہ پر لگا دے اس کے اندر آتش فشاں پھٹ پڑنے کو تھا۔ وہ کمرے میں ٹہلنے لگا' انا تنے اعصاب سے اسے دیکھ رہی تھی۔

چند پل اپنے غصے پر قابو پاتے وہ پلٹا' انا اسی طرح بستر کے کنارے بیٹھی ہوئی تھی' پھر وہ اس کے قریب بیٹھ گیا۔ انداز صلح جو تھا۔

"دیکھو انا! جو بھی ہو رہا ہے اچھا نہیں ہو رہا' تم جو بھی سوچ رہی ہو وہ سب بے معنی ہے۔" ولید نے انا کا ہاتھ تھامنا چاہا تو اس نے ہاتھ پیچھے کرلیا۔

"میں آپ سے کہہ چکی ہوں کہ مجھے کسی بھی سلسلے میں کوئی بات نہیں کرنی۔" انا کا انداز بے لچک تھا۔ ولید نے مٹھیاں بھینچ لی تھیں۔

"تم میرے اور اپنے لیے بہت سے مسائل پیدا کر رہی ہو۔" ولید نے تلخی سے کہا۔

"میں سب اچھی طرح جانتی ہوں کہ میں کیا کر رہی ہوں اور کیوں کر رہی ہوں؟ میں آپ جیسے دھوکے باز فطرتی انسان کے ساتھ زندگی نہیں گزارنا چاہتی سو میں انکار کر چکی ہوں' مجھے کوئی مجبور نہیں کر پائے گا۔" وہ چیخ کر بولی۔

"شٹ اپ۔" ولید اس کے الفاظ پر ایک دم آپے سے باہر ہو گیا تھا' اس کا ہاتھ بے اختیار اٹھا تھا۔

انا کے چہرے پر اس کی انگلیوں کے نشان ثبت ہو چکے تھے' انا نے بے یقینی سے ولید کو دیکھا تھا۔

"آئندہ میرے بارے میں ایسا کچھ کہا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا' تم ایک شکی مزاج اور بدتمیز لڑکی ہو' دماغ خراب تھا میرا جو تم سے بات کرنے چلا آیا۔ تم میرے ساتھ زندگی گزارنے سے انکار کیا کرو گی' میں خود تم سے متعلق ہر تعلق کو رد کرتا ہوں۔" ولید کے اندر کا آتش فشاں ایک دم پھٹ پڑا تھا۔ انا بے اختیار رخسار پر ہاتھ رکھے پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔

"میں پاگلوں کی طرح تم کو وضاحتیں دیتا پھر رہا ہوں' دماغ خراب ہے تمہارا' تم کہیں نہیں یا کاشفہ سے متعلق جو بھی سوچتی ہو وہ صرف تمہارے دماغ کا فتور ہے اور کچھ نہیں۔" تلخی سے کہہ کر وہ پلٹا اور پھر دروازے کے پاس جا کر رکا اور پلٹ کر

اسے دیکھا تھا۔ وہ شدت سے رو رہی تھی اور زندگی میں پہلی بار اسے روتے دیکھ کر کوئی افسوس نہیں ہوا تھا' غصے سے کچھ کہنا چاہا تھا لیکن پھر لب بھینچ کر وہاں سے نکل آیا تھا۔ انا کے منہ سے جو کے باز اور فلرٹی کے الفاظ سن کر ولید کو لگ رہا تھا کہ فشار خون ایک دم بڑھ گیا ہے۔

ولید کو اپنے ہاتھ اٹھانے پر کوئی شرمندگی نہ تھی' وہ ایک دم اپنی انا کے حصار میں مقید ہوگیا تھا۔ وہ اپنے پورشن کی طرف آ گیا تھا' اپنے کمرے کی طرف جانے کی بجائے وہ ٹیرس پر ٹہلتا رہا تھا۔ اس کے اندر سے رہ رہ کر انا کے لیے غم و غصے کے بادل اٹھ رہے تھے۔ وہ دھیمے مزاج کا انسان تھا لیکن انا کے الفاظ نے گویا اس کے سارے ٹمپرامنٹ کا حشر نشر کر دیا تھا۔ اس کے اندر گویا ایک دم بھانبھڑ جل اٹھے تھے۔

انا کس قدر واضح الفاظ میں اس کی تذلیل کرچکی تھی اس کے اندر رہ رہ کر ملال اٹھ رہا تھا کہ وہ کیوں کر اس کے روم میں گیا تھا۔ کیا ضرورت تھی اس سے بات کرنے کی؟ ٹہلتے ٹہلتے وہ تھکنے لگا تو بےدم سا ہو کر ٹیرس کی سیڑھیوں پر جا بیٹھا تھا۔



رات کے بارہ بج رہے تھے مصطفیٰ ابھی تک نہیں لوٹا تھا۔ مصطفیٰ اور دریہ کے جانے کے بعد وہ کمرے میں چلی آئی تھی عشاء کی نماز پڑھ کر وہ اسٹڈی کرنے لگی تھی لیکن بار بار ذہن مصطفیٰ کی طرف راغب ہونے پر وہ سب کچھ سمیٹ کر لیٹ گئی تھی لیکن نیند کوسوں دور تھی۔ وہ لائٹس آف کیے سونے سے زیادہ مصطفیٰ کی آمد کی منتظر تھی۔ مصطفیٰ کے دریہ کے ساتھ چلے جانے سے اس کے اندر عجیب سی کیفیت پیدا ہو رہی تھی بارہ بجے کے قریب گاڑی کا مخصوص ہارن سنائی دیا تھا۔ یہ مصطفیٰ کی گاڑی تھی یقیناً وہ آ گیا تھا۔

بہت دنوں بعد وہ اپنی گاڑی خود ڈرائیو کرکے گیا تھا۔ شہوار آنکھوں پر بازو رکھے سوتی بن گئی تھی۔ مصطفیٰ کچھ دیر بعد کمرے میں داخل ہوا تھا۔

لائٹس آن کیں تو نگاہ سیدھی بستر کی طرف اٹھی تھی۔ شہوار کمبل میں لپٹی سو چکی تھی۔ مصطفیٰ نے یک گہرا سانس لیا دریہ کو ڈراپ کرنے کی حامی بھرنا تو محض شہوار کو ستانے کی خاطر تھا لیکن وہاں جا کر اندازہ ہی نہ ہوا تھا کہ اتنی دیر لگ جائے گی۔ مصطفیٰ اپنا نائٹ ڈریس الماری سے نکال کر واش روم میں گھس گیا تو شہوار نے دروازہ بند ہونے کی آواز پر بازو ہٹا کر دیکھا اور پھر آنکھیں موند لیں۔

درحقیقت مصطفیٰ کے اس طرح چلے جانے سے وہ اندر ہی اندر سخت خفا تھی مصطفیٰ لباس بدل کر آیا تو شیشے کے سامنے کھڑے ہو کر بال بنانے لگا تھا' خود پر پرفیوم اسپرے کیا اور پھر بستر کی طرف چلا آیا۔ شہوار سر تک کمبل اوڑھے ہوئی تھی۔ وہ اس کے قریب نیم دراز ہوگیا تھا۔

''شہوار.....'' اس نے پکارا تھا لیکن وہ بے حس و حرکت رہی۔

''شہوار.....'' اس نے اس کے منہ سے کمبل کھینچا۔

''اٹھ جاؤ یار مجھے پتا ہے تم جاگ رہی ہو'' اس پر جھکتے ہوئے اس نے شرارتی لہجے میں کہا تھا۔ شہوار نے آنکھیں کھول کر سنجیدگی سے دیکھا اور پھر پلکیں موند کر کروٹ بھی بدل لی۔

''مجھے تنگ نہ کریں سونے دیں۔ صبح کالج جانا ہے خوامخواہ لیٹ ہو جاؤں گی۔'' آواز میں خفگی تھی۔ مصطفیٰ نے اس کا بازو تھام کر اس کا رخ اپنی طرف کرلیا۔

''ناراض ہو۔''

''آپ کو میرے ناراض ہونے کی کیا پروا؟'' لہجے میں بے پناہ خفگی تھی۔ مصطفیٰ یک دم مسکرایا۔

"سوری دریہ کو ڈراپ کرنے گیا تھا زاہد اور شائستہ بھابی نے روک لیا۔ بس باتوں ہی باتوں میں وقت گزرنے کا احساس ہی نہ رہا۔"

"آپ سو جائیں تھک گئے ہوں گے۔" شہوار نے کہا تو مصطفیٰ نے گھورا۔

"ہاں گاڑی تو میں اپنے کندھوں پر اٹھا کر لایا ہوں نا۔" مصطفیٰ کا انداز مسکراتا ہوا تھا شہوار اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔

"دریہ بھی آ گئی واپس یا وہیں رک گئی ہے۔"

"وہیں رک گئی ہے کل آ جائے گی۔" اس نے کہا۔

"آپ جس کام سے گئے تھے وہ ٹھیک ہو گیا۔"

"بہت ہی اچھا ہو گیا۔"

"آج امی کی کال آئی تھی۔" وہ جو ابھی تک کسی کو بھی بتا نہ پائی تھی ایک دم مصطفیٰ کے سامنے کہہ گئی' مصطفیٰ ایک دم چونکا۔

"کب......؟"

"آج جب میں کالج سے لوٹی تھی تب۔"

"ویری گڈ...... کیا کہا تھا' کچھ بتایا کہ کہاں ہیں وہ؟"

"نہیں بس مجھ سے بات کی تھی میں نے کئی بار پوچھا لیکن انہوں نے کچھ بھی نہ بتایا۔" بتاتے بتاتے اس کی آواز میں نمی گھل گئی تھی۔

"وہ کیوں کر رہی ہیں ایسا؟ میں نے کہا بھی تھا وہ آ جائیں واپس۔ میں کچھ بھی نہیں پوچھوں گی لیکن انہوں نے پھر بھی انکار کر دیا۔" وہ رو دینے کو تھی' مصطفیٰ نے بہت محبت سے اسے ساتھ لگا لیا۔

"اور کیا بات ہوئی؟" شہوار دھیرے دھیرے سب بتاتی گئی' مصطفیٰ نے بغور سنا تھا۔

"نمبر نوٹ کیا جہاں سے کال آئی تھی۔" تمام تفصیل سننے کے بعد مصطفیٰ نے پوچھا تو اس نے سر ہلا دیا۔

"موبائل میں ریسیو کالز کے اندر ہی ہے۔" سائیڈ ٹیبل سے موبائل اٹھا کر نمبر نکال کر اس نے مصطفیٰ کو دیا۔ مصطفیٰ نے چند پل نمبر کو بغور دیکھا تھا۔

"یہ تو لینڈ لائن نمبر ہے۔" مصطفیٰ نے نمبر دیکھتے ہی کہا۔ وہ اپنے موبائل پر نمبر ڈائل کر کے چیک کرنے لگا تھا' شہوار خاموشی سے دیکھتی رہی تھی۔ رات کے اس پہر کال جاتی رہی تھی لیکن کسی نے ریسیو نہ کی تو مصطفیٰ نے پھر کسی اور جگہ کال کی تھی۔

"کیسے ہو؟ ہاں اللہ کا شکر ہے ایک کام ہے چھوٹا سا' ایک لوکیشن ٹریس کروانی ہے۔ نمبر لکھو مجھے صبح بتا دینا کہ یہ کس جگہ کا نمبر ہے اور کے نمبر لکھو۔" مصطفیٰ نے اسے نمبر لکھوا دیا تھا۔ شہوار خاموشی سے دیکھتی رہی تھی۔

"جب کال آئی تھی اسی وقت مجھے کال کرتی' ایک منٹ اور 15 سیکنڈ کال چلی ہے تب تک فوراً لوکیشن ٹریس ہو جاتی تھی۔ خیر اب کل پتا چلے گا میں خود دیکھتا ہوں۔"

"میں نے کال کی تھی آپ بزی تھے آپ نے کال کاٹ دی تھی۔"

"ہاں اس وقت میں واقعی بزی تھا' بس تم فکر نہیں کرو ان شاء اللہ سب پتا چل جائے گا۔"

"اور جہاں آپ پہلے گئے تھے وہاں کا کچھ پتا چلا؟"

"نہیں اب کل ہی وہاں کا چکر لگاؤں گا' دیکھتے ہیں کیا بنتا ہے۔" وہ سر ہلا رہ گئی تھی۔ لیکن چہرے پر گہرے تفکر اور

سوچ کے سائے تھے" مصطفیٰ نے اس کا ہاتھ تھام کر دبایا تو وہ گہرا سانس لے کر رہ گئی۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا ڈونٹ وری۔" اس نے سر ہلا دیا تھا۔

"میں تمہارے لیے کچھ گفٹس لایا تھا دیکھو گی؟" مصطفیٰ نے پوچھا تو وہ جو نگی نفی میں سر ہلایا تو مصطفیٰ نے خود ہی اٹھ کر اپنے ساتھ لائے ہوئے بیگ کو کھول کر اس میں سے کچھ چیزیں نکالی تھیں۔

"میں وہاں شاپنگ کے لیے گیا تو سوچا تمہارے لیے بھی کچھ لیتا چلوں۔" پرفیوم ایک خوب صورت ڈریس کے علاوہ ایک چھوٹا سا جیولری باکس تھا۔ مصطفیٰ نے تینوں چیزیں اسے تھما دی تھیں' سبھی کچھ بہت ہی پیارا تھا اور قیمتی بھی۔ شہوار کے چہرے پر خوش گوار سا تاثر ابھرا تھا۔ مصطفیٰ نے جیولری باکس اٹھا لیا تھا۔

"میں نے وہاں جیولری کی شاپ دیکھی تو یہ پسند آ گیا تھا سوچا کہ تمہارے لیے لیتا چلوں۔" مصطفیٰ نے باکس کھول کر اس کے سامنے کیا' ایک خوب صورت نفیس سا بریسلیٹ تھا۔

"کیسا لگا؟"

"بہت ہی پیارا۔" شہوار کو بریسلیٹ واقعی پسند آیا تھا اس سے پہلے کہ وہ ہاتھ بڑھا کر اٹھاتی مصطفیٰ نے خود ہی باکس سے بریسلیٹ نکال کر اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

"اجازت ہے نا۔" انداز شریر سا تھا' وہ جھینپ گئی تھی۔ مصطفیٰ نے اس کی کلائی میں وہ بریسلیٹ سجا دی تھی۔ ایک کلائی میں گولڈ کے کنگن تھے جو ماں جی نے پہنائے تھے اب دوسرے میں بریسلیٹ اس کے دونوں ہاتھ سج سے گئے تھے۔

"میرا خیال ہے کہ اب ہماری پکی والی صلح ہو گئی ہے۔" مصطفیٰ نے چھیڑا تو سر سے پاؤں تک سرخ پڑ گئی تھی۔

"خیر تمہارا تو وہ رونمائی والا گفٹ بھی ابھی پڑا ہے بابا کہہ رہے تھے کہ دلیمے کا فنکشن ارینج کرنا ہے تب تک ڈیو ہی سمجھو۔ اب تو مجھ سے کوئی گلہ نہیں ہے نا۔" وہ بار بار اپنے ہاتھوں کو دیکھ رہی تھی جب مصطفیٰ نے پوچھا۔

"مجھے پہلے بھی کوئی گلہ نہیں تھا۔"

"ارے.....!" مصطفیٰ حیران ہوا پھر ہنس دیا۔ "اتنا بڑا جھوٹ؟"

"اور وہ جو مجھ سے الجھنا اکڑنا وہ سب تو محض شوقیہ تھا۔" وہ شرمندہ ہو گئی تھی۔

"میں اپنے ان سب رویوں کی وجہ بتا چکی ہوں' اگر آپ نے دوبارہ ان کا ذکر کر کے شرمندہ کیا تو پھر میں واقعی آپ سے ناراض ہو جاؤں گی۔" مصطفیٰ کی محبت نے اس کے اندر عجیب سا احساس تفاخر پیدا کر دیا تھا اس نے بڑے مان سے کہا تو مصطفیٰ کھلکھلا کر ہنس دیا۔

"تمہارا ہر روپ سر آنکھوں پر' ناراض ہو کر دیکھو تو سہی' دیکھنا کیسے مناتا ہوں تمہیں۔" مصطفیٰ نے والہانہ انداز میں کہتے اسے گرم جوشی سے خود میں سمیٹ لیا تھا۔

شہوار نے مصطفیٰ کو دیکھا اس کی آنکھوں میں اس کے لیے بے پناہ محبت اور جذبوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا وہ بے اختیار نگاہیں جھکا گئی تھی۔ مصطفیٰ اپنے گزرے دنوں کی دل پر بیتی ایک ایک واردات سنانے لگا تھا اور وہ شرمیلی مسکراہٹ لیے پوری توجہ سے اس کی تمام حکایات سن رہی تھی۔



وہ مسکرا دی تو سر سے پاؤں تک نہال تھی' مصطفیٰ کی محبتوں اور شدتوں نے اسے گویا سر سے پاؤں تک خرید لیا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک شرمیلی سی مسکان تھی' اس نے بڑی محبت آمیز نگاہوں سے مصطفیٰ کو دیکھا تھا۔ مصطفیٰ اس کے پہلو میں بے خبر سو رہا تھا' چہرے پر مغرور نقوش اپنی تمام تر آن و بان سے اس کے دل کو اپنی طرف کھینچ رہے تھے۔

شہوار نے جھک کر اس کی پیشانی پر بکھرے بال نرمی سے پیچھے ہٹائے تھے۔ ایسے عالم میں جب وہ اپنی ذات کے اعتماد سے محروم ہو چکی تھی مصطفیٰ کی محبتوں نے اسے خرید لیا تھا۔ وہ تو سر سے پاؤں تک اس کی محبت کی پھوار میں بھیگ چکی تھی۔ مصطفیٰ پر کمبل درست کرتے اپنے لمبے بال سمیٹتے وہ بستر سے اتر آئی تھی۔

نماز ادا کر کے وہ باہر نکلی تو ماں جی لاؤنج میں قرآن پاک کی تلاوت کر رہی تھیں وہ ادھر ہی آ گئی تھی۔

''السلام علیکم!'' اس نے سلام کیا تو انہوں نے سر اٹھا کر دیکھا۔ پچھلے تمام تر دنوں کے برعکس شہوار مکمل طور پر نکھری اور تر و تازہ دکھائی دے رہی تھی۔ انہوں نے ایک مسکراتی گہری نگاہ اس کے وجود پر نچھاور کی ان کا دل اک اطمینان سے بھر گیا تھا۔

''وعلیکم السلام!'' انہوں محبت سے کہا۔ ''جیتی رہو، سدا سہاگن رہو۔'' انہوں نے دعا بھی دی تھی۔ شہوار جھینپ گئی۔

''میں باہر لان میں جا رہی ہوں۔'' وہ انہیں بتا کر کچھ دیر تک لان میں ٹہلتی رہی تھی۔

اس وقت اس کے ذہن و دل میں مصطفیٰ کے علاوہ اور کوئی بھی احساس نہ تھا۔ چلتے چلتے اس نے گلاب اور موتیا کے پودوں سے پھولوں کو اکٹھا کیا اور وہ بیڈ روم میں آئی تو مصطفیٰ ابھی بھی سو رہا تھا۔

شاید گزشتہ دنوں کی بھاگ دوڑ کی تھکن تھی۔ اس نے دوپٹے میں مقید تمام پھولوں کی کلیاں ڈریسنگ ٹیبل پر رکھ دی تھیں کمرے میں پھولوں کی بھینی بھینی معطر سی مہک پھیل گئی تھی بڑا خواب ناک سا ماحول تھا۔ اس نے وقت دیکھا سات بج رہے تھے پھر وہ مصطفیٰ کی طرف چلی آئی تھی۔

''مصطفیٰ......'' اس نے مصطفیٰ کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو اس نے فوراً پلکیں وا کر دی تھیں شہوار کا چہرہ اس کے سامنے تھا، تمام تر دلکشی و معطر پن لیے۔ مصطفیٰ نے ہاتھ بڑھا کر چھونا چاہا تو سیدھی ہو گئی تھی۔

''آپ نے آفس نہیں جانا' سات بج رہے ہیں۔'' وہ کمرے میں بکھری چیزیں سمیٹنے لگی تھی۔ مصطفیٰ نے لیٹے لیٹے ہی دیکھا۔ شہوار کے انداز میں وقار اور رکھ رکھاؤ تھا۔

لمبے بال پشت پر بکھرے ہوئے تھے جنہیں دوپٹے سے ڈھانپ رکھا تھا۔ شرم و حیا اور جھجک ضرور تھی لیکن عام لڑکیوں کی طرح چھچھوراپن نہ تھا۔

''آپ ناشتے میں کیا لیں گے؟'' چیزیں سمیٹ کر وہ بستر کی طرف چلی آئی تھی۔

''آج میرا موڈ تمہاری پسند سے ناشتا کرنے کا ہے جو دل چاہے کھلا دو۔'' مصطفیٰ کمبل ہٹا کر بستر سے اتر کر اسے قریب کر کے اپنی محبت کا مظاہرہ کرتے مسکرا کر کہا تھا وہ سرخ پڑ گئی تھی۔

''آپ فریش ہوں میں ناشتہ تیار کرواتی ہوں۔''

مصطفیٰ سے نگاہیں چرائے پیچھے ہٹتے اس نے کہا تھا۔ الماری سے اس کا لباس نکال کر وہ واش روم میں لٹکا آئی تھی۔ مصطفیٰ واش روم میں گھسا تو وہ باہر آ گئی تھی۔ کچن میں لائبہ بھابی ملازمہ سے ناشتا تیار کروا رہی تھیں۔ اسے دیکھ کر مسکرائی تھیں۔

''مصطفیٰ رات کب لوٹا تھا؟'' وہ فریج کھول کر دیکھ رہی تھی جب بھابی نے پوچھا۔

''سوا بارہ بجے کے قریب آئے تھے۔''

''ذرا اس در پہ پر نظر رکھنا اچانک ہی بیٹھے بٹھائے اس کا پروگرام شائستہ کے یہاں جانے کا بن گیا تھا عباس بھائی نے کہا بھی تھا کہ وہ ڈراپ کر دیں گے لیکن منع کر دیا کہ وہ مصطفیٰ کے ساتھ جائے گی مجھے تو ہلکا بھی اچھا نہیں لگا تھا لیکن چپ رہی کہ خواہ مخواہ ایشو نہ بن جائے، ماں جی کو بھی اچھا نہیں لگا تھا۔'' بھابی کی بات سن کر وہ الجھ گئی تھی۔

"نہیں مصطفیٰ بہت اچھے ہیں میرا نہیں خیال کہ وہ دریہ جیسی لڑکیوں پر توجہ بھی دیں۔" شہوار نے کہا تو بھابی نے گھورا۔
"اتنا اعتماد بھی اچھا نہیں ہوتا دریہ جیسی لڑکیوں کا کوئی بھروسا بھی نہیں' ہے تو ہمارے خاندان کا حصہ لیکن ہمارے خاندان والی کوئی خوبی اس میں موجود نہیں ہے۔ مصطفیٰ بھی مرد ہے نجانے کب دریہ کا جادو چل جائے۔" لائبہ کے الفاظ پر وہ پریشان ہوگئی تھی۔
"اور ہاں اچھی لگ رہی ہو مصطفیٰ سے نظر ضرور اتروانا۔" اس کے سراپے کو دیکھتے لائبہ نے معنی خیز انداز میں کہا تو وہ مسکرادی۔
ناشتہ سب ہی نے ایک ساتھ کیا تھا ناشتے کے بعد وہ کمرے میں تیار ہونے آئی تو مصطفیٰ بھی چلا آیا تھا۔
"وہ آئینے کے سامنے کھڑی بال بنا رہی تھی جب مصطفیٰ نے اسے عقب سے تھام لیا۔
"آج کالج مت جاؤ۔" لہجے میں فرمائش تھی۔ بالوں میں برش کرتا ہاتھ رک گیا تھا۔
"کیوں؟"
"مجھے آفس میں کچھ کام ہے وہ دیکھ لوں پھر آؤٹنگ پر چلتے ہیں آج سارا وقت تمہارے ساتھ گزارنا چاہتا ہوں۔" مصطفیٰ کے پروگرام پر وہ حیران ہوئی تھی۔ رات تک تو مصطفیٰ کا ایسا کوئی ارادہ نہ تھا۔
"کیا خیال ہے؟" اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔
"گڈ گرل میں تیار ہوکر آفس کا چکر لگالوں پھر گھر آتا ہوں تم بھی تیار رہنا۔" مصطفیٰ اپنی محبت کا والہانہ اظہار کرتا وہاں سے واش روم کی طرف چلا گیا تھا جبکہ وہ اپنے دل کی دھڑکنوں کو سنبھالتی مسکرا کر مصطفیٰ کو دیکھتی رہی تھی۔
آفس کا چکر لگا کر مصطفیٰ ایک اور جگہ چلا آیا تھا۔ مصطفیٰ نے اپنا تعارف کرایا تو مقابل شخص فوراً چوکنا ہوگیا تھا۔ مصطفیٰ نے اس سے سکندر اور اس کی فیملی کے بارے میں پوچھا تو جواباً اس شخص نے جو انکشافات کیے تھے مصطفیٰ سن کر ششدر رہ گیا تھا۔ مصطفیٰ اس سے مختلف سوال کرتا رہا اور وہ شخص مختلف جواب دیتا رہا تھا۔ اس سے بات کرنے کے بعد مصطفیٰ بہت الجھ گیا تھا ہر جواب غیر یقینی تھا۔
مصطفیٰ کے ذہن کے کسی بھی گوشے میں نہ تھا کہ یہاں آ کر اسے ایسی معلومات ملیں گی۔ وہ جو ہمیشہ کچھ اور ہی سوچتا رہا تھا اس مقام پر آ کر اس کی سوچ یکسر بدل گئی تھی۔ وہ اس شخص کا شکریہ ادا کرتے وہاں سے نکل آیا تھا۔ وہ اب ایک اور جگہ جا رہا تھا۔ کافی سارا فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ جس جگہ پر آیا تھا وہ پی سی او تھا۔ مصطفیٰ نے پی سی او کے مالک سے باز پرس کی تو وہ پریشان ہوگیا تھا۔
"صاحب یہاں روز کئی لوگ کال کرنے آتے ہیں اب ہمیں کیا علم کہ کون کیا ہے کل دو تین عورتوں نے کال کی تھیں اور جو وقت آپ بتا رہے ہیں ایک عورت آئی تو تھی تنہا بھی کچھ دیر بات کی تھی اور پھر پے منٹ کر کے چلی گئی تھی۔"
"تم جانتے ہو کہ وہ عورت کہاں سے آئی تھی؟" مصطفیٰ نے پوچھا تھا اس نے نفی میں سر ہلایا۔
"نہیں صاحب میں نہیں جانتا۔"
"اوکے اب اگر وہ عورت آئے تو تم نے فوراً مجھے اس نمبر پر کال کرنی ہے تم نے کوئی کوتاہی نہیں کرنی۔"
"جی صاحب؟" مصطفیٰ نے اسے اپنا کارڈ دیا تو وہ فوراً رضامند ہوگیا تھا۔
"دوبارہ وہ عورت آئے تو تم پہچان لو گے نا؟" مصطفیٰ نے پوچھا۔
"جی صاحب فوراً پہچان لوں گا۔"
"اوکے..... اپنا نمبر لکھواؤ مجھے۔" مصطفیٰ نے اس کا سیل نمبر لے لیا تھا۔

باتیں یاد رکھنے کی

- غم کتنا ہی سنگین کیوں نہ ہو نیند سے پہلے تک ہوتا ہے۔
- کائنات کا کوئی غم ایسا نہیں جو برداشت نہ ہوسکے۔
- جوانی سولہ سال کی عمر کا نام نہیں ہے ایک انداز فکر انداز زندگی کا نام ہے ہوسکتا ہے ایک شخص سولہ سال کی عمر میں بوڑھا ہو اور ساٹھ سال کی عمر میں جوان ہو۔
- جو بات آپ کے دل میں اتر گئی وہی آپ کا انجام ہے اگر آپ کو موت آجائے تو جس خیال میں آپ مریں وہی آپ کی عاقبت ہے۔
- جو کسی مقصد کے لیے مرتے ہیں وہ مرتے نہیں جو بے مقصد جیتے ہیں وہ جیتے نہیں۔

کائنات عابد...... فیصل آباد

گاڑی میں بیٹھتے ہوئے مصطفیٰ کا ذہن ماہ بندو ہوا اور سکندر کے بارے میں بہت کچھ سوچ رہا تھا۔



عبدالقیوم ایاز کے پاس آئے تھے دو دن بعد کی اس کی سیٹ کنفرم ہوگئی تھی۔ ایاز بہت خوش تھا جبکہ عبدالقیوم سنجیدہ۔ آج کل ان کے گرد پولیس کا گھیرا تنگ ہوتا جارہا تھا ان کے کچھ ذرائع نے انہیں خبردار کیا تھا کہ وہ جلد از جلد اپنا سب کچھ سمیٹ کر کہیں اور شفٹ ہوجائیں اگر ایک بار ان پر گرفت ہوگئی تو بہت سخت ہوگی۔ ایاز کا معاملہ ہینڈل ہوگیا تھا بس اس کے یہاں سے نکلنے کی دیر تھی اب باقی معاملات وہ جلد از جلد نمٹانے کی کوشش میں تھے۔

"تم یہاں سے جانے کے بعد ایسی ویسی کوئی حرکت نہیں کرو گے مجھے بھی دو تین ماہ لگ جائیں گے یہاں سے شفٹ ہونے میں اس کے بعد دیکھیں گے کیا کرنا ہے ہمیں۔" وہ ایاز کو سمجھا رہے تھے اس نے نخوت سے سر ہلایا۔ ورنہ اس کے دل و دماغ میں یہ پھانس رہ گئی تھی کہ وہ شہوار اور مصطفیٰ سے انتقام نہیں لے سکا تھا۔

مصطفیٰ کا بچ جانا اور شہوار کا بالکل محفوظ رہ جانا اس کے سینے پر سانپ بن کر لوٹتا تھا اس کا بس نہیں چلتا تھا کہ وہ ایک بار تو ضرور یہاں سے نکل کر مصطفیٰ پر حملہ کرے لیکن عبدالقیوم سے باہر کے حالات سن کر وہ خاموش تھا۔

"تم تیار رہنا پرسوں تمہیں وقت پر پک کرلوں گا اور خبردار باہر نکلنے کی کوشش کی مجھے خبر ملی ہے تم ایک بار باہر نکلے ہو یہاں میں تمہارے لیے اتنی کوشش کررہا ہوں پر تم ہو کہ سارا کیا کرایا مٹی میں ملادو۔" وہ اسے تنبیہ کررہے تھے اس نے خالی سے باپ کو دیکھا۔

"نہیں کچھ کرتا اب تک بچا ہوا ہوں تو اس کا مطلب ہے کہ احتیاط سے ہی رہ رہا ہوں آگے بھی کچھ نہیں ہوگا۔" اس نے کہا تو وہ اسے بس دیکھ کررہ گئے تھے۔ ذہن پہلے ہی الجھا ہوا تھا ورنہ اس کو سمجھانے کی مزید کوشش کرتے۔

"میں چلتا ہوں کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو بتا دو میں انتظام کردوں گا۔" انہوں نے کہا تھا اس نے سر نفی میں ہلا دیا تھا۔

وہ اس کو مزید چند ہدایات دے کر چلے گئے تھے وہ کچھ دیر کچھ سوچتا رہا اور پھر ذہن میں ایک منصوبہ ترتیب دے کر مسکرا کر بستر پر گر گیا تھا۔



آج کا سارا دن بہت اچھا گزرا تھا مصطفیٰ کے ساتھ گزرا ایک ایک پل اس کی زندگی کا یادگار لمحہ تھا وہ بہت عرصے بعد

خود کو ہر طرح کے ذہنی دباؤ سے محفوظ تصور کررہی تھی۔ دونوں کئی جگہوں پر گھومے تھے مصطفیٰ نے اسے ڈھیر ساری شاپنگ کرائی تھی اور پھر رات کے وقت دونوں نے ڈنر بھی باہر ہی کیا تھا۔ ڈنر کے بعد مصطفیٰ اسے لونگ ڈرائیو پر لے آیا تھا۔

''اب گھر چلیں۔'' وہ مصطفیٰ کے پہلو میں فرنٹ سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی مصطفیٰ خود ڈرائیو کررہا تھا پچھلے دنوں کے برعکس آج نہ دونوں کے ساتھ کوئی باڈی گارڈ تھا اور نہ ہی کوئی ڈرائیور وہ سارا وقت تنہا رہے تھے۔ مصطفیٰ نے اس کو دیکھا۔

''کیوں تھک گئیں۔''

''ہاں، میں کبھی اتنا سارا وقت گھر سے اس طرح باہر نہیں رہی۔ بہت تھکن ہو رہی ہے۔'' مصطفیٰ مسکرا دیا۔

''ابھی آفس میں کچھ ضروری کام چل رہے ہیں ادھر سے فارغ ہولوں تو چھٹیاں لے کر کسی جگہ ہنی مون ٹرپ کے لیے چلتے ہیں۔'' مصطفیٰ نے کہا۔

''اس کی کیا ضرورت ہے میری اسٹڈی کا پہلے ہی بہت حرج ہو چکا ہے۔'' اس نے دھیمے سے کہا۔

''آپ محترمہ کو بھلے ضرورت محسوس نہیں ہوئی لیکن مجھے تو فیل ہو رہی ہے میں اپنی پیاری سی اور خوب صورت بیوی کے ساتھ ڈھیر سارا وقت گزارنا چاہتا ہوں یار۔'' مصطفیٰ نے اس کا ہاتھ تھام کر اپنے ہاتھوں کے نیچے اسٹیئرنگ پر رکھ لیا تھا۔

شہوار سرخ ہو گئی تھی اس کے لیے یہ سب کچھ بہت نیا نیا سا تھا...... وہ نہ چاہتے ہوئے بھی ہر بار پزل ہو جاتی تھی۔ مصطفیٰ کی محبتیں اس کا والہانہ انداز اور سب سے بڑھ کر اسے اہمیت دینا۔ وہ تو دل سے اس کے لیے ہار چکی تھی۔

''لیکن میری اسٹڈی۔''

''وہ بھی ہو جائے گی مجھے یقین ہے تم کور کرلوگی تم کون سا نالائق ہو۔'' وہ خاموش ہو گئی تھی۔

''یار یہی وقت ہے لائف انجوائے کرنے کا اگر ایک بھی بے بی آ گیا تو تم نے پھر کہاں ہاتھ آنا ہے۔'' مصطفیٰ کے الفاظ پر وہ تو جھینپ کر رہ گئی تھی ایک دم چہرہ کھڑکی کی طرف کرلیا تھا وہ محسوس کررہی تھی کہ اس کا سارا وجود ہولے ہولے لرز رہا ہے۔ خصوصاً مصطفیٰ کی گرفت میں دبا اس کا دایاں ہاتھ۔

''بابا کا ارادہ فی الحال ولیمے کے فنکشن کا ہے وہ ہو جائے تو پھر چلتے ہیں تم ڈیسائیڈ کرنا کہ کہاں چلیں گے۔'' جواباً وہ خاموش رہی تھی۔

مصطفیٰ نے اس کی طرف دیکھا اور پھر مسکرا دیا تھا۔

''گھر چلیں؟'' کچھ توقف کے بعد شہوار نے پھر کہا تو مصطفیٰ نے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

''بھاگنا چاہ رہی ہو مجھ سے یا میرا ساتھ اچھا نہیں لگ رہا؟''

''ایسی بات نہیں ہے تم کئی گھنٹوں سے گھر سے نکلے ہوئے ہیں ماں جی اور باقی لوگ انتظار کررہے ہوں گے۔'' اس نے سنبھل کر کہا۔

''سبھی کی فکر رہتی ہے تمہیں ایک سوائے میرے۔'' مصطفیٰ نے مظلومیت بھرا شکوہ کیا۔

''آپ میں نے کیا کیا ہے۔''

''میرے اس معصوم سے دل پر یہ ستم تھوڑی ہے کہ اتنے دن شادی کو ہونے کے باوجود تم مجھ سے اول دن کی دلہن کی طرح شرماتی پھرتی ہو کبھی کھل کر بات نہیں کی، کبھی میرے دل کی کہانی نہیں سنی، کبھی میری آنکھوں میں دیکھ کر میرے جذبوں کو پڑھنے کی کوشش نہیں کی۔'' مصطفیٰ نے شرارتی آواز میں کہا تو اس کے ہاتھ بھیگنے لگے تھے۔

''آپ کے ساتھ ہوں کیا یہ کافی نہیں۔'' دھیمی آواز میں کہا۔

"بالکل بھی نہیں، میں سیدھا سادا بندہ ہوں جو دل میں ہے کہہ دیتا ہوں جواباً مجھے بھی ایسی ہی گرم جوشی چاہیے۔"

"میں تو ایسی ہی ہوں شادی سے پہلے سوچنا چاہیے تھا آپ کو۔" اس نے اپنی طرف سے بہت ہمت کرکے کہا تو مصطفیٰ کھلکھلا کر ہنس دیا۔

"تب تمہارے ساتھ اتنے خوش گوار تعلقات کب قائم تھے۔ سوچا تھا بیوی ہوگی تو میری محبت کا اثر پڑے گا لیکن یہاں تو وہی کیفیت ہے۔"

"اب پچھتا رہے ہیں۔" پہلی بار مصطفیٰ کی طرف سنجیدگی سے دیکھا تھا۔

"اگر کہوں ہاں پچھتا رہا ہوں تو۔" آنکھوں میں جذبوں کا ایک جہاں لیے والہانہ پن سموئے کہا تو شہوار کے لیے مصطفیٰ کی آنکھوں میں دیکھنا مشکل ہوگیا تھا رخسار گرم ہونے لگے تو پلکوں کی جھالر خود بخود گرنے لگی تھی۔

"تو پھر آپ پر افسوس ہی کرسکتی ہوں۔" اپنی طرف سے اس نے چھیڑا تھا۔

جگنو میرے آنچل میں

جہل کے اندھیروں کو جگمگاتے ہیں
جگنو میرے آنچل میں جھلملاتے ہیں

صفحہ ہستی کے اوراق تیزی سے پلٹتے جارہے ہیں اور وقت کی گردش اپنی مخصوص رفتار سے جاری ہے۔ کتاب ماضی کے چند اوراق پلٹیں تو معلوم ہوتا ہے کہ 1978ء سے شروع ہونے والا آنچل کا سفر ایک طویل دورانیہ ہے لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ابھی کل کی بات ہو آج آپ کے ہاتھوں میں آنچل کا 433 واں شمارہ اپنی بہار دکھلا رہا ہے۔ ہم اور آپ پچھلے 36 برسوں سے آنچل کے ہم قدم ہیں لیکن تشنگی وہی بے قراری کا عالم اب بھی وہی ہے اور بہتر سے بہترین کی جستجو انسان کو منزل کی جانب گامزن رکھتی ہے اسی جستجو میں ہم بھی مصروف عمل ہیں کہ آپ کے آنچل کو بہتر سے بہترین بنا کر آپ کے لیے مشغل حیات بنادیا جائے۔ اس سفر میں آنچل کے جگنوؤں نے اپنی تصانیف، تعاریف و تنقید سے آنچل کے افق پر ستاروں کی کہکشاں اجاگر کردی۔ آج ان کی روشنی سے آنچل جھلملا رہا ہے وہ پودا جو ہماری عزیزی مدیرہ مشتاق احمد قریشی کی کاوشوں سے اگایا گیا تھا آج اپنی بہار دکھلا رہا ہے اور عالم یہ ہے کہ گلدستہ معنی کو نئے ڈھنگ سے پیش کرنے میں اپنی مثال آپ ہے۔ آنچل کی سالگرہ کے موقع پر ہم نے اس بار بھی بزم یادداشت ترتیب دی ہے اس سلسلے میں رائٹرز و دیگر بہنوں کی شرکت ہمارے لیے کسی تحفے سے کم نہیں۔ سروے کے سوالات مندرجہ ذیل ہیں۔

1:۔ آنچل کے سابقہ سالگرہ نمبر سے اس دوران شائع ہونے والی ایسی تحریر جسے آپ برسوں یاد رکھیں گی؟

2:۔ کوئی ایسا جملہ یا پیراگراف جو آپ کے ذہن کی سرزمین پر ثبت ہوگیا ہو جسے بے ساختہ آپ نے ڈائری کی زینت بنایا ہو؟

3:۔ افسانوں کی دنیا میں سب جھوٹ نہیں ہوتا۔ کوئی ایسا کردار جسے آپ نے اپنے گردوپیش میں دیکھا ہو یا اس جیسے فرد سے آپ کی ملاقات ہوئی ہو؟

4:۔ اس سال آپ کا پسندیدہ مثبت و منفی کردار کون ٹھہرا؟

5:۔ آپ کی زندگی کا کوئی خوب صورت لمحہ جو آپ کو ذہنی و جسمانی تھکاوٹ میں بھی شگفتگی و مسکراہٹ عطا کردے؟

6:۔ سال رواں کس ناول سے آپ کو سب سے زیادہ متاثر کیا؟

7:۔ آنچل کے کس سلسلے میں آپ کیسی تبدیلی چاہتے ہیں؟

8:۔ آنچل رائٹرز میں سے کوئی ایک مصنفہ جن سے آپ ملنے کی خواہش رکھتی ہیں؟

ان سوالات کے جوابات مختصر تحریر کرکے ہمیں 8 مارچ تک ارسال کردیں۔

"تم اپنا یہ افسوس بھی اپنے پاس ہی رکھو، مجھے محبت کرنا بھی آتی ہے اور کرانا بھی۔"
"لگتا ہے بڑا تجربہ ہے اس معاملے میں۔"
"بالکل ایک عرصہ امریکہ جیسے ماڈرن ملک میں گزار کر آیا ہوں تمہیں مجھ پر اس معاملے میں ڈاؤٹ نہیں ہونا چاہیے تھا۔" مصطفیٰ بھی فوراً سنجیدہ ہو گیا تھا۔ وہ فوراً کھٹکی تھی۔
"مذاق کر رہے ہیں؟"
"نہیں بھی تین چار غیر ضروری کہانیاں تو میں تمہیں سنا سکتا ہوں ہاں باقی تین چار ایسی نہیں ہیں کہ تمہیں سنا سکوں۔" مصطفیٰ کا انداز ہنوز سنجیدہ تھا۔ شہوار کا دل ڈرنے لگا۔
"مذاق مت کریں مجھے یقین ہے ایسا کچھ نہیں ہوا ہوگا۔"
"ایک بالکل تنہا شخص امریکہ جیسا ملک دولت کی بھی فراوانی ہو تو تمہارا کیا خیال ہے بگڑنے میں کتنا وقت لگتا ہے۔" شہوار کا دل ڈوبا تھا مصطفیٰ نے اسے ڈرا کر رکھ دیا تھا۔
"میں ولید بھائی سے پوچھوں گی مجھے یقین ہے ایسا کچھ نہیں ہوا ہوگا۔" وہ ابھی بھی ماننے کو تیار نہ تھی مصطفیٰ کھل کر ہنس دیا تھا۔
"حیرت ہے بھئی اتنا یقین ہے اپنے شوہر نامدار پر؟" محبت سے پوچھا تھا۔
شہوار قدرے ریلیکس ہوئی تھی اور اسے خفگی سے دیکھا تھا۔
"شرم تو نہیں آتی اگر میں سچ مان لیتی تو۔"
"لیکن مانا تو نہیں نا۔" مصطفیٰ نے چھیڑا تھا وہ سر جھٹک کر باہر دیکھنے لگی۔ مصطفیٰ گھر کے رستے پر گاڑی ڈال چکا تھا۔
"اور اگر واقعی یہ سچ ہوتا تو؟" مصطفیٰ نے پھر پوچھا۔
"تو میں آپ سے کبھی شادی نہ کرتی۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔
"اور اگر شادی کے بعد تمہیں پتا چلتا کہ میرے بد عنوان و حرام قسم کے چند افیئرز تھے تو؟"
"تو میں آپ کو چھوڑ دیتی۔" اس کی سنجیدگی برقرار تھی مصطفیٰ نے گہرا سانس بھرا۔
"بڑی ظالم ہو پھر تم تو کیا مجھ جیسا فرماں بردار، سعادت مند شوہر چھوڑ نا ممکن ہوتا تمہارے لیے۔"
"میں نے ہمیشہ ایک صاف ستھری زندگی گزاری ہے پھر اللہ میرے ساتھ ناانصافی کیسے کر سکتا تھا۔" اس کا یقین کامل تھا۔
"میں نے ساری زندگی آپ لوگوں کے درمیان گزاری ہے مجھے کبھی بھی کسی نے میلی نگاہ سے نہیں دیکھا عائشہ اور صبا کا سا مقام ملا تھا حتیٰ کہ آپ کے کسی کزن تک نے میرے ساتھ مس بی ہیو نہیں کیا پھر میں بھلا کیسے سوچ سکتی تھی آپ ایسے ہوں گے۔" شہوار کے الفاظ پر مصطفیٰ نے بہت سراہتی نگاہوں سے اسے دیکھا۔
"میری زندگی میں سوائے ایاز کے اور کوئی تلخ حادثہ نہیں ہے اور جب آپ پاکستان آئے آپ نے بھی مجھے وہی مقام اور عزت دی جو باقی لوگ دیتے تھے کسی کے کردار کو جج کرنے کے لیے یہ بات کافی ہوتی ہے کہ اس کی نگاہوں میں ہمارے لیے کیا مقام ہے اور اس کے لفظوں میں ہمارے لیے کتنی عزت ہے۔" شہوار کی سوچ کی پختگی نے مصطفیٰ کو ایک دم اٹریکٹ کیا تھا۔
"ویل ڈن اتنا یقین ہے مجھ پر۔" وہ اس پر نثار ہی تو ہو گیا تھا۔
"مجھے آپ سے زیادہ اللہ کے فیصلے اور آنٹی جی کی تربیت پر یقین ہے۔" وہ صاف دامن بچا گئی تھی۔

صبیحہ کمال

ارے بھئی دروازہ کھولیے آپ کے آنچل میں انٹری دی ہے چلیے پہلے میں تعارف کروا دیتی ہوں جی ہاں دل تھام کے بیٹھیے میں ہوں صبیحہ کمال جولائی کی نرم گرم دوپہر میں اس دنیا میں قدم رکھا۔ میرا تعلق فیصل آباد سے ہے میری دو بہنیں اور ایک بھائی ہے میں نویں کلاس کی طالبہ ہوں اور پڑھائی کے میدان میں بہت سے معرکے مارنے کے ارادے ہیں آپ سب کی دعاؤں سے۔ مجھے کھانے میں بریانی شامی کباب گول گپے اور چمن اچاری (منہ میں پانی آ گیا نا) بہت پسند ہیں۔ رنگوں میں لال کالا میرون اور پنک میرے فیورٹ کلرز ہیں۔ موسم سردیوں کا بے انتہا پسند ہے اور سردیوں میں آئس کریم کھانا اور سڑک پر واک کرنا میرے پسندیدہ مشغلے ہیں۔ لباس میں لمبی فراک پسند ہے میک اپ پسند نہیں۔ ہنسنے ہنسانے والے پُرخلوص لوگ پسند ہیں۔ دوغلے اور طنز کرنے والے بالکل پسند نہیں میری بہن کرن سے میری بہت نوک جھونک ہوتی ہے لیکن میں اپنی ہر بات بھی کرن سے ہی شیئر کرتی ہوں۔ میرا چھوٹا بھائی احمد بہت شرارتی ہے چونکہ اکلوتا ہے اس لیے اس کی شرارتیں بھی مزا دیتی ہیں۔ میں چائے بہت زبردست بناتی ہوں آنچل رسالہ بہت پسند ہے اس میں بہت عمدہ کہانیاں کارآمد باتیں اور دلچسپ سلسلے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ کافی بور کر دیا اچھا اب مجھے اجازت دیں تعارف کیسا لگا ضرور بتایئے گا اللہ حافظ۔

مصطفیٰ ہنس دیا تھا۔

"بڑی ڈپلومیٹ ہو تم تو۔" وہ مسکرا رہی تھی۔

"اور محبت کے معاملے میں بھی اپنے خیالات کا اظہار کر دو نا۔"

"اتنی جلدی کیا ہے آپ کو آہستہ آہستہ پتا چل ہی جائے گا۔" انداز شرارتی تھا۔ مصطفیٰ نے گھورا۔

"ہماری بلی ہمی کو میاؤں۔" شہوار کی ہنسی بے اختیار تھی مصطفیٰ نے بے اختیار اسے دیکھا تھا وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔

"دھیان سے گاڑی چلائیں ایکسیڈنٹ کرا دیں گے پھر تو پرانے زخم ہی مندمل نہیں ہوئے ہوں گے۔" پاس سے ایک گاڑی زن سے گزری تو اس نے ٹوکا تھا۔

"نالومت، گھر چلو پھر بات کرتے ہیں۔" مصطفیٰ نے کہا تو اس نے سر ہلا کر سیٹ کی پشت کا وسے سر لگا دیا تھا۔ وہ آج اپنی زندگی کا سب سے خوب صورت اور سب سے یادگار دن گزار رہی تھی۔ اس کا ذہن بالکل فریش اور تروتازہ تھا وہ دھیمے سے مسکرائی تو مصطفیٰ اسے مسکراتے دیکھ کر ایک دم مطمئن ہوا تھا وہ شہوار کا ذہن بٹانے میں سو فیصد کامیاب رہا تھا۔



وہ عشاء کی نماز پڑھ کر دعا مانگ رہی تھی جب ساجدہ بجتا ہوا موبائل لیے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔

"آپ کی کال ہے۔" اس نے موبائل ان کی طرف بڑھایا تھا۔ وہ چونکی تھیں۔

"میری؟"

"جی ایک خاتون ہیں پہلے بھی کال کی تھی آپ نماز پڑھ رہی تھیں انہوں نے کہا تھا کہ وہ آپ سے بات کرنا چاہتی ہیں میں نے کہا تھا کہ پھر کال کر لیں۔" تابندہ نے اس کے ہاتھ سے موبائل لے لیا تھا۔

"السلام علیکم!" انہوں نے کال ریسیو کی تھی۔

"وعلیکم السلام۔ تابندہ بی بات کررہی ہیں؟" دوسری طرف سے پوچھا گیا تھا۔

"جی لیکن آپ کون؟" انہوں نے پوچھا تھا وہ جائے نماز سے کھڑی ہوگئی تھیں ان کے ہٹتے ہی ساجدہ نے مصلا تہہ کیا تھا۔

"آپ ہمارے گھر آئی تھیں آپ نے خود ہی یہ نمبر دیا تھا رابطہ کرنے کے لیے۔"

"جی..... جی یاد آ گیا۔" وہ فوراً سمجھ گئی تھیں کہ دوسری طرف کون ہوسکتا ہے۔

"کوئی اطلاع ملی کوئی خیر خبر۔"

"جی میری اپنے شوہر سے بات ہوئی تھی انہوں نے بتایا تھا کہ ان کے والد صاحب نے ان سے ذکر کیا تھا بہت سالوں پہلے تک کچھ لوگ یہاں جو نام آپ نے بتائے تھے ان کی تلاش میں آئے تھے میرے سسر کو اطلاع کرنے کا بھی کہا تھا لیکن جو رابطہ نمبر دیا تھا تو سسر صاحب کو ہی علم ہوگا اور وہ اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔" تابندہ بی جو دم سادھے سن رہی تھیں ایک دم نڈھال سے انداز میں بستر پر گر گئی تھیں۔

"کوئی تو رابطہ ہوگا کوئی حل؟" انہوں نے لرزتی آواز میں پوچھا۔

"معذرت چاہتی ہوں اس سے زیادہ کچھ معلوم نہیں ہوسکا۔" انہوں نے ایک گہرا سانس لیا تو آنکھوں میں نمی آ ٹھہری تھی۔

"پھر بھی اپنے شوہر سے دوبارہ پوچھئے گا شاید کوئی تکنیکل جائے میں برسوں سے تڑپ رہی ہوں برسوں سے میرے کیے ہوئے ہوں میں نے سب کشتیاں جلا کر نکلی ہوں کسی کا مستقبل تاریک ہوجائے گا اگر مجھے کوئی رستہ نہ ملا۔" وہ رودی تھیں دوسری طرف موجود خاتون نے شدت سے ان کا دکھ محسوس کیا تھا ساجدہ جو لاشعوری طور پر وہیں کھڑی رہ گئی تھیں الجھ گئی تھیں۔ وہ ابھی تابندہ بی کی کہانی سے یکسر انجان تھیں۔

"آپ امید رکھیں اللہ بہتر کرے گا۔" دوسری طرف سے تسلی دی تھی۔

"ہاں اللہ سے ہی تو سب امیدیں لگا رکھی ہیں آپ کا بہت بہت شکریہ آپ نے اتنا تعاون کیا ایک امید تو بندھی کہ کوئی کسی کی تلاش میں آیا تھا اپنے شوہر سے پوچھئے گا کہ وہ کون تھا اور کس کا پتہ معلوم کر رہا تھا۔" انہوں نے ایک امید سے کہا تھا۔

"جی میں ضرور پوچھوں گی۔"

"میں انتظار کروں گی۔" ان کی زندگی تو آج کل شب و روز کا انتظار بن چکی تھی۔ دوسری طرف اللہ حافظ کہہ کر کال بند ہوچکی تھی انہوں نے بھی موبائل کان سے ہٹالیا تھا اپنے آنسو صاف کیے تو ساجدہ ان کے پاس بیٹھ گئی۔

"ایک بات پوچھوں؟" انہوں نے سر ہلا دیا۔

"میں نہیں جانتی کہ آپ کی کہانی کیا ہے اور نہ کسی نے مجھ سے ذکر کیا لیکن آپ کو اس طرح پریشان دیکھ کر میں الجھ گئی ہوں آپ کس کو تلاش کررہی ہیں ساجدہ نے پوچھا۔

"بہت لمبی کہانی ہے کہاں سے شروع کروں کیا بتاؤں؟ میرے بہت سے رشتے کھو گئے ہیں جن کا سراغ نہیں مل رہا۔"

"لیکن آپ کی بیٹی تو آپ کے پاس تھی جسے آپ خود چھوڑ کر آئی ہیں۔"

"ہاں وہ میری بیٹی بھی میری بیٹی ہے اور ہمیشہ بیٹی ہی رہے گی اس کے وجود نے ہمیشہ مجھے کم مائیگی کے احساس سے بچایا تھا لیکن جن کو تلاش کرتی ہوں وہ لوگ تو میری ذات کا حصہ تھے۔" وہ رونے لگی تھیں ساجدہ کے دل کو تکلیف ہوئی تھی ان چند دنوں میں اسے ان سے ایک خصوصی لگاؤ ہوچکا تھا۔

اور میں......	حق مہر
حق مہر میں اپنی ساری	آؤ کہ ہم نکاح دوستی
خوشیاں دیتا ہوں	کر لیتے ہیں تم سے
ریحہ شبیر......شاہ قندر	تم جہیز میں اپنے غم لانا

"یہ گھر تو آپ کا تھا اگر کوئی موجود ہوتا تو آپ کو یہاں تلاش کرنے آتا۔"

"آیا تھا وہ لیکن تب میں یہاں موجود نہیں تھی خالہ بی موجود تھیں انہوں نے بتایا کہ میں یہاں نہیں ہوں وہ سمجھتا رہا کہ میں مرچکی ہوں تب میں کہیں غائب تھی اور جب واپس لوٹی تو وہ چلا گیا تھا خالہ بھی مجھے دیکھ کر حیران ہوئی تھیں وہ بھی سمجھتی رہیں کہ میں مرچکی ہوں پھر میں نے تلاش کیا اسے کئی جگہ لیکن ناامید ہو کر واپس لوٹ آئی اس کے بعد کئی خط لکھے اس کے پتے پر جو مجھے معلوم تھا لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا شاید ایڈریس غلط تھا خط واپس ملتے رہے اور سال بیتتے گئے میری شہوار اب مجھ سے سوال کرتی ہے اور میرے پاس اس کے کسی بھی سوال کا کوئی جواب نہیں اس کی شناخت گم ہے اور میرے اندر اتنی ہمت نہیں کہ اسے بتا دوں کہ وہ کون تھی کن لوگوں کی عزت ہے میں بہت مجبور ہوں اب مجبور ہو کر یہاں آ تو گئی ہوں لیکن کوئی سرا ہاتھ ہی نہیں لگ رہا۔"

"اس شخص سے آپ کا کیا رشتہ تھا؟" سوال ایسا تھا کہ خالہ بی کو لگا کہ جیسے کسی نے دل کو زخم زخم کر دیا ہو۔

"وہ میرے شوہر تھے۔" ان کی آواز سسکی نما تھی۔

"اوہ......" ساجدہ نے ایک گہرا سانس لیا۔

"خدانخواستہ اس کے ساتھ کہیں کچھ ہو نہ گیا ہو وہ زندہ ہوتے تو آپ کے خطوط کے جواب تو ضرور دیتے۔" ساجدہ کی بات پر وہ اضطراب سے نفی میں سر ہلا گئی تھیں۔

"بس اسی بات پر آ کر میری ہمت ٹوٹ جاتی ہے لیکن ان کی تسلی۔" وہ کچھ کہتے کہتے ایک دم رک گئی تھیں اور پھر نفی میں سر ہلا کر کھڑی ہوگئی تھیں۔

"شاید میری قسمت میں ہی آزمائش لکھی تھی۔" وہ سسکتے ہوئے کمرے سے نکل گئی تھیں ساجدہ نے خاموشی سے انہیں جاتے دیکھا تھا۔

نجانے اصل کہانی کیا تھی؟ لیکن ساجدہ کا دل ان کے غم پر ایک دم رنجیدہ سا ہوگیا تھا۔



وہ آج کالج نہیں گئی تھی سارا وقت اپنے کمرے میں بند رہی تھی شام کو صبوحی بیگم نے ہی آ کر اس کا دروازہ کھلوایا تھا لیکن اسے بخار سے پھنکتے دیکھ کر حیران ہوئی تھیں۔ انہوں نے احسن کے ہمراہ اسے ڈاکٹر کے پاس بھیجا لیکن درحقیقت وہ اس کے رویوں سے پریشان ہوچکی تھیں۔

عشاء کے بعد احسن اسے لے کر گھر آیا تھا ولید اور باقی سبھی لوگ گھر میں ہی تھے وہ اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔ صبوحی بیگم نے ہی زبردستی اسے میڈیسن دی اور کھانا بھی کھلایا تھا۔ اس کی آنکھیں سرخ انگارہ تھیں اور جسم بخار سے دہک رہا تھا۔

"کیا بات ہے......کوئی بوجھ ہے دل و دماغ پر؟" وہ آنکھوں پر ہاتھ رکھے لیٹی ہوئی تھی صبوحی بیگم نے پوچھا تو اس نے ہاتھ ہٹائے تھے۔

"کیا بڑا دن ہوسکتا ہے بھلا" نقاہت سے بھری آواز تھی۔
"تو پھر کیا بات ہے، ایسی حالت تو تمہاری کبھی بھی نہ تھی گم صم، بے زار۔" انہوں نے تشویش سے دیکھتے پوچھا تو وہ چڑ ہی۔
"میں ٹھیک ہوں ماما کچھ نہیں ہوا مجھے۔" انہوں نے خاموشی سے اسے چند پل دیکھا اور پھر باہر نکل گئی تھیں۔ انا خاموشی سے لیٹی رہی تھی۔
اس کی آنکھوں میں نمی سمٹنے لگی تو اس نے بازو آنکھوں پر رکھ لیا تھا آنکھوں کا پانی بازو کی آستین میں جذب ہونے لگا تو اس نے لب بھینچ کر اپنی سسکیوں کو روک لیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں کچھ دیر پہلے کا منظر تازہ ہونے لگا تھا۔
احسن کے سہارے چلتی وہ گھر میں داخل ہوئی تھی ولید راہداری میں تھا جب وہاں سے گزرتے ان کا سامنا ہوا تھا۔
"آج تم جلدی چلے آئے ہے تھے؟" ولید نے اسے مکمل طور پر نظر انداز کرتے پوچھا تھا۔
"ہاں انا کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی تو ماما نے کال کی تھی ڈاکٹر کے پاس لے کر گیا تھا۔"
"تم کم از کم بتا کر تو جاتے وہاں تمہیں پتا تو ہے میٹنگ تھی تمہیں کل جو فائل دی تھی مل ہی نہیں رہی تھی سارا شیڈول خراب ہو گیا تھا اب کل پر میٹنگ ملتوی کی ہے میں نے۔"
"چلو کوئی بات نہیں، انا کی طبیعت اتنی خراب تھی صبح سے کمرے میں بند تھی اور کسی کو علم ہی نہ تھا روشی نے ہی عصر کے قریب دیکھا تو یہ بخار سے تپ رہی تھی۔ اس نے ماما کو کال کی تھی ماما گھر آ گئی تھیں لیکن ڈاکٹر سے رابطہ نہیں ہو رہا تھا تو مجھے ماما نے بلوالیا تھا شکر ہے بخار کا زور قدرے کم ہوا ہے۔" احسن نے بتایا تھا لیکن اس کے باوجود ولید نے اس کی طرف نہ دیکھا اور نہ ہی حال دریافت کیا تھا۔
"میں چلی جاتی ہوں بھائی آپ بات کرلیں۔" بخار سے نڈھال اس سے کھڑا ہونا ہی دوبھر تھا۔ وہ بھیگی پلکوں کو جھکاتی رندھی آواز میں کہہ کر وہاں سے اپنے کمرے میں چلی آئی تھی اور اب دل جل رہا تھا آنکھیں بہہ رہی تھیں لیکن دل کو کسی بھی پل قرار نہ تھا۔ روشی کمرے میں داخل ہوئی تو وہ اسی طرح لیٹی ہوئی تھی۔
"انا.....!" اس نے ہاتھ میں پکڑا سوپ کا پیالہ سائیڈ پر رکھ کر اسے پکارا تو وہ ساکت ہو گئی تھی۔
غیر محسوس انداز میں آستین سے اپنی آنکھیں صاف کی تھیں۔ روشی اس کے پاس ہی بستر پر بیٹھ گئی تھی۔
"اٹھو یہ سوپ پی لو۔" اس نے کہا تو انا نے اپنی بازو ہٹا کر اسے دیکھا۔ روشی ٹھٹک گئی تھی بھیگی آنکھیں تھیں اس کی۔
"کیا ہوا رو رہی تھیں تم۔"
"بس بخار میں آنکھوں سے پانی بہہ رہا ہے۔" اس نے کہا تو روشی قدرے مطمئن ہوئی۔
"لو یہ سوپ پی لو، بخار میں کچھ فاقہ ہوگا کھانا بھی بس تم نے برائے نام ہی کھایا ہے۔" روشی کے انداز میں اپنائیت تھی وہ نفی میں سر ہلا گئی۔
"نہیں، کسی بھی چیز کے لیے دل نہیں مان رہا۔"
"کھاؤ گی تو پتا چلے گا نا میں صبح لیٹ اٹھی تھی سمجھی کہ تم کالج جا چکی ہو وہ تو اچانک ادھر سے گزر رہا تو پتا چلا کہ تم بخار میں تپ رہی ہو مجھے بہت افسوس ہوا کہ پہلے کیوں نہ دیکھا ادھر۔ چلو اب اٹھو تھوڑا سا پی لو۔" اس کے لہجے میں اصرار تھا۔ وہ آہستگی سے اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔
روشی نے اسے سوپ کا پیالہ تھما دیا تو وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے سپ لینے لگی تھی۔
"تم نے شادی سے انکار کیوں کیا؟" وہ پوچھ رہی تھی انا کا ہاتھ ساکت ہو گیا وہ سوپ کے پیالے میں چمچ

عالیہ شاہ

میری طرف سے آنچل کی پوری ٹیم کو اور تمام بہنوں کو السلام علیکم! میں فرسٹ ایئر کی اسٹوڈنٹ ہوں آنچل کو پڑھتے ہوئے سات آٹھ سال ہوگئے ہیں اس لیے کہ آنچل میں تفریح کے ساتھ ساتھ اچھی باتیں بھی ہوتی ہیں تاریخ پیدائش 19 دسمبر ہے سالگرہ نہیں مناتی۔ ہم تین بہنیں اور تین بھائی ہیں ایک بہن کی وفات ہوچکی ہے اب ہم دو بہنیں ہیں میرا نمبر تیسرا ہے۔ موسموں میں سردیوں کا موسم بہت زیادہ پسند ہے۔ بلیک اور میرون کلر بہت پسند ہے لباس میں لہنگا پہننے کا بہت شوق ہے اور فیشن کے مطابق ڈریس پہننے اچھے لگتے ہیں۔ فلم سٹار میں سلمان خان اور کرشمہ کپور پسند ہیں۔ ہر کام کرلیتی ہوں پر غصہ بہت زیادہ آتا ہے اور رونا بہت جلدی آجاتا ہے۔ تھوڑی دیر بعد موڈ خود ہی ٹھیک ہو جاتا ہے۔ مجھے مری اور سوات جانے کا بہت شوق ہے۔ دوستوں میں شمسہ، صبا، مصباح، سدرہ، عمارہ اور بہت سی دوستیں ہیں ہر کسی سے بہت جلدی فرینک ہو جاتی ہوں۔ اپنی ہر خوشی اور غم اپنی دوست شمسہ سے شیئر کرتی ہوں۔ مخلص لوگ بہت زیادہ پسند ہیں جن کی اب بہت کمی ہوگئی ہے احسن میری کمزوری ہے۔ میرے آئیڈیل میرے چاچو تھے جن کی اب ڈیتھ ہوچکی ہے۔ جانے والے لوٹ کر نہیں آتے مگر اپنے پیچھے اچھی یادیں اور اچھی باتیں چھوڑ جاتے ہیں۔ آنچل رائٹرز میں عشنا کوثر، نازیہ کنول نازی اور سمیرا شریف بہت پسند ہیں۔ پسندیدہ شاعر احمد فراز اور وصی شاہ ہیں آنچل کی پوری ٹیم کے لیے دعائیں کہ آپ ہمیشہ آنچل کو ایسے ہی سجاتے رہیں۔

گھمانے لگ گئی تھی۔

"کیا کوئی بات ہوئی ہے۔" اسے بغور دیکھتے روشی نے پوچھا تھا۔

"کیا میں بغیر کسی وجہ کے محض اپنی ایجوکیشن کو لے کر انکار نہیں کرسکتی۔" کچھ توقف کے بعد اس نے کہا تو روشی نے سر ہلا دیا۔

"لیکن یہ بابا کی خواہش ہے ان کی طبیعت خراب رہتی ہے وہ چاہتے ہیں کہ جلد از جلد تمہاری اور ولی کی شادی ہوجائے۔" روشی نے کہا۔

"جو بھی ہے میں خود کو ذہنی طور پر اس کے لیے تیار نہیں کرپارہی۔"

"لیکن ماما....."

"پلیز روشی۔" روشی نے کچھ کہنا چاہا تھا لیکن ماما نے ٹوک دیا۔

"پلیز میرا سر پہلے ہی دکھ رہا ہے میں اس ٹاپک پر کوئی بات نہیں کرنا چاہتی اب۔" اس کے لہجے میں قطعیت تھا۔

"تم کچھ اور کھانا پینا چاہو تو میں بنا دیتی ہوں۔" اس کے قطعی انداز پر روشی نے فوراً بات بدل دی تھی۔

"نہیں، ابھی کچھ دیر پہلے ماما نے کھانا کھلا کر میڈیسن دی ہے۔ اب یہ سوپ پی رہی ہوں بہت ہے یہ۔" اس نے پیالے میں موجود سوپ ختم کیا تو روشی نے اس کے ہاتھ سے خالی پیالہ لے کر سائیڈ پر رکھا۔

"سر میں اگر درد ہو رہا ہے تو میں دبا دوں۔" روشی کا پرخلوص محبت آمیز انداز برقرار تھا ماما کو ایک دم اپنے قطعی انداز کا احساس ہوا تو ایک گہرا سانس بھر کر رہ گئی۔

"نہیں میں ٹھیک ہوں میڈیسن لی ہے ڈاکٹر نے انجکشن بھی لگایا تھا کافی بہتری آئی ہے میں لیٹوں گی تو آرام آجائے گا۔" نقاہت زدہ آواز میں کہا تو روشی نے بغور دیکھا۔

"او کے ٹھیک ہے تم آرام کرو اگر کسی بھی چیز کی ضرورت محسوس ہو تو بتانا۔" محبت سے کہہ کر وہ اٹھ گئی تھی۔

انا نے سر ہلا دیا تھا وہ خاموشی سے اسے کمرے سے جاتا دیکھتی رہی تھی۔ وہ جاتے ہوئے دروازہ بھی بند کر گئی تھی انا خاموشی سے دوبارہ بستر پر لیٹ گئی تھی کچھ دیر تک وہ مختلف لایعنی سوچیں سوچتی رہی تھی لیکن پھر دوا کا اثر غالب آنے لگا تو وہ خود کو سونے سے نہ روک پائی تھی۔



مصطفیٰ گہری نیند میں تھا جب اس کی آنکھ موبائل کی مسلسل بجتی بیپ سے کھل گئی تھی۔ نائٹ بلب روشن تھا مصطفیٰ نے اٹھنا چاہا تو ایک دم رک گیا۔ شہوار اس کے بازو پر سر رکھے سو رہی تھی۔ وہ اسی طرح لیٹا رہا اور ہاتھ بڑھا کر مسلسل بجتے موبائل کو سائیڈ دراز سے اٹھا لیا تھا۔ اسکرین پر امجد خان کا نام جگمگا رہا تھا اس نے فوراً کال پک کی۔ رات کے اس پہر یقیناً کوئی ایمرجنسی تھی جو وہ کال کر رہا تھا ورنہ وہ کبھی اس وقت ڈسٹرب نہ کرتا۔

"ہاں بولو امجد خان...... خیریت......؟" اپنی آواز کو دھیما رکھتے اس نے پوچھا۔

"ایک اچھی خبر ہے سر۔" دوسری طرف سے امجد خان نے کہا۔

مصطفیٰ نے آہستگی سے اپنے بازو کے حصار میں مقید شہوار کے وجود کو پیچھے ہٹایا اور خود اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔

"کیسی خبر؟"

"ایاز کا پتا چل گیا ہے۔" امجد کی پرجوش آواز سنائی دی۔ مصطفیٰ فوراً ٹھٹکا۔

"واقعی۔"

"یس سر۔"

"کہاں چھپا ہوا ہے وہ؟"

"سر وہ عبدالقیوم کے ایک ٹھکانے میں موجود ہے ابھی ایک مخبر کی اطلاع ہے آج دن کے اوقات میں عبدالقیوم وہاں گیا تھا اس کا پیچھا کرتے پتا چلا کہ وہاں ایاز بھی موجود ہے۔"

"ویری گڈ۔ کنفرم اطلاع ہے نا۔"

"یس سر ہنڈرڈ پرسنٹ۔"

"او کے۔"

"سر میں نے چند آدمیوں کو اس کے ٹھکانے کی نگرانی پر لگا دیا ہے بس آپ کو اطلاع کرنا تھی اور پوچھنا تھا کہ نیکسٹ کیا کریں۔"

"اور کون کون جانتا ہے اس خبر کے بارے میں؟"

"سر میں آپ اور اطلاع دینے والا مخبر۔"

"او کے ایکشن کی تیاری کرو مجھے ایڈریس بتاؤ میں بھی نکلتا ہوں۔" مصطفیٰ نے فوراً لائحہ عمل تیار کیا تھا۔

"یس سر۔" امجد خان سے ایڈریس سمجھ کر مصطفیٰ نے کال بند کی اور ایک نظر شہوار کو دیکھا جو بے خبر سو رہی تھی۔ خوب صورت وجود اپنے تمام تر حسن کی تابناکیوں سمیت محوِ خواب تھا۔

مصطفیٰ کے اندر ایک دم جذبات کا سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگا تو اس نے جھک کر بہت نرمی سے اس کی پیشانی پر مہر ثبت کی تھی۔ وہ ذرا سا کسمسائی اور پھر سو گئی تھی۔

مصطفیٰ اٹھ کر الماری کی طرف بڑھا اور ملگجے اندھیرے میں ہی اس نے اپنا لباس نکالا تھا شب خوابی کا لباس بدل کر وہ واش روم سے نکلا تو شہوار بستر پر بیٹھی ہوئی تھی۔

سانحہ پشاور میرے وطن کے شہید طلباء تمہاری شہادت پر لکھتے ہوئے قلم میرا یہ لہولہان ہے 16 دسمبر کے زخم پر وقت کھڑا رو رہا ہے معصوموں کو دیکھ کر تمہاری موت نے مانگی پناہ ہے	ظلم جنہوں نے یہ ڈھایا ہے قوم کی ان کو بددعا ہے کوئی حرف تسلی نہ جواب شکوہ ہے جن ماؤں کی گودوں کو اجاڑ گیا ہے جہاں کو پھر سے عمر دے یا رب میری عمر زندگی کے لیے بھی دعا ہے ذبیہ بلال شیخ...... ظاہر پیر

"کیا ہوا آپ اس وقت کہاں جارہے ہیں۔" مصطفیٰ کو دیکھتے ہی پوچھا تھا وہ مسکرا دیا۔
"بس آفس کی طرف سے ارجنٹ کال ہے مجھے فوراً پہنچنا ہے۔"
"کیوں خیریت ہے نا؟" وہ فوراً فکرمند ہوئی تھی۔ مصطفیٰ نے مسکرا کر دیکھا۔
"بالکل خیریت ہے جان ہے کہ اس پہر اس طرح اٹھ کر جانا ہماری لائف کا حصہ ہے یو ڈونٹ وری۔"
"لیکن پھر بھی پتا تو چلے کہ کہاں جارہے ہیں؟" وہ شب خوابی کے لباس میں تھی۔
کھلے بالوں کو سمیٹے خود پر دوپٹا لپیٹے وہ اٹھ کر مصطفیٰ کے پاس آ کھڑی ہوئی تھی جو سائیڈ دراز میں سے اپنی گن نکال کر اس کا چیمبر چیک کررہا تھا۔
"ایک پرانا مجرم ہے کافی عرصے سے لاپتا تھا ابھی ایک مخبر سے اس کے ٹھکانے کی اطلاع ملی ہے۔ میرا وہاں پہنچنا بہت ضروری ہے۔" گن پاکٹ میں ڈال کر باقی ضروری چیزیں بھی لے لی تھیں۔
"کوئی پریشانی والی بات تو نہیں ہے نا۔" اس کے لہجے میں فکرمندی تھی۔ مصطفیٰ نے مسکرا کر اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔
"بالکل بھی نہیں۔ میرا جانا تو محض فارمیلٹی ہے امجد خان ساتھ ہوگا اور کچھ اور ساتھی بھی سو ہر طرح کی ٹینشن سے فری ہو کر سو جاؤ میں فارغ ہو کر دن میں گھر کا چکر لگاؤں گا۔" اس کا رخسار سہلا کر کہا تو شہوار خاموش ہو رہی۔
مصطفیٰ نے اسے گرم جوشی سے ساتھ لگا کر خود سے جدا کیا تھا۔
"اب جاؤں اگر تمہاری اجازت ہو تو؟" شریر سے لہجے میں پوچھا تو وہ جھینپ کر مسکرا دی تھی۔
"جی۔"
"مجھے دیر سویر ہوسکتی ہے تم آرام سے سو جانا اور کسی کو بتانے کی ضرورت نہیں صبح خود ہی سب کو علم ہو جائے گا۔" شہوار نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔ مصطفیٰ اس کا رخسار تھپتھپاتے وہاں سے چلا گیا تھا۔ شہوار نے خاموشی سے اسے جاتے دیکھا اور اس کی کامیابی اور حفاظت کی دعا کی۔

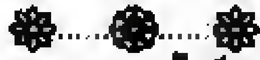


انہوں نے لیاز کے ٹھکانے پر ریڈ کی تھی وہ سو رہا تھا انہوں نے بے خبری میں اسے جا لیا تھا وہ اکیلا تھا اور ساتھ ایک کم عمر ملازم لڑکا ان کے سامنے تھا وہ فوراً بے بس ہو گئے تھے۔
لیاز کے تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ کوئی ایسے اس طرح آ کر پکڑ لے گا اور خصوصاً مصطفیٰ وہ تو رات نجانے مصطفیٰ کو

ٹھکانے لگانے کے کیا کیا منصوبے بنا تا رہا تھا۔ مصطفیٰ کو دیکھ کر تو اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔
"میں تم کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ تم مجھے اچھی طرح نہیں جانتے میں کس حد تک جا سکتا ہوں۔ تم مجھے گرفتار کر کے اچھا نہیں کر رہے۔" وہ ہذیان بک رہا تھا۔ مصطفیٰ کے اندر ایک دم غصے کا ابال اٹھا تھا۔
اس نے کھینچ کر اس کے منہ پر تھپڑ مارا تو وہ لڑکھڑا کر رہ گیا تھا ایاز کے منہ سے خون نکلنے لگا تھا۔
"لے چلو اسے اس کے ہوش حواس تو میں ٹھکانے لگاتا ہوں۔" مصطفیٰ کا لہجہ سخت اور آنکھوں میں سرد پن تھا۔ ایاز کے اندر ایک دم خوف اتر آیا تھا۔ وہ پہلے ہی سے مصطفیٰ کے ہاتھوں پٹ چکا تھا اسے اندازہ تھا کہ مصطفیٰ کے ہاتھوں پکڑے جانے پر اب اس کا کیا حال ہونے والا ہے۔
"تم گھٹیا ذلیل انسان، میں زندہ نہیں چھوڑوں گا تمہیں میرا باپ تمہیں چھوڑے گا نہیں۔" وہ غصے اور صدمے سے پاگل ہو رہا تھا۔
"لے جاؤ اسے۔" مصطفیٰ نے سختی سے اپنے اہل کاروں کو حکم دیا تو وہ اسے گھسیٹ کر باہر لے گئے تھے۔
ایاز کا ملازم ہاتھ باندھے کھڑا کانپ رہا تھا جبکہ امجد خان کمرے کی تلاشی لے رہا تھا۔
"کب سے ہو یہاں؟" مصطفیٰ نے پوچھا۔
"صاحب بہت عرصے سے ہوں صاحب نے کافی عرصے سے یہاں کی دیکھ بھال کے لیے رکھا ہوا تھا۔" ملازم نے فوراً بتا دیا۔
"امجد خان اسے بھی لے چلو، اگر کوئی قابل مذمت بات نکلی تو ایاز کے ساتھ ہی ڈال دینا اسے بھی ورنہ ضروری کارروائی کر کے چھوڑ دینا۔" مصطفیٰ نے امجد کو آرڈر کیا تو وہ فوراً الرٹ ہو گیا تھا۔
"یس سر۔" کمرے کی تلاشی سے انہیں اس کا پاسپورٹ ٹکٹ اور کچھ ضروری چیزیں مل گئی تھیں انہوں نے وہ سب تحویل میں لے لی تھیں۔ وہاں سے نکل کر مصطفیٰ ابھی گاڑی میں آ کر بیٹھا ہی تھا کہ شہوار کی کال آ گئی تھی۔
"کیسے ہیں آپ؟" اس کے لہجے میں تشویش تھی۔ مصطفیٰ مسکرا دیا تھا۔
"بالکل اے ون۔"
"اور جس کام کے لیے گئے ہوئے تھے وہ ہو گیا۔" مصطفیٰ نے دوسری گاڑی میں موجود ایاز کو دیکھا۔
"ہاں الحمدللہ ہو گیا۔"
"شکر ہے میں تو بہت پریشان ہو رہی تھی۔" اس کے لہجے میں تشویش تھی مصطفیٰ ہنس دیا۔
"یہ سب تو میری جاب کا حصہ ہے کبھی دن کبھی رات نجانے کون سی گولی کب آ جائے۔"
"اللہ نہ کرے..... اللہ آپ کا حامی و ناصر رہے ہمیشہ آمین۔" مصطفیٰ کے الفاظ پر وہ تڑپ ہی تو گئی تھی مصطفیٰ بے اختیار ہنسا تھا۔
"محبت ہو گئی ہے کیا؟" انداز چھیڑنے والا تھا دوسری طرف وہ خفا ہو گئی تھی۔
"آپ کی فکر کرنا ایک فطری سی بات ہے بیوی ہوں آپ کی۔" خفگی بھرا لہجہ مصطفیٰ کے اندر گویا کسی نے جذبات کی تاروں کو چھیڑ دیا تھا۔
"ذرہ نوازی ہے آپ کی مانگنے سے بھی نواز دیتی ہیں ہم نواز تمہی تو ہم نے کون سا کوئی گلہ شکوہ کر لیتا تھا۔" مصطفیٰ نے مصنوعی بے چارگی سے کہا۔ اس کے ساتھی بھی اس کے اگلے حکم کے منتظر کھڑے تھے وہ فوراً باہر نکلا تھا۔ اس نے سب کو دیکھا اور پھر فوراً بات سمیٹی تھی۔

"او کے ابھی ضروری کام ہے آفس ہی جارہا ہوں جب فارغ ہوا تو گھر کا چکر لگا لیتا ہوں ٹھیک ہے۔" مصطفیٰ نے کہا اور پھر اللہ حافظ کہہ کر کال بند کردی۔

"ایک ساتھی میرے ساتھ آجائے باقی سب کو امجد خان تم لے چلو میں بھی آفس ہی چلتا ہوں۔" کہہ کر وہ گاڑی میں بیٹھ گیا تھا۔ دونوں گاڑیاں آگے پیچھے روانہ ہوئی تھیں۔



ماما اور سب کے منع کرنے کے باوجود وہ کالج آگئی تھی۔ بخار تو رات بھر میں اتر چکا تھا لیکن نقاہت سے زیادہ اس پر کسلمندی اور بیزاریت نے غلبہ پا رکھا تھا۔

شہوار بھی کالج آگئی تھی اسے دیکھ کر تشویش ہوئی تھی۔

"وہ تمہیں بخار تھا اور مجھے علم ہی نہیں کل سارا دن مصطفیٰ کے ساتھ گزرا سو کالج نہ آسکی تھی ورنہ پتا تو چل جانا تھا۔"

"ہاں بس معمولی سا بخار تھا آج کل میں کور کرلوں گی۔" سنجیدگی سے کہہ کر وہ اپنی بکس کی طرف متوجہ ہوگئی تھی۔

پھر دو پہر کے بعد دونوں کو بچھڑ لیف طلا تو لان کے گوشے میں اپنی مخصوص جگہ پر آ بیٹھی تھیں۔ ان کے ساتھ دو تین اور لڑکیاں بھی آ بیٹھی تھیں۔ اسائنمنٹ پر ڈسکشن ہوتی رہی تو دونوں مصروف رہی تھیں۔ شہوار کو کسی سر سے ملنا تھا وہ چلی گئی تو وہ بیزاریت سے بیٹھی رہی۔ جانے کیا کیا سوچ رہی تھی موبائل بجا تو چونکی۔ کاشفہ کی کال تھی۔ جانے کیوں یہ لڑکی اس کے پیچھے آسیب کی طرح چمٹ گئی تھی۔

"میں تمہارے کالج کے سامنے موجود ہوں مجھے تم سے ملنا ہے تم باہر آؤ گی یا پھر میں اندر آجاؤں۔" چھوٹتے ہی وہ کہہ رہی تھی انا کے تیور بگڑے تھے۔

"کیا چاہتی ہو؟"

"ملو گی تو بتا بھی دوں گی ویسے تم اچھی طرح جانتی ہو کہ میں کس سلسلے میں ملنا چاہتی ہوں۔" دوسری طرف بلا کی سنجیدگی تھی۔

"میرا تم سے کوئی لینا دینا نہیں براہ مہربانی مجھے ڈسٹرب مت کرو، میں نے زندگی کی سب سے بڑی غلطی یہ کی تھی کہ تمہیں کال کی تھی۔" وہ یک دم پھٹ پڑی۔

وہ تو شکر تھا کہ اس وقت سبھی لڑکیاں ادھر ادھر ہوگئی تھیں وہ اس وقت یہاں تنہا موجود تھی۔

"سوچ لو اگر میں اندر آگئی تو پھر بات بڑھ بھی سکتی ہے۔" انداز دھمکانے والا تھا۔

"کیا کہنا ہے تم نے۔" اس کی دھمکی پر وہ ایک دم ٹھٹکی تھی۔

"میرا اور تمہارا مشترکہ مسئلہ ولید ضیاء ہے اگر تم آرام و سکون سے میری بات سن لو گی تو اس میں ہم دونوں کا مسئلہ حل ہوسکتا ہے اور خصوصاً تمہارا۔" کاشفہ کی بات پر وہ کچھ دیر کے لیے ساکت ہوگئی تھی۔

ولید تو واقعی اس کی ذات کا ایسا مسئلہ بن چکا تھا جس سے دستبردار ہونا زندگی سے منہ موڑنے کے مترادف تھا اور اسے ان حالات میں اپنا لینا ساری عمر کانٹوں پر لوٹنے کی اذیت سہنا تھا۔

"تو پھر آرہی ہو تم؟" انا نے گہرا سانس لیا تھا۔ وہ کشمکش و پیچ میں تھی ذہن کوئی بھی بات سوچنے سمجھنے سے قاصر تھا۔ بس وہ چاہتی تھی کہ کسی نہ کسی طرح اس اذیت سے نکل جائے۔

"ہاں ہوسٹ کرو میں آتی ہوں۔" اس نے ایک دم حتمی فیصلہ کیا اور دوسری طرف کاشفہ نے کال بند کردی تھی۔

وہ کچھ دیر پریشان سی بیٹھی رہی اور پھر ارد گرد دیکھتے وہ اپنی چیزیں سمیٹ کر کھڑی ہوگئی تھی۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ

کاشف سے جان لے گی کہ وہ ید اور اس کا تعلق کس حد تک ہے اس کے بعد ہی وہ کوئی فیصلہ کرے گی۔ وہ اپنی بکس، فائل اور بیگ لیے باہر نکلی تو کاشفہ نے اپنی بلیک گاڑی اس کے عین سامنے لاکھڑی کی تھی۔ کاشفہ کے ساتھ ایک لڑکی اور بھی تھی شاید اس کی دوست۔ وہ اتر کر پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی تھی جبکہ کاشفہ کے کہنے پر انا فرنٹ سیٹ پر بیٹھی تھی۔

"بولو کیا کہنا ہے؟" اس کا انداز بہت بگڑا ہوا تھا کاشفہ مسکرائی تھی۔

"اتنی جلدی بھی کیا ہے آرام و سکون سے کسی جگہ بیٹھ کر بات کریں گے بی کول یار۔" انا چونکی۔

"لیکن کہیں اور جانے کی ہمارے درمیان بات طے نہیں ہوئی۔"

"تو کوئی بات نہیں اب طے کر لیتے ہیں تم میرے ساتھ چل رہی ہو اور جب تک میں نہیں چاہوں گی تم واپس نہیں جا سکتی۔" کاشفہ کا انداز بڑا سنجیدہ تھا۔ انا نے حیرت سے دیکھا تھا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا میں تمہارے ساتھ کہیں بھی نہیں جا رہی میں صرف تمہاری بات سننے آئی ہوں۔" وہ اندر ہی اندر پریشان ہو چکی تھی۔

"پریشان مت ہو ہم بھی صرف بات ہی کریں گے بس آرام و سکون سے بیٹھ کر۔" اب کی بار کاشفہ کی بجائے اس کی دوست بولی تھی۔

انا نے ناسمجھی سے دونوں کو دیکھا تھا اور خاموشی سے بیٹھی رہی تھی۔ جبکہ گاڑی تیزی سے سڑک پر رواں دواں تھی۔



مصطفیٰ سارے امور نمٹا کر لوٹا تو گھر میں مہر النساء اور شاہزیب دونوں موجود تھے شاہزیب صاحب آج شاید آفس نہیں گئے تھے باقی لائبہ اور آفاق نظر نہیں آ رہے تھے۔ مصطفیٰ نے ان کو سلام کیا تو انہوں نے بغور دیکھا۔

"امجد خان کا فون تھا وہ بتا رہا تھا کہ رات کے آخری پہر ایاز کو گرفتار کر لیا ہے تم لوگوں نے۔" انہوں نے پوچھا امجد خان مصطفیٰ سے زیادہ ان کا وفادار تھا ہر چھوٹی موٹی بات ان کو ضرور بتاتا تھا مصطفیٰ ان کے پاس ہی بیٹھ گیا اور ساری کارروائی کے متعلق ان کو بتانے لگا تھا مہر النساء نے بھی خاموشی سے سب ہی کچھ سنا تھا۔

"چلو اچھا ہوا اب کچھ عرصہ تک سکون رہے گا ورنہ جب تک مصطفیٰ گھر سے باہر رہتا تھا میرا دل ہولتا رہتا تھا۔" ماں جی نے ساری بات سن کر کہا تھا مصطفیٰ مسکرا دیا۔

"ایسے لوگوں کا آخر کار یہی انجام ہوتا ہے۔" شاہزیب صاحب نے تبصرہ کیا۔

"اللہ سب کی اولاد کو ہدایت دے ماں باپ کے لیے تو دکھ کی بات ہوتی ہے۔" ان کا دل پھر بھی نرم تھا۔

"ہاں اس کے باپ اور گھر والوں تک اطلاع پہنچ چکی ہے وکیل کے ہمراہ اس کا باپ آج آفس آیا تھا لیکن اس بار کیس ایسا ہے کہ اس کی ضمانت بھی نہیں ہونے دوں گا میں۔" مصطفیٰ کا انداز اٹل تھا۔ ماں جی نے اسے دیکھا اور گہرا سانس بھرا۔

"آپ عادلہ کے باپ سے ملیں اور اسے سمجھائیں تاکہ خوامخواہ کی دشمنی پالنے سے کیا فائدہ۔ عادلہ ہمارے بچے آفاق کی ماں ہے ہم سب بھول کر اسے واپس لانے کو تیار ہیں اس کے باپ کو کہیں تاکہ وہ اپنی بیٹی کو سمجھائے۔" مہر النساء کی بات پر شاہزیب صاحب ایک پل کو ٹھٹکے تھے۔

"اب یہ ممکن نہیں۔" انہوں نے کہا تو مہر النساء نے انہیں دیکھا۔

"لیکن آفاق کے لیے تو کرنا پڑے گا نا جو بھی ہے جیسی بھی ہے ماں ہے اس کی۔"

"وہ سب ٹھیک ہے لیکن عباس اسے طلاق کے پیپرز بھجوا چکا ہے۔" انہوں نے دھیمے سے انکشاف کیا تو مصطفیٰ اور

غزل

جب مقدر وفا نہیں کرتا
میں بھی کوئی دعا نہیں کرتا
میری دیوانگی ظاہر نہ ہو
دوستوں سے ملا نہیں کرتا
دل کا دروازہ بند رکھتا ہوں
خوف دنیا سے وا نہیں کرتا
میری عادت ہے درد سہنے کی
میں کبھی بد دعا نہیں کرتا
وقت سے ہاتھ تو ملاتا ہوں
اس کے آگے جھکا نہیں کرتا

رانی اسلام.....گوجرانوالہ

مہرالنساء دونوں چونک اٹھے تھے۔

"کیا؟" ماں جی نے گویا سینے پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔

"کب؟"

"کچھ دن پہلے کی بات ہے۔"

"اور مجھے بتایا بھی نہیں۔" ان کی زبان سے شکوہ پھسلا تھا۔

"باقی لوگ پریشان ہوتے ہم نے عباس کو منع کر دیا تھا۔" شاہزیب صاحب کا لب ولہجہ پرسکون تھا۔

مہرالنساء کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تو مصطفیٰ نے آہستگی سے انہیں ساتھ لگا لیا تھا۔

"میرا بیٹا، میں جانتی ہوں اس نے کس طرح عادلہ کے ساتھ گزارا کیا تھا لیکن آفاق کا کیا قصور تھا وہ تو ساری عمر کے لیے ماں کی ممتا سے محروم ہو گیا۔" ان کے رونے میں شدت آ گئی تھی۔ لائبہ آفاق کو لیے ادھر آ نکلی تھی۔

"کیا ہوا؟" پریشان ہو کر پوچھا۔

"عباس نے عادلہ کو طلاق دے دی ہے۔" انہوں نے روتے ہوئے بتایا تو لائبہ بھی ساکت رہ گئی انہوں نے اٹھ کر آفاق کو اٹھا لیا اور ساتھ لگا کر چوما تو بچہ اس قدر پیار پر بوکھلا کر رونے لگا تھا۔ مصطفیٰ نے اسے تھام لیا تھا۔

"ماں جی پریشان نہ ہوں یہ سب شاید ایسے ہی ہونا تھا ہم سے عادلہ بھابی کے حوالے سے ایک غلطی ہوئی تھی رہ گیا آفاق تو اللہ بہتر کرے گا ان شاء اللہ آپ دل چھوٹا نہ کریں۔ ہم سب موجود ہیں۔ رہ گئے عباس بھائی اللہ نے ان کے لیے بھی کوئی نہ کوئی خوشی لکھی ہی ہوگی۔" مصطفیٰ نے ساتھ لگا کر تسلی دی۔

لائبہ نے اپنی آنکھوں کو دوپٹے سے صاف کیا تھا۔

"عباس کے سامنے اب بار بار یہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں وہ زبان سے کچھ نہیں کہتا لیکن میں سمجھ سکتا ہوں کہ اندرونی طور پر خود بہت ہرٹ ہوا ہے۔ اس کے لیے کوئی اچھی سی لڑکی دیکھیں چاہے خاندان سے باہر اب میں اس کے معاملے میں مزید تاخیر نہیں کروں گا۔" شاہزیب صاحب کہہ کر کھڑے ہو گئے تھے۔

"میرا بچہ۔" مہرالنساء کے دل سے پھر ایک ہوک اٹھی تو انہوں نے دوپٹے سے اپنی آنکھیں رگڑنا شروع کر دی

تھیں۔سب نے خاموشی سے ان کو دیکھا تھا۔



وہ ان دونوں کے ہمراہ جس جگہ آئی تھیں وہ ایک چھوٹا سا گھر تھا ان کے ہمراہ چلتی وہ ایک کمرے میں آ گئی تھیں۔ انا کو رہ رہ کر اپنے فیصلے پر پچھتاوے کا احساس ہو رہا تھا کہ اسے ان دونوں کے ہمراہ نہیں آنا چاہیے تھا۔ لیے ان دونوں لڑکیوں کے تیور اچھے نہیں لگ رہے تھے وہ جیسے ہی کمرے میں داخل ہوئی تھی کاشفہ اور اس کی ساتھی نے اس سے بکس اور بیگ لے لیا تھا۔

''یہ تم کیا کر رہی ہو۔'' انا ایک دم حیران رہ گئی تھی۔

''تم ہماری مہمان ہو آرام و سکون سے بیٹھ جاؤ چائے منگواتی ہوں وہ پیو اور ہماری بات سنو۔'' کاشفہ کا انداز از حد سنجیدہ تھا۔ اس نے اس کے بیگ کو کھول کر دیکھنا شروع کر دیا تھا اور پھر ایک کونے سے موبائل نکال کر اس کا سوئچ آف کر دیا تھا۔

''یہ سب کیا ہے؟'' وہ چیخی۔

وہ سمجھ سکتی تھی کہ وہ ان دونوں لڑکیوں کے ہاتھوں دھوکہ کھا چکی ہے نجانے اب ان دونوں کا کیا ارادہ تھا اور اس کے ساتھ کیا ہونے والا تھا۔ وہ ایک دم اپنا چکراتا سر تھام کر بستر پر گری پڑی تھی۔

''ارے ابھی تو ہم نے کچھ کیا ہی نہیں تم ابھی سے ہمت ہار گئی۔'' کاشفہ طنزیہ انداز میں کہتے اس کے قریب آئی تھی۔ وہ جو پہلے ہی نڈھال تھی ایک دم بے دم ہی ہو گئی تھی۔

''کیا چاہتی ہو تم؟'' اس کی آواز بالکل لرز رہی تھی۔

''ولید کو۔'' وہ گھٹیا انداز میں ہنسی تھی۔

''مجھے یہاں کیوں لائی ہو۔''

''اپنی تصحیح کر لو میں لائی نہیں تم خود اپنی مرضی سے چل کر آئی ہو۔'' انا کو لگا اس کی آنکھوں کے آگے تارے ناچنے لگے ہوں۔ اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے دونوں کو دیکھا۔

''مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی، جا رہی ہوں میں۔'' بے یقینی کے سحر سے نکلی تو ایک دم اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھی تھی۔ کاشفہ ایک دم اس کے رستے میں آئی اور اس کی دوست نے آگے بڑھ کر دروازہ لاک کر دیا تھا۔

''اب تم ہماری قید میں ہو اور تم تب تک یہاں سے نکل نہیں سکتی جب تک میں نہیں چاہوں گی۔'' کاشفہ کا لب و لہجہ کسی بھی قسم کے احساس سے عاری تھا۔ انا کو لگا کہ جیسے کمرے کی چھت اس کے سر پر آن گری ہے۔

وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے دونوں کو گھورے جا رہی تھی۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)



ٹوٹا ہوا تارا

سمیرا شریف طور

قسط نمبر 29

تجھ سے بچھڑا ہوں تو مرجھا کے ہوا برد ہوا
کون دیتا ہے مجھے کھلنے کی دعا تیرے بعد
ملنے والے کئی مفہوم پہن کر آئے
کوئی چہرہ بھی نہ آنکھوں نے پڑھا تیرے بعد

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

شہوار اور مصطفیٰ خوش گوار ازدواجی زندگی کی جانب گامزن ہیں جبکہ دریہ کے لیے مصطفیٰ کے والہانہ انداز اور شہوار کی محبت برداشت کرنا مشکل ہوجاتا ہے۔ جب ہی انہیں دور کرنے کی خاطر وہ مصطفیٰ کو اپنے سنگ الجھائے رکھتی ہے۔ دوسری طرف شہوار دریہ کے اس عمل کو محسوس کرتے مصطفیٰ سے برہمی کا اظہار کرتی ہے جبکہ شہوار کے رویے میں جیلسی محسوس کرتا مصطفیٰ خوش گوار حیرت میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ ولید اور انا کے تعلقات مزید ابتری کا شکار ہوجاتے ہیں۔ انا واضح طور پر ولید کی کیتھی اور کاشفہ سے دوستی کو اس کے مشکوک کردار سے وابستہ کرلیتی ہے جبکہ اپنی اس تذلیل پر ولید بھی کوئی صفائی نہ دینے کا عزم کرتے ہوئے ترک تعلق کرلیتا ہے۔ دوسری طرف تابندہ اپنی شناخت حاصل کرنے میں ناکام ٹھہرتی ہیں۔ ایسے میں ممتا کے ہاتھوں مجبور وہ شہوار سے بات کرکے اسے تسلی دیتی ہیں جبکہ شہوار ان کے واپس لوٹ آنے اور ایڈریس کے متعلق دریافت کرتی ہے لیکن وہ ٹال جاتی ہیں۔ تابندہ کی کال کے متعلق مصطفیٰ کو بتا کر وہ مدد طلب کرتی ہے ایسے میں مصطفیٰ نمبر کے ذریعے مطلوبہ جگہ ٹریس کرنے میں کامیاب ہوجاتا ہے لیکن مزید کامیابی حاصل کرنے میں ناکام رہتا ہے۔ امجد خان کی مدد سے مصطفیٰ رات کی تاریکی میں ایاز کے ٹھکانے پر چھاپا مار کر اسے گرفتار کرلیتا ہے جبکہ ایاز اس افتاد پر بوکھلا جاتا ہے۔ اپنے اور ولید کی تاریخ ٹھہرنے کی بات سن کر انا صاف لفظوں میں پڑھائی کا بہانہ کرکے ٹال دیتی ہے جبکہ اس کے انکار پر ضیاء صاحب اور دیگر گھر والے حیران رہ جاتے ہیں۔ ولید اس انکار کی وجہ دریافت کرتا ہے جس پر انا اس کے کردار کو مشکوک ٹھہراتے اس رشتے کو ختم کرنے کی بات کرتی ہے ایسے میں ولید کا ہاتھ انا پر اٹھ جاتا ہے جبکہ ولید کا یہ جارحانہ انداز انا کو مزید متنفر کردیتا ہے۔ ماں جی آفاق کے مستقبل کے متعلق سوچ کر عادلہ کو واپس لانے کی بات کرتی ہیں جب ہی انہیں شاہ زیب کی زبانی عادلہ اور عباس کی طلاق کے متعلق علم ہوتا ہے یہ سب جان کر وہ از حد رنجیدہ ہوجاتی ہیں۔ انا اپنی بیماری کو نظر انداز کیے کالج چلی آتی ہے لیکن یہاں بھی کاشفہ کی کالز اسے تنگ کیے رکھتی ہیں جب ہی وہ اس تعلق کو ہمیشہ کے لیے ختم کرنے کی خاطر کاشفہ کی بات مانتی اس کے سنگ چلی جاتی ہے۔ کاشفہ کے ساتھ انجان جگہ پر پہنچ کر انا کو کسی خطرے کا احساس ہوتا ہے جب ہی کاشفہ اپنی اصلیت دکھاتے انا کا موبائل چھین کر اسے اپنی قید میں کرلینے کی نوید سناتی ہے۔ کاشفہ کی اصل حقیقت جان کر انا کو اپنی جان نکلتی محسوس ہوتی ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

❁......❁❁......❁

عبدالقیوم پریشانی سے بار بار موبائل پر نمبر ملا رہے تھے ان کی بیگم اور بیٹی عادلہ خاموشی سے ان کو دیکھ رہی تھیں اور ان

دونوں کے چہروں پر پریشانی رقم تھی۔
"کوئی تو حل ہوگا؟ تم آفیسر سے بات کرو جتنی بھی رقم لگتی ہے میں لگانے کو تیار ہوں ایک بار ایاز باہر تو آئے خود اسی لیے گیا تھا مگر وہ مصطفیٰ کچھ سننے پر آمادہ ہی نہیں۔" غصے سے عبدالقیوم نے کہا تو بیگم نے پریشانی سے دیکھا۔
"ٹھیک ہے میں کسی اور سے بات کرتا ہوں۔" تلخی سے کہہ کر انہوں نے کال بند کردی۔
"یہ سب ہوا کیسے؟ آخر پولیس کو کیسے اطلاع مل گئی۔" بیگم نے پریشانی میں پوچھا تو عبدالقیوم نے بیوی کو دیکھا۔
"مجھے خود خبر نہیں، یہ تو ارد گرد کے لوگوں اور اس ملازم لڑکے کے والدین نے اطلاع دی مجھے کہ رات پولیس نے چھاپہ مارا تھا اس لڑکے اور ایاز دونوں کو پکڑ کر لے گئے تھے اب اس جگہ پر پولیس کے آدمی قبضہ کیے ہوئے ہیں۔" انتہائی نڈھال حالت میں عبدالقیوم صوفے پر گر سے گئے تھے۔
"اور وکیل صاحب کیا کہہ رہے تھے؟" عادلہ نے سنجیدگی سے پوچھا تو انہوں نے بیٹی کو دیکھا۔
"وکیل اب کچھ نہیں کرسکتا پہلے ہی وہ ضمانت پر رہا تھا اب کی بار اس پر مصطفیٰ پر قاتلانہ حملہ کرنے کا بھی کیس ہے۔ وکیل بتا رہا ہے کہ سارے شواہد ایاز کے خلاف جا رہے ہیں۔ ابھی تک ایاز نے اقرار تو نہیں کیا مگر خاموش نہیں رہے گا اب۔"
"لیکن اس طرح ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بھی تو نہیں بیٹھ سکتے نا۔"
"تو کیا کروں خود تھانے میں جا کر پیش ہو جاؤں۔" بیٹی کے الفاظ پر عبدالقیوم نے تڑپ کر کہا۔
"کہا بھی تھا کہ ایسی ویسی کوئی حرکت نہ کرنا اب ایک دو دن میں فلائٹ تھی باہر چلا جاتا نجانے پولیس کو کیسے اطلاع ہوگئی ورنہ وہ جگہ جہاں وہ تھا میرے علاوہ کوئی دوسرا بندہ اس جگہ کے بارے میں نہیں جانتا تھا حتیٰ کہ تم لوگوں کو بھی نہیں بتایا تھا۔" انداز نڈھال سا تھا۔ بیگم کے آنسو بہنے لگے تھے۔
"پہلے ہی مار مار کر برا حال کردیا تھا میرے بچے کا اب نجانے کیا بیت رہی ہوگی اس پر۔" بیگم عبدالقیوم کو ایاز سب سے زیادہ عزیز تھا اسی لیے وہ ایاز کے پکڑے جانے کا سن کر مسلسل رو رہی تھیں۔ عادلہ نے لب بھینچ کر ماں باپ کو دیکھا۔
"لیکن کچھ تو کرنا ہوگا؟" باپ کو تلخی سے کہا تھا جو ہمت ہار چکے تھے۔ لیکن وہ خاموشی سے نہیں بیٹھ سکتی تھی اس کے اندر ایک آگ جل رہی تھی دل چاہ رہا تھا کہ سب کچھ جلا کر بھسم کرڈالے۔
"وکیل کو کہا تو ہے وہ جائے اس امجد خان سے بات کرے پیسے سے اگر کام بنتا ہے تو میں کرنے کو تیار ہوں۔ لیکن جہاں تک مجھے اندازہ ہے وہ آدمی پیسے وغیرہ سے ماننے والا نہیں ہے۔" عبدالقیوم کی بھی تو پریشانی تھی۔ وہ پہلے ہی مصائب میں گھرے ہوئے تھے کاروباری پریشانیاں علیحدہ تھیں۔ اوپر سے عادلہ کی طلاق اور ایاز کی گرفتاری انہیں ایک دم کاشفہ یاد آئی نجانے وہ کہاں تھی۔
"کاشفہ کہاں ہے؟"
"پتا نہیں صبح کی گاڑی لے کر نکلی ہوئی ہے۔" ماں کی بجائے عادلہ نے ہی تلخی سے کہا۔
جب سے ایاز کی گرفتاری کے بارے میں سنا تھا دل و دماغ پر ایک غبار سا چھا گیا تھا۔
"ایک تو میں اس لڑکی کی حرکتوں سے عاجز آچکا ہوں ساری اولاد ایک سے بڑھ کر ایک ہے۔" کاشفہ کا سن کر عبدالقیوم ایک دم غصہ ہوئے۔
"اسے میں نے اتنا سمجھایا لیکن کچھ نہ سمجھ پائی جواباً اب طلاق لے کر بیٹھی ہوئی ہے۔" ان حالات نے ان کے دماغ پر اس قدر اثر کیا تھا کہ بہت تلخی سے عادلہ کو دیکھا۔

"مجھے الزام مت دیں ایک دن بھی میرے علاوہ کسی اور کو ان کے ہاں جا کر رہنا پڑتا تو پتہ چل جاتا کہ کس قدر کنزرویٹو تھے وہ لوگ۔" باپ کے الفاظ پر اس نے بھی تلخی سے جواب دیا۔

"کچھ عرصہ برداشت کیا ہوتا تو کیا چلا جاتا لوگ اپنے فائدے کے لیے نجانے کیا کیا کر لیتے ہیں۔ صرف اور صرف تمہاری وجہ سے حالات اس حد تک خراب ہو چکے ہیں۔ ورنہ رشتہ داری کا ہی خیال کر لیتے۔" انہوں نے غم و غصے سے سارا الزام بیٹی پر دھرا۔

عادلہ نے بہت غصے سے ماں اور باپ کو دیکھا اور لب بھینچ کر تیزی سے کمرے سے چلی گئی۔

"اس کا کیا قصور ہے اسے کیوں ڈانٹ رہے ہیں آپ کے کہنے پر شادی کی تھی اس نے اس کے لیول اور مزاج کے لوگ نہیں تھے جان چھوٹی ان سے اب اس کو کیوں الزام سے رہے ہیں۔" بیگم نے فوراً بیٹی کی طرف داری کی۔

"آج یہ دن صرف تمہاری وجہ سے دیکھنا پڑ رہا ہے۔" انہوں نے بیوی کو بھی اپنے غصے کی لپیٹ میں لیا۔

"تم نے اگر ذرا بھی اولاد کی طرف توجہ دی ہوتی تو کم از کم آج یہ حالات نہ ہوتے سارا سارا وقت پارٹیز اور دعوتوں کی نذر کر دیا تم نے اور آج یہ دن دیکھ رہا ہوں میں۔ کاشف کی نت نئی دوستیاں اور جذباتی فطرت، بدزبانی اور بداخلاقی سے تو میں ویسے ہی مایوس ہو چکا تھا ایاز پر بھی پیسہ خرچ کر کے اس مقام تک لایا تھا ایک عادلہ کچھ سمجھ بوجھ رکھتی تھی وہ بھی تمہاری باتوں میں آ کر سب تباہ کر بیٹھی۔" وہ شروع ہوئے تو سب حساب گنواتے چلے گئے۔

"بہت خوب مجھے الزام دے رہے ہیں خود تو جیسے بیٹھے ساری عمر دولت اکٹھی کرنے میں گزار دی، نہ کرتے۔" سب رونا دھونا بھول کر بے مروتی سے جواب دیا۔ درحقیقت عبدالقیوم کو اس کا اصل چہرہ دکھانا چاہا تھا۔

"ہاں دولت اکٹھی کرنے میں گزار دی ساری عمر میں نے اور اس دولت پر عیش تم لوگوں نے کیا۔ جو بھی کمایا دونوں ہاتھوں سے لٹایا ہے تم لوگوں نے اور کاشف اور ایاز کے لیے آئے دن کے نت نئے کارنامے برباد کر کے رکھ دیا ہے تم لوگوں نے مجھے۔" صوفے سے اٹھ کر چیخ کر کہا تو عادلہ نے اپنے کمرے سے نکل کر ان کو آ کر دیکھا۔ اس کا چہرہ بے حد سنجیدہ تھا۔ اس کے ماں باپ جاہلوں کی طرح لڑ رہے تھے۔ ایک دوسرے کو طعنے دے رہے تھے۔

"کیا کر رہے ہیں آپ دونوں بیٹھ کر آرام و سکون سے مسئلہ حل ہو سکتا ہے کیوں لڑ رہے ہیں۔" اس نے ناگواری سے مداخلت کی۔

"کاش یہ سب میں نے پہلے سوچ لیا ہوتا تو آج یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔" بیوی کو گھور کر بیٹی کو جواب دے کر وہ چلے گئے۔ بیگم ان کے جانے پر بے تحاشا بڑبڑانے لگیں تھیں۔

"سٹھیا گیا ہے تمہارا باپ اب اس عمر میں آ کر مجھے طعنے دے رہا ہے خود تو ساری عمر دولت کے لالچ میں لگا دی اب کہتا ہے کہ سارا قصور میرا ہے۔" چیخ کر کہتے عادلہ کو سنا کر وہ بھی وہاں سے چلی گئی۔

عادلہ نے سرخ چہرے اور از حد سنجیدگی کے ساتھ انہیں جاتے دیکھا تھا اس کے ذہن و دل میں ایک طوفان کی سی کیفیت برپا تھی۔ دل چاہ رہا تھا کہ ہر چیز کو تہس نہس کر دے۔ عباس کی طرف سے موصول ہونے والے طلاق کے کاغذات کے بعد سے اس کے اندر یہ کیفیت مسلسل برپا تھی۔

❁ ❁❁ ❁

ڈرائیور انا کو پک کرنے گیا تھا لیکن کافی انتظار کے بعد بھی وہ باہر نہ آئی تو اس نے کال کی مگر انا کا نمبر بند تھا اس نے پریشان ہو کر گھر کال کی۔

روشی اور ضیا صاحب گھر پر ہی ہوتے تھے روشی نے کال ریسیو کی تھی۔ دونوں سن کر پریشان ہو گئے۔

"وہ کالج میں ہی ہوگی یا اپنی دوست کے ساتھ اس کے ہاں چلی گئی ہوگی تم ویٹ کرلو۔" روشی نے ڈرائیور کو کہا اور خود کال بند کر کے انا کو نمبر ملانے لگی پر اس کا نمبر بند جا رہا تھا اس کو شدید پریشانی نے آ لیا' کچھ سوچتے ہوئے اس نے ولید کو کال کی۔

"آپ کے پاس مصطفیٰ بھائی یا شہوار کا نمبر ہوگا؟" سلام دعا کے بعد اس نے فوراً بھائی سے پوچھا۔

"ہاں مصطفیٰ کا ہے کیوں خیریت؟" ولید نے پوچھا۔

"بس ایک کام ہے، مجھے مصطفیٰ بھائی سے شہوار کا نمبر لے کر دیں مجھے فوراً اس سے بات کرنی ہے۔" روشی کو یقین تھا کہ انا شہوار کے ساتھ ہوگی اسی لیے ولید کو بتانے سے احتراز کیا۔

"اچھا میں لکھواتا ہوں۔" ولید نے کہا تو وہ انتظار کرنے لگی۔ کچھ توقف کے بعد ولید نے اسے نمبر لکھوایا تو روشی نے کال بند کر کے شہوار کا نمبر ملایا پھر چند بیلز کے بعد شہوار کی آواز سنائی دی۔

"میں روشی بات کر رہی ہوں انا کی کزن اور ولید کی بہن۔" روشی نے سلام دعا کے بعد اپنا تعارف کرایا تو دوسری طرف شہوار کو خوش گوار سی حیرت ہوئی۔

"ارے..... آپ..... کیسی ہیں آپ؟"

"میں ٹھیک ہوں۔"

"ایم سوری تمہیں ڈسٹرب کیا مجھے کچھ پوچھنا تھا۔" روشی ایک لمحے کو رکی۔

"ڈرائیور انا کو لینے گیا تھا لیکن وہ کالج میں نہیں ہے کیا وہ تمہارے ساتھ ہے۔" روشی نے پوچھا تو دوسری طرف شہوار چونکی تھی۔

"نہیں تو وہ تو کب کی کالج سے جا چکی ہے تقریباً تین چار گھنٹے ہو چکے ہیں میں بھی گھر آ چکی ہوں۔" شہوار نے بتایا تو روشی الجھی۔

"لیکن وہ تو ابھی تک گھر نہیں لوٹی۔"

"یہ کیسے ممکن ہے پچھلے تین چار گھنٹوں سے تو وہ کالج یا اسپتال کی طرف بھی نہیں تھی میں سمجھی کہ وہ گھر جا چکی ہوگی ویسے مجھے بتا کر تو نہیں گئی تھی یہ تو میرا اندازہ ہے۔" شہوار بھی پریشان ہوئی۔

"اوکے، ہوسکتا ہے وہ کہیں شاپنگ کرنے نکل گئی ہو اصل میں پریشانی یہ ہو رہی ہے کہ اس کا سیل بھی بند ہے اوکے تم پریشان مت ہونا ہوسکتا ہے کہ وہ کچھ دیر میں گھر آ جائے۔"

"جیسے ہی وہ گھر آئے مجھے کال کر دیجیے گا۔"

"بالکل۔" روشی نے اختتامی جملے کہہ کر کال بند کر دی۔

ضیاء صاحب بھی پریشان تھے اگلے ایک گھنٹے میں انا گھر نہیں پہنچی تو روشی نے گھبرا کر ولید کو کال کی اور اسے ساری بات بتا دی۔

"مائی گاڈ..... وہ اتنے گھنٹوں سے غائب ہے اور تم اب بتا رہی ہو۔" دوسری طرف ولید ایک دم متفکر ہوا۔

"مجھے پتا تھا کہ وہ کچھ دیر میں پہنچ جائے گی۔"

"پھوپو کو کال کی کہیں ان کے پاس نہ چلی گئی ہو۔" ولید کو خیال آیا تو روشی نے ایک گہرا سانس لیا۔

"میں سب سے کال کر کے پتا کر چکی ہوں وہ وہاں بھی نہیں۔" اب کے ولید حقیقتاً پریشان ہوا تھا۔

"او اب تو..... شام ہو رہی ہے کہاں رہ گئی ہوگی وہ۔"

"پلیز ولی بھائی پتا کریں میرا دل بہت گھبرا رہا ہے ابھی سب لوگ گھر آ جائیں گے وہ نہ پہنچی تو سب نے پریشان ہو جانا ہے ابھی کسی کو بھی نہیں خبر کی میں نے۔" روشنی روہانسی ہو رہی تھی۔

"او کے ڈونٹ وری میں خود دیکھتا ہوں۔" ولید نے اسے تسلی دے کر کال بند کر دی تھی۔ شہوار کی بار بار کال آ رہی تھیں مغرب کے بعد تک سبھی گھر پہنچ گئے اور سبھی انا کی غیر موجودگی کا سن کر از حد خوف زدہ ہو چکے تھے۔ کچھ دیر بعد ولید اور چوکیدار بھی لوٹ آئے تھے۔

"کہاں جا سکتی ہے وہ تو دوست کے ہاں بھی جائے تو مجھے کال کر کے بتا دیتی ہے اجازت لے کر جاتی ہے۔ کہیں خدانخواستہ کوئی حادثہ تو نہیں ہو گیا۔" ضیا صاحب کے دل میں طرح طرح کے اندیشے جاگ رہے تھے۔

"شہوار نے بتایا تھا کہ وہ کالج سے بھی کافی پہلے نکل گئی تھی اس نے کسی سے بھی ذکر نہیں کیا تھا کہ وہ کہاں جا رہی ہے۔" روشی نے بتایا تو صبوحی بیگم اور شدت سے رونے لگی۔ احسن اور وقار صاحب مسلسل اس کے نمبر پر کال ملا رہے تھے جو مسلسل بند تھا۔ ولید لب بھینچے ایک طرف کھڑا تھا۔

"اسے بخار بھی تھا منع بھی کیا تھا کہ کالج مت جائے رات بھی بخار میں تپتی رہی تھی۔ اللہ میری بچی کو اپنی حفظ و امان میں رکھے میرا تو دل ہول رہا ہے۔"

"میرا خیال ہے پولیس کو رپورٹ کر دینی چاہیے خدانخواستہ اگر کوئی حادثہ بھی ہو چکا ہے تو کم از کم ہمیں اطلاع تو ملنی چاہیے۔" احسن نے موبائل ایک دم صوفے پر ڈالتے بہت ضبط سے کہا تو صبوحی بیگم اور بھی شدت سے رو دیں۔

"مصطفی کو کال کرو ولید اتنے گھنٹوں سے وہ غائب ہے اب مزید تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔" احسن نے ولید کو دیکھا تو اس نے سر ہلا کر موبائل نکالا۔

"ٹھہرو، یہ چھوٹی بات نہیں ہے میں نہیں چاہتا کہ کوئی بدنامی ہو ہم خود ہی اس کو تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔" وقار صاحب نے نڈھال سے لہجے میں کہا تو ولید نے گہرا سانس لیا۔

"اتنے گھنٹوں سے ہی کوشش تو کر رہے ہیں اگر وہ ادھر ادھر ہوتی تو اب تک گھر پہنچ چکی ہوتی۔ اس طرح ہاتھ پر ہاتھ دھرے تو نہیں بیٹھ سکتے نا۔" ولید کے انداز میں کافی تیزی تھی احسن نے بھی سر ہلا کر اتفاق کیا تھا۔

"لیکن ولید بیٹا بات پولیس تک پہنچنے کا مطلب ہے کہ بات گھر سے نکل کر لوگوں کے علم میں آ جائے گی۔ وقار ٹھیک کہہ رہا ہے یہ پاکستان ہے یہاں ایسی باتیں بہت تیزی سے پھیلتی ہیں۔ یہ وقت جذبات کا نہیں ہوش سے کام لینے کا ہے۔" ضیا صاحب نے بھی کہا تو اس نے نفی سے سر ہلایا۔

"مصطفی کوئی غیر نہیں میرا دوست ہے وہ بات اپنے تک رکھے گا اس کی مدد لینے میں کوئی حرج نہیں۔"

"وہ سب ٹھیک ہے لیکن کچھ دیر اور انتظار کر لو، پھر بے شک مصطفی کو بلوا لینا۔" وقار صاحب کا انداز ملتجی تھا۔

ولید لب بھینچ کر باہر نکلا تو احسن بھی اس کے پیچھے فوراً لپکا تھا۔

"میرا خیال ہے ہمیں پھر ادھر ادھر دیکھ لینا چاہیے ہو سکتا ہے وہ اپنے اسپتال وغیرہ میں ہو۔" اس کے سامنے آ کر احسن نے ایک امید سے کہا تو ولید نے محض سر ہلایا۔

درحقیقت وہ اس قدر پریشان تھا کہ سوچنے سمجھنے کی تمام صلاحیتیں سلب ہو چکی تھیں اس نے انا پر ہاتھ اٹھایا تھا دل میں انا کے خلاف بے حد غصہ بھرا ہوا تھا۔ اس کی کم عقلی و بے وقوفی پر اس کی عقل پر ماتم کرنے کو دل چاہ رہا تھا لیکن اس سب کے باوجود دل کے کسی بھی گوشے میں نہیں تھا کہ اسے کوئی نقصان پہنچے یا وہ اس طرح نظروں سے اوجھل ہو جائے جوں جوں وقت گزر رہا تھا اسے لگ رہا تھا کہ دل کی ہر دھڑکن مدھم پڑتی جا رہی ہے۔

انا اس سے لاکھ بدظن اور بدگمان سہی مگر وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ انا سے منگنی کی ہامی بھرنے کے لیے اس کے دل و دماغ میں صرف اور صرف انا کی محبت نے جگہ بنائی تھی۔ اس کے تمام تر بچکانہ رویوں کے باوجود وہ ہمیشہ اسے اس کی جذباتیت کا مارجن دے جاتا تھا لیکن وہ قطعی نہیں جانتا تھا کہ زندگی میں ایک ایسا مقام بھی آئے گا جب وہ انا کی بے اعتباری کے سامنے بے بس ہو جائے گا اور اب اس کی اس طرح گمشدگی کا سن کر دل گویا سب احتیاطیں بھول بیٹھا تھا۔ سب ناراضگی بھول کر اس کی تلاش کے لیے سرگرداں تھا مگر اس کا تو کوئی نام و نشان ہی نہیں مل پا رہا تھا۔ وہ لب بھینچے اپنے چٹختے اعصاب کو سنبھالتے احسن کے ساتھ اس کی گاڑی کی طرف بڑھ آیا۔



انا کی طرف سے وہ بے حد پریشان تھی جب سے روشی کی کال آئی تھی وہ مسلسل تمام دوستوں سے رابطہ کے انا کے بارے میں پوچھ چکی تھی کوئی بھی اس کے بارے میں خصوصاً اس طرح بغیر کچھ کہے چلے جانے سے متعلق کچھ نہ جانتا تھا۔ اس نے اپنے جاننے والوں سب ہی سے اس کے بارے میں پوچھا تھا وہ مسلسل روشی سے رابطہ رکھے ہوئے تھے۔ آٹھ بجے مصطفیٰ کی گھر واپسی ہوئی تھی۔ وہ دوپہر گھر آیا تھا اور پھر واپس چلا گیا تھا اور اب آیا تھا۔ وہ کمرے میں داخل ہوا تو وہ روشی سے موبائل پر بات کر رہی تھی۔

''جس جس لڑکی سے ممکن ہوسکا ہے میں نے رابطہ کیا ہے اور مختلف لڑکیوں سے نمبرز لے کر دوسروں سے رابطہ کیا پر کوئی بھی انا کے بارے میں نہیں جانتا۔''

''تم دعا کرو اس کا پتا چل جائے وہ خیریت سے ہو پھوپو کا تو ٹینشن سے برا حال ہے۔'' روشی رو رہی تھی۔ شہوار کی آنکھوں میں بھی نمی آ ٹھہری۔ انا اس کی نہ صرف بہت اچھی دوست تھی بلکہ بہنوں کی طرح عزیز تھی۔ وہ بھلا کیسے سکون سے بیٹھ سکتی تھی۔ مصطفیٰ کمرے میں داخل ہوا تو اس نے سر ہلا کر سلام کیا۔

''پریشان نہیں ہوں، ان شاء اللہ سب خیر رہے گی او کے میں بعد میں کال کرتی ہوں۔'' اس نے اللہ حافظ کہہ کر کال بند کی۔

مصطفیٰ نے سنجیدگی سے دیکھا وہ دوپٹے سے اپنی آنکھوں کی نمی صاف کر رہی تھی۔

''کیا ہوا؟'' موبائل بستر پر رکھ کر اس نے ایک گہرا سانس لیا۔

''انا نجانے کہاں غائب ہے دوپہر تک وہ کالج میں ہمارے ساتھ تھی پھر میں کسی کام سے سر سے ملنے چلی گئی تھی اس کے بعد اس کا کوئی پتا نہیں مجھے یہ لگا کہ وہ گھر چلی گئی ہوگی۔ مگر وہ گھر بھی نہیں پہنچی۔ روشی نے ہی کال کر کے پوچھا کہ وہ میرے ساتھ ادھر ہے اس کے بعد سے وہ لوگ مسلسل اس کی تلاش میں ہیں لیکن کوئی خیر خبر نہیں مل رہی۔'' اس کی آواز میں نمی گھلی ہوئی تھی۔

''مائی گاڈ! اسی لیے ولید نے کال کر کے تمہارا نمبر لیا تھا۔'' شہوار نے سر ہلا دیا۔

''کچھ اندازہ ہے کہ وہ کہاں جاسکتی ہے۔'' شہوار نے نفی میں سر ہلایا۔

''میں کالج کی ان تمام دوستوں سے رابطہ کر چکی ہوں جن کے بارے میں مجھے شک تھا کہ انا ان کے پاس ہوسکتی ہے...... روشی اور آنٹی کا تو صدمے سے برا حال ہے وہ سب سمجھ رہے ہیں کہ کہیں خدانخواستہ ان کے ساتھ کوئی حادثہ تو نہیں ہوگیا وہ خود سے اکیلی کبھی بھی بغیر بتائے ایسے غائب نہیں ہوسکتی۔ اگر وہ جاتی تو کم از کم کسی کو تو خبر ہوتی کالج میں ساتھ تھی مجھے تو ضرور بتاتی۔'' مصطفیٰ نے اس کی بات بغور سنی تھی۔

''بڑی ہی کریٹیکل کنڈیشن ہے یہ تو۔'' مصطفیٰ بھی تمام صورت حال سن کر پریشان ہوگیا تھا۔

"آپ مجھے اس وقت انا کے ہاں لے جاسکتے ہیں۔" ایک امید سے اس نے پوچھا تو مصطفیٰ نے اسے بغور دیکھا اور پھر سر ہلا دیا۔

"میں چینج کرلوں اور پھر کھانا کھا کر چلتے ہیں تم بھی ریڈی ہوجاؤ۔"

❁......❁❁......❁

رات کے نو بج رہے تھے سڑک پر کاشفہ کی گاڑی تیز رفتاری سے دوڑ رہی تھی پچھلی سیٹ پر کاشفہ کی دوست کے علاوہ انا بھی تھی۔ بھیگا چہرہ، بکھرے بال، نڈھال سا وجود۔ وہ اس طرح گاڑی میں بیٹھی تھی گویا اس کا اس گاڑی یا اس کے ماحول سے کوئی تعلق نہیں۔ بے حواس انداز۔ گاڑی چلاتی کاشفہ نے اسے بڑی استہزائیہ نظروں سے دیکھا تھا۔ انا کا سارا طنطنہ ساری اکڑ صابن کے جھاگ کی طرح بیٹھ چکی تھی۔ وہ اس وقت اس کے رحم و کرم پر بیٹھی ایک مجبور و بے بس اور لاچار سی لڑکی تھی۔ جیسے ہی گاڑی ایک جانی پہچانی سڑک کے سامنے ایک جھٹکے سے رکی تو انا چونکی تھی۔ یوں جیسے وہ ایک دم حواس میں لوٹ آئی ہو۔ گاڑی رکتے ہی کاشفہ نے پلٹ کر اسے دیکھا تھا۔

"اگر تم نے میرے ساتھ چیٹنگ کی کوشش کی تو تم اچھی طرح جانتی ہو کہ میں کس حد تک جاسکتی ہوں۔" انداز دھمکانے والا تھا۔ انا خاموشی سے اسے دیکھے گئی۔

"چلو اترو اور جو کہا تم نے وہی کرنا ہے...... ورنہ......؟" اس کی دوست نے اس کی طرف کا دروازہ کھول دیا۔ وہ اتری تو اس کی دوست نے اس کے ہاتھ میں اس کا بیگ، بکس اور موبائل تھما دیا تھا اور پھر گاڑی زن سے آگے بڑھ گئی تھی۔ وہ خالی خالی نظروں سے اس گاڑی کو وہاں سے جاتا دیکھتی رہی تھی۔ کتنے ہی پل وہ اسی طرح گم صم انداز میں وہاں کھڑی رہی تھی۔ کچھ دیر بعد ایک گاڑی قریب سے گزری تو وہ چونکی وہ بیچ سڑک کے کنارے کھڑی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ بڑے ٹوٹے قدموں سے چلی جارہی تھی۔ اپنے گھر کے گیٹ کے سامنے وہ رک گئی تھی۔

گزرا ایک ایک لمحہ اس کی آنکھوں کے سامنے کسی فلم کی طرح چلنے لگا تو اسے لگا کہ وہ اب اس گھر کی دہلیز کبھی پار نہیں کرپائے گی۔ اس کی ذات کا وہ سارا غرور، سارا فخر مٹی میں مل گیا تھا۔ اس کی چادر اس کے دائیں کندھے پر جھول رہی تھی اور ایک پلو زمین پر تھا۔ کئی پل اسی طرح ساکت صامت وہاں کھڑی رہی اور پھر اندرونی گیٹ پر ہاتھ رکھا تو وہ کھلتا چلا گیا اور وہ نڈھال سے انداز میں چلتی اندر داخل ہوئی تھی لان میں اندھیرا پھیلا ہوا تھا شاید کسی نے لائٹ ہی نہیں جلائی تھی۔

وہ اندر آئی تو لاؤنج کے دروازے کے پاس رک گئی۔ اندر سبھی بیٹھے ہوئے تھے۔ روتی ہوئی صبوحی بیگم کو شہوار نے ساتھ لگا رکھا تھا۔ ضیاء صاحب کو روشی کوئی میڈیسن کھلا رہی تھی۔ وقار صاحب سر تھامے صوفے پر بیٹھے ہوئے تھے مصطفیٰ ان کے کندھے پر ہاتھ رکھے تسلی دے رہا تھا۔ احسن ٹہل رہا تھا اور ولید وہ دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ وہ جو خالی نظروں سے سبھی کو دیکھ رہی تھی ولید پر نگاہ پڑتے ہی اسے لگا اس کے اندر ایک طلاطم برپا ہوگیا ہے۔ سینے میں گویا آگ سی بھڑک اٹھی تھی۔ وہ کئی ثانیے تک یک ٹک ولید کو دیکھے گئی تھی۔ تبھی احسن پلٹا اور اسے دروازے میں کھڑے دیکھ کر ٹھٹکا تھا۔

"انا......" وہ ایک دم پکارا اٹھا۔ سب کی نگاہ اس کی طرف اٹھی تھی۔

ایک پل کو تو سبھی ساکت ہوئے تھے اور پھر اس کی طرف بڑھنے والی سب سے پہلے صبوحی بیگم تھیں۔ وہ ایک دم اس کی طرف لپکی تھیں۔

"انا...... میری جان...... میری بچی......؟" وہ اسے ساتھ لپٹا کر شدت سے رو دی تھیں۔

انا اسی طرح گم صم رہی تھی۔ کتابیں اس کے ہاتھ سے پھسل کر گر چکی تھیں۔ سب ہی اس کے گرد جمع ہوچکے تھے

سوائے ولید کے وہ اس طرح ساکت وصامت اسے دیکھ رہا تھا۔
"کہاں تھیں تم؟" اس سے جدا ہوتے انہوں نے پوچھا تو وہ سر جھکائے کھڑی رہی۔
"بتاؤ نا کہاں تھیں تم؟" اب کی بار انہوں نے جھنجوڑ کر پوچھا تو ضیاء صاحب ایک دم آگے بڑھے تھے۔
"کیا کر رہی ہو صبوحی اسے بیٹھنے تو دو۔" انہوں نے اسے ساتھ لگا کر کہا۔
انہوں نے اسے صوفے پر بٹھایا تو شہوار نے آگے بڑھ کر زمین پر بکھری کتابیں اور موبائل اٹھالیا تھا اس کا بیگ اس کے بازو پر جھول رہا تھا۔ دوسرے کندھے پر چادر تھی وہ ابھی تک اسی کالج والے حلیے میں ہی تھی۔ بس فرق یہ تھا کہ اس کا چہرہ ستا ہوا اور بال بکھرے ہوئے تھے آنکھیں بے تحاشا رونے سے سرخ اور ناک انار کی طرح دہک رہی تھی۔ انا کی حالت قابل تشویش تھی۔
"روشی بہن کے لیے پانی لاؤ۔" ضیاء صاحب کو اس دوران محسوس ہوا کہ وہ بخار سے دہک رہی ہے۔ وقار صاحب اور احسن نے ضبط سے لب بھینچ رکھے تھے جبکہ ولید خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا شہوار اور مصطفیٰ خاموش تماشائی ہے۔ وہ دونوں تو انا کی خبر لینے آئے تھے کیا پتا تھا کہ یہاں صورت حال یک دم بدلے گی روشی پانی لے آئی تھی تو ضیاء صاحب نے گلاس اس کے لبوں سے لگانا چاہا تو وہ سر پیچھے کر گئی تھی۔
"تم ٹھیک ہو نا؟" انہوں نے دوبارہ پانی پلانے کی کوشش نہیں کی تھی گلاس ایک طرف رکھتے محبت سے پوچھا۔ وہ اس طرح سر جھکائے بیٹھی رہی۔
"انا کہاں تھیں تم۔" احسن اس کے پاس چلا آیا تھا۔
وہ اور ولید اس کی تلاش میں اس قدر خوار ہو چکے تھے کہ حد نہیں اور اب اسے یوں اس حالت میں سامنے دیکھ کر احسن کے اندر ایک دم غصے کا ابال اٹھا تھا۔
"بتاؤ کہاں تھیں تم؟" اس کا ہاتھ پکڑ کر بہت طیش کے عالم میں پوچھا۔
"احسن پلیز اس کی کنڈیشن ٹھیک نہیں لگ رہی۔ یہ سنبھلتی ہے تو آرام وسکون سے پوچھ لینا۔" مصطفیٰ نے احسن کے غصے وطیش کو محسوس کرتے کہا تو وہ لب بھینچ کر تیزی سے اٹھ کر وہاں سے چلا گیا تو مصطفیٰ نے شہوار کو اشارہ کیا تو وہ آگے بڑھی تھی۔ شہوار نے اس کی بکس اس کے سامنے ٹیبل پر رکھ دی تھیں۔ خود اس کے بازو سے بیگ نکال کر چادر درست کی اور اس کا بازو تھام کر اٹھانا چاہا تھا۔
"چلو آؤ کمرے میں چلتے ہیں۔" اس نے کہا تو وہ نہیں اٹھی۔
"انا چلو آؤ نا؟" شہوار نے زور دیا اور پھر بازو سے تھام کر کھڑا کیا تو وہ خاموشی کے ساتھ اس کے ساتھ چل دی۔
شہوار اور روشی اسے لے کر کمرے کی طرف چلی گئی تھیں۔ صبوحی بیگم شدت سے رو دیں۔
"اس سے پوچھنے تو دیں کہ وہ کہاں تھی ایسا کیوں ہو رہی ہے؟"
"وہ ابھی ہوش میں ہے اس کی حالت دیکھو سنبھلتی ہے تو سب سوال جواب کر لینا لیکن ابھی اسے کوئی بھی مت چھیڑے۔" ضیاء صاحب نے سمجھایا تو وہ اور شدت سے رونے لگی تھیں۔
انا کا اس طرح غائب ہو جانا اور اب واپس آ جانا، موبائل کا مسلسل آف رہنا کئی ایسے سوال اٹھا رہا تھا کہ خوف سے صبوحی بیگم کا دل بیٹھنے والا تھا۔ مصطفیٰ نے ماحول پر چھائی کشیدگی محسوس کرتے ولید کو دیکھا وہ اسی طرح دیوار کے ساتھ سر جھکائے کھڑا تھا۔ اس نے قریب آ کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو اس نے چونک کر سر اٹھا کر دیکھا۔ چہرہ اب بھی سنجیدہ تھا۔

"تم بیٹھو میں آتا ہوں۔" وہ سنجیدگی سے کہہ کر وہاں سے نکل گیا تھا۔ مصطفیٰ نے خاموشی اسے جاتے دیکھا تھا۔
وہ بستر پر بیٹھی ہوئی تھی شہوار اور روشی اس کے دائیں بائیں تھیں۔
"انا کیا مسئلہ ہے کہاں تھی تم۔ تمہیں اندازہ ہے کہ ہم کس قدر پریشان رہے ہیں اس سارے عرصے میں ہم سب تو یہاں تک سوچ بیٹھے تھے کہ کہیں خدانخواستہ تمہارے ساتھ کوئی حادثہ تو نہیں ہوگیا ہم نے ہر جگہ تمہیں تلاش کیا ہے ولید بھائی اور احسن مختلف اسپتال تک کھنگال آئے ہیں۔" روشی نے کہا تھا وہ پھر بھی خاموش تھی۔
"کیا ہوا ہے تمہیں، کچھ تو بولو۔" روشی نے اسے سختی سے جھنجوڑ ڈالا تھا انا کا چہرہ ایک دم بالکل زرد ہوگیا تھا۔
"روشی پلیز اس کی کنڈیشن ٹھیک نہیں ہے۔" شہوار جو اسے بغور دیکھ رہی تھی ایک دم پریشان ہوئی تھی۔
تب ہی ولید کمرے کے دروازے پر آ رکا تھا۔ شہوار اور روشی دونوں نے اسے دیکھا تھا جبکہ انا اپنا سر اپنے گھٹنوں میں چھپا گئی تھی۔ وہ اندر آ گیا تھا۔
وہ قریب آیا تو روشی اور شہوار اس کے پاس سے اٹھ گئی تھیں۔ دونوں بغیر کچھ کہے باہر نکل گئی تھیں۔ ولید نے خاموشی سے اسے دیکھا تو وہ گھٹنوں میں سر دیے ہوئے تھی ولید اس کے سامنے بستر کے کنارے ٹک گیا تھا۔
"انا......" ولید نے پکارا تو وہ ساکت ہوگئی تھی۔ گویا پورا وجود پتھر ہوگیا ہو۔
"یہ سب کیا ہے، کہاں تھیں تم۔" وہ پوچھ رہا تھا لہجے میں بے پناہ سنجیدگی و سرد پن تھا۔ "اتنے گھنٹے کہاں تھیں تم...... تمہیں اندازہ ہے کہ ہم کتنا خوار ہوئے ہیں؟" انا کی پوزیشن میں ذرا بھی فرق نہ آیا تھا۔
"میں تم سے مخاطب ہوں انا۔" ایک دم تختی سے کہتے ولید نے اس کا بازو پکڑا تو وہ اس کی طرف لڑھک گئی۔
ولید نے دیکھا اس کی آنکھیں شدت ضبط سے سرخ تھیں اور وہ ہونٹ کچل رہی تھی۔
"انا......" ولید نے کچھ کہنا چاہا تھا لیکن وہ ایک دم ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر رو دی تھی۔ جب سے وہ لوٹی تھی یہ پہلا ری ایکشن تھا جو اس کے مسلسل پتھر یلے وجود میں بیدار ہوا تھا۔ ولید لب بھینچے اسے دیکھتا رہا۔
اس کا وجود لرز رہا تھا۔ سسکیاں بے اختیار تھیں۔ ولید اس کے یوں رونے سے الجھ گیا تھا اس کا اس طرح کئی گھنٹے غائب رہنا اور اب خود ہی واپس آ جانا ایک سوالیہ نشان تھا جس کا کوئی سرا ہاتھ نہیں لگ رہا تھا۔ اس نے بڑی بے چین سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ نظر میں کھوج تھی۔ وہ بالکل اسی حلیے میں تھی جس حلیے میں وہ صبح کالج کے لیے نکلی تھی۔ لیکن حلیہ بکھرا ہوا تھا۔ وہ روتے روتے پھر اپنے گھٹنوں میں سر جھکا گئی تھی ولید خاموشی سے بیٹھا رہا تھا کچھ توقف کے بعد اس کی سسکیاں تھم گئی تھیں۔
"انا......" ولید نے پکارا پر وہ چپ ہی رہی۔
"انا......" ولید نے اس کا بازو تھامنا چاہا تو وہ ایک دم اس کے ہاتھ کے دباؤ سے ایک طرف لڑھک گئی۔
"انا......" ولید ایک دم پریشان ہوا اور اس کو سیدھا کیا اور ہاتھ تھام کر نبض چیک کی۔ انا بے ہوش ہو چکی تھی اسے اس حالت میں دیکھ کر ولید کے اندر ایک دم وحشت سرایت کرتی چلی گئی۔
"روشی......" اس نے اونچی اور تیز آواز میں پکارا تو روشی کے ساتھ ساتھ شہوار بھی کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ دونوں شاید باہر ہی تھیں جو فوراً آ گئی تھیں۔
"کیا ہوا؟" انا کو اس طرح اس حالت میں پڑے دیکھ کر دونوں بے اختیار آگے بڑھی تھی۔

❁......❁❁......❁

رابعہ کھانے کے بعد اپنا کمپیوٹر کھولے بیٹھی تھی۔ ابھی وہ ایک سائٹ سرچ کر رہی تھی جب اس کا موبائل بجنے لگا تھا۔

اس نے کال ریسیو کی دوسری طرف ہادیہ تھی جو سلام دعا کے بعد پوچھ رہی تھی۔
"کیا کر رہی ہو؟"
"بھابی کو کپڑوں کے کچھ ڈیزائن درکار تھے وہی سرچ کر رہی ہوں۔"
"اوکے۔" دوسری طرف وہ سنجیدہ تھی۔
"تم کیا کر رہی ہو؟"
"میں فیس بک یوز کر رہی تھی ابھی ایک پوسٹ دیکھی تو سوچا تم سے ہی بات کرلوں۔" ہادیہ سے بات کرتے کرتے رابعہ نے ایک دو ڈیزائن کو سلیکٹ کرلیا تھا۔
"کیسی پوسٹ؟" انداز بے پروا تھا۔
"تمہاری اور سر عباس کی کچھ پکس ہیں۔" ہادیہ نے بتایا تو وہ ایک دم چونکی۔
"کیا مطلب۔"
"کس کی پکس ہیں؟" اس کی تمام تر توجہ ڈیزائنز سے ہٹ گئی تھی۔
"تم اپنی آئی ڈی اوپن کرو اور میری وال چیک کرو تمہیں سب پتا چل جائے گا۔" ہادیہ نے بتایا تو وہ ساکت ہوگئی تھی اس نے فوراً فیس بک اپنی آئی ڈی لاگن کی تو ہادیہ کی کال ابھی جاری تھی۔
اس نے ہادیہ کی آئی ڈی اوپن کی تو سب سے پہلی پوسٹ دیکھ کر ہی اس کے پیروں تلے سے گویا زمین سرک گئی تھی۔ اس کی اور سر عباس کی وہی تصاویر تھیں جو سر عباس کی بیوی عادلہ نے اسے بھجوائی تھیں جس کے ساتھ دھمکی بھی تھی کہ وہ ان تصاویر کو سوشل میڈیا پر لگادے گی اور اب یہ تصاویر سوشل میڈیا پر تھیں۔ وہ جانتی تھی یہ سب فیک ہے مگر یقین کون کرتا۔ وہ بت بنی آنکھیں پھاڑے تصاویر دیکھ رہی تھی۔ سر عباس کے ساتھ اس کی انتہائی واہیات قسم کی تصاویر تھیں۔
"رابعہ.....؟" ہادیہ نے پکارا تو وہ چونکی۔
"دیکھا تم نے۔"
"ہادیہ یہ تصاویر۔" اس کی آواز لرز رہی تھی۔ وہ ایک محتاط اور مڈل کلاس گھرانے کی لڑکی تھی۔ وہ یہ سب بدنامی افورڈ نہیں کرسکتی تھی۔
"یہ عادلہ نے اپ لوڈ کی ہیں اور مجھے بھی ٹیگ کیا تھا۔"
"یہ جھوٹ ہے یہ تصاویر سب فیک ہیں۔" وہ ایک دم رونے لگی تھی۔
"ہاں میں جانتی ہوں ذرا پوسٹ کو چیک کرو دیکھو کتنے سارے لوگوں کو عادلہ نے ٹیگ کیا ہوا ہے۔ ان میں سے تو سر عباس کے بہت قریبی جاننے والے ہیں یا اصل میں تمہیں نہیں بلکہ سر عباس کو بدنام کرنا چاہ رہی ہے۔"
"ہادیہ میری آئی ڈی پر تو میرے بھائی اور بھی بہت سے جاننے والے ایڈ ہیں اگر کسی نے یہ سب دیکھ لیا تو۔" وہ رو رہی تھی۔ متوقع بدنامی کے خوف نے اسے منجمد کردیا تھا۔
"میں بھی یہی سوچ کر پریشان ہورہی ہوں نجانے اس نے کس کس جگہ یہ پکس شیئر کی ہیں ان پوسٹوں پر لوگوں کے کمنٹس پڑھو ذرا۔" ہادیہ نے کہا تو اس نے جھلملاتی آنکھوں سے کمنٹس دیکھنا شروع کیے۔ ہر دوسرے بندے کا کمنٹس اس کے وجود سے گویا جان نکالتا چلا جارہا تھا۔
"یہ بکواس ہے سب۔" دوسری طرف ہادیہ نے ایک گہرا سانس لیا تھا۔
"آئی نو۔"

"سر عباس کو پتا نہیں علم بھی ہے کہ نہیں اتنے بڑی انسان ہیں وہ پتا نہیں وہ فیس بک کے اسٹیٹس دیکھتے بھی ہیں یا نہیں۔ اگر انہوں نے ایک بار دیکھ لیا تو سچ کہوں یہ عادلہ زندہ نہیں بچے گی۔" ہادیہ کہہ رہی تھی اور وہ بس روتی رہی تھی۔

"تم سر عباس سے بات کروانا کو بتاؤ اگر بات پھیل گئی تو بہت دور تک جائے گی۔" ہادیہ مشورہ دے رہی تھی۔

"میں..... میں بھلا ان سے کیا کہوں۔" اس واقعہ نے گویا ساری عقل خبط کردی تھی۔

"اوکے تم ٹینشن مت لو میں سر سے بات کرتی ہوں۔" ہادیہ نے کہا۔

"عادلہ جیسی عورت سے وہ خود ہی نبٹ لیں گے۔" ہادیہ کے الفاظ پر وہ چپ رہی تھی وہ اسے مزید چند اور تسلیاں دیتے کال بند کرگئی تھی جبکہ وہ ابھی تک بے حس و حرکت بیٹھے بہتے آنسوؤں سے کمپیوٹر کی اسکرین پر روشن جگمگاتی تصاویر دیکھ رہی تھی۔



انا کے نروس سسٹم پر اثر ہوا تھا تاہم خطرے والی کوئی بات نہ تھی دو تین گھنٹوں بعد اسے ہوش آ گیا تھا لیکن ذہنی طور پر وہ اس قابل نہ تھی کہ کسی سے بات کرتی یا سوال و جواب کا سلسلہ چلتا۔ ڈاکٹرز نے اسے پھر سے ٹرینکولائزر کے حوالے کردیا تھا۔ سب ہی کا پریشانی اور ٹینشن سے برا حال تھا۔

پہلے انا کی گمشدگی اور اب اس کی یہ کنڈیشن صبوحی بیگم کا تو رو رو کر برا حال تھا۔ ضیاء صاحب تو مسلسل تسلیاں دے رہے تھے۔ ولید گم صم تھا۔ وقار صاحب خاموش تھے اور احسن اس کے اندر گویا غم و غصے کا طوفان اٹھا ہوا تھا۔ انا کا اس طرح مسلسل کئی گھنٹوں تک غائب رہنا اور پھر اس طرح گھر واپسی اور اب یہ بے ہوشی؟

مصطفیٰ اور شہوار دونوں مسلسل تسلی دلاسے کا فریضہ سرانجام دیتے رہے تھے۔ رات گہری تھی۔ انا کی طبیعت سنبھلی تو ضیاء، وقار اور صبوحی بیگم کو بزور اصرار گھر بھجوا دیا گیا تھا۔ انا کو وہ دن کم از کم اسپتال ڈاکٹرز کی زیر نگرانی رکھنا تھا۔ احسن اور ولید وہیں رک گئے تھے۔ احسن بار بار ولید سے نظریں چرا رہا تھا جس کا انداز بہت کچھ سوچتا ہوا اور گم صم تھا۔ نجانے کیوں احسن کو لگ رہا تھا کہ انا کی گمشدگی اور پھر واپس آنے کے پیچھے انا کا اپنا ہاتھ ہے۔ اگر کوئی حادثہ نہ ہوتا یا کوئی اور وجہ ہوتی تو انا واپسی پر اس طرح ری ایکٹ نہ کرتی۔

ضیاء صاحب اور باقی لوگوں کے جانے کے بعد مصطفیٰ نے شہوار سے واپس چلنے کا کہا وہ انا کے پاس ہی تھی ڈاکٹرز نے اسے ایک تو میڈیکل اسٹوڈنٹ کے سبب دوسرا مصطفیٰ کے کارڈ دکھانے پر روم میں انا کے پاس جانے دیا تھا۔ وہ کمرے سے نکل کر مصطفیٰ کے ساتھ ایک طرف بینچ پر بیٹھے ولید اور احسن کے پاس آگئے تھے۔

"اوکے یار چلتے ہیں۔" مصطفیٰ نے کہا تو ولید اور احسن دونوں کھڑے ہوگئے تھے۔

"تھینکس یار ہماری وجہ سے تم لوگوں کو اتنی پریشانی اٹھانا پڑی۔" احسن نے مصطفیٰ سے ہاتھ ملاتے کہا تو مصطفیٰ مسکرا دیا۔

"کوئی پریشانی نہیں اور نہ ہی کوئی زحمت اٹھائی ہے یہ تو ہمارا اخلاقی فرض تھا۔"

"انا کو جب مکمل طور پر ہوش آئے تو مجھے اطلاع کردیجیے گا۔" شہوار نے بھی کہا تو احسن نے سر ہلایا۔

"اوکے ولید ہو نٹ وری سب ٹھیک ہوجائے گا۔" مصطفیٰ نے ولید کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا تو وہ ہلکا سا مسکرا دیا۔

وہ دونوں سلام دعا کے بعد چلے گئے تو ولید نے ایک گہرا سانس لیا۔ احسن نے بغور اسے دیکھا وہ کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا وہ سیکنڈ فلور پر تھے باہر سڑک پر آتی جاتی گاڑیوں کی روشنیاں تھیں۔

"کیا سوچ رہے ہو؟" احسن نے پوچھا تو ولید چونکا۔

"کچھ بھی نہیں۔" اس نے ایک گہرا سانس لے کر کہا تو احسن نے سر جھکالیا۔
"ولید میں تمہاری فیلنگز اور کنڈیشن سب سمجھ رہا ہوں میں جانتا ہوں انا کی اس طرح گمشدگی اور پھر خود واپس آ جانے پر تم کیا ہم سب بہت الجھ گئے ہیں۔ ذہن میں طرح طرح کے سوالات اٹھ رہے ہیں لیکن کچھ کہنے، کوئی حتمی نتیجہ اخذ کرنے سے قاصر ہیں۔ اب اصل بات تو انا ہی بتا سکتی ہے۔ پلیز تم ابھی ایسی ویسی کوئی بات نہیں سوچنا وہ ہوش میں آتی ہے تو میں خود اس سے بات کروں گا۔" وہ اس کے سامنے شرمندہ تھا۔ ندامت سے بھرے لہجے میں کہہ رہا تھا۔ ولید نے ایک گہرا سانس لیا۔
"تم کیوں پریشان ہو رہے ہو۔ میں ایسا ویسا کچھ بھی نہیں سوچ رہا۔ میں انا کو اچھی طرح سے نہ سمجھ رہا ہوتا تو بھی جانتا تھا کہ وہ کرداری لحاظ سے کوئی کمزور لڑکی نہیں ہے۔ رہ گئی اس کی گمشدگی والی بات بس وہ الجھا رہی ہے خیر وہ واپس آ گئی ہے جب ہوش میں آئے گی تو صحیح صورت حال کا بھی علم ہو جائے گا۔ ابھی قبل از وقت کچھ بھی کہنا درست نہیں ہوگا۔" ولید کے الفاظ گویا احسن کے اندر زندگی بھر کر رکھ گئے تھے۔ اس نے ایک گہرا اطمینان بھرا سانس لیا تھا۔
وہ جانتا تھا انا کرداری لحاظ سے کوئی کمزور لڑکی نہیں ہے لیکن پھر بھی اسے اس طرح گھر میں دیکھ کر وہ خائف ہو گیا تھا دل میں خوامخواہ کے خدشات جو در آئے تھے اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ انا سے بس ایک پل میں ساری حقیقت اگلوا لے۔
"تم انا کے پاس چلے جاؤ میں ذرا تب تک باہر کینٹین سے کچھ کھانے پینے کو لے آؤں۔ انا کی پریشانی میں بھی صبح کے پیاسے بیٹھے ہوئے تھے یقیناً تمہیں بھی بھوک لگی ہوگی۔" احسن ولید کے الفاظ سے ایک دم ہلکا پھلکا ہوا تھا۔
وہ چلا گیا تو وہ روم میں آ گیا تھا۔ مصطفیٰ کی بدولت پیشنٹ کے ساتھ ایک وقت میں صرف ایک اٹینڈنٹ کو ساتھ رہنے کی اجازت ملی تھی۔ نرس انا کے پاس کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی اسے دیکھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔
"اگر آپ جانا چاہیں تو جا سکتی ہیں میں ادھر ہی ہوں۔" انا کو ڈرپ لگی ہوئی تھی اور وہ خود ادویات کے سبب بے خبر تھی۔ نرس اس کی تسلی پر اسے کچھ ہدایات دے کر چلی گئی تھی۔ وہ آہستگی سے انا کے بستر کے پاس آ رکا تھا۔
وہ بے خبر لیٹی ہوئی تھی۔ سفید چادر اس نے کندھوں تک اس کے وجود کو ڈھانپے ہوئے تھے بس چہرہ اور دایاں بازو باہر تھا جس پر ڈرپ لگی ہوئی تھی۔ ولید کو اس کے گزشتہ روا رکھے گئے تمام سلوک یاد آنے لگے تو اس نے لب بھینچ لیے۔ وہ اس سے اس حد تک بدگمان ہو چکی تھی کہ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔
انا کی خفگی، اس کی ناراضگی اور اس کے شکوے اگر عام نوعیت کے ہوتے تو وہ ہنسی خوشی اس کا ہر نخرہ سر آنکھوں پر اٹھاتا۔ ابھی تک تو وہ یہی کرتا آیا تھا مگر اب ایک دم اس نے گویا اسے آسمان سے زمین پر پٹخ دیا تھا۔ اتنی بدگمانی تھی کہ حد نہیں اور اس سے کچھ سننے کی بھی روادار نہ تھی۔ لیکن اب انا کی تکلیف اسے تکلیف سے دو چار کر رہی تھی۔ ولید آہستگی سے کرسی بستر کے قریب گھسیٹ کر بیٹھ گیا تھا۔ ولید نے آہستگی سے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا۔ نرم سبک سا ہاتھ اپنی تمام تر نرمی لیے اس کے ہاتھ کے نیچے تھا۔ وہ جو اس کی بدگمانی پر اس پر بے انتہا غصے کے عالم میں اس کے رخسار پر اپنا ہاتھ اٹھا بیٹھا تھا اور جس پر اسے قطعی پچھتاوا بھی نہ تھا لیکن اس وقت اپنی تمام تر انسلٹ بھلائے وہ بھی یہ سوچ رہا تھا کہ انا کہاں تھی دات گئے تھکنے اور گھر واپس آئی بھی تو پھر کوئی جواب نہیں دے رہی تھی۔
اگر کہیں گئی بھی تھی تو کم از کم سیا نس تو دیتی، کوئی جواب..... کچھ تو کہتی۔ اسے انا کا دو ٹوک انداز بے انتہا الجھا گیا تھا۔ وہ ابھی اسی انداز میں گم سم بیٹھا ہوا تھا کہ نرس اندر داخل ہوئی تھی۔ اس کے ہاتھ میں شاپر تھا۔
"آپ کے ساتھ جو صاحب تھے انہوں نے یہ بھجوایا ہے اور کہہ رہے تھے کہ وہ نیچے ویٹنگ روم میں جا رہے ہیں اگر کوئی

بھی مسئلہ ہو موبائل فون پر ان سے رابطہ کر لیجیے گا۔" شاپر اسے تھما کر نرس نے کہا۔

ولید نے شاپر کھول کر دیکھا اندر کھانے پینے کے لوازمات تھے لیکن اس وقت اس کے اندر کھانے پینے کی قطعی طلب نہ تھی۔ اس نے بے دلی سے شاپر سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا تھا۔

"آپ رات بھر یہاں ہی رک رہے ہیں؟" نرس کو ولید کی پرسنالٹی بہت اٹریکٹ کر رہی تھی اس نے پوچھا تو ولید نے اسے دیکھا۔

"جی۔" مختصر جواب دے کر اس نے پھر انا کو دیکھا۔

"یہ آپ کی کیا لگتی ہیں؟" نرس نے اسے یوں بغور دیکھتے پوچھا تو وہ چونکا۔

"آپ کو کیا لگتا ہے کیا رشتہ ہو سکتا ہے ہمارا؟" انداز وہی سنجیدہ تھا وہ ابھی تک آفس والے حلیے میں ہی تھا۔ انا کی ٹینشن میں سارا وقت خوار ہوتے اس وقت حلیہ کافی شکن آلود تھا مگر دیکھنے والوں کو اس میں بھی کافی گریس اور اٹریکشن فیل ہو رہی تھی۔

"وائف ہیں شاید آپ کی۔" ولید نے ایک گہرا سانس لیا اور اپنی تمام تر توجہ سامنے کھڑی نرس کی طرف مبذول کر دی تھی۔

"آپ کو ایسا کیوں کر فیل ہوا۔"

"آپ جس طرح کچھ پل قبل ان کو دیکھ رہے تھے۔" نرس بڑی پر اعتماد سی مسکرا کر کہا تو ولید کے ہونٹوں پر بڑی بے اختیاری مسکراہٹ سمٹ گئی تھی۔

"یہ میری کزن ہیں اور فیانسی بھی۔" ولید نے دھیرے سے کہا تو نرس مسکرائی۔

"یعنی میرا اندازہ کچھ حد تک درست ثابت ہوا ہے۔" ولید محض مسکرا دیا تھا۔

"ویسے انہوں نے ایسی کیا ٹینشن لی کہ نروس سسٹم ہی متاثر ہو گیا۔" نرس کا انداز بے تکلف تھا۔ درمیانے نقوش کی مالک پرکشش سی نرس تھی۔

"اس سوال کا جواب تو آپ ان سے ہی پوچھیے گا اگر ہوش آ گیا تو۔" ولید ایک دم سنجیدہ ہو گیا تھا۔

"اوہ یعنی آپ دونوں کا جھگڑا ہوا ہے۔" ولید کے جواب سے نرس فوراً مین پوائنٹ تک پہنچی تھی۔

"اپنی فیانسی سے جھگڑنا اچھی بات تو نہیں مانتی کوئی سیریس بات ہو گی لیکن یہ بھی تو دیکھیں یہ کتنی کیوٹ اور پیاری ہیں آپ کا دل کیسے کر گیا ان سے جھگڑنے کو۔" نرس بلا کی باتونی تھی۔ ولید نے گہرا سانس لے کر رہ گیا۔

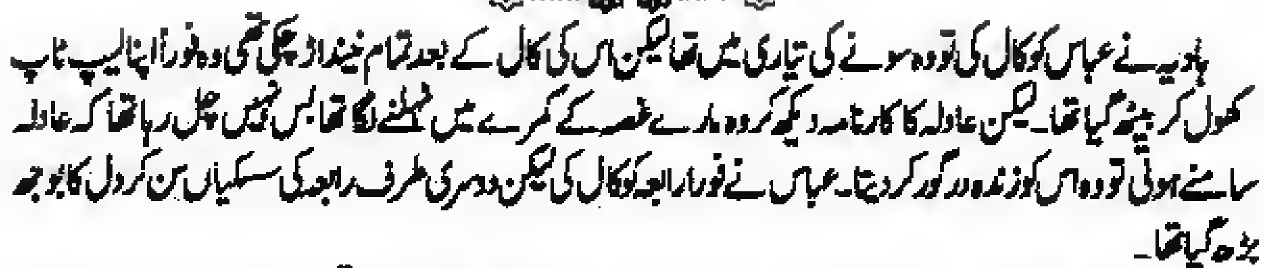
"آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے خاتون، میرا ان محترمہ سے کوئی جھگڑا نہیں ہوا۔ یہ اس حالت تک کیونکر پہنچی ہیں اس کے متعلق میں بھی بے خبر ہوں ہوش آ گیا تو آپ پوچھ کر بتایئے گا شاید مجھے بھی خبر ہو جائے۔" ولید کا انداز قطعی تھا۔ کچھ سنجیدہ اور دو ٹوک بھی۔

"آپ شاید مائنڈ کر گئے ہیں۔" ولید نے کچھ نہ کہا۔

"میں ادھر ہی ہوں آپ نے باہر جانا ہو تو چکر لگا لیں میں آج رات ادھر ہی رکوں گا۔" ولید نے بغیر نرس کو دیکھے کہا تھا۔

"آپ کی فیانسی کو اب صبح ہی ہوش آئے گا دوائیوں کے زیر اثر ہے آپ سونا چاہیں تو دوسرا بیڈ یوز کر سکتے ہیں۔ کسی بھی چیز کی ضرورت ہو یا کوئی مسئلہ ہو بیل بجا دیجیے گا میں فوراً آ جاؤں گی۔" نرس کہہ کر باہر چلی گئی تھی۔

ولید نے اس کے جانے کے بعد پھر انا کو دیکھا اور ایک گہرا سانس فضا کے سپرد کیا۔



ہادیہ نے عباس کو کال کی تو وہ سونے کی تیاری میں تھا لیکن اس کی کال کے بعد تمام نیند اڑ چکی تھی وہ فوراً اپنا لیپ ٹاپ کھول کر بیٹھ گیا تھا۔ لیکن عادلہ کا کارنامہ دیکھ کر وہ مارے غصہ کے کمرے میں ٹہلنے لگا تھا بس نہیں چل رہا تھا کہ عادلہ سامنے ہوتی تو وہ اس کو زندہ در گور کر دیتا۔ عباس نے فوراً رابعہ کو کال کی لیکن دوسری طرف رابعہ کی سسکیاں سن کر دل کا بوجھ بڑھ گیا تھا۔

"میں نے کیا بگاڑا تھا اس عورت کا سر، میرا قصور صرف یہ تھا کہ میں آپ کی ایمپلائی تھی اور میں نے اس کی آفر قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔"

"رابعہ پلیز خود کو سنبھالیں۔" عباس ازحد شرمندہ ہو رہا تھا۔

"سر میں بدنام ہو جاؤں گی سر اگر میری فیملی کو علم ہو گیا تو میں اپنی ہی نظروں میں گر جاؤں گی۔" اس کی سسکیاں تھمنے میں ہی نہیں آ رہی تھیں۔ عباس کے دل پر منوں بوجھ پڑ رہا تھا۔

"رابعہ پلیز...... میں وعدہ کرتا ہوں آپ پر کوئی آنچ نہیں آنے دوں گا۔ میری بات کا اعتبار کریں، پلیز۔"

"لیکن سر میری فیملی۔" اس کی آواز رندھ گئی تھی۔

"اگر کوئی مسئلہ ہوا تو میں دیکھ لوں گا۔" عباس کے الفاظ بھی اس کی تسلی و تشفی نہیں کر پا رہے تھے وہ اور شدت سے رونا شروع ہو گئی تھی۔

"سر میں ایک عزت دار گھرانے کی بیٹی ہوں سر میں نے ہمیشہ اپنے چہرے کو بری نظر سے بچانے کی کوشش کی تھی اور اب یہ عالم ہے کہ ساری دنیا کے سامنے میرا چہرہ رکھ دیا گیا ہے اور ہر کوئی اپنی ذہنی سطح کے تحت میرے چہرے پر کمنٹس پاس کر رہا ہے۔" عباس کے اندر ایک دم شدید ہیجانی کیفیت پیدا ہونے لگی تھی دل چاہ رہا تھا کہ ایک لمحہ ضائع کیے بغیر عادلہ کا گلا دبا دے۔

"رابعہ پلیز، دیکھیں میری بات کا اعتبار کریں میں اس وقت کچھ نہیں کر سکتا لیکن صبح ہوتے ہی سب معاملہ ہینڈل کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔" عباس کے لہجے میں بے بسی کی انتہا تھی۔

"میرے لیے شرم سے ڈوب مرنے کا مقام ہے سر میں سچ کہتی ہوں اگر میری ذات میرے کردار اور میرے خاندان کی عزت کو کوئی نقصان پہنچا تو میں آپ کو بھی کبھی معاف نہیں کروں گی۔" وہ اس وقت اذیت کے عالم میں تھی روتے ہوئے کہہ کر اس نے کال بند کر دی تھی۔ عباس موبائل بستر پر رکھ کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

بات اگر اس کی ذات تک ہوتی تو وہ شاید خاموش رہتا لیکن اب بات لوگوں تک پہنچ چکی تھی ایک لڑکی کی پوری ذات داؤ پر لگ گئی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ عادلہ نے یہ عمل کیوں اٹھایا ہوگا۔ محض اپنی طلاق کا بدلہ لینے اور اپنے بھائی کی گرفتاری کا سن کر گھر واپسی پر ہی تو یہ خوش خبری ملی تھی کہ ایاز گرفتار ہو چکا ہے۔ عباس پریشانی سے ٹہل رہا تھا تبھی باہر گاڑی کے ہارن نے متوجہ کر لیا تھا مصطفیٰ کی گاڑی تھی۔ مصطفیٰ شہوار کے ہمراہ اپنے دوست کے ہاں گیا ہوا تھا شاید ابھی واپسی ہوئی تھی۔

عباس نے ایک دو پل کچھ سوچا اور پھر باہر نکل آیا۔ شہوار اور مصطفیٰ اندر داخل ہوئے تو عباس کو دیکھ کر رک گئے۔

"السلام علیکم!" دونوں نے سلام کیا۔

"وعلیکم السلام۔"

"مل آئے دوست سے۔"

"جی۔" دونوں نے ولید کے ہاں جانے کی اصل وجہ گھر میں کسی کو بھی نہیں بتائی تھی۔

"مجھے تم سے کچھ ڈسکس کرنا ہے اس وقت کچھ زحمت تو ہوگی لیکن چینج کرنے کے بعد میرے کمرے میں آ جاؤ وہیں بات کرتے ہیں۔" عباس کا انداز سنجیدہ تھا مصطفیٰ چونکا۔

عباس واپس کمرے میں چلا گیا تو مصطفیٰ نے پرسوچ نظروں سے انہیں جاتے دیکھا تھا وہ اسے کچھ پریشان سے لگے تھے۔ اس وقت رات کے ساڑھے بارہ ہورہے تھے سبھی اپنے اپنے کمروں میں سونے جاچکے تھے۔

"آپ چلیں میں نن جی سے مل آؤں۔" شہوار کہہ کر مہرالنساء کے کمرے کی طرف چل دی۔

مصطفیٰ کچھ سوچتے اپنے کمرے میں آیا اور لباس بدلا اور فریش ہوکر وہ عباس بھائی کے کمرے میں آ گیا تھا۔ وہ لیپ ٹاپ کھولے بستر پر بیٹھے ہوئے تھے۔

"ادھر ہی آ جاؤ مصطفیٰ۔" عباس کے کہنے پر وہ ان کے پاس ہی بستر پر بیٹھ گیا تھا۔

"یہ دیکھو مصطفیٰ۔" بہت ہی شرمندگی کی بات لیکن مصطفیٰ سے شیئر کیے بغیر کوئی اور حل بھی نہ تھا۔ مصطفیٰ نے چونک کر اپنے سامنے کھلے لیپ ٹاپ کی اسکرین کو دیکھا تھا۔

"یہ.....!" مصطفیٰ ایک دم ساکت ہوا تھا اس نے غور سے نگاہ ہٹائی تھی۔ عباس سر جھکائے ہوئے تھا۔

"یہ سب فیک ہے۔ تم ذرا پوسٹ دیکھو یہ عادلہ کا کام ہے وہ پہلے بھی کچھ ایسی حرکتیں کر کے میری ایک ایسپلائی کو بھگوا چکی تھی اور اب مجھ سے طلاق کا بدلہ لینے کے لیے یہ سب کر رہی ہے تاکہ وہ ہمیں بدنام کر سکے۔" عباس نے زہر خند لہجے میں کہا۔

"اوہ.... "اس کے بعد عباس نے اسے تمام تفصیل کہہ دی تھی مصطفیٰ لب بھینچے حیرت زدہ تھا۔ محض انتقام کے لیے کوئی عورت اتنی بھی گر سکتی ہے اور اس سے بھی زیادہ شرمندگی کا مقام یہ تھا کہ یہ نفسیاتی طور پر دیوالیہ عورت کبھی ان کے خاندان کا حصہ تھی۔ ان کے آفاق کی حقیقی ماں۔

"تم اندازہ لگا سکتے ہو کہ میں نے شادی کے بعد اس عورت کے ساتھ کس قسم کی ذہنی اذیت برداشت کی ہوگی میں نے کوئی خوشی سے طلاق کا فیصلہ نہیں کیا تھا کاش کوئی جان سکتا میں ان دنوں کس قدر ڈسٹرب رہا ہوں لیکن میں محض اس عورت کی وجہ سے یہ سب کرنے پر مجبور ہوا تھا۔" عباس از حد پریشان تھا۔

"لیکن اب میری وجہ سے وہ معصومہ کی بدنامی ہورہی ہے لوگ محض وہی دیکھتے ہیں جو ان کو دکھایا جاتا ہے لیکن کوئی بھی نہیں جانتا کہ ان تصاویر کے پیچھے اصل حقیقت کیا ہے پہلے میں نے یہ مسئلہ بابا کے سامنے رکھا تھا تو انہوں نے میرے طلاق کے فیصلے کی بھی حمایت کی تھی اب تم سے کہہ رہا ہوں تم بتاؤ تم میری کیا مدد کر سکتے ہو مجھے اپنی قطعی فکر نہیں لیکن مجھے اس معصومہ کی کی پروا ہے۔" مصطفیٰ کچھ دیر خاموشی سے سوچتا رہا تھا۔

"سب سے پہلا حل یہی ہے کہ آپ کی طرف سے عادلہ پر کیس ہوگا جس کے تحت اس کو گرفتار کر کے ان تمام جگہوں پر جہاں جہاں پوسٹس کی گئی ہیں یہ تصاویر ڈیلیٹ کرالی جائیں دوسرا حل یہ ہے کہ کل خود جا کر اس سے بات کر لیتے ہیں تاکہ علم ہو کہ وہ کیا چاہتی ہے۔" مصطفیٰ نے حل پیش کیا۔

"صاف اور واضح بات ہے کہ وہ محض انتقاماً یہ سب کر رہی ہے اور کوئی ریزن نہیں اس سے بات کرنا سب بے کار ہے میں اس پر سب ہتھکنڈے استعمال کر چکا ہوں وہ عورت سمجھنے سمجھانے والی نہیں ہے۔"

"چلیں ٹھیک ہے پہلی فرصت میں یہی کام کرتے ہیں عادلہ وز بردستی ہر اس جگہ پر جہاں جہاں اس نے پکس شیئر کی ہیں ڈیلیٹ کراتے ہیں باقی کا کام بعد میں دیکھیں گے آپ پریشان نہ ہوں سب ٹھیک ہوجائے گا۔" مصطفیٰ کا انداز تسلی دینے والا تھا۔

"مجھے خود سے زیادہ اس لڑکی کی فکر ہے۔ تمہیں اندازہ نہیں مصطفیٰ وہ کس قدر روڑی بیہودہ کرداری لحاظ سے بہت اچھی لڑکی ہے تم اندازہ نہیں لگا سکتے کہ باکردار لڑکیوں کے لیے یہ سب مر جانے کے مترادف ہوتا ہے۔" عباس کا لہجہ ایک دم رنجیدہ ہوگیا تھا۔

"وہ لڑکی بہت پاکیزہ خیالات کی مالک ایک مضبوط لڑکی ہے اس کے وجود نے مجھے احساس دلایا تھا کہ عادلہ جیسی عورتوں کے باوجود دنیا میں ابھی باکردار لڑکیوں کی کمی نہیں۔ کاش تم اندازہ لگا سکتے اس لڑکی کی مضبوطی اور کردار کی پختگی کا۔" مصطفیٰ نے اپنے بڑے بھائی کو بغور دیکھا۔ رابعہ کے لیے عباس کے لب و لہجے میں ازحد عقیدت و احترام تھا۔ مصطفیٰ نے ایک گہرا سانس لیا۔

"ٹینشن نہ لیں میں کوشش کرتا ہوں کہ سب ٹھیک ہوجائے ویسے عادلہ کی آئی ڈی ہیک کرانا مشکل کام نہیں ایک جاننے والا ہے اس کو کہتا ہوں باقی کا کام عادلہ کو سامنے بٹھا کر کرالیں گے۔" مصطفیٰ نے کہا تو عباس کو اس کی یہ بات پسند آئی تھی مصطفیٰ نے کسی کو کال کی اور پھر اسے عادلہ کی آئی ڈی کہا کہ تمام ڈیٹیلز سمجھانے لگا تھا۔

وہ دونوں ابھی باتیں کر رہے تھے کہ شہوار ٹرے میں چائے کے مگ لیے چلی آئی تھی۔ وہ لباس بدل چکی تھی عباس نے اسے دیکھ کر لیپ ٹاپ ایک طرف کردیا تھا۔ اس نے دونوں کو چائے کے مگ تھمائے تھے۔

"آپ چائے نہیں لے رہیں۔" عباس بھائی کے سامنے مصطفیٰ نے مسکرا کر شہوار سے پوچھا تھا الفاظ میں احترام تھا۔

"نہیں نیند آرہی ہے بس نماز پڑھ کر سوؤں گی۔" شہوار نے مسکرا کر جواب دیا۔

"اوکے میں عباس بھائی کے ساتھ کچھ بزی ہوں۔ فارغ ہو کر آجاؤں گا۔" مصطفیٰ نے کہا تو وہ سر ہلا کر چلی گئی۔

وہ دونوں کافی دیر تک اکٹھے بیٹھے رہے تھے مصطفیٰ نے جس کو کال کی تھی اس شخص نے منٹوں میں آئی ڈی ہیک کرکے نیا پاس ورڈ لگا کر اس کو بتادیا تھا۔ اس کے بعد اس شخص کی ہدایات پر مصطفیٰ اور عباس کافی دیر تک عادلہ کی آئی ڈی سے جہاں جہاں پکس اپ لوڈ ہوئی تھیں ڈیلیٹ کرچکے تھے۔

فیس بک کے علاوہ اور نجانے کہاں کہاں تصاویر شیئر کی گئی تھیں اس بات سے وہ بے خبر تھے اب آدھی ٹینشن تو ریلیف ہوچکی تھی باقی کا کام اب صبح کرانا تھا عباس بہت حد تک پرسکون ہوچکا تھا۔ مصطفیٰ جب عباس کے کمرے سے ان کو تسلی دلا سے دے کر نکلا تو ڈھائی بج رہے تھے۔

دروازہ ان لاک تھا مصطفیٰ نے ہاتھ رکھا تو کھلتا چلا گیا۔ شاید اس کے لیے کھلا چھوڑ رکھا تھا۔ نائٹ بلب روشن تھا باقی لائٹس آف تھیں۔ شہوار سوچکی تھی۔ مصطفیٰ نے اس کے سر کے نیچے سے کشن کھینچ لیا تھا لیکن پھر بھی اس کی نیند نہیں ٹوٹی تھی مصطفیٰ مسکرا کر اس پر جھکا تھا۔

"شہوار......" اگلے ہی پل اس کی نیند ٹوٹ گئی تھی۔

"بڑی گہری نیند تھی۔" مصطفیٰ نے چھیڑا تو وہ جھینپ گئی۔

"آپ سوئے نہیں۔" اس سے نظریں چرا کر تھوڑا پیچھے ہٹتے اس نے پوچھا۔

"عباس بھائی کے ساتھ تھا ابھی کمرے میں آیا ہوں۔" مصطفیٰ نے اس کے رخسار سے بالوں کی لٹ پیچھے کرتے کہا تو وہ چونکی۔

"کیا ٹائم ہوا ہے؟" وہ اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔

"اڑھائی۔"

"ارے اتنی دیر تک ادھر رہے کوئی خاص بات تھی۔" بالوں کو سمیٹ کر جوڑا بناتے اس نے پوچھا۔

"ہاں ان کا کوئی مسئلہ تھا۔"
"کوئی سیریس بات تھی کیا۔"
"بس تھا ایک مسئلہ۔" مصطفیٰ نے ٹالا تو وہ خاموش ہوگئی۔
"میں انا کی وجہ سے بہت ٹینس ہوں بس سارا وقت اسی کو سوچتی رہی پھر آنکھ لگ گئی تھی۔" وہ پشت کندھوں پر ڈالتے اس نے سنجیدگی سے کہا تو مصطفیٰ نے گہرا سانس لیا۔
"ہاں انا کی وجہ سے میں بھی الجھ گیا ہوں۔ سب سے اہم بات وہ کہاں تھی اگر خود کہیں غائب تھی تو پھر موبائل آف کرنے والی بھلا کیا بات تھی اور اگر واپس آ بھی گئی تھی تو وہ ایسا رویہ کیوں تھا کسی بھی بات کا کوئی رسپانس نہیں اور اس کے اس طرح طبیعت کا بگڑنا، اچھا خاصا الجھا ہوا مسئلہ ہے یہ تو۔" مصطفیٰ نے تفصیلاً کہا تو وہ سر ہلا گئی تھی۔
"بس اسی وجہ سے تو میں پریشان ہوں آج تک میں سمجھتی رہی کہ انا اور مجھ میں اتنی گہری دوستی ہے کہ دل کی ہر بات آرام سے ایک دوسرے سے کہہ سکتی ہیں لیکن آج اس کا رویہ اور وہ سب دیکھ کر لگتا ہے کہ کہیں نہ کہیں ضرور کوئی بات ہے ورنہ نروس بریک ڈاؤن ہو جانا اتنا شدید ردعمل بھلا عام حالات میں کیونکر ممکن ہے۔" وہ افسردہ تھی سو مصطفیٰ سے سب کہہ دیا تھا۔ انا کی حالت نے اسے غم زدہ کر دیا تھا۔ وہ دل سے اس کے لیے دکھی تھی۔
"ہوسکتا ہے کوئی ایسی بات ہو جو کسی سے بھی نہ کہی جا سکتی ہو۔" مصطفیٰ نے سنجیدگی سے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔
"جو بھی تھا لیکن انا کو اس طرح تکلیف میں دیکھ کر میرا دل بہت غم زدہ ہے۔" اس کی آواز رندھ گئی تھی آنکھوں میں نمی آ گئی تو مصطفیٰ نے بے اختیار بازو کے حصار میں لے لیا تھا۔
"ہو جاتا ہے ایسا، ہوسکتا ہے وہ کسی الجھن میں ہو یا کوئی پریشانی ہو یا کوئی ایسی بات جو وہ کسی اور سے شیئر نہیں کر سکتی ہو۔" انا کے حوالے سے مصطفیٰ نے پرسوچ انداز میں کہا تو شہوار نے سر ہلایا۔
"لیکن اگر ایسا کچھ ہوتا تو کم از کم گھر میں سے کوئی نہ کوئی تو باخبر ہوتا ہی حتیٰ کہ ولید بھائی بھی بے خبر ہیں۔" مصطفیٰ نے بھی ایک گہرا سانس خارج کیا۔
"چلو صبح چکر لگائیں گے تب تک وہ ہوش و حواس میں ہوگی پھر پوچھنے کی کوشش کرنا شاید کچھ بتا ہی دے۔" مصطفیٰ نے تسلی دی تو اس نے سر ہلا دیا۔
"آپ نے امی کے بارے میں کچھ پتا کرایا کوئی خبر ملی۔" کچھ توقف کے بعد اس نے پھر پوچھا لہجے میں ایک آس سی تھی۔ وہ اس احساس سے بھلا کب آزاد تھی۔
چوبیس گھنٹے یہ خیال ہر وقت اس کے اعصاب کو اپنی گرفت میں جکڑے رکھتا تھا۔ وہ ایک لمحے کے لیے بھی اس خیال سے غافل نہیں ہو پاتی تھی۔
"نہیں موقع ہی نہیں ملا بہت بزی ہوں ان دنوں فارغ ہوتا ہوں تو کچھ کرتا ہوں۔" مصطفیٰ سنجیدگی سے کہتے نیم دراز ہو گیا تھا۔ شہوار کو لگا جیسے مصطفیٰ نے اسے ٹالا ہو۔
"اور انہوں نے جس نمبر سے کال کی تھی اس کا تو کچھ علم ہوا ہوگا؟" وہ پھر ایک امید سے بولی۔
"بتا تو رہا ہوں موقع ہی نہیں ملا کسی آدمی کو کہہ رکھا ہے جیسے ہی کوئی پازیٹو رسپانس ملا تو پتا کروں گا پی سی او کا نمبر تھا بس ابھی تک یہی اطلاع ہے۔" اس نے ایک گہرا سانس لیا۔
نجانے کیوں دن بدن تابندہ بی کے متعلق وہ ناامید ہوتی جا رہی تھی۔
"تین بج رہے ہیں سونے کی کوشش کریں صبح پھر کالج جانا ہوگا۔" وہ کسی خیال میں غرق تھی جب مصطفیٰ کے الفاظ پر

چونکی تھی مصطفیٰ کو دیکھ وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا مسکرا کر بازو پھیلایا تو وہ جھجکتے ہوئے بازو پر سر رکھتے دراز ہوگئی تھی۔
"پریشان نہیں ہوتے سب ٹھیک ہو جائے گا ان شاءاللہ۔" مصطفیٰ نے اس کے بالوں کو سہلاتے نرمی سے کہا تو وہ ہلکا سا مسکرا کر آنکھیں بند کرگئی تھی۔

❁.....❁❁.....❁

وہ ساری رات سو نہیں پائی تھی صبح تک ٹینشن سے برا حال تھا اس نے آفس سے بھی آف کرلیا تھا۔ وہ طبیعت خراب کا بہانہ کیے بستر پر لیٹی رہی تھی۔ ابوبکر دو دن سے آؤٹ آف سٹی کسی کام سے گیا ہوا تھا۔ وہ گھر میں ہوتا تو شاید وہ اس کے سامنے دل کا بوجھ ہلکا کرلیتی۔ بھابی کو کچھ کہہ کر وہ پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی اور اگر امی کو کچھ بھنک بھی پڑ جاتی تو انہوں نے مارے ٹینشن کے بستر سے لگ جانا تھا ثریا بیگم ایک مذہبی گھرانے کی پردہ دار خاتون تھیں۔
فیضان ماموں کی بدولت ان کے دونوں بچوں نے وقت کے تقاضوں کے مطابق تعلیم تو حاصل کرلی تھی لیکن ماں کی سوچ کو نہ بدل سکتے تھے ثریا بیگم ابھی بھی باپردہ رہتی تھی۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر فوراً پریشان ہو جاتی تھیں۔ ایسے میں اگر ان کو ذرا بھی خبر ہو جاتی تو یقیناً صدمے سے انہوں نے نڈھال ہو جانا تھا۔ وہ بستر پر لیٹی ہوئی تھی جب دس بجے کے قریب بھابی اس کے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ وہ سر تا پیر لپیٹے بستر میں دبکی ہوئی تھی۔
"رابعہ تمہارے باس آئے ہیں۔" انہوں نے لائٹ آن کر کے کہا تو اس نے چونک کر فوراً کمبل سر سے نکالا۔
"سر......سر عباس؟"
"ہاں، میں نے ڈرائنگ روم میں بٹھایا ہے امی سے سلام دعا کر رہے ہیں۔ تم جلدی آؤ۔" وہ کہہ کر پلٹی تھیں لیکن پھر رکیں۔
"ہاں حلیہ درست کر کے آنا۔" انہوں نے بکھرے بالوں کی طرف اشارہ کیا تھا۔ وہ چلی گئیں۔ رابعہ نے ایک گہرا سانس لیتے بستر چھوڑا بالوں کو انگلیوں کی مدد سے درست کیا کپڑوں پر ایک ناقدرانہ نگاہ ڈالی بس ٹھیک ہی تھے۔
ذہنی طور پر ایسی ابتری چھائی ہوئی تھی کہ کسی بھی طرف دھیان نہیں جا رہا تھا اس نے واش روم جا کر منہ پر پانی کے چھینٹے مارے لیکن آنکھوں کی سرخی ہنوز تھی۔ وہ رات دیر تک روتی رہی تھی۔ رات جب سر عباس نے کال کی تھی تو وہ تب بھی حوصلہ ہار گئی تھی۔ ان سے بات کرتے وقت بھی بڑی شدت سے روئی تھی۔ اب پھر آنکھوں میں نمی آنے لگی تو اس نے تاول لے کر چہرہ صاف کیا آستینیں گیلی ہو رہی تھیں۔ وہ دوپٹا اٹھا کر اچھی طرح اوڑھ کر کمرے سے نکل آئی تھی۔ باہر آئی تو امی ڈرائنگ روم سے نکل رہی تھیں۔
حسب عادت انہوں نے بڑی سی چادر اوڑھ رکھی تھی اور آدھے سے زیادہ چہرہ اس میں چھپا رکھا تھا وہ غیر مردوں کے سامنے اسی طرح رہتی تھیں۔
"ماموں کہاں ہیں؟" اس نے پوچھا۔
"وہ کسی کام سے باہر گئے ہوئے ہیں۔"
"اوہ....."
"تم جاؤ انہیں شاید کوئی کام ہے بے چارے پریشان سے لگ رہے تھے۔ بار بار تمہارا پوچھ رہے تھے میں چائے لاتی ہوں۔" امی نے کہا تو اس نے سر ہلا دیا۔
"کپڑے تو بدل لیتی؟" امی نے جاتے جاتے اس کے حلیے پر ایک ناقدرانہ نگاہ ڈالی۔
"ٹھیک ہوں امی گھر میں ہوں کون سا آفس جا رہی ہوں۔" وہ کہہ کر ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی تو سر عباس نے اسے

دیکھ کر کھڑے ہوگئے تھے۔

"السلام علیکم۔"

"وعلیکم السلام۔" انہوں نے اسے بغور دیکھا تھا۔ سرخ آنکھیں بڑی نمایاں تھیں۔ سوٹ کے ہم رنگ دوپٹا اوڑھے بڑے گھریلو حلیے میں تھی۔

وہ بیٹھے تو وہ بھی ان کے سامنے تو سیٹر صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔

"میں آفس گیا تو علم ہوا کہ آپ نہیں آئیں۔ ہادیہ نے بتایا آپ نے چھٹی کی ہے مجبوراً مجھے خود آنا پڑا۔" انہوں نے ابتدائی تھی۔ اس نے ایک گہرا سانس خارج کیا۔

"طبیعت ٹھیک ہے آپ کی۔" وہ سر جھکائے گود میں رکھے ہاتھوں کو مسل رہی تھی۔

"جی۔" اس نے سر ہلایا۔

"تو پھر آفس کیوں نہیں آئیں۔" انہوں نے پوچھا تو رابعہ نے بہت سنجیدگی سے انہیں دیکھا وہ شرمندہ سے ہوگئے تھے۔

"ایم سوری رابعہ۔" وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور بے چینی سے کمرے میں ٹہلنے لگے تھے۔

"عادلہ نے جو بھی کیا میں اس کے لیے اتنا شرمندہ ہوں کہ بیان نہیں کرسکتا۔ یقین جانیے جب سے ہادیہ نے رات کال کرکے اطلاع دی تھی میں تب سے ایک پل کو بھی چین سے نہیں بیٹھ پایا۔ مجھے اپنی ذات سے زیادہ آپ کی عزت کی پروا ہے۔" عباس کہتے کہتے پلٹا تو بے اختیار ٹھٹکا۔ رابعہ سر جھکائے بیٹھی تھی۔

آنسو ایک کے بعد ایک کرتے اس کے ہاتھوں پر گر رہے تھے۔ عباس کے اندر ندامت و شرمندگی کا ایک بحر بے کراں ٹھاٹھیں مارنے لگا تھا۔ وہ بڑی اذیت سے چلتا اس کے پاس آ رکا تھا۔ رابعہ نے جلدی سے اپنے رخسار صاف کیے تھے۔

"رابعہ پلیز ایسے مت کریں میں پہلے ہی بہت زیادہ گلٹی فیل کر رہا ہوں۔" عباس کو رابعہ کے آنسو ایک دم شدید شکست سے دوچار کر گئے تھے۔ عباس بے اختیار اس کے سامنے بیٹھا تھا۔ نرمی سے کہا تو رابعہ نے سر اٹھا کر دیکھا۔

"پھر میرا کیا قصور تھا بس یہ کہ میں آپ کی ایمپلائی تھی اور میں نے آپ کی وائف کی ڈیمانڈ ماننے سے انکار کردیا تھا۔" اس نے رندھی آواز میں کہا۔

"وہ ذہنی طور پر ایک بیمار ذہنیت کی مالک عورت ہے اگر آپ نہ ہوتیں تو وہ کسی اور کو استعمال کرتی۔ اس کا مقصد محض مجھے اور میرے خاندان کو نیچا دکھانا ہے یقین جانیے وہ یہ سب اپنی طلاق کا بدلہ لینے کے لیے کر رہی ہے۔"

"مگر آپ لوگوں کی باہمی لڑائی میں میں تو بدنام ہوگئی ناسر۔" عباس نے مٹھیاں بھینچ کر سر جھکا لیا تھا۔

کچھ توقف کے بعد اسے دیکھا وہ اپنی نم آنکھوں کو اپنے دوپٹے سے صاف کر رہی تھی۔ صاف شفاف بے ریا چہرہ اس وقت پژمردگی کا شکار تھا۔ عباس کے اندر جذبات کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگا تھا۔

"میرے ساتھ چلیں میں آپ کو لینے آیا ہوں۔" عباس نے کہا تو وہ چونکی۔

"جی...... لیکن کہاں؟"

"ایک ضروری کام ہے اور وہ کام آپ کے بغیر ممکن نہیں۔" عباس نے سنجیدگی سے کہا تو رابعہ نے نظریں جھکالیں۔

"ایم سوری سر...... میں نہیں جانتی میں شاید اب آفس نہ آسکوں۔ آپ کی کمپنی کے جو بھی رولز ہیں ان کے باوجود میں جاب چھوڑ رہی ہوں۔ مجھے اپنی عزت اور وقار سے بڑھ کر کوئی بھی چیز عزیز نہیں میں اپنے اس ماہ کی سیلری بھی چھوڑ رہی ہوں۔ مجھے اب آپ کے ساتھ کام نہیں کرنا۔" وہ حد سے زیادہ بدگمان ہوگئی تھی سر جھکائے اس نے بہت ٹھوس لہجے میں

کہا تو عباس نے لب بھینچ لیے۔ رابعہ کے الفاظ دل پر ایک پتھر کی طرح لگے تھے۔ جی چاہ رہا تھا کہ عادلہ سامنے ہو تو وہ اس کے وجود کو تہس نہس کردے۔

"یعنی عادلہ کی اس حرکت کے بعد میں آپ کے لیے اس قدر بے اعتبار ہو چکا ہوں کہ آپ میرے ساتھ کام کرنے سے بھی انکاری ہیں۔" عباس نے سنجیدگی سے کہا تو رابعہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"بات بے اعتباری کی نہیں بلکہ اپنی عزت و وقار کی ہے اگر بے اعتباری ہوتی تو اس وقت آپ میرے گھر میں موجود نہ ہوتے۔" رابعہ نے بہت صاف الفاظ میں عباس کی پوزیشن کلیئر کی تھی۔ عباس کو لگا وہ ہلکا پھلکا سا ہو گیا ہو۔

"تو پھر یقین کیجیے آپ کی عزت اور آن پر کوئی حرف نہیں آنے دوں گا میں ایک اسٹریٹ فارورڈ انسان ہوں لمبے چوڑے دعوے نہیں کرتا لیکن جو کہہ رہا ہوں یقین سے کہہ رہا ہوں میں یہ سارا معاملہ اپنے بھائی مصطفیٰ سے ڈسکس کر چکا ہوں مصطفیٰ کو تو آپ جانتی ہیں نا کہ وہ پولیس میں ہے۔" اس کے سامنے سے اٹھ کر وہ قریب صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔ رابعہ نے سر ہلایا۔

"وہ سب ہینڈل کرلے گا بلکہ بہت سارا کام وہ کر چکا ہے عادلہ کی آئی ڈی ہیک ہو چکی ہے اور جہاں جہاں اس نے وہ پکس شیئر کی تھیں وہ سب ڈیٹا ڈیلیٹ ہو چکا ہے یقین نہیں آتا تو بے شک آپ چیک کرلیں۔" عباس نے مطمئن انداز میں کہا تو وہ حیران ہوئی۔

"ہادیہ کی کال کے بعد میں ایک پل کو بھی سکون سے نہیں بیٹھا تھا میرے لیے یہ قابل مذمت اور شرمندگی کا مقام تھا کہ میری وجہ سے آپ بدنام ہو رہی ہیں۔" عباس نے کہا تو رابعہ کو لگا اس کے دل پر طاری منوں بوجھ اتر گیا ہو۔ اس نے ایک دم آنکھیں بند کر کے دل میں اللہ کا شکر ادا کیا تھا۔

"اب صرف عادلہ کا دماغ درست ہونا باقی ہے۔" عباس کے الفاظ پر اس نے ایک گہرا سانس لے کر آنکھیں وا کی تھیں۔

"تھینک یو سو مچ سر۔" وہ بے حد مشکور تھی عباس اس سارے عرصے میں پہلی بار مسکرایا تھا۔

"آپ کو نہیں اندازہ آپ نے مجھے کتنی بڑی ذلت سے بچایا ہے۔" اس کی آواز میں نمی تھی۔

"آپ پر یہ سارا عذاب میری وجہ سے آیا تھا آپ سے زیادہ میں نے اس اعتبار کو ہرٹ کیا ہے جس کی وجہ سے آپ مجھ پر اعتماد کرتی ہیں مجھے اندازہ تھا کہ آپ کس اذیت سے دوچار ہیں اس لیے خود آیا تا کہ آپ کو تسلی دے سکوں۔"

"تھینک یو سر۔" اس کے لہجے میں ممنونیت تھی۔ عباس نے سر ہلایا۔

"آفس چل رہی ہیں پھر میرے ساتھ۔ میں چاہتا ہوں آپ کچھ وقت اس ٹینشن سے نکل کر گزاریں آپ کو بہت سا ذہنی سکون ملے گا۔"

"نہیں سر ابھی نہیں کل چکر لگا لوں گی۔" اس نے کہا تو عباس نے سر ہلا دیا تھا۔ عباس کے لیے ابھی اتنا ہی کافی تھا کہ کم از کم وہ آفس آنے پر راضی تو ہوئی تبھی ثریا بیگم چائے کی ٹرے لیے چلی آئی تھیں۔

رابعہ نے فوراً چہرہ پھیر لیا تھا اس کا چہرہ رونے کے سبب سرخ تھا وہ فوراً کھڑی ہوئی تھی۔

"آپ سر پلیز چائے لیں میں کچھ دیر میں آتی ہوں۔" وہ کہہ کر فوراً نکل گئی تھی۔ ثریا بیگم کو چائے کا مگ تھماتے ساتھ دیگر لوازمات بھی سرو کر رہی تھی۔ عباس قدرے ریلیکس ہو کر چائے پینے لگے تھے۔

❁......❁❁......❁

وہ ہوش میں آئی تو حسن پاس تھا ساتھ روشنی ماما اور ماموں بھی تھے۔ وہ دونوں وزیٹنگ آورز میں اس سے ملنے آئی

تھیں۔ وہ ذہنی طور پر اس قدر ڈسٹرب تھی کہ کچھ بھی سوچنا نہیں چاہتی تھی لیکن ذہن پر بہت بوجھ تھا گیارہ بجے احسن روشی کو لے کر گھر چلا گیا تو ماما اس کے پاس ہی رک گئیں تھیں۔
اس سے کسی نے کچھ نہیں پوچھا تھا۔ ماما بطور خاص اس کا خیال رکھ رہی تھیں ان کی محبت میں کوئی فرق نہ آیا تھا۔ اس کی ذہنی حالت از حد ابتر ہو چکی تھی۔ ڈاکٹرز بار بار اسے کچھ بھی نہ سوچنے اور بالکل ریلیکس رہنے کا کہہ رہا تھا۔ دو بجے کے قریب بابا بھی آ گئے تھے وہ زیادہ تر وقت سوئی جاگی کیفیت میں رہی تھی۔ ماما ڈرائیور کے ساتھ گھر چلی گئی تھیں۔ پاپا نے اس سے کوئی سوال وجواب نہیں کیا تھا تین بجے کالج سے واپسی پر شہوار ڈرائیور کے ہمراہ اسپتال آ گئی تو وہ آنکھوں پر بازو رکھے لیٹی ہوئی تھی۔
"کیسی ہو؟" وقار صاحب سے سلام دعا کے بعد وہ اس کے قریب آئی تو اس نے بازو ہٹا کر دیکھا۔
"ٹھیک۔" وہ ذرا سا مسکرائی تھی لیکن مسکراہٹ میں کسی بھی قسم کی کوئی تازگی نہ تھی جیسے بے جان سے مسکراہٹ ہو۔
"ڈاکٹرز کیا کہتے ہیں کب تک فارغ کر رہے ہیں تمہیں۔" شہوار اس کے پاس بیٹھی تو وقار صاحب باہر نکل گئے تھے۔
"شاید کل رات کو یا شاید کل صبح۔" دھیمے سے اس نے کہا تو شہوار خاموش ہو گئی تھی۔ جیسے کرنے کو کوئی بات نہ ہو۔
"تم کالج سے آ رہی ہو۔" انا نے پوچھا تو اس نے سر ہلایا۔
"مصطفیٰ بھائی کے ساتھ آئی ہو؟"
"نہیں ڈرائیور کے ساتھ۔" شہوار اس کی میڈیسنز چیک کرنے لگی تھی۔
"ڈرائیور چھوڑ کر چلا گیا ہے واپسی پر مصطفیٰ خود پک کر لیں گے۔" اس نے مسکرا کر انا کو دیکھا تو وہ سنجیدگی سے اسے ہی بغور دیکھ رہی تھی۔
نڈھال سی پژمردہ انا اسے برسوں کی بیمار لگی تھی۔ اس کے چہرے کی ساری سرخی ایک غیر محسوس زردی میں لپٹی لگ رہی تھی اور آنکھیں جو ہمہ وقت چمکتی رہتی تھیں اس وقت بجھی بجھی سی تھیں۔ جیسے ان کی ساری جوت ختم ہو گئی ہو۔ شہوار نے محبت سے اس کا ہاتھ تھاما تو وہ چونکی۔
"کیا بات ہے انا؟" انا سر جھکائے خاموش ہو گئی تھی۔
"ہم دونوں بہت اچھی دوست ہیں نا ایسی کیا بات ہوئی ہے جو تم مجھ سے بھی شیئر نہیں کرنا چاہتی۔" ہاتھ کو نرمی سے سہلاتے اس نے پوچھا تو انا نے لب بھینچ لیے۔
"انا کیا مجھ پر بھی اعتبار نہیں۔" اس نے محبت سے ہاتھ دبایا تو انا بس خاموشی سے دیکھتی رہی۔
شہوار نے چند پل اسے دیکھا کہ شاید وہ کچھ کہے لیکن اس کے لبوں کی خاموشی نہ ٹوٹی تو اس نے ایک گہرا سانس لیا۔
"کچھ کھاؤ گی؟" کچھ توقف کے بعد شہوار نے موضوع بدلا تو انا نے نفی میں ہلا دیا۔
"نہیں تمہارے آنے سے پہلے پاپا نے سوپ پلایا تھا۔" اس کے جواب دینے پر شہوار کے اندر عجیب سی کیفیت پیدا ہوئی تھی۔
"ولید بھائی نے چکر لگایا رات تو وہ شاید ادھر ہی تھے۔" اس نے مزید کہا تو انا نے لب دانتوں تلے دبایا تو شہوار کو محسوس ہوا کہ ولید کے نام پر اس کے چہرے کے تمام تاثرات بدلے تھے۔
"تو کیا ولید بھائی اور انا کے بیچ میں ہی کوئی ایشو ریزن ہے جس کی وجہ سے یہ سب ہو رہا ہے۔" شہوار کے اندر سوالات پیدا ہونے لگے تھے۔

''ولید بھائی بے چارے بہت پریشان تھے تمہاری غیر موجودگی میں وہ اور احسن بھائی مسلسل تمہیں تلاش کرتے رہے تھے اور پھر یہاں اسپتال لانے کے بعد بھی وہ بہت پریشان تھے۔'' شہوار نے مزید کہا تو انا نے تیزی سے اپنا سر تھام لیا تھا۔

''میرے سر میں بہت درد ہو رہا ہے شہوار۔'' وہ اذیت سے بولی تو شہوار فوراً چونکی تھی۔ انا کا زرد چہرہ مزید زرد ہو رہا تھا۔

''میں ڈاکٹر کو بلا لیتی ہوں۔'' اسے دونوں ہاتھوں سے سر تھامے دیکھ کر شہوار نے کہا تو وہ خاموشی سے سر سرہانے پر رکھ کر آنکھیں بند کر گئی تھی۔ شہوار نے انٹر کام پر نرس کو بلا لیا تھا۔

نرس نے آ کر میڈیسن دی تھی۔ جس کے بعد وہ کچھ دیر میں ہی غنودگی میں چلی گئی تھی۔ شہوار انا کے رویے پر از حد الجھ گئی تھی۔ ولید کے ذکر پر اس کا اس طرح کا ری ایکشن نجانے کیوں اسے محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے انا اور ولید کے درمیان کوئی گڑبڑ ہے۔ کچھ دیر بعد ولید اور ضیاء صاحب آ گئے تو وقار صاحب گھر چلے گئے تھے۔ ضیاء انا کے پاس کمرے میں رک گئے تو شہوار ولید کے ہمراہ نیچے آ گئی تھی۔ وہ انا کے رویے سے بہت الجھ گئی تھی وہ ولید سے اس کے بارے میں کچھ ڈسکس کرنا چاہتی تھی۔

''ایک بات پوچھوں ولید بھائی۔'' نیچے آنے کے بعد اس نے پوچھا تو ولید نے اسے دیکھا۔

''بالکل۔''

''انا کہاں جا سکتی ہے؟'' اس نے پوچھا۔

''مجھے علم ہوتا تو اسے تلاش ہی کیوں کرتا۔'' ولید نے بہت سنجیدگی سے جواب دیا۔

''اندازہ تو ہو سکتا ہے نا۔'' اس نے ولید کو بغور دیکھتے پھر کہا۔

''مجھے اندازہ ہوتا تو یہ سب مسئلہ ہی کیوں ہوتا پھر۔'' ولید کے لہجے میں ہلکی سی خفگی در آئی تھی۔

''بہتر یہی تھا کہ آپ یہ سوال اپنی احمق اور کم فہم دوست سے کرتیں۔'' نا چاہتے ہوئے بھی ولید کے لہجے میں برہمی تھی۔

''اگر وہ احمق اور کم فہم تھی تو کم از کم آپ ہی اس کی درست رہنمائی کر دیتے۔'' جواب ایسا تھا کہ ولید نے چونک کر شہوار کو دیکھا۔

''کیا اس نے آپ سے کچھ کہا ہے۔'' بے پناہ سنجیدگی سے پوچھا تو شہوار نے ایک گہرا سانس خارج کیا۔

''یہی تو دکھ ہے کہ وہ کچھ بھی نہیں کہہ رہی، کچھ بھی بتانے پر آمادہ نہیں تھی۔ کہ آپ کا ذکر کرنے سے اس کی طبیعت بگڑنے لگی ہے۔'' شہوار نے آزردگی سے کہا تو ولید نے لب بھینچ لیے۔

''میں نے انا کو ہمیشہ ایک بہن کی طرح سمجھا اور اپنے لیے مخلص پایا ہے اب اسے اس طرح دیکھ کر مجھے بہت تکلیف ہو رہی ہے۔ دیکھیں ولید بھائی اگر آپ دونوں کے درمیان کوئی مسئلہ ہو گیا ہے تو پلیز اسے انا کا مسئلہ بنا کر اس الجھن کو بڑھاوا مت دیجیے گا۔ میں مانتی ہوں ہم لڑکیاں جذباتی لحاظ سے بہت کمزور ہوتی ہیں۔ ہم ان باتوں کو بھی رائی کا پہاڑ بنا لیتی ہیں جن کا سرے سے کوئی وجود نہیں ہوتا۔ انا بھی میری طرح ایک لڑکی ہے وہ جذباتی بھی ہے اور شدت پسند بھی آپ مرد ہیں برداشت و ضبط کا زیادہ حوصلہ مظاہرہ کرنے والے پلیز اگر کوئی مسئلہ ہے کوئی بات ہے تو آپ خود آگے بڑھ کر کلیئر کر لیں مجھے یقین ہے وہ آپ کے معاملے میں کبھی دل کو پتھر نہیں بنا سکتی۔'' شہوار کے لہجے میں انا کے لیے بے پناہ محبت اور خلوص تھا بہت فکر مندی بھی۔

ولید نے بہت پرسوچ نظروں سے شہوار کو دیکھتے اس کی تمام بات سنی تھی۔

ملن

پچھلے پہر کا چاند
تنہائی میں میرا ساتھی ہوتا ہے
تو میرا دل
تیرے ملن کی چاہ کرتا ہے
میرے ہاتھ اٹھتے ہیں دعا کے لیے
اس پہر مانگی دعا
سنا ہے جلد قبول ہوتی ہے
لب پکارتے ہیں تجھے
خود پر میرا اختیار نہیں رہتا
آنکھیں نم ہو جاتی ہیں
اور یہ دل
تم سے ملن کی دعائیں کرتا ہے

حرا رمضان...... اختر آباد

"آپ نے پوچھا نہیں اس سے اس کی الجھن کا سبب؟"

"کسی وجہ سے میں خود پریشانی تھی بس تو جہ نہ دے پائی اگر مجھے گمان ہوتا کہ حالات اس نہج پر آ سکتے ہیں تو میں شاید پوچھ ہی لیتی۔" شہوار کے لہجے میں افسردگی تھی۔

"میں آپ کو یقین دلاتا ہوں میری طرف سے ایسی کوئی بات نہیں ہوگئی انا آپ کی دوست ہے اس کے قول و فعل کا میں ذمہ دار نہیں ہوں۔" ولید نے سنجیدگی سے کہا۔

"پھر کوئی تو وجہ ہوگی نا؟" وہ الجھ گئی تھی۔

"یہ تو آپ اپنی دوست سے ہی دریافت کریں وہ شاید بہتر طور پر آپ کی رہنمائی کر سکیں ایم سوری میں اس سلسلے میں کچھ بھی کہنے سے قاصر ہوں۔" وہ سنجیدگی سے کہہ کر پلٹا گیا تھا۔

"آئیں اوپر چلتے ہیں بابا تنہا ہوں گے۔" ولید کے کہنے پر وہ کچھ سوچتی اس کے ساتھ چل دی۔ مغرب کے بعد مصطفیٰ بھی آ گیا تھا۔ انا بھی حواس میں تھی۔

مصطفیٰ نے اس کی خیر خیریت دریافت کی تو اس نے محض سر ہلایا تھا۔ ولید بہت سنجیدگی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ صرف ایک دن میں وہ بالکل بجھ کر رہ گئی تھی۔ وہ اس کی موجودگی کے سبب زیادہ تر آنکھیں بند کیے ہوئے تھی۔ مصطفیٰ اس سے ہلکے پھلکے سوال کر رہا تھا اور وہ محض ہوں ہاں کر رہی تھی۔ رات آٹھ بجے ڈرائیور کھانا دینے آیا تو ضیاء صاحب اس کے ہمراہ گھر چلے گئے تھے۔ شہوار اور مصطفیٰ تیار کھڑے تھے انا نے شہوار کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

"تم ادھر ہی رک جاؤ نا۔" وہ بڑی آس سے کہہ رہی تھی شہوار نے بے اختیار مصطفیٰ کو دیکھا جس نے آنکھ کے اشارے سے منع کر دیا تھا۔

"میں صبح کالج جاتے ہوئے پھر آؤں گی اور شام میں بھی آؤں گی اگر تم کل ڈسچارج ہوگئی تو گھر آ جاؤں گی۔" انا نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا تھا۔ شہوار نے اس کی خاموشی بڑی شدت سے محسوس کی تھی۔ اس نے ذرا سا جھک کر قدرے شرارت سے کہا تھا۔

"ویسے بھی ولید بھائی رک رہے ہیں میں خوامخواہ رک کر تم دونوں میں ہڈی کیوں بنوں۔" دھیمی آواز میں کہا۔

انا کا رنگ بدلا تھا اور پھر آنکھیں بند کر گئی تھی۔ شہوار کو شدت سے احساس ہوا کہ جیسے کوئی بہت ہی سیریس بات ہے اس نے سنجیدگی سے اسے دیکھا تھا۔ وہ دونوں اللہ حافظ کہہ کر باہر نکل گئے تھے۔ ولید انہیں باہر تک رخصت کرنے گیا تھا۔ انا آنکھوں پر بازو رکھے لیٹی رہی تھی۔ ولید دوبارہ کمرے میں آیا تو وہ کروٹ کے بل منہ بازو میں چھپائے لیٹی ہوئی تھی۔ ولید اپنے ساتھ لائے میگزین کو لے کر ایک طرف صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔ وہ میگزین دیکھتے کا ہے بگاہے انا کی طرف بھی

نگاہ ڈال لیتا تھا۔ کچھ دیر بعد نرس اندر داخل ہوئی تو ولید نے اخبار رکھ دیا تھا۔
"میڈیسن کا ٹائم ہوگیا ہے۔" نرس نے آتے ہی کہا تو انا نے بازو ہٹا کر اسے دیکھا اور پھر اٹھ کر بستر پر بیٹھ گئی تھی۔ نرس نے میڈیسن نکالی اور پھر گلاس میں پانی نکال کر اسے تھما دیا۔
"آپ آج رات بھی یہیں رک رہے ہیں۔" انا کی ہتھیلی پر میڈیسن رکھتے نرس نے ولید کو بھی مسکرا کر دیکھا۔
"کیوں آپ کو کوئی اعتراض ہے؟" ولید نے بھی مسکرا کر پوچھا۔
"نہ بھئی ہم کون ہوتے ہیں اعتراض کرنے والے۔" نرس کھلکھلائی تھی۔ انا نے میڈیسن پانی کے ساتھ نگلتے نرس اور ولید کو دیکھا تھا۔ نرس نے انا سے گلاس لے کر واپس ٹیبل پر رکھ دیا تھا۔
"ویسے آپ بہت لکی ہیں اتنی شاندار پرسنالٹی کے مالک ہیں آپ کے فیانسی۔" نرس نے اپنی طرف سے انا کو چھیڑا تھا۔ وہ لب بھینچ گئی تھی۔
"ویسے ان کی موجودگی میں اس طرح کا ذہنی اسٹریس کافی حیرت میں ڈالتی ہے یہ بات تو۔" نرس نے براہ راست انا کو مخاطب کیا تھا۔
وہ کچھ بھی نہ بولی تھی ولید نے بغور انا کو دیکھا اس کے چہرے کے اعصاب سرخی مائل ہو رہے تھے۔
"ایسا ہم سفر اگر کسی کو مل جائے تو ہم جیسی لڑکیاں تو پھولے نہیں سماتیں آپ نے خود کو ایسا کیا روگ لگالیا ہے کہ ذہنی سطح اس قدر اسٹریس کا شکار ہو چکی ہے۔" نرس نا صرف از حد باتونی تھی بلکہ اچھی خاصی بے تکلف بھی۔ ولید کی موجودگی میں اس کی تعریفیں ولید تو مسکرایا تھا جبکہ انا اپنی جگہ سے مل بھی نہ سکی تھی۔
"آپ ان کو خوش نہیں رکھتے کیا؟" نرس نے اب کے ولید کو مخاطب کیا۔
"یہ محترمہ میرے خوش کرنے کی حدود سے ابھی بہت بالا ہیں اور نہ ہی ابھی مجھے ان کو خوش رکھنے کے ایسے کوئی اختیارات حاصل ہوئے ہیں ویسے بھی یہ محترمہ خوش ہونے کی حدود سے ماورا ہیں۔" ولید کا انداز از حد سنجیدہ تھا۔ نرس کھلکھلا کر ہنسی تھی۔ جبکہ انا کا چہرہ مارے توہین کے سرخ پڑ گیا تھا۔
"یعنی آپ شادی جیسے اختیارات حاصل نہ ہونے پر افسردہ ہیں۔" نرس اپنی طرف سے تو وہ دونوں کو چھیڑ رہی تھی جبکہ اس کی یہ چھیڑ کسی کے دل و دماغ پر کس طرح اثر انداز ہو رہی تھی وہ قطعی بے خبر تھی۔
"ابھی اتنا برا وقت نہیں آیا کہ میں محدود سوچ اختیار کرتے افسردہ ہو جاؤں بلکہ میں تو بہت سکون محسوس کرتا ہوں کہ میں ہر طرح کی ٹینشن سے آزاد ہوں۔" انا کے ذہن پر یہ الفاظ ہتھوڑا بن کر برسے تھے۔
"پلیز سسٹر میرے سر میں بہت درد ہو رہا ہے میں آرام کروں گی اب۔" لہجے میں ناگواری و تلخی تھی۔ سسٹر فوراً چونکنا ہوئی تھی۔
"اوہ ایم سوری، آپ لیٹ جائیں اور آرام کریں میں نے نیند کی میڈیسن کھلائی ہیں آپ کو فوراً نیند آجائے گی کل تک آپ کافی ریلیف فیل کریں گی۔" نرس نے اس کے کمر کے پیچھے تکیہ درست کیا تو وہ لیٹ گئی۔ دل عجیب سا بوجھل ہو رہا تھا۔
"میں کل گھر چلی جاؤں گی نا۔" اس نے آہستگی سے پوچھا۔
"بالکل چانس تو بھی ہیں باقی ڈاکٹر صاحب ہی بہتر جانتے ہیں۔" وہ کہہ کر پلٹ گئی تھی۔
"ویسے آپ کی والدہ بتا رہی تھیں کہ آپ بھی ڈاکٹر بن رہی ہیں۔" نرس نے پوچھا تو اس نے سر ہلا دیا۔
"کسی ڈاکٹر کو پہلی بار اپنی صحت سے متعلق اتنا کیئر لیس دیکھا ہے۔ اپنا خیال رکھا کریں۔ بعض اوقات ایسا اسٹریس

شدید نوعیت بھی اختیار کر جاتے ہیں۔" وہ ہمدردانہ مشورہ دے کر چلی گئی اور نانا کے اندر جیسے ایک جنگ سی چھڑ گئی تھی۔اس نے سر گھما کر دیکھا ولید میگزین پر سر جھکائے ہوئے تھا۔اس کے اندر اضطراب وملال کے گہرے بادل چھانے لگے تو وہ لب دانتوں تلے دبا کر تکیے میں منہ چھپا کر سسک اٹھی تھی۔

ولید نے میگزین سے سر اٹھا کر دیکھا تو نگاہ کئی ثانیے تک اس کی طرف پشت کیے وجود پر ٹھہر گئی تھی۔نانا کا وجود ہولے ہولے لرز رہا تھا۔ولید نے لب بھینچ کر دوبارہ میگزین اپنے چہرے کے گرد کرلیا تھا۔



مصطفیٰ ابھی کھانا کھا کر ریلیکس ہوا ہی تھا کہ انسپکٹر شہناز کی کال آ گئی۔

"سر ہم اس عورت کو لے آئے ہیں۔اب کیا کریں؟" مصطفیٰ نے گہرا سانس لیا تھا۔

"کوئی مسئلہ تو نہیں ہوا۔"

"نو سر..... آپ کی انسٹرکشنز کے تحت ہی سارا کام کیا گیا ہے۔"

"او کے ویل ڈن اب آپ ان خاتون کی زبان کھلوائیں تب تک میں بھی چکر لگاتا ہوں۔" مصطفیٰ نے ہدایت دی۔

"او کے سر" کال بند ہوگئی تھی۔وہ موبائل پکڑے کچھ سوچ رہا تھا جب دریہ چلی آئی تھی۔ ہمیشہ کی طرح ٹپ ٹاپ تیار۔

"مصطفیٰ مجھے مارکیٹ لے چلو گے۔" اس نے آتے ہی کہا۔

"اس وقت؟" مصطفیٰ نے وقت دیکھا ساڑھے نو ہو رہے تھے۔

"دن میں کوئی فری ہی نہیں ہوتا۔" دریہ نے کہا۔

"تو تم کسی اور کو ساتھ لے جایا کرو، ڈرائیور ہر وقت گھر پر ہی ہوتا ہے شام کے بعد سجاد بھائی اور عباس بھائی بھی گھر پر ہی ہوتے ہیں۔"

"یعنی انکار کر رہے ہو؟" دریہ نے فوراً مزاج بدلا تھا۔

"اس وقت تو آدھے سے زیادہ مارکیٹ بھی بند ہو چکی ہوگی تم کل کسی اور کے ساتھ چلی جانا اس وقت تو مجھے خود کہیں ضروری کام سے جانا ہے۔" مصطفیٰ نے صاف چٹ جواب دیا۔اس دن تو وہ محض شہوار کو ستانے کی خاطر چلا گیا تھا لیکن آج تو وہ بالکل بھی فری نہ تھا۔

"تم رستے میں مجھے ڈراپ کر دینا اپنا کام کر لینا واپسی پر لیتے آنا۔" دریہ نے دوسرا حل پیش کیا۔

"آئی ایم سوری برا مت ماننا ہماری خواتین رات کے اس پہر شاپنگ کے لیے نہیں نکلتیں۔تم دن میں چلی جانا تمہارے ساتھ کوئی بھی چلا جائے گا۔" مصطفیٰ رکھائی سے کہہ کر وہاں سے اٹھ گیا تو دریہ نے بہت ناگواری سے اسے جاتے دیکھا تھا اسے مصطفیٰ سے اس قدر صاف جواب کی امید نہ تھی۔

وہ تو اس دن شائستہ کے ہاں جانے پر مصطفیٰ کے فوراً بلا چوں چراں مان جانے پر ابھی تک پھولے نہ سمارہی تھی اور اب ایک دم اس انکار نے اس کے اعصاب کو کھٹکا دیا تھا۔مصطفیٰ عباس بھائی کو تیار ہونے اور ساتھ چلنے کا کہہ کر کمرے میں آیا تو شہوار الجھ رہی تھی۔

"سارا دن تو آپ بزی رہتے ہیں اس وقت بھی چل دیے۔" اس نے شکوہ کیا۔

"دیکھو بھئی یہ سب میرے کام کا حصہ ہے۔کہیں سے بھی کسی بھی وقت کال آسکتی ہے اگر تم اس طرح ری ایکٹ کرو گی تو میرے لیے جاب کرنا بہت مشکل ہو جائے گا۔"

"مجھے نہیں پسند یہ جاب انسان کی اپنی کوئی لائف ہی نہیں ہر وقت خطروں میں گھرے رہو۔" اس نے ناپسندیدگی سے کہا تو مصطفیٰ ہنس دیا۔

"کبھی کبھار میں سوچتا تھا میڈم شہوار صاحبہ بھلا بیویوں والے گیٹ اپ میں کیسی لگتی ہوں گی۔ اس طرح حق جتاتا انداز دیکھ کر تو دل خوش ہوگیا ہے میرا۔" مصطفیٰ نے شرارت سے کہا تو اس نے سنجیدگی سے دیکھا وہ الماری درست کررہی تھی۔

"تو ابھی نہیں، جا کہاں رہے ہیں؟" اس نے پوچھا۔

"اب اپنا ہر کیس پہلے تم سے ڈسکس کرنا پڑے گا کیا؟" مصطفیٰ نے گھورا۔ شہوار نے ایک گہرا سانس لیا وہ کپڑے تہہ کر کے الماری میں رکھ رہی تھی۔

"اور اس ایاز کا کیا بنا؟" کپڑے رکھنے کے بعد اس نے مصطفیٰ کو دیکھا۔

"واپس آ کر ڈسکس کروں گا لیٹ ہورہا ہوں۔" مصطفیٰ اپنا پسٹل لے کر جانے کو ریڈی تھا۔

شہوار نے ایک گہرا سانس لیتے مصطفیٰ کے تمام کاغذات اور ضروری فائلز کو ترتیب دینا شروع کردیا تھا مصطفیٰ اس کے ہاتھ میں فائل دیکھ کر جاتے جاتے پلٹا تھا۔

"ان فائلز کو ادھر ہی رہنے دیں یہ سب بہت ضروری کاغذات ہیں کہیں کوئی پیپر مس نہ ہوجائے۔" مصطفیٰ نے کہا تو شہوار نے دیکھا تبھی ہاتھ سے ایک فائل نیچے گر گئی تھی۔

"اوف..." وہ اٹھانے کو جھکی تھی۔

"آپ ان کو ادھر کیوں رکھتے ہیں آفس میں ہی رکھا کریں نا۔" گھر کو بھی آفس بنا رکھا ہے۔ ساری الماری میں بس فائلز ہی فائلز جمع کر رکھی ہیں۔" وہ بڑبڑائی تھی۔

مصطفیٰ نے گھورا اور خود ہی اس کے اٹھانے سے پہلے فائل اٹھا کر الماری میں ٹھونس دی تھی۔

"موڈ کیوں آف ہورہا ہے۔" سیدھا ہو کر الماری کا پٹ بند کر کے اس پر ہاتھ تھام کر شہوار کو گھورا۔

"میرا تو نہیں ہورہا۔" وہ فوراً مسکرائی تو مصطفیٰ نے بغور دیکھا۔

"تو پھر اتنے تیکھے تیکھے جواب کیوں دیے جارہے ہیں یہ سوال کیوں اٹھ رہا ہے یہ بھی تو پتا چلے۔"

"کچھ نہیں ہوا آپ جائیں آپ کو دیر ہورہی ہے۔" اس نے نظریں چرائی تو مصطفیٰ نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر وال کلاک کو۔

"واپسی پر بات کروں گا تب تک جواب سوچ رکھیے گا۔" وہ کہہ کر کمرے سے نکل گیا تو شہوار نے ایک گہرا سانس لیا۔

وہ پھر سے الماری کی طرف متوجہ ہوئی تبھی الماری بند کر کے پلٹی تو چونکی قدموں کے پاس کوئی چیز پڑی تھی۔ شاید فائل میں سے کچھ گرا تھا۔ وہ جھک کر اٹھانے لگی تو اس کا سیل بجنے لگا تھا۔ اس نے بنا دیکھے جلدی سے اٹھا کر واپس الماری کا دروازہ کھول کر اسی فائل میں بے ترتیبی سے رکھ کر وہ فوراً اپنے موبائل کی طرف بڑھی تھی۔ عائشہ کی کال تھی۔ اس نے فوراً کال پک کی۔

✿✿

تابندہ بوا نماز پڑھ کر آئیں تو دل بہت بوجھل ہورہا تھا اتنے دن گزر چکے تھے کوئی سرا ہاتھ نہیں آرہا تھا۔ وہ اب ہمت ہار چکی تھیں۔ ان کا دل کہتا تھا کہ وہ واپس چلی جائیں اور جا کر حویلی اور اس کے مکینوں کو سب کہہ ڈالے ان کے اندر باہر ایک طوفان مچا ہوا تھا۔ اب ناگریز ہو چکا تھا کہ کم از کم شہوار کی حقیقت دی جاتی۔ تابندہ بی گھر کے صحن میں چکر لگاتے بہت

کچھ سوچنے پر مجبور ہو چکی تھیں۔ کچھ دیر مزید غور وفکر کرنے کے بعد وہ واپس اپنے کمرے میں آئی اور اپنے سامان میں سے بیگ نکال کر انہوں نے اپنا موبائل نکالا تھا۔

حویلی سے نکلتے وقت انہوں نے یہ موبائل بند کر دیا تھا لیکن اب اس موبائل کی ضرورت تھی۔ انہوں نے نمبر آن کیا اور پھر انہوں نے ایک نمبر نکالا کر ڈائل کرنے سے پہلے انہوں نے پھر کافی دیر سوچا اور پھر انہوں نے نم آنکھوں سے وہ نمبر ملا ڈالا تھا۔ وہ کافی دیر تک کال جانے اور ریسیو ہونے کا انتظار کرنے لگ گئی تھیں۔

....

بابا صاحب اپنے کمرے میں دراز کوئی کتاب پڑھ رہے تھے۔ بخشو ان کے پاس بیٹھا ان کی ٹانگیں دبا رہا تھا۔ حویلی میں رات کے اس پہر ایک عجیب سا سناٹا تھا۔ جیسے ہر طرف ایک ہو کا عالم ہو۔ تابندہ بوا کے بعد حویلی میں سرِ شام ہی رات اتر آتی تھی۔ فون کی بیل بجی تو بابا صاحب کو زندگی کا احساس ہوا۔

''دیکھو کون ہے؟'' بابا صاحب نے بخشو کو کہا۔ وہ فون اٹھا کر ان کے پاس لے آیا تھا۔ انہوں نے کارڈلیس تھام لیا کر کال پک کی تھی۔

انہوں نے ہیلو کہا لیکن دوسری طرف جو آواز سنائی دی وہ سن کر وہ ایک دم ساکت ہوئے تھے۔ دوسری طرف کچھ کہا جا رہا تھا۔

''ہاں جانتا ہوں میں۔'' انہوں نے لرزتی آواز میں کہا۔

''لیکن تم۔'' ان کے ہاتھ سے کارڈلیس چھوٹ گیا تھا۔ بخشو جو بڑے ادب سے کھڑا ایک دم فوراً ان کے پاس ہوا تھا۔

''بابا صاحب خیر ہے نا۔'' بابا صاحب نے اسے دیکھا۔ ان کے وجود میں گویا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

ایسا طوفان جس سے ان کا وجود زلزلوں کی زد میں آچکا تھا۔ دماغ میں ایسے ہتھوڑے برس رہے تھے۔ وہ خواب جو برسوں سے ان کو ڈراتا تھا آج مجسم ان کے سامنے تھا۔ ان کو لگا اس انکشاف پر ان کے دماغ کی رگیں بس پھٹ پڑنے والی ہیں۔ دوسری طرف شاید کال بند ہو گئی تھی۔ انہوں نے اپنے چکراتے سر کو تھاما تو بخشو نے فوراً پریشان ہو کر انہیں بستر پر لٹایا تھا۔

ان پر اب پھر وہی کیفیت تھی جو ہمیشہ خواب دیکھنے کے بعد طاری ہوتی تھی لیکن اس بار بس فرق یہ تھا کہ یہ خواب نیند کی صورت نہ تھا بلکہ ایک کال کی صورت ان کے وجود پر طاری ہوئی تھی۔ وہ بے بس و نڈھال سے ہو کر بستر پر ڈھے سے گئے تھے۔

....

وہ گھر شفٹ ہو گئی تھی صبح صبح ہی وہ احسن اور بابا کے ہمراہ گھر آ گئی تھی۔ اس کی طبیعت اب پہلے سے بہتر تھی۔ گھر آئی تو روشی اسے کمرے میں چھوڑ گئی تھی۔ اس کا کمرہ ویسا ہی تھا اس کی بکس اور بیگ کوئی اس کے بستر پر رکھ گیا تھا۔ ساتھ ہی اس کا موبائل بھی تھا۔ اس نے موبائل اٹھا کر دیکھا تو وہ اسی طرح بند تھا جس طرح چند دن پہلے بند تھا۔ موبائل کو دیکھتے اس نے لب بھینچ لیے تھے۔ اس نے موبائل آن کر کے سائیڈ پر ڈال دیا تھا۔ کتابیں ایک طرف کر کے وہ لیٹ گئی تھی۔

ڈاکٹر کہتے تھے کہ وہ کچھ نہ سوچے لیکن اس کے پاس سوچنے کے لیے بہت سارا کام تھا۔ اسے بہت کچھ سوچنا تھا۔ وہ آنکھوں پر بازو رکھے لیٹی ہوئی تھی جب اس کا موبائل بجا تھا۔ اس نے چونک کر موبائل دیکھا لیکن وہاں جگمگاتا نام دیکھ کر اس کے اعصاب تن گئے تھے۔ اس کا تنفس ایک دم تیز ہو گیا تھا۔

''ہیلو۔'' اس نے کال ریسیو کی۔

نظم

مجھے پرلوک جانا ہے
میری پلکوں پر ستاروں کا جہاں
آباد رہنے دو
ستارے خوشنما لگتے ہیں مجھ کو اس لیے
جاناں!
ستاروں سے محبت کے روابط
قائم رہنے دو
کہ مجھ کو ان ستاروں سے
گزر کر آگے جانا ہے
مجھے تم کب تک روکو گے
یوں......
اس پردیس کے آنگن میں
میں تارا ہوں
مجھے تاروں کی محفل
واپس جانا ہے
میں پردیسی ہوں
مجھ کو لوٹ کے اس......
دیس جانا ہے
مجھے پرلوک جانا ہے
مجھے اب لوٹ جانا ہے

عائشہ......سرگودھا

"کیسی ہو؟" دوسری طرف سے پوچھا گیا تھا۔

"تمہارا نمبر بند تھا۔ سنا تھا تم اسپتال میں ایڈمٹ ہو۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"کیوں کال کی؟" انا کو اپنا لہجہ کسی بھی قسم کے احساس سے عاری محسوس ہوا۔

"تم اچھی طرح جانتی ہو کہ کیوں کی میں نے۔"

"میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"

"تم اسپتال سے گھر شفٹ ہو چکی ہو۔" اسے شاید پل پل کی خبر تھی۔

"دیکھو ہمیں دھوکہ دینے کی کوشش مت کرنا تم جانتی ہو اچھی طرح کہ ہم پھر کیا کریں گے۔ جو کہا ہے وہ بنا کسی تاخیر کے جلد از جلد کرو......ورنہ۔" انا نے لب بھینچ لیے تھے اس کے دماغ میں جھکڑ چلنے لگے تھے۔ اس نے کال بند کر دی اور دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا تھا۔ اسے لگ رہا تھا کہ جیسے ابھی اس کے دماغ کی کوئی شریان پھٹ جائے گی۔

"کیا ہوا؟" روشی جو اس کے لیے کچھ پھل لینے باہر گئی تھی اسے اس طرح بیٹھے دیکھ کر پریشان ہوئی تھی۔ انا نے اسے دیکھ کر اپنے ہاتھ ہٹائے تھے۔ وہ اس کے لیے کچھ سیب لے کر آئی تھی۔

وہ اسے سیب کاٹ کر دیتے زبردستی اصرار سے کھانے پر مجبور کرتے اس کا دھیان بٹانے کی کوشش کر رہی تھی لیکن انا کو لگ رہا تھا کہ جیسے اس کا دھیان بس ایک ہی نقطے پر جم گیا ہے۔ وہ بس اس کی باتوں پر ہوں ہاں کرتی رہی تھی۔ روشی اسے ایک سیب کھلا کر اٹھ گئی تھی۔

"تم تھک گئی ہو آرام کرو۔" وہ اس کا رخسار تھپتھپا کر چلی گئی۔ روشی کی محبت پر اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں تو وہ خاموشی سے آنکھیں بند کر کے لیٹ گئی۔

❁......❁❁......❁

شاہ زیب صاحب کو کال آئی کہ حویلی میں بابا صاحب کی طبیعت بہت خراب ہو گئی ہے۔ صبح کے وقت ملازمین ان کو اسپتال لے گئے تھے لیکن ان کی طبیعت سنبھل نہیں رہی۔ شاہ زیب صاحب از حد پریشان ہو گئے تھے۔ وہ فوراً جانے کو تیار تھے۔ مہر النساء بھی ساتھ جا رہی تھیں۔ شہوار ابھی گھر پر ہی تھی اسے آج کالج کے لیے ذرا لیٹ نکلنا تھا۔ وہ بھی جانے

پر تیار ہوگئی۔ فون کرکے اس نے مصطفیٰ سے جانے کی اجازت لے لی تھی۔ وہ لوگ دوپہر کو وہاں پہنچے تھے۔
باباصاحب کی حالت واقعی بہت خراب تھی۔ شاہ زیب صاحب ڈاکٹرز سے ملنے چلے گئے واپس آئے تو چہرے پر کافی تشویش تھی۔
"کیا کہتے ہیں ڈاکٹرز؟" مہرالنساء نے پوچھا۔
"ہمیں انہیں شہر شفٹ کرنا ہوگا۔ یہاں علاج کی سہولیات ناکافی ہیں۔ ڈاکٹر ناامید ہیں۔" ان کے اپنے لہجے میں مایوسی تھی۔ شہوار نے ایک گہرا سانس لیا۔ وہ لوگ شام تک انہیں شہر لے آئے تھے۔ یہاں آتے ہی شاہ زیب صاحب نے اچھے سے اچھے ڈاکٹرز کا فوری بندوبست کیا لیکن باباصاحب کی کنڈیشن میں کوئی بہتری نہ آرہی تھی۔
گھر سے بھی باقی لوگ آگئے تھے۔ مہرالنساء اور شہوار گھر واپس آگئی تھیں۔ اس بار باباصاحب کی طبیعت کافی عرصے بعد خراب ہوئی تھی۔ سو سب کا اس طرح پریشان ہوجانا فطری تھا۔ شہوار کو باباصاحب کی محبت اور شفقت ملی تھی۔ وہ اس کے لیے ہمیشہ ایک ابرباراں کی طرح مہربان رہے تھے۔ ان کے وجود سے اسے ہر طرح کی محبت اور چاہت ملی تھی۔ اس نے ان کا ہاتھ تھام کر زندگی کے تمام مدارج طے کیے تھے اور اب ان کی مسلسل بے ہوشی دیکھ کر وہ خود بھی افسردہ تھی۔ ڈاکٹر کہتے تھے کہ وہ کسی مینٹلی ڈسٹربنس کا شکار رہے ہیں۔ جب تک ان کے دل و دماغ کی وہ گرہیں نہیں کھل جاتیں ان کو مکمل طور پر صحت یاب ہونا ناممکن ہے اور شہوار سوچ رہی تھی نجانے ایسی کون سی گرہیں تھیں جو ان کے اندر کی تمام خوشیوں اور آسودگیوں کو دیمک کی طرح چاٹتی جارہی تھیں۔ ورنہ ان کے پاس سب کچھ تو تھا۔ اتنی محبت کرنے والے رشتے پھر کہاں کمی تھی۔ وہ سوچ سوچ کر الجھ رہی تھی۔



رات کا کھانا کھانے کے بعد صبوحی بیگم اس کے کمرے میں آگئی تھیں۔ گھر واپسی کے بعد بھی کسی نے اس سے کوئی بھی سوال نہ کیا تھا۔ جبکہ وہ اندر ہی اندر خود کو ختم ہوتا محسوس کررہی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ جلد از جلد سب کچھ آر یا پار ہوجائے اور وہ جلد از جلد اس مسلسل ذہنی اذیت سے باہر نکل آئے۔
"ماما مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے؟" کچھ سوچنے کے بعد اس نے کہا تو صبوحی بیگم نے اسے دیکھا۔
وہ اپنے ہاتھ میں پڑی ہوئی انگوٹھی پہن اور کبھی اتار رہی تھی۔
"ہاں کہو۔" انہوں نے محبت سے کہا۔
"ماما آپ ماموں کو واپس کردیں۔" اس نے انگوٹھی صبوحی بیگم کی ہتھیلی پر رکھ دی۔
"کیا......؟" صبوحی بیگم نے از حد حیرت سے اسے دیکھا تھا۔
"میں یہ رشتہ توڑ رہی ہوں ماما، مجھے اب یا کبھی بھی ولید ضیاء سے شادی نہیں کرنی۔" صبوحی بیگم نے محسوس کیا کہ اناکے لہجے میں چٹانوں کی سی سختی تھی۔ انہوں نے دہل کر بیٹی کا چہرہ دیکھا وہ بالکل سپاٹ اور بے تاثر تھا۔
(ان شاءاللہ باقی آئندہ ماہ)




ٹوٹا ہوا تارا
سمیرا شریف طور
Scanned By Amir
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

قسط نمبر 30

اترے جو زندگی تری گہرائیوں میں ہم
محفل میں رہ کر بھی رہے تنہائیوں میں
دیوانگی نہیں تو اسے اور کیا کہیں
انسان ڈھونڈتے رہے پرچھائیوں میں ہم

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

انا کی گمشدگی گھر والوں کو پریشانی میں مبتلا کردیتی ہے۔ اپنے طور پر ہر جگہ تلاش کرنے کے بعد وہ مصطفیٰ سے مدد چاہتے ہیں تاکہ گھر کا معاملہ گھر میں ہی نبٹ سکے۔ دوسری طرف شہوار بھی انا کے متعلق لاعلمی کا اظہار کرتی ہے۔ شام کے آخری حصے میں کاشفہ انا کو گھر کے باہر چھوڑ جاتی ہے۔ اسے بکھرے حلیے میں دیکھ کر سب لوگ مزید تشویش کا شکار ہوکر اس سے پوچھ گچھ شروع کردیتے ہیں لیکن کاشفہ کی دھمکیوں کے زیراثر وہ زبان کھولنے سے قاصر رہتی ہے اور اسی دوران بے ہوش ہوجاتی ہے۔ ایاز کے گرفتار ہوجانے پر عبدالقیوم سخت اضطراب میں مبتلا اپنا غصہ عادلہ اور بیگم پر اتارتے ہیں۔ جبکہ عادلہ کے لیے بھی یہ سب ناقابل برداشت ہوتا ہے۔ عباس سے بدلہ لینے کی خاطر وہ رابعہ اور عباس کی تصاویر سوشل میڈیا پر لوڈ کردیتی ہے اپنی عزت داؤ پر لگی دیکھ کر رابعہ ٹوٹ کر رہ جاتی ہے اور عباس کو تمام صورت حال بتا کر مدد طلب کرتی ہے۔ عباس مصطفیٰ کی مدد سے عادلہ کی آئی ڈی ہیک کرنے میں کامیاب ہوجاتا ہے اور کسی حد تک تصاویر کو ڈیلیٹ کرنے میں کامیاب ٹھہرتا ہے۔ دوسری طرف مصطفیٰ اپنی کوششوں سے عادلہ پر کیس کرنے میں کامیاب ہوجاتا ہے عباس ان حالات میں رابعہ کو تسلی دینے از خود جاتا ہے اور تمام معاملہ اسے سمجھا کر اس کی پریشانی کو کسی حد تک کم کرنے میں کامیاب بھی ہوجاتا ہے۔ رابعہ کے دیگر گھر والے اس واقعے سے لاعلم ہی ہوتے ہیں۔ انا اسپتال پہنچ کر ہوش میں آجاتی ہے وہاں اسے مختلف دوائیوں کے زیراثر رکھا جاتا ہے ولید اور شہوار کے بار بار پوچھنے پر بھی وہ انہیں کسی بھی بات سے آگاہ نہیں کرتی۔ دو دن بعد اسے ڈسچارج کردیا جاتا ہے۔ لیکن گھر آکر بھی اس کی حالت وہی رہتی ہے۔ دوسری طرف تابندہ اپنی تلاش میں ناکام ٹھہرنے کے بعد واپسی کا ارادہ کرتی اپنا موبائل آن کرتے گھر والوں سے بات کرنا چاہتی ہیں جب ہی بابا صاحب کے پاس کسی اجنبی کی کال آتی ہے اور اسے سن کر ان کا وجود ٹھہر کر رہ جاتا ہے۔ ان کی طبیعت تیزی سے بگڑتی ہے جس پر شاہ زیب اور دیگر گھر والے پہنچ کر انہیں شہر لے جانا چاہتے ہیں تاکہ ان کا ٹھیک طریقے سے علاج ہوسکے۔ اسپتال سے گھر پہنچتے ہی انا کے نمبر پر کاشفہ کی کال آجاتی ہے اور اسی کال کے نتیجے میں انا صبوحی بیگم کے سامنے ولید کی دی ہوئی انگوٹھی رکھتے اپنے اور ولید کے تعلق کو ہمیشہ کے لیے ختم کردینے کی بات کرتی ہے جس پر صبوحی بیگم ششدر رہ جاتی ہیں۔

(اب آگے پڑھیے)



صبوحی بیگم نے وقار صاحب سے بات کی تو وہ خود اس کے پاس چلے آئے وہ گم صم کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھی

ہوئی تھی پاپا کو دیکھ کر ایک دم سیدھی ہوئی تو انہوں نے بغور بیٹی کو دیکھا۔ سر جھکائے ہاتھوں کو دیکھتی وہ ایک دم انہیں بہت اجنبی سی لگی۔

یہان کی انا تو نہیں تھی۔ ان کی انا تو بہت پراعتماد، خوب صورت اور زندہ دل تھی۔ یہ تو کوئی اور ہی لڑکی لگ رہی تھی بیمار، نڈھال، پژمردہ اور گم صم جس کی آنکھوں کی جوت بجھ چکی تھی۔

"یہ میں کیا سن رہا ہوں؟" انہوں نے سنجیدگی سے استفسار کیا تو انا نے گردن اٹھا کر باپ کو دیکھا۔

"تمہاری ماما کہہ رہی تھیں کہ تم منگنی توڑ رہی ہو۔" ان کا انداز حد سے سنجیدہ تھا۔

"میں نے بہت سوچا لیکن میں ذہنی طور پر خود کو اس رشتے کا اہل نہیں پاتی۔" اس نے دھیمے سے کہا تو وقار صاحب نے بغور دیکھا۔

"وجہ؟" انداز دوٹوک تھا۔

"میری اور روحی کی سوچ نہیں ملتی۔" ہونٹوں کو کچلتے ہوئے کہا تو وقار صاحب کے تیور بدلے۔

"ہم خاموش تھے لیکن تم جس طرح سارا دن غائب رہیں موبائل بند کچھ بتانے پر آمادہ نہیں واپس لوٹی تو نروس بریک ڈاؤن یہ سب کیا ہے؟" وہ سنجیدگی سے پوچھ رہے تھے تو انا کو لگ رہا تھا کہ اس کے پاس ان کے کسی بھی سوال کا کوئی بھی جواب نہیں۔ وہ بالکل خاموش ہی رہی۔

"انا جواب دو ہم نے تمہاری تربیت اس انداز میں کی ہے کہ ہم تم پر شک نہیں کر سکتے لیکن ہمیں اپنی گم شدگی کا جواز دو۔" انہوں نے بہت سختی سے پوچھا پر انا پھر بھی خاموش ہی رہی تھی۔

"کہاں رہی تم سارا دن رات گئے لوٹی کیوں؟" انہوں نے پھر اپنا سوال دہرایا تو اب کے لہجے میں سختی در آئی تھی۔

تب ہی صبوحی بیگم بھی کمرے میں داخل ہوئی تھیں وہ شاید باہر ہی تھیں شوہر کے تیور دیکھ کر فوراً اندر آ گئی۔

"صبوحی اس سے پوچھو یہ کہاں تھی، کیوں گئی، کیوں نہیں دے رہی یہ میرے سوالوں کے جواب؟" انہوں نے بیوی کو دیکھ کر اور زیادہ تیزی اور برہمی سے پوچھا۔

"انا جواب دو تمہارے پاپا کچھ پوچھ رہے ہیں۔" انہوں نے سر جھکائے خاموش بیٹھی بیٹی کا کندھا ہلایا تو اس نے سر اٹھایا آنکھوں میں عجیب سی کیفیت تھی۔ شدت جذبات سے چہرہ سرخ تھا۔

"میرے پاس ان کے کسی بھی سوال کا کوئی جواب نہیں۔" بہت مدھم لہجے میں دوبارہ سر جھکا کر اس نے کہا۔

صبوحی اور وقار شاہ دیر تک سکتے کی کیفیت میں رہے تھے۔

"انا اس طرح مت کرو بیٹا کوئی پریشانی ہے، کوئی مسئلہ ہے تو ہمیں بتاؤ لیکن اس طرح مت کرو۔" محبت سے ساتھ لگا کر صبوحی نے کہا۔

انا کے چہرے پر عجیب سی بے بسی طاری تھی..... وہ پھر سے سر جھکا گئی تھی..... آنکھوں سے آنسو قطرہ قطرہ ہاتھوں پر برسنے لگے تھے صبوحی بیگم نے بے بسی سے شوہر کو دیکھا تو ان کے چہرے پر بھی گہری سوچ کا عکس تھا۔

"تم کسی اور کو پسند کرتی ہو کیا؟" وقار صاحب نے پوچھا ان کے لہجے میں از حد سنجیدگی تھی۔ وہ اب بھی خاموش ہی رہی۔

صبوحی بیگم نے خوف زدہ نظروں سے شوہر اور پھر بیٹی کو دیکھا۔

"تمہاری مسلسل خاموشی تمہیں مجرم ثابت کر رہی ہے انا ہم نے تمہاری تربیت ہمیشہ اس انداز میں کی تھی کہ کبھی ہمیں گمان تک نہ گزرا کہ تم زندگی کے کسی موڑ پر ہمیں اس طرح ذلیل کراؤ گی وہ جو کوئی بھی ہے جس کے لیے تم یہ سب کر رہی

ہوگیا وہ ولید جیسے لڑکے سے زیادہ قابل ہے۔" ان کا انداز قطعی اور دوٹوک تھا۔

"ابھی ولید سے رشتے سے انکار کے متعلق بات تم دونوں تک ہے اچھی طرح سوچ لو تم کیا چاہتی ہو اور ایسا کیوں کررہی ہو جب تک تم اپنی گمشدگی اور اس رشتے سے انکار کے متعلق کوئی ٹھوس وجہ نہیں بتاؤ گی ہم تمہاری کوئی بات نہیں سنیں گے۔" وہ تلخی سے کہہ کر کمرے سے نکل گئے۔ صبوحی بیگم نے بڑی بے بسی سے بیٹی کو دیکھا تھا۔ اس کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔ ان کے اندر شدید غصے کا غبار اٹھا تھا۔

"انا کیوں کررہی ہو ایسا تمہاری وجہ سے سارا گھر ڈسٹرب ہے۔" انہوں نے کہا تو وہ سسک ہی رہی۔

"دیکھو انا، ابھی کسی کو بھی تمہاری منگنی ختم کرنے والی بات کا علم نہیں کوئی مسئلہ ہے پریشانی ہے تو مجھے بتاؤ میں سب ٹھیک کرلوں گی۔" اس کے سسکنے پر انہوں نے غصے پر ضبط کرتے محبت سے پوچھا۔

"مجھے کسی سے کوئی مسئلہ نہیں۔" اس نے لب کشائی کی۔

"ولی نے کچھ کہا ہے کیا؟" انہوں نے بغور دیکھتے پوچھا۔

"ہر انسان کو اپنی زندگی جینے کا حق حاصل ہے میں خود کو ان کے قابل نہیں سمجھتی۔" اس نے سر جھکائے پھر دھیمی آواز میں کہا تو صبوحی بیگم مزید الجھ گئیں۔

"کیوں کیا کمی ہے تم میں؟"

"میرے سر میں شدید درد ہورہا ہے۔" جواباً اس نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھام لیا تو صبوحی بیگم خاموشی سے دیکھے گئیں۔

"تم آرام کرو اچھی طرح سوچ لو پھر بات کروں گی۔" وہ سنجیدگی سے کہہ کر اٹھ گئی تھیں۔ ان کے کمرے سے نکلتے ہی انا ایک دم سرہانے پر سر رکھ کر بکھر گئی تھی۔



وہ اور عباس انسپکٹر شہباز کی بتائی گئی جگہ پر پھر موجود تھے۔ وہ کل بھی آئے تھے لیکن عادلہ کچھ بھی بتانے پر آمادہ نہ تھی جواباً مصطفیٰ انسپکٹر شہباز کو ہدایات دیتے گھر واپس لوٹ گیا پھر سارا وقت بابا صاحب کی پریشانی رہی تھی اور اب پھر وہ دونوں اس کے سامنے تھے۔ وہ عباس کو دیکھ کر چیخنے چلانے لگی تھی۔ چیزیں اٹھا اٹھا کر مارنے لگی تھی۔

"گھٹیا ذلیل انسان میں تمہاری شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی یو بلڈی یو باسٹرڈ۔" عادلہ کا اشتعال سے برا حال تھا۔ انسپکٹر شہباز نے اسے فوراً کنٹرول کیا۔ وہ ساری رات کی جاگی ہوئی بھوکی نڈھال سی تھی ایک دم بے بسی سے زمین پر بیٹھ گئی۔ کل سارا دن اور گزشتہ ساری رات شہباز نے اسے ایک پل کو بھی سیدھا نہیں ہونے دیا تھا کھانا پینا اور نیند تو دور کی بات تھی۔

"آپ نے یہ سب خود اپنے نام مول لیا ہے اگر آپ وہ سب نہ کرتیں تو ہم بھی یہ قدم اٹھانے پر مجبور نہ ہوتے۔" مصطفیٰ اس کے سامنے کھڑا ہوا تھا اور عباس لب بھینچے کھڑا تھا۔

"میں تم لوگوں سے نہیں ڈرتی تم قانون کا سہارا لے کر غیر قانونی انداز میں مجھے یوں یرغمال بنا کر نہیں رکھ سکتے۔" جواباً وہ چیخی تو عباس نے استہزائیہ دیکھا۔

"ہم کیا کچھ کرسکتے ہیں تم اچھی طرح جانتی ہو۔" عباس نے تلخی سے کہا۔

"تم پچھلا کیا سب بھول گئی ہو کیا؟" عباس کے الفاظ پر وہ ایک بار پھر آپے سے باہر ہونے لگی تھی۔

"ایک ایک لمحہ یاد ہے مجھے کچھ نہیں بھولی...... میں تمہاری زندگی اجیرن کردوں گی تم کیا سمجھتے ہو اس طرح اپنے بھائی

کے ساتھ مل کر مجھے قید کرلو گے اور میرا باپ پچھ نہ کر سکے گا۔" وہ چیخی۔

"ہاں اچھی طرح جانتا ہوں کہ کہاں تک پہنچ ہے تمہارے باپ کی ایک بیٹا تو حوالات سے نکال نہیں سکا۔" عباس کے طنز نے اسے پاگل کر ڈالا تھا۔

وہ چیخ وپکار اور گالیوں پر اتر آئی تھی..... ایک انتہائی پڑھی لکھی لڑکی کا یہ روپ انتہائی ناقابل قبول تھا۔

"میرا خیال ہے کہ اس طرح کا بی ہیو شو کر کے آپ اپنے ساتھ ہی ظلم کریں گی ہمیں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ آپ کے لیے یہی بہتر ہے کہ جو ہم کہہ رہے ہیں ہمارے ساتھ تعاون کریں ورنہ....!" مصطفی نے سنجیدگی سے کہا تو وہ گھورنے لگی۔

"آپ کی فیس بک آئی ڈی ہم ہیک کر چکے ہیں باقی اکاؤنٹس سے متعلق آپ ہمیں انفارم کردیں تو بہتر ہوگا اور وہ جو فیک تصاویر ہیں ہمیں وہ بھی دے دیں تو آپ کے لیے بہتر ہوگا۔" مصطفی نے آرام سے کہا۔

"نہیں دوں گی تو کیا کرلو گے تم؟" وہ چیخی۔

"تو مجبوراً ہمیں آپ کو حوالات میں بند کر کے آپ پر کیس چلانا ہوگا ہمارے آفس ایمپلائی کو زبردستی ہراساں کرنے، غلط کام کرنے پر آمادہ کرنے اور انکار کی صورت میں دھمکیاں دینے کے علاوہ سوشل میڈیا پر غلط مواد اپ ڈیٹ کرنے پر ہم آپ پر کیس کریں گے۔" مصطفی کا لہجہ دوٹوک اور فیصلہ کن تھا۔

"آپ کا ہماری فیملی سے رشتہ تھا جس کی وجہ سے میں اب تک برداشت کررہا تھا اگر آپ نے ہمارے ساتھ تعاون نہ کیا تو مجبوراً آپ کو تھانے لے جانا پڑے گا آپ کے بھائی پر پہلے ہی کیس چل رہا ہے آپ کے باپ پر ان کی ماضی کی تمام غلطیوں اور کارروائیوں کے سلسلے میں فائنل قدم اٹھانے والے ہیں ہم بہتر ہے کہ ان حالات میں جب آپ کے باپ کے پاس کچھ نہیں رہے گا آپ ہمیں کوئی حتمی قدم اٹھانے پر مجبور مت کریں۔" مصطفی کے کہنے پر عادلہ ایک دم گم صم رہ گئی تھی۔ مصطفی کے الفاظ نے اسے ایک پل میں خوف زدہ کردیا تھا۔

"اگر میں تمہاری بات نہ مانوں تو؟"

"تو مجبوراً ہمیں آج ہی آپ کو حوالات منتقل کرنا ہوگا آپ سے سابقہ ریلیشن کا احساس تھا کہ میں آپ سے بہت عزت واحترام سے پیش آرہا ہوں ہماری لیڈی انسپکٹر کے علاوہ کسی کے سامنے آپ کو لایا نہیں گیا اور نہ ہی آپ کے ساتھ مس بی ہیو کیا گیا ہے اگر آپ اپنی ضد پر اڑی رہیں گی تو مجبوراً ہمیں حتمی قدم اٹھانا پڑے گا۔" مصطفی کے انداز میں کسی بھی قسم کی کوئی لچک نہ تھی۔ جبکہ عباس خاموشی سے سپاٹ چہرہ لیے کھڑا تھا۔

عادلہ کے چہرے پر ایک گہری سوچ کی کیفیت پیدا ہوئی تھی۔ وہ ان لوگوں کے ساتھ کافی عرصہ گزار چکی تھی۔ مصطفی اور عباس کے اٹل ارادوں سے اچھی طرح باخبر تھی وہ جو بھی کررہی تھی اور کر چکی تھی محض ردعمل اور انتقام تھا۔

"آپ اچھی طرح سوچ لیں اگر ابھی گھر واپس جانا ہے تو پھر وہی کرنا ہوگا جیسا ہم کہہ رہے ہیں ورنہ آپ کی مرضی۔" مصطفی کہہ کر پلٹا تو عباس نے بھی اس کی تقلید کی تھی اور عادلہ نے خاموشی سے دونوں کو دیکھا تھا۔

"سنو مصطفی....." عقب سے عادلہ کی آواز سنائی دی تو دونوں بھائیوں نے بے اختیار رک کر سر جھکائے بیٹھی عادلہ کو پلٹ کر دیکھا۔



باباصاحب کی طبیعت ہنوز خراب تھی وہ اسپتال میں ہی تھے مصطفی اور عباس گھر لوٹے تو کافی مہمان گھر میں موجود تھے دونوں پھپھو بھی تھیں شائستہ بھابی اور حماد بھی تھے شہوار ہی سب کو دیکھ رہی تھی۔

لا۔ بھابی کی طبیعت خراب تھی اور مہر انساء مسلسل اسپتال میں تھیں۔ مصطفیٰ کچن میں آیا تو شہوار ملازمہ کے ساتھ کھانے پینے کا اہتمام کررہی تھی۔ مصطفیٰ کو دیکھ کر مسکرائی۔

"آپ فریش ہوجائیں کچھ دیر میں کھانا لگ جائے گا۔" مصطفیٰ کو پانی کا گلاس دیتے ہوئے کہا۔

"نہیں کھانا نہیں کھاؤں گا میں فریش ہوکر اسپتال جاؤں گا ماں جی وہیں ہیں ان کو گھر بھیج دوں گا۔" پانی پیتے مصطفیٰ نے کہا۔

"میں چائے بنادوں؟" نرمی سے کہا تو مصطفیٰ نے سر ہلادیا۔

"آپ فریش ہوجائیں میں چائے لاتی ہوں۔" اس کے لہجے میں مصطفیٰ کے لیے توجہ، کیئر اور فکرمندی تھی مصطفیٰ نے ایک دم محسوس کیا تو مسکرادیا۔

"او کے۔" مصطفیٰ کہہ کر چلا گیا تو وہ چائے بنانے لگی۔ سجاد بھائی، شاہزیب صاحب اور ماں جی اسپتال میں ہی تھے۔ باقی لوگ چکر لگا کر گھر آچکے تھے۔ کھانا لے کر اسپتال جانا تھا اسی لیے وہ خود کھانا پکوا رہی تھی۔

چائے تیار ہوئی تو وہ ٹرے لیے کمرے میں چلی آئی اتنی دیر تک مصطفیٰ باتھ لے چکا تھا۔ وہ الماری کی طرف بڑھی اور مصطفیٰ کے کپڑے نکال کر قریب چلی آئی۔

"کیا ہوا؟" مصطفیٰ نے اس کے ہاتھ سے قمیص لیتے اسے دیکھا۔ شہوار کا انداز گم صم تھا۔

"بس بابا صاحب کے متعلق سوچ رہی تھی۔" شہوار چائے کا مگ لیے اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

"کبھی کبھی لگتا ہے کہ بابا صاحب کے ساتھ بہت بڑی پرابلم ہے جو وہ کسی کے ساتھ شیئر نہیں کرتے جس کی وجہ سے ان کے دل و دماغ پر بوجھ بڑھ جاتا ہے اور لاشعوری طور پر لگتا ہے کسی خوف میں مبتلا ہیں ان کے اعصاب پر ایسا بوجھ ہے جو ان کی ذہنی کنڈیشن کو نارمل ہی نہیں ہونے دے رہا ڈاکٹر کہتے ہیں شاید ان کو کوئی شدید صدمہ پہنچا ہے۔" کپ پکڑا کر اس نے تشویش زدہ لہجے میں کہا تو مصطفیٰ نے سر ہلادیا۔

"بابا جان کئی بار ان کو مختلف سائیکالوجسٹس اور مختلف ڈاکٹرز کو دکھا چکے ہیں ہر طرح کا علاج کرایا جاچکا ہے لیکن اندر کا پرابلم ختم ہونے میں ہی نہیں آیا بلکہ دن بدن شدید اذیت ہی اختیار ہی کی ہے اس مرض نے۔" مصطفیٰ بستر کے کنارے بیٹھ گیا تھا۔ شہوار بھی اس کے قریب ٹک گئی تھی۔

"اس بار ڈاکٹرز بہت ناامید ہیں۔" شہوار کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔

بابا صاحب کے وجود سے اسے باپ کی شفقت ملی تھی ایک عجیب سی انسیت تھی ان کے ساتھ اور انہوں نے بھی اس کا ہر لمحہ بھرپور خیال رکھا تھا مگر اب زندگی کے اس موڑ پران کو اس طرح بے بس حالت میں دیکھ کر گویا اس کے دل کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے تھے۔ وہ صبح سے کئی بار آنسو بہا چکی تھی۔

"ارے پریشان کیوں ہورہی ہو سب ٹھیک ہوجائے گا ان شاءاللہ۔" اس کی آنکھوں میں نمی دیکھ کر مصطفیٰ نے ایک دم اسے بازو کے حصار میں لے لیا۔

"اور اگر وہ ٹھیک نہ ہوئے تو؟" اس کے لہجے میں خوف تھا۔ مصطفیٰ ہلکا سا مسکرادیا۔

"زندگی و موت تو اللہ کے ہاتھ میں ہے انسان بہتر تدبیر تو کرسکتا ہے اور وہ ہم کررہے ہیں شہر کے اور سب سے بہترین اسپتال میں وہ زیرِ علاج ہیں بہترین ڈاکٹرز ٹریٹمنٹ دے رہے ہیں اس سے زیادہ بھلا ہم کیا کرسکتے ہیں؟" اس کے بالوں میں نرمی سے ہاتھ پھیرتے مصطفیٰ نے کہا تو اس نے اپنی آنکھوں کی نمی صاف کی۔

"اور کون کون اسپتال جارہا ہے۔" مصطفیٰ نے شہوار کا ذہن بٹانا چاہا۔

"آپ اور زینب پھپھو کے علاوہ اور کسی کا مجھے نہیں پتا۔" مصطفیٰ نے سپ سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر شہوار کو دیکھا۔ آنکھوں کی نمی اگرچہ صاف ہوچکی تھی مگر ان میں موجود سرخی برقرار تھی۔ وہ سارا دن لگتا ہے رونے کا شغل فرما چکی تھی ناک بھی ہلکی سی سرخ تھی مصطفیٰ نے اسے دونوں کندھوں سے تھام کر اپنے قریب کیا۔

"فکر مت کرو بابا صاحب ٹھیک ہوجائیں گے۔" محبت سے ساتھ لگا کر بھرپور تسلی دی تو وہ ہلکا سا مسکرائی۔

"آپ رات اسپتال میں ہی رکیں گے۔" مصطفیٰ کے کندھے سے چہرہ ٹکائے اس نے پوچھا۔

"ارادہ تو فی الحال یہی ہے وہاں جا کر دیکھتا ہوں کیا پروگرام بنتا ہے۔" مصطفیٰ نے نرمی سے کہا۔ شہوار نے کچھ کہنے کے لیے ابھی لب وا کیے ہی تھے کہ ایک دم کوئی دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تھا۔ شہوار نے فوراً سنبھل کر دیکھا دریہ کو مڑ کر دیکھ کر اس کی بھنویں تن گئی تھیں۔ وہ سرعت سے مصطفیٰ سے الگ ہو کر کھڑی ہوگئی تھی۔

اسے اس طرح کمرے میں دریہ کی آمد انتہائی ناگوار گزری تھی۔ مصطفیٰ بھی دریہ کی طرف متوجہ ہوا تھا جبکہ دریہ دونوں کو اس طرح دیکھ کر ایک پل رک گئی تھی۔

"کسی کے کمرے میں داخل ہونے کا یہ کون سا طریقہ ہے تم ناک بھی کرسکتی تھیں۔" شہوار کو بہت ناگوار گزرا تو اس نے فوراً کہہ بھی دیا۔

"مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تم بھی روم میں ہو۔" دریہ نے رکھائی سے کہا۔

شہوار کو اس کے جواب نے مزید پتا دیا۔ یعنی اس کا مطلب تھا اگر مصطفیٰ اکیلا کمرے میں ہوتا تو بھی وہ اسی طرح دندناتی ہوئی گھس آتی۔

"کوئی کام ہے؟" مصطفیٰ نے ہی پوچھا ورنہ شہوار کا ارادہ اسے کوئی کرارا سا جواب دینے کا تھا۔

"ہاں، پھپھو بتا رہی تھیں کہ تم ان کو لے کر اسپتال جا رہے ہو؟" وہ شہوار کو نظر انداز کیے قریب آکر بیٹھتے ہوئے بولی تھی درمیان میں اگر شہوار نہ ہوتی تو وہ شاید مصطفیٰ کے قریب ہی بیٹھتی، شہوار کو اس کی بے باکی عجیب سی لگ رہی تھی۔

"ہاں تو......"

"تو مجھے بھی لے چلنا بابا صاحب کو دیکھ لوں گی واپس پر انکل اور آنٹی کے ساتھ گھر آجاؤں گی۔" اس نے اپنا پروگرام بتایا۔ مصطفیٰ کو بھلا کیا اعتراض ہوتا اس نے سر ہلا دیا۔

"اوکے میں بس نکلنے والا ہوں تم بھی ریڈی ہوجاؤ میں بھی چینج کرکے آتا ہوں۔" مصطفیٰ کہہ کر واش روم میں گھس گیا اور دریہ جس طرح آفت کی طرح نازل ہوئی تھی اسی طرح چلی بھی گئی تھی۔ شہوار کے اندر عجیب سی بے چینی بیدار ہوئی تھی۔ مصطفیٰ ٹراوزر تبدیل کرکے واپس کمرے میں آیا تو اس نے پرسوچ نظروں سے مصطفیٰ کو دیکھا۔

"میں بھی چلوں آپ کے ساتھ؟" اس نے پوچھا۔

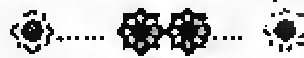
"لائبہ بھابی اکیلی ہوں گی۔" اپنا والٹ جیب میں ڈالتے مصطفیٰ نے کہا۔

"پھپھو حماد اور عباس بھائی گھر پر ہی ہیں پھر جب ماں جی اور باقی لوگ واپس آئیں گے تو میں بھی آجاؤں گی آپ تو وہاں رک رہے ہیں نا۔"

"اوکے جلدی کرو پہلے ہی کافی دیر ہوچکی ہے۔" مصطفیٰ نے جلدی میں کہہ کر اپنا موبائل لے کر کمرے سے نکل گیا۔ شہوار جلدی سے الماری کی طرف بڑھی لباس معقول ہی تھا اس نے فوراً اپنی چادر کھینچی اور سینڈل بدلی تھی۔ ملازمہ کھانا نکال چکی تھی وہ کھانے والی باسکٹ اٹھائے جب باہر پہنچی تو ایک دم ٹھٹکی تھی۔

فرنٹ سیٹ پر دریہ موجود تھی جبکہ مصطفیٰ ابھی باہر ہی کھڑا تھا کسی کی کال سن رہا تھا۔ دریہ کو سامنے دیکھ کر حیران ہوئی تھی۔

"تم بھی جارہی ہو؟" اس نے تیکھے لہجے میں پوچھا۔
اس نے خاموشی سے پھپھو کو پچھلی سیٹ پر بٹھایا اور کھانے والی باسکٹ اندر رکھ کر اس نے مصطفیٰ کو دیکھا وہ کال بند کر کے پلٹا۔
"چلیں......" مصطفیٰ نے اسے کہا تو وہ گہرا سانس لیتی پچھلی سیٹ پر ہی بیٹھ گئی۔
نجانے کیوں اسے لگ رہا تھا کہ جیسے دریہ سب کچھ جان بوجھ کر رہی ہو...... محض اسے اذیت سے دوچار کرنے کے لیے۔ سارے رستے وہ خوانخواہ مصطفیٰ سے بے تکلف ہوتی رہی تھی اور مصطفیٰ بھی اس کی باتوں کے جواب دے رہا تھا اور شہوار کا بلڈ پریشر خوانخواہ ہائی ہوتا جارہا تھا۔
سچ کہتی تھیں لائبہ بھابی دریہ جیسی لڑکی پر اچھی طرح نگاہ رکھنے کی ضرورت تھی۔ اللہ اللہ کرکے اسپتال آیا تو دریہ نے مصطفیٰ کی جان چھوڑی اور اندر کی طرف بڑھتے شہوار شعوری طور پر مصطفیٰ کے ساتھ چلنے لگی تھی قدم سے قدم ملا کر مجبوراً دریہ کو قدرے عقب سے پرچلتیں پھپھو کے ساتھ چلنا پڑا تھا۔



وہ بھابی کے ساتھ کچن سمیٹ کر اپنے کمرے میں آئی تو اس کا موبائل بج رہا تھا اس نے اٹھا کر دیکھا تو سر عباس کی کال تھی۔
"السلام علیکم سر۔" اس نے فوراً کال ریسیو کی۔
"وعلیکم السلام کیسی ہیں آپ؟" عباس نے پوچھا۔
"میں ٹھیک ہوں سر۔"
"آپ آج بھی آفس نہیں آئیں۔" عباس نے پوچھا تو وہ خاموش ہی رہی۔
"سر میں اب نہیں آسکتی۔" کچھ توقف کے بعد اس نے کہا تو دوسری طرف چند پل کے لیے خاموشی چھا گئی تھی۔
"لیکن کیوں، اب تو سب کچھ ٹھیک ہو چکا ہے۔ میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ میں سب ٹھیک کرلوں گا اور میں نے اپنا وعدہ نبھایا بھی۔"
"وہ سب ٹھیک ہے سر لیکن اس تجربے کے بعد میں مزید کوئی تجربہ افورڈ نہیں کرسکتی ایم سوری سر۔"
"دیکھیں رابعہ...... بہرحال وہ ساری تصاویر و ڈیٹا ہمارے حوالے کر چکی ہے ہر جگہ سے تصاویر ڈیلیٹ ہو چکی ہیں اب ایسا کوئی مسئلہ نہیں رہا۔" دوسری طرف سے کہا گیا تو رابعہ کو لگا جیسے اس خبر کو سن کر وہ ایک دم پرسکون ہو گئی ہو۔
"وہ اگر ایسی کوئی حرکت کرے گی تو ہمارے پاس سب ہی ثبوت موجود ہیں ہم اسے معاف نہیں کریں گے۔" عباس نے مزید کہا تو اس نے ایک گہرا سانس لیا۔
"تھینک یو سر...... لیکن اس کے باوجود میں اب آفس نہیں آسکتی۔" اس کا اٹل اور مضبوط لہجہ تھا۔
"اوکے۔" دوسری طرف عباس نے ایک گہرا سانس لیا۔
"کیا آپ کی فیملی کی طرف سے کوئی مسئلہ ہے یا ان کو اس سارے سلسلے کی خبر ہو چکی ہے؟" کچھ توقف کے بعد عباس نے پوچھا۔
"نہیں کسی کو بھی کچھ علم نہیں اور میں نہیں چاہتی کہ علم ہو یہ میرا ذاتی فیصلہ ہے یقیناً آپ کا نقصان ہوگا لیکن سر آپ کسی اور کو ارینج کرلیں میں نہیں آسکتی اس ماہ کی بے بھی چھوڑ رہی ہوں۔" اس کا انداز حتمی تھا۔
"اوکے، پے کی بات مت کریں، ہماری کمپنی کے جو بھی رولز ہیں وہ ایک طرف آپ کے واجبات کلیئر کروادوں گا کسی

دن آ کر لے جایئے گا۔ آپ کا یہ فیصلہ مجھے بہت شرمندگی سے دوچار کر رہا ہے۔ میں بہت شرمندہ ہوں مس رابعہ۔"
عباس کا لہجہ ایک دم پژمردہ سا ہو گیا تھا۔

"ایسی بات مت کریں سر! آپ کو میں جانتی نہ ہوتی تو شاید غلط سوچتی آپ کا اس سب میں بھلا کیا قصور؟"

"لیکن سزا تو دے رہی ہیں نا۔" بوجھل سی گمبھیر آواز میں کہا تھا وہ چونکی۔

"جی.... سر۔"

"چلیں کوئی بات نہیں ہماری کمپنی کے دروازے آپ کے لیے ہمیشہ کھلے رہیں گے آپ جب بھی دوبارہ کام کرنا چاہیں ہم ہمیشہ آپ کو ویلکم کہیں گے۔" عباس نے خوش دلی سے کہا تو وہ مسکرا دی۔

"تھینک یو سر ویسے بھی شادی کے سلسلے میں مجھے آفس چھوڑنا ہی تھا۔"

"آپ کی شادی کب تک ہے؟" عباس نے پوچھا۔

"اسی ماہ کے لاسٹ میں۔"

"انوائٹ کریں گی۔" عباس نے دھیمے لہجے میں پوچھا۔

"جی سر۔" اس نے یوں سر ہلایا جیسے عباس صاحب سامنے ہی تو موجود ہیں۔

"گڈ اور مسٹر ابوبکر کیسے ہیں؟" انہوں نے سوال بدلا تھا۔

"آج کل آؤٹ آف سٹی ہیں نے بی کل یا پرسوں واپس آ جائیں۔" اس نے سادگی سے بتایا۔

"اوکے گڈ لک...... بیسٹ وشز...... جب بھی موقع ملے کراچی پے لے جایئے گا۔" عباس نے گفتگو سمیٹی تھی۔

"جی سر۔" اس نے بھی مسکرا کر کہا تھا۔ لہجے میں خوش دلی اور اطمینان تھا۔

دوسری طرف نجانے کیوں عباس کے دل ودماغ پر منوں بوجھ بڑھتا چلا گیا تھا۔

❁......❁❁......❁

وہ سو کر اٹھی تو نیم جان سی تھی۔ دل ودماغ بالکل خالی تھے۔ ساری رات وہ ایک اذیت بھری کیفیت میں سسکتی رہی تھی۔ ماما پاپا کے الفاظ اور ان کا رویہ سے دلا تا رہا تھا۔ وہ اسی طرح پڑی رہتی تو شاید حالات اور بھی مشکل اور اس کے لیے تکلیف دہ ہو جاتے وہ اپنے آپ کو سنبھالتے آنے والی صورت حال کے لیے بمشکل تیار کرتے بستر سے اتری تھی اسے لگ رہا تھا کہ اتنے عرصے میں اس کے جسم کی قوت مدافعت بالکل ختم ہو چکی ہے۔ تاول سے چہرہ صاف کرتے وہ خود کو سنبھالتے کمرے سے نکلی تو کمرے سے باہر ایک زندگی رواں دواں تھی۔

ڈائننگ ٹیبل پر سب ہی ناشتے پر موجود تھے۔ روشی اور صغراں کچن میں تھیں۔ ماما سب کو ناشتہ سرو کر رہی تھیں۔ ولید احسن اور پاپا آفس جانے کے لیے تیار تھے ماموں اخبار پڑھ رہے تھے۔

"السلام علیکم!" سب ہی نے اس کے سلام پر حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

پاپا کے چہرے پر سنجیدگی پھیلی تھی جبکہ احسن اور ماموں نے خوش گوار حیرت سے اسے دیکھا تھا وہ کل سے بستر پر تھی اور اب ایک دم خود اٹھ کر بستر سے باہر آ گئی تھی۔ ماما نے بھی بہت سنجیدگی سے اسے دیکھا۔ ماما اور پاپا کے چہروں کو دیکھتے نجانے کیوں اس کا دل تاریک ہو گیا تھا۔

"وعلیکم السلام، ہماری بیٹی آئی ہے۔" ماموں نے خوش دلی سے اٹھ کر کہا اور پھر خود پاس آ کر اس کا ہاتھ تھام کر وہ اسے ڈائننگ ٹیبل تک لائے تھے انہوں نے اپنے ساتھ والی چیئر گھسیٹ کر اسے بٹھایا اس کے سامنے والی چیئر پر احسن تھا اور ساتھ ولید تھا جو اس پر ایک سرسری نگاہ ڈال کر اپنے ناشتے کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

''کیسی ہو اور طبیعت کیسی ہے؟'' ماموں نے محبت سے پوچھا تو وہ محض سر ہلا کر رہ گئی۔ اس نے پپا کو دیکھا وہ سر جھکائے خاموشی سے ناشتے کی طرف متوجہ تھے۔

''کیا لوگی ناشتے میں؟'' ماما نے اسے یونہی بیٹھے دیکھ کر پوچھا۔

''چائے لوں گی۔'' اس نے آہستگی سے کہا آواز میں نقاہت تھی ولید نے سر اٹھا کر دیکھا۔

ان تین چار دنوں میں گلابیاں چھلکاتا چہرہ بالکل زرد ہو کر مرجھا چکا تھا۔ آنکھیں بالکل خالی خالی اور ویران سی تھیں...... بے پروا حلیہ کندھے پر جھولتا دوپٹا اور چہرے پر بکھری لٹیں جو شاید منہ دھونے سے ابھی تک گیلی ہوئے تھیں۔ ولید کے اندر کسی احساس نے شدت سے سر اٹھایا تھا...... عجیب ویران، بنجر اور ٹوٹا پھوٹا حلیہ تھا جیسے کوئی اپنی ساری متاع لٹا کر بالکل خالی ہو گیا ہو وہ جو ہمیشہ نک سک سی تیار اور تر و تازہ دکھائی دیتی تھی ایسے حلیے میں تو اس نے کبھی وہم و گمان میں نہ سوچا تھا۔

''ناشتہ کرلو۔'' ماما نے اس کے جواب میں کہا تو اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

''ابھی ناشتے کو دل نہیں کر رہا سر میں درد ہو رہا ہے بس چائے لوں گی۔'' اسی نقاہت بھری پژمردہ آواز میں کہا تھا اس کے سر میں واقعی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔

ماما کے دل کو کچھ ہوا...... نجانے کیا بات تھی کیوں کر رہی تھی وہ ایسا؟ وہ کسی کو کچھ بتا بھی تو نہیں رہی تھی...... اور اس کے کل والے مطالبے نے انہیں اندر ہی اندر بہت خوف زدہ کر دیا تھا۔

''یہ توس لے لو انڈہ بھی ہے۔'' ماما نے اسے چائے ڈال کر پلیٹ میں انڈہ اور توس رکھ کر دیا تو وہ خاموشی سے چائے والا کپ لے کر ہلکے ہلکے سپ لینے لگی۔

''ہاں ولید تمہارا کیا پروگرام ہے؟'' پاپا ناشتہ کر کے کھڑے ہو گئے تھے انہوں نے پوچھا تو ولید اپنے ہی کسی خیال سے چونکا تھا۔

''جیسا آپ کہیں؟'' اس نے مسکرا کر انکل کو دیکھا۔

''ایسا ہے کہ میٹنگ احسن دیکھ لے گا تم دوپہر میں اپنی پھپھو اور انا کو ڈاکٹر کے پاس لے جانا ان کا اپائنٹمنٹ ہے پھر فارغ ہو کر آفس آ جانا۔'' پاپا کے الفاظ پر انا نے چونک کر دیکھا تھا۔ وہ سنجیدگی سے مکمل طور پر ولید سے مخاطب تھے۔

ولید آفس ڈریسنگ میں ملبوس ہمیشہ کی طرح تر و تازہ اور اٹریکٹیو لگ رہا تھا انا کے دل و دماغ میں جھکڑ سے چلنے لگے تھے۔ اس کے ہاتھ میں کپ لرزنے لگا تو اس نے کپ ٹیبل پر رکھ دیا اور سر تھام لیا...... اسے لگ رہا تھا کہ بس ایک دم اس کے دماغ کی کوئی نس پھٹ جائے گی۔ روشی وہاں آئی تو اسے اس طرح سے سر تھامے دیکھ کر چونکی۔

''کیا ہوا انا؟'' اس کی آواز پر سب ہی چونکے تھے۔ سب ہی نے اسے دیکھا تھا۔

وہ لب بھینچے سر تھامے بیٹھی ہوئی تھی چہرہ از حد زرد ہو رہا تھا بالکل لٹھے کی طرح سفید۔ ماما فوراً اٹھ کر اس کے قریب آئی تھیں۔

''کیا ہوا؟'' ان کے لہجے اور چہرے پر تشویش تھی۔ وہ نفی میں سر ہلا کر اٹھ کھڑی ہوئی اس کا وجود لرز رہا تھا۔ وہ ایک فیصلہ کر چکی تھی اور اب جبکہ اس کے فیصلے پر عمل درآمد کرنے کا وقت تھا تو اسے لگ رہا تھا کہ جیسے وہ بالکل ہار رہی ہے وہ یہ سب نہیں کر پائے گی۔ اس کے لیے یہ سب کرنا بہت مشکل تھا وہ مر رہی تھی سلگ رہی تھی مگر کسی کو بتا نہیں سکتی تھی۔

''میں کمرے میں جاؤں گی۔'' وہ اپنی آنکھوں میں آئی نمی کو پیچھے دھکیلتے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی وہاں سے نکل آئی تھی پیچھے سب ہی نے متفکر نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ سب کے ذہنوں میں بہت سے سوال تھے مگر کوئی بھی ان کو

زبان اپنے سے قاصر تھا۔ سب ہی کے دل خوف زدہ تھے، وقار صاحب نے لب بھینچ لیے تھے۔

"چلو احسن دیر ہو رہی ہے۔" وہ کچھ بے بسی سے کہہ کر وہاں سے نکل گئے تھے۔ احسن ناشتہ کر چکا تھا وہ بھی فوراً اٹھا تھا۔ پاپا اور احسن کے جانے کے بعد ضیاء صاحب ناشتہ کر کے کمرے میں چلے گئے جبکہ ولید وہاں سے اٹھ کر کچھ سوچتا لاؤنج میں آ گیا تھا۔ وہ لاؤنج میں بیٹھا ہوا تھا اس نے دیکھا صبوحی بیگم ٹرے میں ناشتے کے لوازمات لیے انا کے کمرے کی طرف جا رہی تھیں۔

وہ خاموشی سے ٹی وی دیکھتا رہا تھا روشی ملازمہ سے گھر کی صفائی کرانے لگی تھی روشی نے مکمل طور پر خود کو اس گھر کے طور طریقے میں ڈھال لیا تھا اور انا سوچتے سوچتے یونہی ذہنی رو بھٹکی تو دل پر ایک بوجھ سا بڑھنے لگا۔ وہ انا کے گزشتہ رویوں کو لے کر اسے مخاطب نہیں کر رہا تھا مگر یہ بھی نہیں تھا کہ وہ اس سے مکمل طور پر غافل ہو گیا تھا۔ وہ ٹی وی بند کر کے انا کے کمرے کی طرف چلا آیا۔ اس نے انا کے کمرے کے دروازے پر ہاتھ رکھا تو وہ کھلتا چلا گیا تھا۔ کمرے میں تاریکی تھی۔ ولید نے آہستہ بڑھ کر لائٹ روشن کی تو انا نے اپنے چہرے پر بازو رکھ لیا تھا۔ ولید خاموش کھڑا رہا۔

انا نے بازو ہٹا کر دیکھا تو ولید کو دیکھ کر ساکت رہ گئی تھی۔ وہ اگلے پل سنبھل کر بستر پر بیٹھی تو ولید بستر کے قریب آ رکا تھا انا خاموشی سے کراؤن سے ٹیک لگائے سر جھکائے گود میں رکھے ہاتھوں کو دیکھ رہی تھی۔

"کیسی طبیعت ہے اب؟" اتنے دنوں بعد یہ پہلا براہ راست سوال تھا۔ انا نے اثبات میں سر ہلایا۔

"میڈیسن لی؟" اگلے سوال پر بھی اس نے صرف سر ہی ہلایا تھا۔ ولید خاموش ہو گیا۔

یوں لگا کہ جیسے اب کرنے کو کوئی سوال ہی نہیں رہا ہو دونوں کے درمیان گزرے دنوں میں کس قدر تکلف اور اجنبیت سی در آئی تھی ولید کو یہ اجنبیت بڑی شدت سے محسوس ہوئی۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور کہتا انا کے سرہانے پڑا موبائل بجا تھا دونوں نے چونک کر موبائل کو دیکھا۔ ولید نے محسوس کیا کہ موبائل کی اسکرین پر نگاہ پڑتے ہی انا کے چہرے کا رنگ بدلا تھا اس نے تیزی سے موبائل اٹھا کر کال ڈسکنیکٹ کی تھی۔

"کس کی کال تھی؟" پتا نہیں کیوں وہ پوچھ بیٹھا تھا۔

"دوست کی۔" دھیمی آواز میں جواب ملا۔

"تو پک کرتیں؟" ولید نے سنجیدگی سے کہا۔

"بعد میں کال کرلوں گی۔" انا کے لہجے میں ایک دم اجنبیت در آئی تھی۔

"طبیعت تو اب آہستہ آہستہ ہی سنبھلے گی بہتر ہے کہ کمرے میں قید رہنے کی بجائے کمرے سے باہر نکلو روشی سے بات چیت کرو لان میں گھومو یوں اس طرح کمرے میں اندھیرا کر کے بیٹھے رہنے سے تو مزید ڈپریشن ہوگی۔" ولید نے سنجیدگی سے گفتگو کا آغاز کیا تو انا جواباً خاموش ہی رہی تھی۔ ولید ایک گہرا سانس لیتے بستر کے کنارے ٹک گیا تھا۔ انا نے اس کی اس پیش رفت پر نہایت الجھن بھری نگاہ سے دیکھا تھا۔

ایک پل کو انا کی نگاہ جامد و ساکت ہوئی تھی اور پھر اگلے ہی پل وہ بے اختیار سر جھکا کر ہاتھ مسلنے لگی تھی۔

"کچھ کہو گی نہیں؟" ولید نے پوچھا۔ بظاہر انداز نارمل تھا۔

"کیا؟" وہ ابھی بھی اسی مقام پر تھی۔

"جو تمہارے دل میں ہے۔" ولید نے خود ہی موقع دے دیا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ وہ اس ساختہ جمود سے باہر نکلے کم از کم پچھلے دنوں اس پر بیتنے والی صورت حال تو واضح ہو جس پر اس نے قفل باندھ رکھے ہوں۔

"یہ سب کیوں کر رہی ہو انا؟" ولید نے خود ہی گزشتہ رویوں پر بھی تمام تر خفگی کی فضا پر چھایا جمود توڑنے کی ایک سعی

کا احساس ہی تھی۔
"کیا کررہی ہوں؟" وہی اجنبیت وہی سرد مہری کسی چیز نے شدت سے ولید ضیاء کے دل کو مسلا۔
ایک پل کو شدت سے جی چاہا کہ اسے کندھوں سے تھام کر شدت سے جھنجوڑ دے۔ وہ تو ایسی نہ تھی۔ ایسی خفا بے حس اور بیزار..... وہ تو اس کے ایک ذرا سے التفات کی منتظر رہتی تھی۔ اس کی ذرا سی پیش رفت پر فوراً پگھل جاتی تھی۔ سب کچھ بھلا کر پھر پہلے جیسی ہو جاتی تھی۔ ہنستی مسکراتی زندگی سے بھرپور۔
"تم ایسی تو نہ تھیں؟" ولید کے الفاظ پر اس نے ولید کو دیکھا جس کے چہرے پر ایک استہزائیہ ایک ہلکی سی جھلک دکھا کر پھر معدوم ہوگئی تھی۔
"میں ایسی ہی تھی آپ کو غلط فہمی ہوئی ہوگی۔" سنجیدگی سے کہا۔
"انا تم.....؟" ولید نے کچھ کہنا چاہا لیکن انا نے بات کاٹ دی۔
"مجھے نیند آرہی ہے میں سوؤں گی۔" انداز قطعی تھا۔ ولید کی پیش رفت بھی کسی کام نہ آئی تھی۔ ولید لب بھینچ کر کھڑا ہوگیا۔
"لائٹ آف کر کے دروازہ بند کر دیجیے گا پلیز۔" وہ پلٹا تو آواز آئی تھی۔ ولید نے رک کر دیکھا۔ وہ لیٹ کر پھر آنکھوں پر بازو رکھ چکی تھی۔ ولید خاموشی سے لائٹ آف کر کے دروازہ بند کر کے کمرے سے نکلا تو انا نے آہستگی سے آنکھوں سے بازو ہٹا کر کمرے کی تاریکی میں نظریں گاڑ دی تھیں۔



وہ ماما اور ولید کے ساتھ ڈاکٹر کے پاس آئی دوپہر کے وقت ڈاکٹر سے اس کی اپائمنٹ تھا اس کے سر میں مسلسل درد تھا سو ڈاکٹر نے کچھ ٹیسٹ لکھ دیے تھے۔ سب پراسس سے فارغ ہوتے انہیں دو بج گئے تھے اس سارے عمل میں وہ بری طرح تھک گئی تھی۔ وہ ماما اور ولید کے ہمراہ چلتی باہر نکلی تو سامنے سے آتے عباس شہوار اور مہرالنساء کو دیکھ کر رک گئی تھی۔
وہ لوگ بھی دیکھ چکے تھے ان لوگوں کی طرف آگئے۔ سلام دعا کے بعد ولید نے ان لوگوں کی یہاں موجودگی کا سبب پوچھا تو علم ہوا کہ بابا صاحب بیمار ہیں اور اسی اسپتال میں ایڈمٹ ہیں۔ وہ لوگ ملنے کے بعد گھر جانے کے لیے نکل رہے تھے۔
"میرا خیال ہے ہم بھی بابا صاحب سے مل لیتے ہیں۔" ولید نے کہا تو صبوحی بیگم نے سر ہلایا تھا۔ شہوار انا سے اس کی خیریت پوچھنے لگی تھی اس نے اس کی رپورٹس چیک کی تھیں سب کچھ کلیئر تھا۔
وہ لوگ بابا صاحب کے روم میں آگئے تھے وہ بستر پر لیٹے ہوئے تھے ڈرپ لگی ہوئی تھی نقاہت کے سبب نیم غنودگی میں تھے۔ زہرہ پھپھو ان کے پاس تھیں۔ وہ لوگ ان کے پاس کچھ دیر بیٹھے تھے۔
"شہوار نے بتایا تو تھا کہ انا کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے مجھے اندازہ نہ تھا کہ یہ اس قدر بیمار ہوگی۔" انا کے چہرے پر بکھری زردیوں کو دیکھتے مہرالنساء نے کہا۔
"ڈاکٹر کہتے ہیں بس ڈپریشن ہے۔" ماما نے ان سے کہا۔
"ڈاکٹر نے پھر کیا حل بتایا ہے اس کا؟" شہوار بھی ڈپریشن کا سن کر چونکی تھی اس نے تشویش سے انا کو دیکھا وہ چہرے پر دنیا جہان کی بے زاریت لیے کمرے کی کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی جبکہ عباس بھائی اور ولید آپس میں بات کر رہے تھے۔
"کہتا ہے گھمائیں پھرائیں آؤٹنگ پر لے جائیں خود ساختہ ڈپریشن ہے بے تحاشا سوچوں کے سبب سر میں مسلسل

درد ہے۔ سوچنے کا کم سے کم موقع دیا جائے۔" صبوحی کے لہجے میں بے بسی تھی۔
وہ چاہ کر بھی شہوار سے نہ کہہ سکی تھیں کہ وہ ولید کے رشتے سے انکار کر رہی ہے۔
"کیسی سوچیں کیا مسئلہ ہے انا؟" وہ بابا صاحب کی وجہ سے دوبارہ انا کے پاس نہیں جا سکی تھی اب صبوحی کی تشویش جان کر پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔
"میں ٹھیک ہوں۔" انا نے سنجیدگی سے کہا تھا وہ مسلسل ہاتھ میں پکڑے اپنے ہینڈ بیگ کو دیکھے جا رہی تھی۔ شہوار نے اسے چند پل دیکھا، وہ کہیں سے بھی پہلے والی انا نہیں لگ رہی تھی۔ کسی نے شہوار کے دل کو مٹھی میں لے کر بھینچا۔
انا اس کی بہت اچھی دوست تھی پھر بھلا ایسا کیا ہوا ہوگا جو یہ سب ہو رہا ہے اس کے دماغ میں اکھاڑ پچھاڑ شروع ہو چکی تھی۔
"ماما چلیں میں تھک گئی ہوں۔" شہوار نے اسے بغور دیکھا۔
گھر پر مہمان تھے بابا صاحب کی عیادت کے لیے کوئی نہ کوئی آ رہا تھا وہ کالج بھی نہیں جا پا رہی تھی ورنہ انا کے ہاں جا کر کچھ وقت اس کے ساتھ گزار کر اس کی ذہنی کیفیت جاننے کی کوشش ضرور کرتی۔
"ہاں چلتے ہیں۔" ماما اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔
وہ لوگ بھی ان کے ساتھ چل دیے تھے۔ راہداری سے گزرتے شہوار نے کچھ سوچا وہ اس وقت انا کے ہاں نہیں جا سکتی تھی لیکن انا کو گھر لے جا سکتی تھی، وہاں وہ سہولت سے اس کے ساتھ بات بھی کر سکتی تھی۔
"آنٹی میں انا کو اپنے ساتھ لے جاؤں؟" اس نے فوراً صبوحی سے پوچھا تو وہ حیران ہوئیں۔
"اس طرح وہ کچھ فریش ہو جائے گی میں اس کے ڈپریشن کا سبب پوچھوں گی میری بہت اچھی دوست ہے کم از کم مجھ سے تو نہیں چھپا سکے گی۔ رات میں واپس چھوڑ جاؤں گی۔" اس نے کہا تو صبوحی کے چہرے پر امید کی کرن جاگی وہ دونوں دوسروں سے قدرے چند قدم پیچھے تھیں انہوں نے انا کو دیکھا۔ انہیں اپنی بیٹی بہت عزیز تھی ان کا دل بھر آیا اور ولید ان کا دل سکڑ کر پھیلا۔
"ٹھیک ہے.....!" انہوں نے رضامندی دے دی۔
"تم شہوار کے ساتھ چلی جاؤ دل بہل جائے گا میں شام میں ولید یا احسن کے ساتھ آ کر لے جاؤں گی۔" گاڑی کے پاس آ کر ماما نے کہا تو وہ چونکی۔ ولید بھی اس فوری فیصلے پر چونکا تھا۔
"ہاں انا چلو ہمارے ساتھ مل کر گپ شپ کریں گے۔" شہوار نے مسکرا کر کہا تو انا کے دل کو کچھ تسلی ہوئی۔
وہ خود بھی اپنے کمرے کی چار دیواری سے نکلنا چاہتی تھی ورنہ اسے لگ رہا تھا کہ ان لایعنی سوچوں سے اس کے دماغ کی رگیں پھٹ جائیں گی۔ اس نے خاموشی سے سر ہلا دیا تھا۔



شہوار کے ہاں آ کر حقیقت میں اس کی طبیعت پر ایک خوشگوار تاثر ابھرا تھا۔ بہت دنوں بعد اسے لگا کہ جیسے اس کے اندر کی گھٹن میں کچھ افاقہ ہوا ہو۔ شہوار کے ہاں زہرہ پھپھو کی ساری فیملی جمع تھی عائشہ اور صبا بھی موجود تھیں اچھی خاصی گید رنگ تھی لڑکیوں کے ساتھ باتیں کرتے وقت گزرنے کا احساس ہی نہ ہوا تھا۔ شہوار انا سے اس کی گمشدگی کے سلسلے میں بات کرنا چاہتی تھی مغرب کے وقت کچھ موقع ملا تو وہ اسے لیے باہر لان میں آ گئی تھی۔
"کیسا محسوس کر رہی ہو؟"
"بہت دنوں بعد بہت اچھا۔" وہ واقعی اپنے ذہن کو بہت حد تک فریش محسوس کر رہی تھی۔

"چلو آؤ ادھر بیٹھتے ہیں۔" شہوار نے کہا تو وہ اس کے ساتھ چلتی لان میں نصب جھولے کی طرف چلی آئی تھی۔
"تم لوگوں کا گھر بہت پیارا ہے۔ کسی خواب ناک ماحول کی طرح۔" اناٗ نے لان میں موجود پھولوں کو ستائشی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔
"یہ سب بابا جان کا ذوق ہے۔" شہوار نے شاہزیب صاحب کی تعریف کی۔
"یہ سب لوگ تمہارے ساتھ بہت اچھے ہیں۔" اس نے مزید کہا۔
"ہاں اللہ کا شکر ہے اپنوں سے بڑھ کر یہ میرے لیے میرے ہمدرد، غم گسار اور محبت کرنے والے ثابت ہوئے ہیں۔" شہوار کے لہجے میں بہت اپنائیت تھی۔ محبتوں کا مان تھا، اعتماد تھا۔
"خوش قسمت ہو تم۔" اس نے دل ہی دل میں اس کی خوشیوں کو دائمی رہنے کی دعا کرتے ہوئے۔
"بس اللہ کی مہربانی ہے! خوش قسمت تم بھی کم نہیں ہو ولید بھائی جیسے ہر لحاظ سے مکمل انسان تمہارے ہم سفر بنیں گے۔" اس نے محبت بھری نظروں سے دیکھتے کہا تو اناٗ کے مسکراتے لب ایک دم کھینچ گئے تھے۔ شہوار نے اس کی یہ کیفیت شدت سے محسوس کی تھی۔ اناٗ سر گھما کر پھولوں کو دیکھنے لگی تھی۔
"اناٗ......" شہوار نے کچھ سوچتے پکارا۔
"ہوں......" اس نے دیکھے بنا کہا۔
"تم اس دن کہاں تھیں؟" شہوار نے سوال کیا تو اناٗ ساکت رہ گئی۔
"ہم سب سمجھتے رہے کہ تمہارے ساتھ کوئی حادثہ ہوا ہے اور پھر تم واپس آ گئی مگر تمہاری حالت وہ نہیں بھولتی اس کے بعد تمہارا بے ہوش ہونا ہم سب از حد پریشان تھے صدف نے تمہارا موبائل چیک کیا۔" اناٗ نے چونک کر اسے دیکھا۔
"تم بے ہوش تھی ہمیں یہ تھا کہ شاید کوئی کلیو مل جائے پتا تو چلے کہ ہوا کیا ہے لیکن تمہارے موبائل میں کچھ بھی نہ تھا۔ ان باکس بھی بس ایسا ہی تھا کسی طرح بھی تو کوئی کلیو نہیں مل رہا تھا۔" شہوار نے بتایا تو اناٗ نے گہرا سانس لیتے سر جھکا لیا تھا۔
"پھر اسپتال لے گئے تمہاری طبیعت سنبھلی تو سب کی جان میں جان آئی ورنہ سب کی یہ حالت تھی کہ شاید ابھی کچھ ہو جائے گا۔" شہوار اس دن کی کیفیت بیان کر رہی تھی لاؤ اناٗ گم صم سر جھکائے بیٹھی ہوئی تھی۔
"اناٗ ہم تو بہت اچھی دوست ہیں۔ کبھی ایک دوسرے سے کچھ نہیں چھپایا۔ پھر ایسا کیا ہوا کہ تم مجھ سے بھی نہیں کہہ پا رہیں؟" شہوار کے لہجے میں اناٗ کے لیے فکر مندی تھی، محبت تھی، خلوص تھا۔
"شہوار......" اناٗ خود پر ضبط کرتے ایک دم سسکی لی۔ اس نے اناٗ کا ہاتھ تھام لیا۔
"ہاں بولو۔"
"میں......!" اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتی وہاں حماد چلا آیا تو اناٗ خاموش ہو گئی۔
"آپ کو ممانی بلا رہی ہیں۔" حماد نے قریب آ کر شہوار کو مہرالنساء کے بلاوے کا کہا تو شہوار نے ایک نگاہ اناٗ پر ڈالی۔ وہ سر جھکائے گم صم سی لگ رہی تھی۔
"تم بیٹھو میں ابھی آتی ہوں۔" اناٗ نے خاموشی سے اسے جاتے دیکھا۔
شہوار چلی گئی تو اس نے حماد کو دیکھا وہ ابھی بھی کچھ فاصلے پر کھڑا تھا۔
"شہوار بھابی نے بتایا تھا کہ آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی کیا ہوا آپ کو۔" اس نے اپنائیت سے پوچھا۔ اناٗ شعوری طور پر اسے دیکھنے لگی۔ خوش شکل اور خوش لباس نوجوان تھا۔ اس کے دیکھنے پر مسکرا دیا تھا۔

"بس ویسے ہی۔" اس نے سر جھٹکا۔
"اور کیا چل رہا ہے لائف میں؟" اس نے یونہی پوچھا۔
"کچھ نہیں ایک دو دن ریسٹ کروں گی پھر کالج چلی جایا کروں گی۔" نجانے کیوں وہ حماد سے بات کرنے لگی تھی۔ حماد مسکرا رہا تھا۔ اس کی مسکراہٹ میں ایک عجیب دل کشی تھی۔ اناچونکی اس کے ذہن میں پچھلی تمام ملاقاتیں تازہ ہونے لگیں تو وہ بے چین ہو کر کھڑی ہوگئی۔
"میں چلتی ہوں۔" اس نے آگے بڑھنا چاہا لیکن ٹھٹک کر رک گئی۔ اس کی چادر کا پلو جھولے میں پھنس گیا تھا۔ حماد فوری متوجہ ہوا...... انا کو یک دم کوفت کا احساس ہوا اس نے کھینچ کر نکالنا چاہا۔
"ایک منٹ، اس طرح پھٹ جائے گا۔" حماد نے کہا تو اس کا ہاتھ رک گیا۔ حماد نے آگے بڑھ کر احتیاط سے اس کی چادر کا کونا جھولے سے نکال دیا۔
"شکریہ۔" وہ کہہ کر جانے لگی۔
"سنیے۔" پکار ایسی تھی کہ وہ ٹھٹک کر رک گئی اور حماد اس کے سامنے آ رکا تھا۔
"نجانے کیوں آپ کو دیکھ کر میں ہمیشہ خود کو بے چین سا محسوس کرتا ہوں۔" وہ کہہ رہا تھا اور انا پزل ہوگئی تھی۔
"میں کوئی نیک ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا لیکن آپ کے بارے میں جب بھی دل میں خیال آیا ذہن و دل میں ایک مقدس سا احساس پیدا ہوا۔" وہ اپنی دلی کیفیت بتا رہا تھا اور انا حیرت سے گنگ اسے دیکھ رہی تھی۔
"شروع میں، میں سمجھا کہ میں اپنی فطرت سے مجبور ہو کر آپ کی طرف مائل ہو رہا ہوں لیکن جب بھی آپ سے ملا آپ کو دیکھا شدت سے احساس ہوا کہ یہ دل لگی سے بڑھ کر کچھ اور جذبہ ہے۔" انا کی آنکھوں میں حیرت ہی حیرت تھی۔
"مجھے پتا ہے آپ انگیجڈ ہیں اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ میں آپ کے سامنے اپنے دل کی کیفیت بیان کر کے غلطی کر رہا ہوں لیکن نجانے کیوں اس وقت خود کو یہ سب کہتے نہیں روک پارہا۔" سنجیدہ لہجہ تھا آنکھوں میں ہمیشہ والی بے باکی کی بجائے اس دفعہ احترام تھا۔
سر جھکائے سنجیدگی سے اس نے اپنے دل کی کیفیت انا پر آشکار کر دی تھی۔ انا حیرت سے گم اپنے سے صرف چند قدم کے فاصلے پر کھڑے اس شخص کو دیکھے جارہی تھی۔



بادیہ آفس سے واپسی پر اس کے اصرار پر ملنے آئی تو اس کے ہی اصرار پر وہ رک بھی گئی تھی ہادیہ کے پاس اپنی گاڑی تھی سو لیٹ ہونے یا واپسی کیسے ہوگی جیسے سوال کا خدشہ نہ تھا۔ دونوں نے کھانا مل کر کھایا تھا۔ وہ اسے اپنے دل کی باتیں بتانے لگی سر عباس کی کال اٹینڈ کرنا اور آفس نہ آنے کا سبب۔
"تم خوانخواہ ڈر گئی ہو ورنہ سر عباس نے ذمہ داری بھی لی تھی کہ وہ تم پر کوئی آنچ نہیں آنے دیں گے۔" وہ دونوں کھانا کھا کر لاؤنج آ گئی تھیں ہلکی پھلکی چلتی ہوا میں اور چہل قدمی کرنا بڑا خوش گوار لگ رہا تھا۔
"امی کہتی ہیں لڑکیوں کو حالات سے ڈر کر ہی رہنا چاہیے، ہم لڑکیاں خوانخواہ کی بدنامی افورڈ نہیں کر سکتیں میں ہر کسی کو پکڑ پکڑ کر ان تصاویر کے فیک ہونے کا یقین نہیں دلا سکتی تو بہتر یہ نہیں کہ میں خاموشی سے اپنی راہ علیحدہ کرلوں اس سے پہلے کہ میں پچھتاؤں یا کسی بڑے نقصان سے دوچار ہو جاؤں۔" رابعہ کے لہجے میں میچورٹی تھی ہمیشہ والا لاابالی پن نہیں تھا۔ ہادیہ نے اسے سراہتی نگاہوں سے دیکھا تھا۔
"بہادر ہونا اچھی صفت ہے کیا فائدہ ایسی بہادری کا جو ہمیں بدنامی کے گڑھے میں لا پھینکے۔ میں سمجھتی ہوں یہ

بہادری نہیں کم عقلی ہے کہ ہم خود اپنی خوش گمانی کے سبب خود کو ہی ڈبو ڈالیں۔"

"ویل ڈن ماچھی سوچ ہے۔" ہادیہ حقیقتاً متاثر ہوئی تھی وہ مسکرادی۔

"اپنے ابوبکر صاحب کا ہی بتاؤ، کہاں ہوتے ہیں ایک بار بھی شرف ملاقات حاصل نہیں ہوا۔" رابعہ مسکرائی تو رابعہ کے چہرے پر حیا کی سرخی پھیل گئی تھی۔

"وہ کسی کام کے سلسلے میں شہر سے باہر ہیں شاید کل واپس آجائیں۔"

"شاید، کیوں رابطہ نہیں کیا تم سے۔" ہادیہ نے چھیڑا۔

"تم جانتی ہو میں ان لڑکیوں میں سے نہیں ہوں جو ہر وقت فیانسی صاحب سے رابطوں میں رہے۔" اس نے شرارتاً کہا تو ہادیہ کھلکھلا کر ہنس دی۔ اس کی ہنسی کی کھنکھناہٹ ایسی تھی کہ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آتا وجود ایک دم ساکت ہو گیا تھا۔



وہ حیرت سے حماد کو دیکھ رہی تھی گیٹ پر تب ہی گاڑی کا ہارن بجا اور پھر کچھ پل بعد چوکیدار نے گیٹ کھولا تو ایک گاڑی اندر داخل ہوئی تھی انا نے غائب دماغی سے دیکھا۔ گاڑی سے روشی اور ولید نکلے تھے۔ حماد نے بھی ان لوگوں کو دیکھا تھا۔ وہ دونوں ان کو دیکھ ہی چلتے آئے تھے۔

ولید یوں مغرب کے اندھیرے میں انا کو حماد کے ساتھ کھڑے دیکھ کر چونکا تھا۔

"السلام علیکم۔" حماد نے ہی آگے بڑھ کر سلام دعا میں پہل کی تھی۔ ولید کا انداز سنجیدہ تھا۔

"ہم تمہیں لینے آئے ہیں پھر سوچا آنٹی لوگوں سے بھی مل لوں گی تو میں ساتھ چلی آئی۔" روشی نے بتایا اس نے بس سر ہلایا تھا۔ وہ اس وقت حماد کی باتوں کے زیر اثر تھی۔

وہ روشی کے ساتھ اندر آ گئی اور حماد ولید کو ڈرائنگ روم میں لے آیا تھا۔ کچھ دیر بعد مصطفیٰ بھی آفس سے لوٹ آیا تھا۔ پھر وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوا تھا ان لوگوں کے ہاں رات کا کھانا جلدی کھا لیا جاتا تھا سو مصطفیٰ نے کھانا کھائے بنا جانے نہیں دیا تھا۔ کھانا کھانے کے بعد ولید نے چلنے کا کہا تھا۔ مصطفیٰ نے اندر شہوار اور روشی کو بھی پیغام بھجوا دیا تھا۔

انا اور روشی سب سے مل کر باہر نکل رہی تھیں جب کچھ فاصلے پر کھڑے حماد کو دیکھ کر انا رکی تھی۔

"تم چلو میں آتی ہوں۔" انا نے روشی کو کہا اور خود حماد کے پاس چلی آئی۔

"ایکسکیوزمی۔" حماد کی اس کی طرف پشت تھی فوراً پلٹا تو انا نے اسے کچھ کہا تھا وہ حیران ہوا تھا۔

پھر اس نے سر اثبات میں ہلا کر کچھ کہا تو انا نے اپنے موبائل میں اس کے الفاظ محفوظ کیے تھے اور پھر شکریہ کہہ کر پلٹ گئی تھی۔ حماد بڑی حیرت سے اسے جاتے دیکھ رہا تھا۔

وہ ولید کی گاڑی کی طرف آئی تو روشی پچھلی سیٹ پر بیٹھ ہوئی تھی۔

"تم آگے بیٹھ جاؤ۔" وہ دروازہ کھولنے لگی تھی جب روشی نے کہا۔ اس کا ہاتھ رکا اور پھر وہ اگلی سیٹ کا دروازہ کھول کر بیٹھ گئی ولید بھی مصطفیٰ سے ہاتھ ملا کر گاڑی کی طرف آ گیا تھا۔ گاڑی گیٹ سے نکلی تو انا نے روشی کی طرف دیکھا۔

"کیسا گزرا آج کا دن؟" روشی نے پوچھا تو وہ مسکرائی۔

"بہت اچھا۔"

"ہاں اندازہ ہو رہا ہے۔" روشی نے مسکرا کر کہا۔ ولید نے ڈرائیو کرتے اسے دیکھا اس کا چہرہ صبح کی نسبت اس وقت کافی فریش لگ رہا تھا۔

"اشہوار کے ہاں اتنے رشتے دار ہیں اتنی بھری پری فیملی نجانے ہمارے رشتہ دار اتنے محدود کیوں ہیں نہ کوئی ہم سے ملتا ہے اور نہ ہم کسی سے۔" اتنے دنوں بعد وہ ان دونوں کے سامنے پہلا طویل جملہ بولی تھی۔

"پاپا اور پھپھو دونوں بہن بھائی تھے پھر تمہارے پاپا بھی اکلوتے تھے اب لمبے چوڑے رشتہ دار کہاں سے نکلتے۔" روشی نے ہنس کر کہا۔ اس کے لیے یہی کافی تھا کہ انا اتنے دنوں کے فیز کے بعد سنبھلی ہے۔

"لیکن جو بھی تھے ان کا تو پتا ہونا چاہیے ناں۔"

"اب ہمارے بڑوں نے ان سے روابط نہیں رکھے تو کوئی کیا کر سکتا ہے۔" روشی نے کندھے اچکائے۔ انا ان باتوں کو فیل کر رہی تھی اور اس کی اس محرومی کا سب ہی کو اچھی طرح اندازہ تھا۔

"وہی تو پتا ہے کہ کیوں نہیں روابط رکھے؟"

"کوئی وجہ ہوگی تم کیوں ٹینس ہوتی ہو۔" روشی نے کہا تو وہ خاموش ہوگئی تھی۔

ولید خاموشی سے ڈرائیو کر رہا تھا اس نے ان دونوں کی کسی بھی بات میں کوئی مداخلت نہیں کی تھی۔ روشی نے یہ بات شدت سے محسوس کی۔

"کیا بات ہے ولی بھائی بہت خاموش ہیں۔"

"میں تم لوگوں کو سن رہا ہوں۔" اس نے مسکرا کر بہن کی تسلی کرائی۔

"ولید بھائی آئس کریم کھلائیں۔" روشی نے جواباً کہا تو ولید نے انا کو دیکھا۔

"میں نہیں کھا سکتی تم نے کھانی ہے تو تم کھالو۔" انا نے منع کر دیا تھا۔

"تمہارے بغیر کھا کر خاک مزہ آتا ہے رہنے دیں بھائی پھر کبھی سہی۔" روشی نے فوراً ارادہ بدل دیا۔ تبھی انا کا موبائل بجنے لگا تو اس نے ہاتھ میں پکڑا ہینڈ بیگ کھول کر موبائل نکالا تھا۔

اسکرین پر نگاہ پڑتے ہی اس نے گھبرا کر ولید کو دیکھا تو وہ مکمل توجہ سے سامنے دیکھ کر گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔

انا نے تیزی سے کال کاٹ دی تھی۔ سب بند ہوتے ہی ولید نے اس کی طرف دیکھا تھا۔ وہ اپنا موبائل آف کر رہی تھی۔ ولید کے چہرے کے تاثرات بدلے تھے۔ انا موبائل بند کر کے واپس ہینڈ بیگ میں رکھ رہی تھی۔ ولید کے سامنے یہ دوسری کال تھی جو انا نے ریسیو کیے بغیر کاٹی تھی۔ ولید کی آنکھوں میں تجسس پیدا ہوا تھا..... تاہم اس نے کچھ نہیں کہا روشی کچھ کہہ رہی تھی اپنے ذہن کو جھٹک کر روشی کی باتوں پر دھیان دیا تھا۔



دونوں لڑکیوں کی ابوبکر کی طرف پشت تھی دونوں کھلکھلا کر ہنس رہی تھیں۔

"کوئی تصویر تو ہونی چاہیے نا، مجھے اندازہ تو ہو موصوف کیسے ہیں تمہارے ساتھ جچیں گے بھی کہ نہیں؟" کھلکھلاتی آواز میں اظہار خیال ہوا تھا۔

"تصویر تو نہیں، چلو ویسے کسی دن ان کی موجودگی میں آنا تمہاری ملاقات کروا دوں گی بنفس نفیس دیکھ لینا۔" جواباً رابعہ نے شرارتاً کہا۔

"وہ تو میری جان مشکل لگتا ہے اب تمہاری رخصتی والے دن ہی ان کا دیدار کر پاؤں گی۔"

"نا امید مت ہو کسی دن خصوصی طور پر ملواؤں گی ان سے۔" دونوں مزید بھی کچھ کہہ رہی تھیں مغرب کے اندھیرے میں دونوں صاف دکھائی دے رہی تھیں۔ ابوبکر خاموشی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

دروازہ کھلا ہوا تھا اندر جا کر اس نے دروازہ بند کر لیا تھا۔ دونوں کافی دیر تک ٹہلتی رہی تھیں۔ پوری چھت پر

ان کی باتوں کی آواز ہنسی کی جھنکار گونج رہی تھی۔ ہادیہ نے وقت دیکھا تو اسے جانے کی جلدی ہوئی۔ وہ رابعہ کے ساتھ نیچے چلی آئی تھی۔

"اس وقت چائے کیوں بنا رہی ہیں کھانے کے بعد میں خود بنا لیتی۔" اس کو شرمندگی ہوئی بھابی سارا دن گھر کے کام کرتی تھیں اور کچن بھی دیکھتی تھیں وہ آج کل گھر میں تھی تو ان کا ہاتھ بٹانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"پکھ نہیں ہوتا ابوبکر آیا ہے اس کو چائے چاہیے گی۔" بھابی نے بتایا تو وہ چونکی۔

"ارے..... وہ آگئے..... کب؟"

"تقریباً آدھ گھنٹہ ہوا ہے اوپر ہی گئے ہیں کیوں تم دونوں سے نہیں ملے۔" رابعہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"یقیناً کمرے میں چلے گئے ہوں گے۔" بھابی نے کہا تو اسے شرمندگی ہونے لگی۔

وہ دونوں نجانے کیا کیا باتیں کرتی رہی تھیں ان کا تو والیوم بھی کافی ہائی تھا۔ نجانے ابوبکر نے کیا کیا سنا ہوگا۔

"تم یہ چائے ابوبکر کو دے آؤ، کھانا پکنے میں ابھی کچھ وقت ہے۔" بھابی نے چائے ٹرے میں رکھ کر کہا تو وہ اپنا دوپٹا درست کرتی ٹرے لے کر اوپر آ کر ابوبکر کے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔

"کم ان۔" ابوبکر نے کہا تو وہ اندر داخل ہوئی۔ ابوبکر کمرے کی کھڑکی کے پاس کھڑا تھا۔ اس کھڑکی کا رخ چھت کے اس جانب تھا جہاں وہ کچھ دیر قبل ہادیہ کے ساتھ چہل قدمی کرتے اونچے اونچے قہقہے لگاتے نجانے کیا کیا ہانک رہی تھی۔ غیر اخلاقی تو کوئی بات نہیں تھی مگر وہ پھر بھی اپنی جگہ چور سی بن گئی تھی۔

"السلام علیکم۔" اس نے کپ ابوبکر کی طرف بڑھایا۔

"وعلیکم السلام، کیسی ہیں؟" کپ لے کر کھڑکی سے ہٹ کر وہ بستر کی طرف آ گیا۔

"اللہ کا شکر ہے اور آپ ٹھیک ہیں۔" اس نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

"جی۔" مختصر کہہ کر اس نے چائے کا سپ لیا۔

"میں جب یہاں آیا تو آپ کسی کے ساتھ باتوں میں مصروف تھی میں نے ڈسٹرب کرنا مناسب نہ سمجھا سو خاموشی سے کمرے میں چلا آیا۔" ابوبکر نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا تو وہ مطمئن ہوئی۔

"جی ہمیں علم ہی نہیں ہو سکا ورنہ میری دوست کو آپ سے ملنے کا بہت شوق ہے اگر مجھے علم ہوتا کہ آپ آ چکے ہیں تو میں آپ سے ملواتی۔" اس نے نارمل سے انداز میں بتایا۔

"اوکے کوئی بات نہیں، نیکسٹ ٹائم سہی۔ ویسے آپ کی دوست کا کیا نام ہے؟" یونہی سرسری سے انداز میں ابوبکر نے پوچھا۔

"ہادیہ، میری بہت اچھی دوست ہے کالج لیول میں دوستی ہوئی تھی کافی اچھی فیملی سے ہے میرے ساتھ ہی سر عباس کے آفس میں جاب کرتی ہے۔" اس نے تفصیلاً بتایا..... ابوبکر نے مختصر سر ہلایا تھا انداز پر سوچ تھا۔

"آپ کا ٹور کیسا رہا؟" اس نے پوچھا۔

"بہت اچھا۔"

"سہیل کب آ رہا ہے؟" اس نے مزید پوچھا۔

"پرسوں کی فلائٹ سے۔"

"فیضان ماموں آ گئے؟" چائے کا کپ خالی کرتے اس نے پوچھا۔

"نہیں ابھی آنے ہی والے ہیں۔" خالی کپ ٹرے میں رکھتے اس نے کہا۔

وہ کپ لے کر پلٹی تھی ابوبکر خاموشی سے اسے جاتے دیکھ رہا تھا۔ نجانے کیوں اس کے کانوں میں کسی کے قہقہوں کی گونج ابھی بھی سنائی دے رہی تھی خوب صورت دلکش انداز......



بابا صاحب کی طبیعت اب سنبھل رہی تھی لیکن ان کے ہونٹوں پر ایک عجیب سی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ وہ اب حواس میں تھے سب ہی کو دیکھتے تھے لیکن بات نہیں کرتے تھے جو بھی خیریت پوچھنے آ رہا تھا وہ محض سر ہلا رہے تھے۔
مصطفیٰ اسپتال آیا تو وہاں موجود سجاد اور شاہ زیب صاحب گھر چلے گئے تھے۔ بابا صاحب عجیب سی بے چینی محسوس کر رہے تھے۔ بار بار چونک کر اٹھ جاتے تھے اس وقت رات کا پہر تھا وہ سوئے ہوئے تھے۔ مصطفیٰ جو اپنے ساتھ کوئی فائل لے آیا تھا اس نے فائل بند کر کے ان کو دیکھا وہ کچھ بڑبڑا رہے تھے۔
''نہیں...... نہیں......'' مصطفیٰ فوراً ان کے قریب ہوا تھا۔ بابا صاحب نے ایک دم آنکھیں کھول دی تھیں۔ ان کا چہرہ پسینے سے تر تھا یقیناً انہیں پھر کوئی خواب آیا تھا۔
''بابا صاحب......'' مصطفیٰ جھک کر پکارا انہوں نے خالی خالی نظروں سے مصطفیٰ کو دیکھا ہر قسم کی پہچان سے عاری آنکھیں چہرے کے علاوہ جسم پر ایک کپکپی سی طاری تھی۔
''بابا صاحب آپ ٹھیک ہیں؟'' مصطفیٰ نے انہیں پکارا وہ چونکے۔ سر گھما کر اردگرد دیکھا اور پھر انہوں نے آنکھیں میچ لی تھیں۔ اس بار ان کی آنکھوں میں ہلکی سی شناسائی کی لہر موجود تھی۔ وہ کچھ دیر تک اسی طرح لیٹے گہرے گہرے سانس لیتے رہے ان کا جسم لرز رہا تھا چہرہ پسینے سے تر تھا۔ مصطفیٰ کے اندر تشویش جاگی تھی۔ اس نے ان کی حالت سے گھبرا کر انٹر کام اٹھایا ارادہ فوراً ڈاکٹرز سے رابطہ کرنے کا تھا۔
''مصطفیٰ......'' بابا صاحب کی کپکپاتی آواز ابھری تو مصطفیٰ نے فوراً انٹر کام کا ریسیور رکھ کر ان کو دیکھا۔
''جی بابا صاحب......''
''بعض گناہ ایسے کیوں ہوتے ہیں جو عمر بھر کسی سائے کی طرح ہمارا پیچھا نہیں چھوڑتے۔'' لرزتی روتی آواز تھی۔
مصطفیٰ فوراً ان کے پاس بیٹھ گیا اور ان کا ہاتھ محبت سے تھام لیا۔ وہ یقیناً اس وقت خواب کے بعد والی مخصوص کیفیت میں تھے۔ وہ سب اچھی طرح جانتے تھے کہ اکثر خواب سے گزر جانے کے بعد وہ ساری ساری رات مصلّے پر گزار دیتے تھے بے تحاشا روتے تھے۔ مصطفیٰ کے پاس ان کے سوال کا کوئی جواب نہ تھا۔
''پانی پئیں گے......'' ان کے چہرے پر موجود پسینے کے قطروں کو دیکھتے مصطفیٰ نے پوچھا۔
''میں ایک عرصے سے اللہ کے سامنے رو رہا ہوں' گڑگڑا رہا ہوں مگر اس کے در سے معافی کا حکم نہیں ملتا۔'' مصطفیٰ کے سوال کے جواب میں انہوں نے آنکھیں کھول کر کہا تو آنسوان کے جھریوں زدہ چہرے پر پھیل گئے تھے۔
''آپ خواب میں ڈر گئے ہیں۔'' مصطفیٰ نے انہیں بتایا تو انہوں نے نفی میں سر ہلایا۔
''نہیں...... ''بہت شدت تھی ان کے انکار میں۔'' یہ خواب نہیں تھا' یہ تو وہ گناہ تھا جو ایک عرصے سے میرے پیچھے کسی آسیب کی طرح لگا ہوا ہے۔ میں روتا ہوں...... گڑگڑاتا ہوں لیکن اس گناہ سے مجھے معافی نہیں ملتی۔'' مصطفیٰ نے بغور ان کو دیکھا۔
اس نے ہمیشہ سنا تھا کہ ایسے خوابوں کے بعد وہ ہمیشہ بہکی بہکی باتیں کیا کرتے تھے گناہ ثواب غلطی پچھتاوے کی لیکن مصطفیٰ آج پہلی دفعہ ان کو اس کیفیت میں دیکھ رہا تھا لیکن یہ الفاظ کوئی مجذوب کیفیت والا انسان ادا نہیں کرسکتا۔
''شاہ زیب مجھے سائیکاٹرسٹوں کے پاس لے کر بھاگتا رہا اور میں ان سے بھاگ کر اپنے گناہوں پر پردے ڈالتا

رہا۔" اب کی بار ان کی آواز میں کوئی لڑکھڑاہٹ نہ تھی، مصطفیٰ نے بغیر ٹوکے ان کو سنا تھا۔

"لیکن میں تھک چکا ہوں، میں پچھتاوؤں کی آگ میں جل جل کر راکھ ہوگیا ہوں، میرے دل کا بوجھ مجھ سے مزید سہا نہیں جارہا۔ میں کسی اپنے کے سامنے رونا چاہتا ہوں۔" وہ کہتے کہتے پھر شدت سے رو دیے تھے، مصطفیٰ خاموشی سے ان کو دیکھتا رہا۔ وہ کافی دیر تک روتے رہے تھے اور جب روتے روتے تھک گئے تو انہوں نے مصطفیٰ کو دیکھا۔

"یہ پانی پی لیں۔" مصطفیٰ نے گلاس میں پانی انڈیل کر ان کے ہونٹوں سے لگا دیا۔ انہوں نے پانی پیا اور پھر مصطفیٰ کو دیکھا۔

"تابندہ کا کچھ پتا چلا؟" کچھ پل سنبھلنے کے بعد انہوں نے پوچھا...... مصطفیٰ نے نفی میں سر ہلایا۔

"اس کو تلاش کرو، وہ بہت کچھ جانتی ہے، اسے علم ہے میری ندامت کی کہانی اسے تلاش کروا دو بیٹا!" بابا صاحب اس کے دونوں ہاتھ تھام کر بڑے عاجزانہ انداز میں کہہ رہے تھے۔

"میں کوشش کر رہا ہوں لیکن ان کا کچھ پتا نہیں چل رہا۔ شہوار کے والد کا جو شناختی کارڈ تھا اس ایڈریس پر بھی پتا کیا لیکن کوئی مثبت جواب نہیں ملا۔" مصطفیٰ نے سنجیدگی سے بتایا تو انہوں نے گہرا سانس لیا۔

"میرے پاس اس کی کال آئی تھی۔" انہوں نے کہا تو مصطفیٰ چونکا۔

"کب......؟" اس نے بے قراری سے پوچھا لیکن انہوں نے جیسے اس کا سوال سنا ہی نہ تھا۔

"وہ میری حویلی میں اتنا عرصہ رہی اور میں اسے پہچان بھی نہ سکا۔ میں بھلا کیسے پہچانتا اسے میں نے تو اسے کبھی زندگی میں دیکھا ہی نہ تھا۔ وہ ساری عمر میری حویلی میں رہی اور میں غافل رہا، کم از کم وہی تو تھا جس کے سامنے میں اپنا اعتراف گناہ کرسکتا تھا۔" وہ پھر رونے لگے تھے۔ مصطفیٰ نے کچھ کہنا چاہا لیکن پھر خاموش ہوگیا۔

وہ چاہتا تھا کہ بابا صاحب خود کہیں، اپنے دل کی بھڑاس نکال لیں۔ ان کی باتوں سے اسے لگ رہا تھا کہ جیسے یہاں کوئی بہت بڑی کہانی ہے، جو مصطفیٰ کو حیران کردینے والی ہے۔

"کیسا گناہ بابا صاحب؟" وہ مسلسل خاموش رہے تو مصطفیٰ نے پوچھا۔

"بہت طویل کہانی ہے، کہاں سے شروع کروں۔" ان کا انداز خود کلامی کا سا تھا، انہوں نے پھر کچھ بتانا شروع کردیا تھا اور مصطفیٰ تمام تر توجہ سے ان کی لرزتی آواز سے ادا ہونے والے الفاظ سے اپنی سماعت کو منور کرتا جارہا تھا۔

❁......❁❁......❁

وہ سوچکی تھی میڈیسن کا اثر تھا لیکن آدھی رات کو ایک دم ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی تھی، وہ پسینے سے تر تھی۔ اسے لگا کہ جیسے وہ کوئی ڈراؤنا خواب دیکھ رہی تھی۔ بڑی عجیب سی کیفیت ہو رہی تھی اس کی، اس نے تیزی سے اٹھ کر سائیڈ لیمپ روشن کیے تھے لیکن اس مدہم تاریکی سے بھی دم گھٹنے لگا تو اس نے بستر سے اتر کر کمرے کی تمام لائٹس روشن کرلی تھیں۔

سائیڈ ٹیبل پر میڈیسن کے ساتھ ساتھ جگ اور گلاس بھی تھا اس نے پانی پیا تو دل کو کچھ تسلی ہوئی۔ وہ بستر کے کنارے بیٹھ کر گہرے گہرے سانس لینے لگی۔ وقت دیکھا رات کا ایک بج رہا تھا، وہ یاد کرنے لگی۔ وہ مصطفیٰ کے گھر سے واپسی کے بعد سیدھی اپنے کمرے میں آگئی تھی۔ وہ سارا دن پہلے اسپتال اور پھر شہوار کے ہاں بیٹھی رہی تھی، تھکن ہو رہی تھی۔ میڈیسن کھاتے ہی وہ سوگئی تھی اس کی ذہنی کنڈیشن کے سبب شاید ڈاکٹر نے نیند کی گولی بھی شامل کردی تھی سو نیند آگئی تھی اور اب ایک دم آنکھ کھلی تھی۔

اسے یاد آیا وہ سونے سے پہلے حماد کے بارے میں سوچ رہی تھی اور اس وقت نیند میں بھی وہ اسی کے ساتھ کھڑی تھی اور وہ اس سے اپنی محبت کا اقرار کررہا تھا، اس کا دماغ دکھنے لگا اس نے سائیڈ ٹیبل کی طرف دیکھا اس کا بیگ پڑا ہوا تھا۔

اس نے وہ اٹھالیا' اندر سے موبائل نکال کر اس کو آن کیا موبائل آن کرنے کے بعد ایک دم دس بارہ میسج ریسیو ہوئے تھے' کاشفہ کے میسجز تھے۔

"تم کال پک کیوں نہیں کررہی؟" اس نے میسج کھولا تو پہلا میسج اس کا منہ چڑا رہا تھا' انا نے غصے سے ڈیلیٹ کردیا۔

"تم اگر موبائل بند کرکے یا مجھے نظر انداز کرکے سمجھ رہی ہو کہ مجھے دھوکہ دے لوگی تو اچھی طرح سمجھ لو میں تمہیں اس قابل نہیں چھوڑوں گی کہ تم کسی کو منہ دکھا سکو۔" یہ دوسرا میسج تھا اس نے وہ بھی ڈیلیٹ کردیا تھا۔

"تمہیں جو کام کہا ہے اس کو کب مکمل کروگی۔ دیکھو انا جتنی بھی تاخیر کروگی تمہارے لیے اتنا ہی بُرا ہوگا۔" پیغام ای می۔" انا نے وہ میسج بھی ڈیلیٹ کردیا اور پھر ایک دم بہت جنون میں اس نے باقی سارے میسجز بغیر پڑھے ڈیلیٹ کردیئے تھے۔ میسجز ڈیلیٹ کرنے کے بعد اس نے ریسیو کالز' ڈائل نمبرز اور مس کالز چیک کی تھیں' سب ڈیلیٹ کرتے وہ ایک پل کو ٹھٹکی تھی۔

کاشفہ کے نمبر کے علاوہ ڈائلڈ نمبر میں ایک اور نمبر بھی تھا۔ یہ نمبر مصطفیٰ کے گھر سے واپسی پر اس نے حماد سے لیا تھا اور جب اس نے حماد سے کہا تھا کہ مجھے آپ کا موبائل نمبر چاہیے تو وہ ایک دم حیران ہوا تھا اور پھر بغیر کسی سوال وجواب کے اس نے فوراً نمبر دیا تھا جو اس نے اپنے موبائل پر ڈائل کرکے کال کاٹ دی تھی اور اب وہ نمبر اس کے سامنے تھا۔

وہ کتنی دیر اس نمبر کو دیکھتی رہی' نمبر لیتے وقت اس کے ذہن میں کوئی بھی بات نہ تھی لیکن اب نمبر کو دیکھنے کے بعد دل و دماغ میں طرح طرح کے خیالات سر ابھار رہے تھے۔ انا نے سنجیدگی سے نمبر کو دیکھا تھا اور پھر گہرا سانس لیتے اس نے اس نمبر کو حماد کے نام سے سیو کیا تھا جب اس نے نمبر لیا تھا تو ویسے ہی سیو کیا تھا اب اس نے نام ایڈ کیا تھا' نام ایڈ کرنے کے بعد اس نے وقت دیکھا تھا ڈیڑھ بج رہا تھا۔ اس نے کال ملائی' کچھ دیر بعد اس کی کال پک کرلی گئی تھی۔

"ہیلو......"

"السلام علیکم!" انا نے جھجکتے ہوئے کہا۔

"وعلیکم السلام!" دوسری طرف انجان نمبر دیکھ کر آواز میں حیرت پیدا ہوئی تھی۔

"حماد صاحب بول رہے ہیں؟" اس نے پوچھا۔

"جی لیکن آپ کون؟" انا نے ایک گہرا سانس لیا۔

"میں انا بات کررہی ہوں انا وقار احمد۔" انا نے سنبھل کر کہا۔

"انا......" دوسری طرف رات کے اس پہر غیر متوقع بندے کا نام سن کر وہ واقعی حیرت زدہ رہ گیا تھا۔

"آپ اس وقت...... خیریت......؟" وہ بہت حیرانی سے پوچھ رہا تھا۔

"ایم سوری آپ کو ڈسٹرب کیا' اگر آپ بزی ہیں تو میں کال بند کردیتی ہوں۔" انا نے آہستگی سے کہا۔

"ارے نہیں اب ایسی بھی بات نہیں آپ کے لیے تو میں ہر طرح سے وقت نکال سکتا ہوں۔"

"آپ کی نیند ڈسٹرب کردی میں نے؟" انا کو شرمندگی ہونے لگی کہ اسے اس وقت کال نہیں کرنی چاہیے تھی۔

"ارے نہیں یہاں سب ہی جمع ہیں تو بیٹھے گپ شپ لگا رہے تھے۔"

"کیا آپ سائیڈ پر ہوکر میری بات سن سکتے ہیں دراصل میں نہیں چاہتی کہ کسی کو علم ہو کہ میں نے آپ کو کال کی ہے۔" اس نے مزید کہا تو دوسری طرف حماد چونکا۔

"میں آپ کی کال سن کر بہت حیران ہوں۔" کچھ توقف کے بعد حماد نے کہا تو اس نے گہرا سانس لیا' وہ سمجھ سکتی تھی کہ کیوں حیران ہورہا ہے۔

"میں آپ سے ملنا چاہتی ہوں۔" اس نے مزید کہا۔

"جی......؟"

"کل تین بجے......" انا نے سنجیدگی سے کہا۔ "کیا آپ مل سکتے ہیں مجھ سے؟" دوسری طرف کی خاموشی محسوس کر کے اس نے پھر کہا تو اس نے ہامی بھرلی۔

"جی بالکل میں حاضر ہو جاؤں گا لیکن ملنا کہاں ہوگا؟"

"ہمارے گھر کی طرف جو پارک ہے ادھر آجائیے گا۔" انا کی وہی سنجیدگی تھی۔

"کیا میں اس ملاقات کی وجہ جان سکتا ہوں؟" حماد از حد حیرانی میں تھا سو ایسے سوال فطری تھے۔

"کل جب ملاقات ہوگی تو خود بخود آپ کو علم ہو جائے گا۔" انا کے لہجے میں ابھی بھی وہی سنجیدگی تھی وہی بے لچک انداز۔

"جی ٹھیک ہے میں پہنچ جاؤں گا۔" حماد نے ہامی بھری تھی۔

"اوکے اللہ حافظ۔" انا نے فوراً کال کاٹ دی۔

موبائل سائیڈ پر ڈالتے ہوئے اس نے اپنے ہاتھوں کو دیکھا۔ اس کے ہاتھ لرز رہے تھے اس کے وجود میں ایک دم بے پناہ کمزوری و نقاہت در آئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں نمی پیدا ہوگئی تھی اور پھر نمی اس کے چہرے پر پھسلتی چلی گئی۔ وہ جانتی تھی کہ وہ رو رہی ہے اور جانتی تھی کہ کیوں رو رہی ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس کا ضمیر اسے بے پناہ ملامت کر رہا تھا۔

اس کے سینے میں مقید دل سینے کی دیواروں میں ایک دم پھڑ پھڑانے لگا تھا لیکن اس سب کے باوجود اس نے اپنے دل کی طرف سے رخ موڑ لیا تھا۔ وہ اب دل کی کوئی بات نہیں سننا چاہتی تھی۔ اسے لگ رہا تھا کہ آج کی رات ماتم کی ہے اور پھر بے اختیار روتے روتے وہ خود کو دل کے اس ماتم میں شامل ہونے سے نہ روک پائی تھی۔



مصطفیٰ گھر آیا تو شہوار کالج جانے کے لیے تیار ہو رہی تھی۔ بابا صاحب کی طبیعت کافی سنبھل چکی تھی تو امید تھی کہ وہ ایک دو دن میں گھر آجائیں گے۔ مصطفیٰ نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی فائل اور موبائل بستر پر رکھا اور خود از حد تھکا ہوا انداز میں بستر پر گر گیا تھا۔ آئینے کے سامنے کھڑی ہو کر بال سنوارتی شہوار نے مصطفیٰ کے انداز کو نوٹ کیا تھا۔ وہ پلٹ کر مصطفیٰ کی طرف آئی۔

"کیا ہوا طبیعت ٹھیک ہے؟" وہ مصطفیٰ کے پاس بیٹھ گئی تھی انداز میں فکر مندی اور محبت تھی۔ اپنی آنکھوں کو انگلیوں سے مسلتے مصطفیٰ نے اسے دیکھا اور پھر مسکرایا۔

"ہاں ٹھیک ہوں بس تھکن ہو رہی ہے۔" تین چار دن سے وہ مسلسل دن رات جاگ رہا تھا۔ دن میں آفس بھاگ دوڑ اور پھر رات میں اسپتال وہ انسان تھا اثر تو ہونا ہی تھا۔

شہوار نے مصطفیٰ کی پیشانی پر ہاتھ رکھا حرارت تو نہیں تھی لیکن تھکن صاف دکھائی دے رہی تھی مصطفیٰ نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔

"لگتا ہے ساری رات جاگتے رہتے ہیں۔" مصطفیٰ کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے اس نے محبت سے کہا تو مصطفیٰ نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔ وہ فکر مندی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ خوب صورت چہرے پر بالوں کی لٹیں رقصاں تھیں۔ تراشا ہوا متناسب جسم اس وقت دوپٹے سے بے نیاز بالوں کی سیاہ گھٹا میں چھپا ہوا تھا۔

"ہاں بابا صاحب کی طبیعت رات پھر خراب رہی۔" اس نے کہا تو شہوار کو تشویش لاحق ہوئی۔

"لیکن رات میں آنٹی اور انکل کہہ رہے تھے کہ وہ اب پہلے سے بہتر ہیں۔" لہجے میں تشویش تھی۔
"ہاں بہتر تو وہ ہیں لیکن وہی خواب کا سلسلہ۔" شہوار نے گہرا سانس لیا۔
یہ سلسلہ تو بابا صاحب کی زندگی کا لازمی جزو بن چکا تھا اس پر بھلا کیا کہتی۔
"آپ فریش ہو جائیں سب ہی ناشتا کر رہے ہیں آپ بھی کر لیں۔" شہوار نے توجہ سے بھرپور لہجے میں کہا تو وہ مسکرایا۔
"ابھی ناشتے کا موڈ نہیں ہو رہا۔" مصطفیٰ نے نفی میں سر ہلا کر پھر سے آنکھیں موند لی تھیں۔ شہوار نے وقت دیکھا ابھی ناشتا کرنا تھا پھر کالج کے لیے نکلنا' کچھ وقت تھا اس کے پاس۔
"آپ آفس سے آج آف کر لیں اس طرح دن رات مسلسل کام کریں گے تو صحت متاثر ہو گی۔" شہوار کے لہجے میں فکرمندی تھی۔
"ہوں میں بھی سوچ رہا ہوں۔" آنکھیں بند کیے ہی مصطفیٰ نے جواب دیا۔ شہوار کو ایک دم احساس ہوا کہ اس وقت مصطفیٰ کے انداز میں پہلے والی گرم جوشی مفقود ہے۔ پچھلے تین چار دن سے اس کی مصطفیٰ سے بہت سرسری سے بات چیت ہو رہی تھی۔ بس سلام دعا کھانے پینے یا کمرے میں آتے جاتے تک کے احوال۔
"میں کالج سے چھٹی کر لیتی ہوں۔" اس نے کہا تو مصطفیٰ نے کوئی ریسپانس نہیں دیا بلکہ اسی طرح لیٹا رہا تھا۔
"مصطفیٰ...." اس نے قدرے جھک کر مصطفیٰ کو پکارا تو مصطفیٰ نے بغیر آنکھیں کھولے ہی سر ہلا دیا۔
"ہوں....."
"میں چھٹی کر لوں نا؟" اس نے پھر کہا۔
"مرضی ہے تمہاری۔" مصطفیٰ کی توجہ اس کی طرف شاید نہیں تھی سو جواب بھی ایسا ہی تھا' شہوار کو بڑا تعجب ہوا وہ مصطفیٰ کے سامنے چھٹی کر لینے کا ذکر کر رہی تھی اور مصطفیٰ کا ری ایکشن نارمل ہی تھا۔
"کیا بات ہے طبیعت زیادہ خراب ہے؟" اس نے بہت سنجیدگی سے پوچھا۔
"ہوں....."
"تنگ تو نہیں رہا۔" اس نے اب کی بار کچھ تیزی سے کہا تھا۔ مصطفیٰ نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔
"بس تھکن ہے ایک دو گھنٹے ریسٹ کروں گا تو ٹھیک ہو جاؤں گا۔" اس کے بعد آفس چلا جاؤں گا۔ تم بھی چھٹی مت کرو خوامخواہ تمہارا حرج ہو رہا ہے۔" مصطفیٰ نے کہا تو شہوار نے گہرا سانس لیا۔
"پھر میں بھی لیٹ جاؤں گی جب آپ جائیں گے تو مجھے ڈراپ کر دیجیے گا۔" مصطفیٰ کا سر سرہانے پر منتقل کرتے اس نے کہا۔
"ناشتا تو آپ لیٹ کریں گے میں آپ کے لیے چائے لاتی ہوں۔" وہ اٹھنے لگی تو مصطفیٰ نے ہاتھ پکڑ لیا۔
"بیٹھو نا ابھی کچھ بھی کھانے پینے کا موڈ نہیں' اتنے دنوں بعد یوں بیٹھنے کا موقع ملا ہے' کچھ دیر تو رکو۔" وہ جو سمجھ رہی تھی کہ مصطفیٰ کے لہجے میں تو جہ ہے تو فوراً مسکرائی۔
"کچھ زیادہ جلدی خیال نہیں آ گیا آپ کو میرا؟" مسکرا کر طنزیہ انداز میں کہا تو مصطفیٰ مسکرایا' ہاتھ پر دباؤ ڈال کر واپس قریب بٹھا لیا۔
"تمہیں بھی شکوہ کرنے کا کچھ جلدی خیال نہیں آ گیا؟" بغور دیکھا انداز شرارتی تھا۔ شہوار کے رخساروں پر سرخی سی چھلک پڑی تھی۔

"آپ کے پاس وقت ہی کب ہوتا ہے کہ میں کوئی شکوہ بھی کروں۔ ہر وقت آفس اور اگر تھوڑا بہت وقت بچ جائے تو وہ اپنی فائلز، لیپ ٹاپ یا پھر کسی اور کام میں لگا دیتے ہیں۔" اس نے آہستگی سے کہا تو مصطفیٰ ہنس دیا۔

"اتنے دنوں میں پہلی بار بیوی والے روپ میں نظر آ رہی ہو یقین تمہارا یہ روپ و انداز دیکھنے کے لیے مجھے اب کچھ زیادہ ہی مصروف رہنا پڑے گا۔" مصطفیٰ کے انداز میں شرارت تھی اس نے گھورا۔

"ایسا سوچنے گا بھی نہیں۔" لہجے میں پیار بھری رعونت تھی مصطفیٰ ہنسا۔

"ورنہ کیا......؟" مصطفیٰ چھیڑ رہا تھا۔ شہوار نے آگے پڑے بالوں کو پیچھے کیا تھا۔

"ورنہ میں جوابی کارروائی کروں گی تو آپ کو لگے گا کہ میں بدلہ لے رہی ہوں۔" مصطفیٰ مسکرایا۔

شہوار سے ہلکے پھلکے انداز میں اس طرح چھیڑ چھاڑ کرتے اسے قدرے ریلیف محسوس ہو رہا تھا ورنہ اسپتال سے واپسی پر لگ رہا تھا کہ ذہن و دل پر منوں بوجھ ہے جو اس کے اعصاب کو مسلسل چھیڑ رہا ہو۔

"مثلاً کیا کرو گی؟"

"میں بھی اپنی اسٹڈی میں مصروف ہو جاؤں گی۔"

"وہ تو اب بھی ہو۔" اس کے بالوں کی لٹ کو انگلی پر لپیٹتے مصطفیٰ نے مسکرا کر کہا۔

"لیکن آپ سے کم ہی ہوں۔" اس نے کہا تو مصطفیٰ مسکرایا۔ اس کا ہاتھ ہاتھ میں لے کر نرمی سے سہلاتے وہ کچھ سوچنے لگا تھا۔

"بوا جی نے دوبارہ کوئی رابطہ کیا؟"

"نہیں۔" تابندہ کے ذکر پر وہ ایک دم افسردہ سی ہوئی تھی۔

"بوا جی نے بتایا تھا کہ تمہارے فادر ان کے خالہ زاد تھے۔"

"جی؟"

"انہوں نے اس سب کے علاوہ بھی اور کچھ بتایا؟" مصطفیٰ نے اس کا چہرہ بغور دیکھتے پوچھا تو وہ چونکی۔

"مثلاً؟"

"یہ کہ تمہارے فادر کا خاندان ان کی فیملی......"

"یہی تو اصل مسئلہ تھا کبھی بھی مجھے انہوں نے یہ سب نہیں بتایا جب بھی پوچھا انہوں نے کہا کہ وہ ایک عزت دار گھرانے سے تعلق رکھتے تھے میں کسی عام خاندان سے نہیں ہوں لیکن مجھے انہوں نے تفصیل کبھی بھی نہ بتائی۔" شہوار نے کہا تو مصطفیٰ کچھ سوچنے لگا۔

"کیا بات ہے آپ کچھ پریشان ہیں؟" مصطفیٰ کی خاموشی پر اس نے چند لمحے بعد پوچھا مصطفیٰ نے اسے دیکھ کر نفی میں سر ہلایا۔

"بس ویسے ہی کچھ سوچ رہا تھا۔" مصطفیٰ نے کہا۔

"کیا؟" مصطفیٰ نے سر جھٹکا۔

"چھوڑو آج آفس میں بھی بہت ضروری کام ہے تھوڑی دیر ریسٹ کرلوں پھر نکلتا ہوں امجد خان انتظار کر رہا ہوگا۔" کہہ کر وہ آنکھیں بند کر گیا تھا۔ شہوار کا ہاتھ ہنوز اس کے ہاتھ میں تھا جو اس نے اپنے سینے پر رکھ لیا تھا شہوار نے خاموشی سے اسے دیکھا تھا اور پھر کوئی سوال نہ کیا۔



آج اس کی طبیعت کافی بہتر تھی ماما بوتیک چلی گئی تھیں۔ وہ کمرے سے نکل کر روشی کے پاس بیٹھی رہی تھی۔ مومی گھر پر تھے جبکہ باقی تینوں افراد آفس۔ ڈھائی کا وقت ہوا تو وہ اپنے کمرے سے نکلی تھی لباس بدل چکی تھی چادر اوڑھی ہوئی تھی۔ ہاتھ میں ہینڈ بیگ تھا وہ لاؤنج میں آئی تو روشی اسے دیکھ کر چونکی۔

"میں قریبی پارک میں جا رہی ہوں۔" اس کے چونکنے پر اس نے بتایا۔

"خیریت؟"

"یونہی دل کر رہا ہے باہر نکلنے کو۔" اب بھی انداز سنجیدہ تھا۔

"اکیلی جاؤ گی؟" روشی نے پوچھا۔

"کالج بھی تو اکیلی ہی جاتی ہوں۔" جواب موجود تھا۔

"لیکن یہ پارک جانے کا وقت تو نہیں۔" روشی نے کہا تو اس نے گہرا سانس لیا۔

"دل کے چاہنے کا کوئی وقت نہیں ہوتا' جب دل کیا تب جا سکتا ہے انسان۔" روشی نے بہت حیرت سے اناکو دیکھا۔ اس وقت اسے انا بہت بدلی بدلی سی لگی تھی۔

"بابا کو لے جاؤ۔" وہ جانے لگی تو روشی نے کہا۔

"وہ آرام کر رہے ہیں' میں ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتی۔ ویسے بھی میں اکیلی جانا چاہتی ہوں ڈرائیور کو لے جاؤں گی ڈونٹ وری۔" وہ کہہ کر نکل آئی تھی۔ اس نے منصور خان سے ڈرائیونگ سیکھی تھی لیکن ماما پاپا کی طرف سے ڈرائیو کرنے کی اجازت نہ تھی۔ اس نے منصور خان کو گاڑی نکالنے کو کہا۔

بیس منٹ کی ڈرائیو تھی وہاں پہنچ کر اس نے ڈرائیور کو بھیج کر خود ہی واپس آنے کا کہہ دیا تھا۔ وہ پارک میں بینچ پر بیٹھ گئی تھی۔ حماد پورے تین بجے پارک میں تھا۔ اس نے کال کر کے پوچھا تو اس نے اسے وہاں پہنچنے کا کہا جہاں وہ موجود تھی۔ اگلے پانچ منٹ میں وہ اس کے سامنے تھا۔

"السلام علیکم!" حماد کا انداز پرجوش تھا۔ انا نے سر ہلایا۔ وہ واپس بینچ پر بیٹھ گئی تھی دوسرے کنارے پر حماد بھی ٹک گیا تھا۔

"کیسی ہیں آپ؟" حماد نے پوچھا تو اس نے پھر اثبات میں سر ہلایا۔

"آپ مجھ سے کیوں ملنا چاہتی تھیں؟" کچھ توقف کے بعد انا کی خاموشی محسوس کر کے حماد نے ہی گفتگو کا آغاز کیا۔

"کل آپ نے جو بھی کہا اس میں کتنے فیصد سچ ہے؟" سر جھکائے اپنے ہاتھوں کو دیکھتے اس نے پوچھا۔

"سو فیصد.... میں نے جو محسوس کیا وہ حرف بحرف آپ کو کہہ دیا۔" انا نے اسے دیکھا وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں؟" انداز سنجیدہ تھا' حماد مسکرایا۔

"بالکل......"

"آپ محبت میں جان کی بازی لگانے کے قائل ہیں؟" عجیب سا سوال تھا وہ چونکا۔

"میں سمجھا نہیں؟"

"آپ میرے لیے کیا کر سکتے ہیں؟" انا نے آسان لفظوں میں اپنے الفاظ کی وضاحت چاہی۔

"جو آپ کہیں؟" وہ انا کو سنجیدگی سے دیکھ رہا تھا۔

"کیا مجھ سے شادی کر سکتے ہیں؟"

"کیا...... ؟" وہ شدید حیران ہوا۔

''بہت آسان سا سوال ہے فلرٹ کرنے کی آفر نہیں کی محبت کرتے ہیں تو کیا شادی کریں گے۔ مجھ سے۔'' انا کا وہی انداز تھا وہ حیرت سے گنگ رہ گیا تھا۔
''لیکن آپ کی تو منگنی ہو چکی ہے۔'' اس نے اپنی حیرت پر قابو پا کر کہا۔
''میں وہ منگنی توڑ چکی ہوں۔'' انا چہرہ موڑ کر پارک میں آتے جاتے لوگوں کو دیکھنے لگی تھی۔
''کیوں؟''
''ولید اور میرے مزاج میں بہت فرق تھا میں ان کے ساتھ نہیں چل سکتی۔''
''لیکن وہ تو بہت ہی پرفیکٹ انسان ہیں میں تو ان کے پاسنگ بھی نہیں ہوں۔''
''مجھے کسی بھی پرفیکٹ انسان سے شادی نہیں کرنی' مجھے اپنے جیسے نارمل انسان سے شادی کرنی ہے۔'' وہ جیسے ہر سوال کا جواب سوچ کر آئی تھی۔
''آپ بتائیں آپ کو میرا پرپوزل قبول ہے یا نہیں؟'' اس نے پھر لوگوں سے نظریں ہٹا کر حماد کو دیکھا۔ وہ الجھن کا شکار نظر آ رہا تھا۔
''لیکن آپ کی فیملی......؟'' اس نے کہنا چاہا انا نے فوراً بات کاٹ دی۔
''میری فیملی میرا مسئلہ ہے۔'' دوٹوک انداز تھا۔ ''آپ بتائیں ہاں یا نہیں؟'' قطعی انداز تھا۔
''ہاں لیکن......؟'' وہ پھر ہچکچایا۔
انا نے چند پل اسے دیکھا شاید وہ اپنے لیکن کی وضاحت کرے لیکن وہ خاموش ہی رہا تھا۔
''لیکن......؟'' اس نے خود پوچھا۔ ''آپ مجھ سے شادی کیوں کرنا چاہتی ہیں۔'' وہ ایک عقل مند انسان تھا اس کے پرپوزل پر اس نے اپنے حواس نہیں گنوائے تھے ایک معقول سوال کیا تھا۔
''اس لیے کہ مجھے آپ اچھے لگے ہیں۔'' حماد کی طرف دیکھے بغیر سر جھکا کر اس نے کہا۔
''میں کافی عرصے سے یہ منگنی ختم کرنا چاہتی تھی' میں اس منگنی کے حق میں نہ تھی یہ میرے بڑوں کا فیصلہ تھا۔ شہوار کی شادی پر آپ سے ملاقات ہوئی' آپ اچھے لگے اس کے بعد ہی میں نے اب منگنی ختم کردی تھی۔ کل جب آپ نے وہ سب کہا تو مجھے لگا جیسے قدرت نے مجھے ایک راہ دکھائی ہے آپ پر کوئی پابندی نہیں آپ چاہیں تو میرے پرپوزل سے انکار کرسکتے ہیں۔'' انا نے سر جھکائے کہا۔
حماد کے چہرے پر ایک دم اطمینان کی کیفیت پیدا ہوئی تھی' ایک خوب صورت من چاہی لڑکی کے منہ سے اپنے لیے پسندیدگی کے الفاظ سننا وہ واقعی سب باتیں بھول گیا تھا' ایک دم پرجوش ہوا۔
''اوکے...... مجھے پرپوزل قبول ہے۔'' اس کے الفاظ پر انا کچھ پل ساکت ہوئی اور پھر کچھ پل بعد سر اٹھا کر گہرا سانس لے کر چہرہ موڑ کر حماد کو دیکھا۔
''شکریہ۔'' مسکرانے کی کوشش بھی کی تھی۔
''میں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ زندگی کے کسی موڑ پر قسمت اس طرح پلٹا کھائے گی۔'' وہ بہت خوش دکھ رہا تھا۔
''میں نے بھی نہیں سوچا تھا۔'' انا نے کہا اور پھر چہرہ موڑ لیا۔
''آپ اپنی فیملی کو ہمارے گھر کب بھیجیں گے؟'' اس نے مزید کہا۔
''ابھی تو بابا صاحب کی طبیعت ٹھیک نہیں جیسے ہی وہ گھر شفٹ ہوتے ہیں میں گھر والوں سے بات کرلوں گا۔'' مطمئن انداز تھا۔

”آپ کی فیملی کو کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا؟“

”ہماری فیملی میں خاندان سے باہر شادیاں کرنے کا رواج نہیں ہے لیکن اب لڑکوں کے معاملے میں خاندان والوں کی روایت بدل چکی ہے۔ عباس بھائی اور مصطفیٰ کی مثال سامنے ہے اس طرح زاہد بھائی کی شادی بھی خاندان سے باہر ہی کی تھی۔ میرا نہیں خیال کہ میری فیملی ایسا کوئی اعتراض کرے گی۔“ حمزہ کا انداز پُراعتماد تھا۔

”مجھے آپ سے ایک اور فیور بھی چاہیے؟“ کچھ توقف کے بعد اس نے کہا۔

”ہاں کہیے۔“ وہ مکمل طور پر متوجہ ہوا۔ انا اس کو اپنی فیور کے متعلق سنجیدگی سے بتانے لگی تھی اور وہ پوری توجہ سے اسے سن رہا تھا۔



چوہدری حیات علی اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھے ان کے والد سراج علی اور چچا امتیاز علی کے علاوہ ان کی دو پھوپیاں بھی تھیں۔ سب شادی شدہ تھے ایک وسیع و عریض اراضی کے مالک تھے۔ چچا کے چار بچے تھے بڑا بیٹا پھر بیٹی زبیدہ اور اس کے بعد دو بیٹے تھے جبکہ بڑے بھائی کی کوئی اولاد نہ تھی بڑی منتوں مرادوں کے بعد ان کے ہاں بیٹا پیدا ہوا تھا۔ جس کا نام حیات علی رکھا تھا راج دین کے لیے حیات علی زندگی کی نوید تھا۔ انہوں نے بڑے لاڈ اور ناز و نعم سے اسے پالا تھا اور ابھی پندرہ سال عمر تھی کہ انہوں نے بیمار بیوی کی خواہش پر حیات علی سے آٹھ سال بڑی زبیدہ سے اس کی شادی کر دی تھی۔ خوب صورت زبیدہ تین بھائیوں کی اکلوتی بہن تایا کے گھر آ کر راج کر رہی تھی۔

شادی کے اگلے سال ہی بڑا بیٹا نواز علی پیدا ہوا تھا۔ سراج علی کی حویلی میں خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا لیکن چند ماہ بعد ہی سراج علی کی بیمار بیگم چل بسیں تو ان کی تمام تر توجہ کا محور حیات علی اس کی بیوی اور پوتا بن گئے۔ وسیع اراضی کے مالک ہر کوئی ان کا حکم مانتا تھا غصے کے تیز تھے ہر طرف ان کی حکمرانی تھی۔ بیٹا حیات علی ان کی ہر بات مانتا تھا کم عمری میں شادی کے سبب بہت جلد تین بیٹوں اور دو بیٹیوں کے باپ بن چکے تھے۔ تعلیم مکمل ہوئی تو باپ چچا کے ساتھ زمین کے معاملات دیکھنے لگے تھے۔

سب سے چھوٹی بیٹی زہرہ ابھی دو ماہ کی تھی ایک دن فصل کی کٹائی کے بعد شہر پہنچانے کا کام بابا صاحب نے ان کی سپرد کر دیا تھا۔ پہلے یہ سارے کام زبیدہ کے بھائی کرتے تھے اور حیات علی کی اب تک کی زندگی تعلیم حاصل کرتے گزری تھی۔ چھٹیوں میں گھر آتے تو بیوی کے ناز نخرے دیکھتے واپس چلے جاتے تو باپ کی کڑی نگاہ میں ہوتے۔ روایات کی پاسداری کرنے والے تھے بیوی اور بچوں والے بن کر کم عمر لڑکوں والی مخصوص حرکتوں سے دور تھے۔ ہر طرف اطمینان ہی اطمینان تھا۔ بابا صاحب کے کہنے پر ملازمین کے ساتھ وہ شہر آئے تھے یہاں بابا صاحب کی ہدایت پر آڑھت کے ساتھ فصل کے معاملات طے کیے تھے اور پھر یہاں سے ان کی زندگی نے ایک عجیب سا پلٹا کھایا تھا جس کا خمیازہ وہ آج تک بھگت رہے تھے۔



مغرب وقت قریب تھا انا گھر نہیں لوٹی تھی روشی کے اندر شدید تشویش پیدا ہو رہی تھی چند دن پہلے کا واقعہ نہ ہوا ہوتا تو شاید وہ اتنی متفکر نہ ہوتی کہ انا اسے پارک جانے کا بتا کر گئی تھی۔ وہ ادھر سے ادھر ٹہلتے انا کی آمد کی منتظر تھی۔ انا تو نہیں آئی تھی البتہ ولید اور وقار صاحب آ گئے تھے احسن آفس میں بزی تھا اس نے لیٹ آنا تھا۔ وہ اسے باہر ہی ٹہلتے دیکھ کر رک گئے تھے۔

”کیا بات ہے ادھر کیوں کھڑی ہو؟“ ولید نے پوچھا اس نے چور نظروں سے دونوں کو دیکھا۔

"وہ..... انا کا انتظار کر رہی تھی۔" اس کے الفاظ پر دونوں چونکے تھے۔

"کیا ہوا..... کہاں گئی ہے وہ؟" وقار صاحب نے پوچھا۔

"وہ پارک گئی تھی ڈھائی بجے نکلی تھی۔"

"اوہ..... کون سے پارک میں اور کیوں؟"

"نزدیکی پارک میں' کیوں کا مجھے بھی نہیں پتا۔ ڈرائیور کے ساتھ گئی تھی اور پھر ڈرائیور کو واپس بھیج دیا تھا کہ خود آ جائے گی۔"

"کافی دیر ہو چکی ہے اب تو۔" انہوں نے گھڑی دیکھی کچھ وقت گزرتا مغرب کی اذان ہو جاتی تھی۔

"کال کر دا ہے۔" انہوں نے برہمی سے کہا تو روشنا نے ہاتھ میں پکڑے موبائل پر اس کا نمبر ڈائل کیا' وہ یہ نمبر کئی بار ڈائل کر چکی تھی لیکن انا کال پک نہیں کر رہی تھی۔ روشی نے موبائل کان سے لگالیا تھا' انا نے حسب توقع کال پک نہیں کی تھی۔ ولید خاموشی سے یہ سب دیکھ اور سن رہا تھا' ابھی چند دن پہلے کا واقعہ بالکل تازہ اور اب پھر وہی سچوایشن تب اس کا موبائل بند تھا اور آج آن.....

"منصور خان کہاں ہے؟" وقار نے دیکھا گاڑی نہیں تھی۔

"وہ پھپھو کو لینے گیا ہے۔" روشی نے بتایا تو ان کے چہرے کے تاثرات بدلے تھے۔

"ولید گاڑی نکالو میں خود دیکھتا ہوں۔" ان کا انداز سپاٹ تھا' ولید فوراً گاڑی کی طرف پلٹا' وہ بھی فرنٹ سیٹ پر آ بیٹھے تھے۔ گاڑی گیٹ سے نکلی تو روشی لب بھینچے اندر کی طرف پلٹ آئی تھی۔



یہاں شہر میں عام معاملات نمٹاتے چند دن لگ گئے تھے' ذاتی گاڑی پاس تھی یہاں شہر میں گھر موجود تھا سو کوئی مسئلہ نہ تھا۔ وہ اس شام منڈی سے واپس لوٹ رہے تھے جیبیں پیسوں سے بھری ہوئی تھیں۔ گاڑی خود ڈرائیو کر رہے تھے جب تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتے ایک دم ان کی گاڑی کے سامنے کوئی شخص ٹکرا کر ایک طرف گرا تھا' انہوں نے فوراً بریک پر پاؤں رکھے تھے۔ انہوں نے باہر نکلنے سے اجتناب برتا تھا کہ ہو سکتا ہے کوئی واردات ہی نہ ہو لیکن سائیڈ پر بے حس و حرکت وجود کو دیکھ کر حیات علی صاحب کے ضمیر نے گوارا نہیں کیا تھا کہ اس وجود کو اسی طرح چھوڑ کر چلے جائیں۔

"چھوٹے چوہدری صاحب کوئی قتل کا کیس نہ بن جائے نکل جاتے ہیں۔" پیچھے بیٹھے ملازم نے مشورہ دیا۔

باہر ٹریفک رواں دواں تھی لیکن لوگ اس زخمی کے گرد جمع ہو رہے تھے' انہوں نے بھاگ جانے کی بجائے گاڑی سے نکلنا پسند کیا اور ملازم نے بھی ان کی تقلید کی تھی۔ وہ کوئی مفلوک الحال شخص تھا' خراب حلیہ اور خون سے لت پت وجود۔

"اس کو گاڑی میں ڈالو ہم اسپتال لے کر جائیں گے۔" حیات علی نے اپنے ملازم کو حکم دیا' ملازم فوراً حکم بجا لایا تھا وہ لوگ ہجوم کو وہیں چھوڑتے اس زخمی کو لیے اسپتال کی طرف رواں دواں ہو گئے تھے۔



ان کی گاڑی پارک کے باہر رکی تھی' وہ ولید کے ہمراہ اندر کی طرف بڑھے تھے لیکن ادھر ادھر دیکھتے وہ ایک بینچ پر موجود انا کے ساتھ ایک اجنبی کو دیکھ کر ساکت رہ گئے' ساکت تو ولید بھی رہ گیا تھا' انا کسی اور کے ساتھ نہیں بلکہ مصطفیٰ کے کزن حمدد کے ساتھ بیٹھی تھی۔ ولید تو وہیں ٹھٹک کر رک گیا تھا جبکہ وقار خود انا کی طرف بڑھے تھے' انا وقار کو آتے دیکھ کر فوراً کھڑی ہو گئی تھی۔

"پاپا آپ....." اس کے لب ہلے تھے' انہوں نے ایک سنجیدہ سی نگاہ انا کے ساتھ بیٹھے شخص کو دیکھا وہ بھی

کھڑا ہو چکا تھا۔

"السلام علیکم انکل!" اس نے وقار صاحب کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا۔ انہوں نے اس کے ہاتھ کو مکمل نظر انداز کر دیا تھا اور بہت سپاٹ نظروں سے انا کو دیکھا۔

"چلو انا۔" انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور تیزی سے پلٹے تھے۔ انا خاموشی سے سر جھکائے ان کے ساتھ گھسٹتی چلی گئی تھی۔



اجنبی کو کافی چوٹیں آئی تھیں وہ کچھ دیر بعد ہوش میں آ گیا تھا تاہم خطرے والی کوئی بات نہ تھی تین گھنٹوں بعد ڈاکٹر نے اسے فارغ کر دیا تھا۔ اس سارے وقت میں حیات علی خود اس مریض کے پاس رہے تھے۔ مریض نشہ کیے ہوئے تھا اور اسی سبب وہ گاڑی سے ٹکرا گیا تھا۔ حیات علی اس کی میڈیسن لے کر خود اسے اس کے گھر چھوڑنے آئے تھے دس بج گئے تھے۔ انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا تھا ایک لڑکی نے دروازہ کھولا تھا۔

"ہائے کیا ہوا ابا......؟" وہ لڑکی اس اجنبی کو دیکھ کر ایک دم پریشان ہو گئی تھی۔

"کچھ نہیں ہوا پرے ہٹ اندر آنے دے۔" بچی کو تختی سے کہہ کر وہ حیات علی اور اس کے ملازم کے سہارے اندر بڑھ گیا تھا۔ لڑکی ہراساں سی پیچھے پیچھے چلی آئی تھی۔

"ہائے میں مرگئی...... یہ کیا ہو گیا؟" لڑکی کی ماں بھی کمرے سے نکل کر فوراً باہر آئی تھی لیکن شوہر کو دیکھ کر ساکت ہو گئی تھی۔

"ان کو کہاں بٹھائیں؟" حیات علی نے پوچھا۔

"ادھر کمرے میں ہی لے آؤ۔" عورت نے کہا تو دونوں نے اس آدمی کو کمرے میں لا کر بستر پر لٹا دیا تھا۔ لڑکی اور اس کی خوف زدہ ماں دونوں اندر آ گئی تھیں۔

"چوہدری صاحب آپ بیٹھو؟" اجنبی جس نے اپنا نام صفدر بتایا تھا اس نے کراہتے ہوئے کہا۔

"تم جا کر گاڑی میں بیٹھو میں آتا ہوں۔" حیات علی نے اپنے ملازم کو کہا وہ فوراً باہر نکل گیا تھا۔

حیات علی ایک کرسی پر بیٹھ گئے تھے انہوں نے سرسری سی اردگرد کے ماحول پر نگاہ ڈالی تھی۔ ٹوٹا پھوٹا فرنیچر اور خستہ حال مکان تھا جس کی بیرونی دیوار بہت چھوٹی تھی صرف دو کمرے تھے جو کسی بھی قسم کے پلستر سے عاری تھے کچا فرش اور لکڑی کی چھت تھی۔ پہلی نظر سے ہی مکینوں کی خستہ حالی صاف دکھائی دے رہی تھی۔ کمرے سے ہٹ کر حیات علی نے مکینوں کو دیکھا اجنبی جس کا نام صفدر تھا وہ انتہائی کمزور اور دبلا پتلا انسان تھا جو صحت کے معاملے میں بھی زیرو تھا۔ تاہم اس کی بیوی قابل قبول شکل و صورت کی مالک تھی سر پر چادر لیے وہ اچھے کردار کی محسوس ہوئی تھی۔

"زینی! چوہدری صاحب کے لیے کچھ کھانے پینے کو لا۔" صفدر حیات علی کی شخصیت اور اس کے حسن سلوک سے بہت متاثر ہو چکا تھا جس طرح مہنگے ہسپتال میں علاج کروا کر اس نے میڈیسن لی تھی وہ اس کی امارت سے ایک دم لٹو ہو گیا تھا۔ حیات علی نے زینی کو دیکھا۔

وہ سترہ اٹھارہ سال کی انتہائی خوب صورت لڑکی تھی ماں کی طرح وہ بھی سر پر دوپٹہ اوڑھے ہوئے تھی۔ بڑی بڑی خوب صورت آنکھیں اور بے پناہ حسن۔ ایک پل کو تو چوہدری حیات علی ساکت رہ گئے تھے۔ لڑکی جھجک سے باپ کے کہنے پر کمرے سے نکل گئی تھی اور حیات علی کو لگ رہا تھا کہ جیسے کمرے سے روشنی ختم ہو گئی ہو۔ صفدر کی بیوی شوہر کے سرہانے بیٹھ گئی تھی۔ وہ حیات علی سے اس حادثے کا سبب پوچھنے لگی تھی اور حیات علی اس کو تفصیل بتا رہے تھے جب وہی زینی

دودھ کا گلاس لیے ان کے سامنے آ رکی تھی۔

"دودھ پی لو بیٹا!" لڑکی کی ماں نے کہا۔

حیات علی نے ایک پل کو اس لڑکی کو دیکھا اور پھر اس کے ہاتھوں کو۔ دودھ کی سی رنگت لیے ہاتھ اس کے سامنے دودھ کا گلاس لیے منتظر تھے حیات علی نے گلاس لے لیا تھا۔

"شکریہ۔" اس نے کہا۔ وہ کوئی نظر باز انسان نہیں تھے کم عمری میں شادی ہو جانے کے سبب اللہ نے تین بیٹوں اور دو بیٹیوں سے نوازا تھا۔ ان کی بیوی ان سے عمر میں 8 سال بڑی تھی لیکن اس کے باوجود انہوں نے کبھی اپنی بیوی سے بے ایمانی کا نہیں سوچا تھا۔ انہیں اپنی بیوی اور اولاد سے محبت تھی نجانے اس لڑکی میں ایسا کیا سحر تھا کہ وہ کمسن نوخیز لڑکوں کی طرح اس کو بار بار دیکھنے پر مجبور ہو رہے تھے۔ زبین دودھ کا گلاس تھما کر ایک طرف ماں کے پاس کھڑی ہو گئی تھی۔

"تمہارا بہت بہت شکریہ بیٹا! ورنہ اتنا کون کرتا ہے۔" لڑکی کی ماں حیات علی کی ممنون تھی۔

حیات علی نے دودھ کا گلاس ختم کیا تو زبین نے فوراً آگے بڑھ کر ان سے گلاس لینا چاہا تھا۔ حیات نے پھر سے دیکھا تھا' بھیگے کپڑوں میں چھکتا سراپا نجانے کیوں ان کو اپنی طرف مائل کر رہا تھا' وہ اسے گلاس تھما کر ایک دم کھڑے ہو گئے تھے۔

"میں چلتا ہوں۔" نجانے کیوں وہ اب مزید ایک لمحہ بھی یہاں رکنا نہیں چاہتے تھے۔

"صفدر صاحب! اپنا خیال رکھیے گا' میرا چکر لگا تو میں ضرور آؤں گا۔" وہ کہہ کر رکے تھے۔ جیب میں ہاتھ ڈالا جتنے بھی پیسے ہاتھ لگے وہ سب صفدر کی طرف بڑھا دیے تھے۔

"میں آپ کی تکلیف کا مداوا تو نہیں کر سکتا لیکن اپنے علاج معالجے کے لیے یہ کچھ رقم رکھ لیں۔" انداز میں خلوص تھا لڑکی کی ماں شرمندہ ہونے لگی۔

"نہیں..... نہیں اس کی کیا ضرورت ہے بیٹا!" اس نے صاف انکار کیا۔

"اگر آپ رکھ لیں تو مجھے خوشی ہوگی۔" حیات علی صاحب نے اصرار کیا تو صفدر نے ایک دم ان کے ہاتھ سے رقم لے لی تھی۔ صفدر ایک لالچی نشہ باز انسان تھا وہ ہاتھ آئے پیسے بھلا کیسے جانے دیتا جبکہ اس کے اس طرح رقم لے لینے سے اس کی بیوی کے چہرے پر ایک تاریک سا سایہ پھیلا تھا۔

"شکریہ بیٹا!" وہ ایک صابر خوش اخلاق خاتون تھیں۔ حیات علی ان سے سلام دعا کر کے وہاں سے نکل آئے تھے ملازم منتظر تھا اس نے دروازہ کھولا تو حیات علی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گئے تھے۔

زبین دروازہ بند کرنے آئی تھی حیات علی نے بھی دیکھا تھا وہ جلدی سے دروازہ بند کر کے اندر چلی گئی تھی۔ حیات علی نے ایک دو پل ان ٹوٹی پھوٹی دیواروں اور خستہ حال مکان کو دیکھا تھا اور پھر انہوں نے گاڑی اسٹارٹ کر دی تھی۔

یہ ان کی زیب النساء عرف زبین سے پہلی ملاقات تھی۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ یہ پہلی ملاقات ان کی زندگی میں بہت سے نئے در وا کرنے والی ہے ورنہ وہ شاید یہیں سے اپنے قدم واپس موڑ لیتے لیکن انہونی کو کون روک سکتا ہے بعد میں جو کچھ بھی ہوا وہ سب ان کے مقدر لکھا ہوا تھا اور وہ چاہ کر بھی اپنے مقدر سے لڑ نہیں سکتے تھے۔

❀ ..... ❀❀ ..... ❀

گھر میں عجیب سی خاموشی تھی ولید اور وقار نے کھانا نہیں کھایا تھا انابی گھر لوٹنے کے بعد اپنے کمرے سے نہیں نکلی تھی۔ روشی کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا ہوا ہے؟ صبوحی اور احسن بے خبر تھے جبکہ ضیاء صاحب کے چہرے پر کافی گہری سوچ کے سائے تھے۔ وقار صاحب جب سے آئے تھے اپنے کمرے میں ٹہل رہے تھے انہوں نے آج شام جو منظر دیکھا

تھا وہ اس پر یقین کرنے کو تیار نہ تھے۔

انا ان کی بڑی سعادت مند اور نیک بیٹی تھی۔ کرداری لحاظ سے انہوں نے آج تک اس میں کبھی کوئی اونچ نیچ نہیں دیکھی اور اب ایک دم اس کی زندگی میں جیسے طوفان سا آ گیا تھا اور وہ لڑکا کون تھا بھلا؟ انہوں نے آج سے پہلے اس لڑکے کو نہیں دیکھا تھا..... تک تک سا تیا رو ملڑ کا ان کے ذہن سے کو نہیں ہو رہا تھا وہ جوں جوں سوچ رہے تھے اُبھر رہے تھے۔ انہوں نے سارا راستہ انا سے کوئی بات نہیں کی تھی انا بھی سر جھکائے بیٹھی رہی تھی اور پھر گھر آنے کے بعد وہ کمرے میں بند ہوگئی تھی۔ وقار صاحب نے کچھ سوچا اور پھر فیصلہ کن انداز میں اپنے کمرے سے نکلے تھے۔

''کیا ہوا؟'' انہیں وہاں سے تیزی سے نکلتے دیکھ کر صبوحی بیگم حیرانی سے پوچھا۔

''انا کے کمرے میں جا رہا ہوں۔'' وہ کہہ کر آگے بڑھ گئے۔ صبوحی بیگم بھی تیزی سے ان کے پیچھے آئیں تھیں۔ انا قالین پر بیٹھی تھی انداز گم صم تھا۔ وہ وقار اور صبوحی کو آتے دیکھ کر چونکی تھی۔ وہ ابھی تک شام والے حلیے میں تھی نہ اس نے لباس بدلا تھا اور نہ ہی چادر اتاری تھی۔ وقار صاحب قریب آئے تو انا بے اختیار کھڑی ہوئی۔

''کون تھا وہ لڑکا؟'' وقار صاحب کے انداز میں بہت سختی تھی انا سر جھکا گئی تھی۔ ''کیا پوچھ رہا ہوں میں؟'' ان کے لہجے میں بے پناہ سرد پن تھا صبوحی بیگم نے نا سمجھی سے دونوں کو دیکھا۔

''وہ حماد ہے مصطفیٰ بھائی کا کزن!'' اس نے سر جھکائے دھیمے سے کہا تھا۔

''کب سے جانتی ہو اسے؟''

''مصطفیٰ بھائی کی شادی پر ملاقات ہوئی تھی۔'' اس نے بھی گویا طے کر لیا تھا کہ ہر سوال کا جواب دے گی۔

''کیوں مل رہا ہے وہ تم سے؟'' ان کے اگلے سوال پر انا خاموش تھی۔ ''کیا پوچھ رہا ہوں میں تم سے؟'' انہوں نے سختی سے پوچھا۔

انا کے کمرے میں داخل ہوتے ضیاء صاحب وقار اور صبوحی کو دیکھ کر وہیں ٹھٹک گئے تھے۔ وقار کا لہجہ ایسا تھا کہ وہ اندر نہیں جا پائے تھے۔

''کیا یہ وہی لڑکا ہے جس کے لیے آج تم اپنے ماں باپ کے سامنے کھڑی ہو؟'' ان کا سوال ایسا تھا کہ ضیاء صاحب پریشان ہوگئے تھے۔ چہرے پر ایک دم ہوائیاں سی اڑنے لگی تھیں۔

''بولو انا!''

''جی.....'' جواب ایسا تھا کہ تینوں نفوس ساکت رہ گئے تھے۔

''اس دن تم کہاں گئی تھی؟'' پھر وہی پرانا سوال کیا تھا اس دفعہ لہجے میں ازحد بیگانگی تھی۔ ''کیا اسی کی وجہ سے تم منگنی توڑ رہی ہو؟'' انا نے محض سر ہلایا تھا۔ وقار صبوحی اور دروازے کے پاس کھڑے ضیاء صاحب پر گویا ایک بم پھٹا تھا۔

''انا..... '' وقار بہت غصے سے انا کی طرف بڑھے تھے۔

''کیا کرتے ہیں چھوڑیں اس کو۔'' صبوحی بیگم نے فوراً ان کا ہاتھ تھام لیا تھا انا اسی طرح سر جھکائے کھڑی تھی۔

''پوچھو اس سے یہ ایسا کیوں کر رہی ہے؟ کس چیز کی کمی آنے دی تھی ہم نے اس کی تربیت میں۔ اس کے منہ سے نکلنے والی ہر خواہش پوری کی اور آج یہ ہمارے ضبط کا امتحان لے رہی ہے۔ یہ میری عزت کو بازاروں میں رولتی پھر رہی ہے۔ میں سمجھا تھا کہ یہ کسی وجہ سے پریشان ہے شاید ولید اور اس کے درمیان کوئی جھگڑا ہو گیا ہے لیکن اگر مجھے اندازہ ہوتا کہ یہ وجہ ہے تو یہ ہم سب کو پاگل بنا رہی ہے۔ اس دن بھی یہ ادھر گئے تک اس شخص کے ساتھ تھی اور ہم اس کی تلاش میں پاگل ہوتے رہے اور آج بھی......'' ان کا لہجہ تلخ سرد اور آواز کافی بلند تھی۔ بے اختیار گھر کے باقی افراد بھی انا کے کمرے کی

طرف چلے آئے تھے۔
ضیاء صاحب نے بے یقینی سے دروازے کو تھام لیا تھا۔ وقار جو کچھ کہہ رہا تھا وہ ان کے لیے ناقابل فہم تھا۔ روشنی اور احسن کمرے میں آ گئے تھے' ولید بھی باپ کے پاس دروازے پر رک گیا تھا۔ صبوحی بیگم بے ساختہ خفا ہو کر رونے لگ گئی تھیں۔
"پوچھو اس سے کیا کمی آنے دی تھی ہم نے اسے جو یہ سب کر رہی ہے؟" وقار صاحب غصے کے عالم میں سب کچھ بھلا بیٹھے تھے' انہوں نے بہت غصے سے کہا اور انا اسی طرح کھڑی تھی بس اس دفعہ اس کے چہرے پہ آنسوؤں کی کمی تھی۔
"کیا ہوا ہے؟" احسن جو ہر بات سے انجان تھا اس نے بہت حیرانی سے باپ کو دیکھا تھا۔
"پوچھو اس سے کیوں کر رہی ہے یہ؟" انہوں نے انا کی طرف اشارہ کیا' انا نے سر مزید جھکا لیا تھا۔
"انا کیا بات ہے؟" احسن نے انا کے پاس آ کر نرمی سے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے پوچھا تو اس کے آنسوؤں میں شدت آتی چلی گئی۔
"انا گڑیا! بتاؤ نا؟" احسن نے پوچھا تو وقار بے بسی سے ٹہلنے لگے۔ انا ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر ہچکیوں سے رو رہی تھی۔ احسن نے نا سمجھی سے سب کو دیکھا' صبوحی بیگم سر تھام کر بستر کے کنارے ٹک گئی تھیں۔
"کیا چاہتا ہے وہ لڑکا؟" کچھ توقف کے بعد وقار نے پھر انا کے سامنے کھڑے ہو کر پوچھا۔
"بولو......" وہ پھنکارے تھے' اس کے سامنے چٹان کی طرح ڈٹ گئے تھے۔
"وہ پرپوزل بھیجنا چاہتا ہے اپنا۔" اس نے آنسوؤں سے اٹی لرزتی آواز میں آہستگی سے کہا۔ اس دفعہ سب ہی گنگ رہ گئے تھے' وقار صاحب کے اندر شدید طیش و اشتعال کی لہر اٹھی تھی۔ بے اختیار ان کا ہاتھ اٹھا اور وہ لہرا کر زمین بوس ہوئی تھی۔
بُت بنی روشنی فوراً اس کی طرف بڑھی تھی' صبوحی بیگم بھی اس کے پاس آ گئی تھیں' روشنی نے اسے ساتھ لگا لیا تھا۔ وہ شدت سے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔
"میں جان سے مار ڈالوں گا تمہیں اب اگر تم نے ایک لفظ بھی کہا تو۔" وقار صاحب انگلی اٹھا کر وارن کرتے' ایک زہریلی نگاہ انا پر ڈال کر تیزی سے ولید اور ضیاء صاحب کے پاس سے گزرتے وہاں سے نکل گئے تھے۔
وہ لڑکی جسے کسی نے پھولوں کی چھڑی سے بھی نہیں چھوا تھا' جسے انتہائی ناز و نعم سے پالا تھا وہ اس وقت اس حال میں تھی۔ ضیاء صاحب کے دل میں درد کی ایک شدید لہر اٹھی تھی' اس سے پہلے کہ وہ گرتے ولید فوراً چونکا تھا۔
"بابا......" ولید نے فوراً ضیاء صاحب کو تھاما تھا۔ ولید کی آواز میں ایسی تیزی اور سراسیمگی تھی کہ روشنی انا کو چھوڑ کر فوراً باپ کی طرف لپکی تھی۔

(ان شاء اللہ بقیہ آئندہ ماہ)

